فتاوی رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

۷

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

فتاویٰ رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَن یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ

العطایا النبویۃ
فی
الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہفتم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ـــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸) پاکستان

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب ـــــــــــ فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم

تصنیف ـــــــــــ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

ترجمہ عربی عبارات ـــــــــــ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

پیش لفظ ـــــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

تخریج و تصحیح ـــــــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی و مولانا سردار احمد حسن و مولانا محمد عمر ہزاروی

باہتمام وسرپرستی ـــــــــــ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان

ترتیب فہرست ـــــــــــ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

کتابت ـــــــــــ محمد شریف گل، کرڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پیسٹنگ ـــــــــــ مولانا محمد یٰسین قادری شطاری

صفحات ـــــــــــ ۷۲۰

اشاعت ـــــــــــ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ / دسمبر ۱۹۹۴ء

مطبع ـــــــــــ آر اینڈ ڈبلیو۔ ایس پرنٹرز لاہور۔

ناشر ـــــــــــ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ـــــــــــ ۲۵۰ روپے

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

marfat.com

اجمالی فہرست

پیش لفظ ____ ۵

باب الجماعۃ ____ ۳۷

باب مفسدات الصلوٰۃ ____ ۲۵۳

باب مکروہات الصلوٰۃ ____ ۲۹۱

باب الوتر والنوافل ____ ۳۹۷

مآخذ ومراجع ____ ۷۰۷

فہرست رسائل

- القلادۃ المرصعۃ ____ ۶۵
- القطوف الدانیۃ ____ ۱۱۳
- تیجان الصواب ____ ۳۲۱
- اجتناب العمال ____ ۴۸۷
- انہار الانوار ____ ۵۶۹
- انہار الانوار ____ ۶۳۳
- وصاف الرجیح ____ ۶۵۹

marfat.com

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر

ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحبِ غنیۃ المستملی

ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحبِ رد المحتار

ط : علامہ سید احمد الطحاوی صاحبِ حاشیۃ الدر المختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ : فتاوٰی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف

نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم

فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ : حلیۃ المحلّی ، ابن امیر الحاج

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزائن علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصۂ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت رفتاری اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل فتاوٰی رضویہ کی چھ مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت سے ساتویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ فاضلِ شہیر مترجم کتبِ کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم کا ترجمہ بھی اُنھیں کی رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ہفتم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب الجماعۃ سے باب احکام المساجد تک ۲۶۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چار مستقل ابواب زیرِ بحث ہیں:

۱۔ باب الجماعۃ

۲۔ باب مفسدات الصلوٰۃ

۳۔ باب مکروہات الصلوٰۃ

۴۔ باب الوتر والنوافل

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل سات رسائل بھی پیشِ نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ (۱۳۱۲ھ)

مولوی اشرفعلی تھانوی کے چار فتووں کا رَدِّ بلیغ

marfat.com

٢۔ القطوف الدانیة لمن احسن الجماعة الثانیة (١٣١٣ھ)
جماعت ثانیہ کے ثبوت سے متعلق نادر تحقیقات
٣۔ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (١٣٢٠ھ)
محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث
٤۔ اجتناب العمال عن فتاوی الجُہّال (١٣١٦ھ)
قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کا رد
٥۔ انہار الانوار فی یم صلوٰۃ الاسرار (١٣٠٥ھ)
نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں تحقیقِ رضوی
٦۔ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار (١٣٠٥ھ)
نمازِ غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ
٧۔ وصاف الرجیح فی بسملة التراویح (١٣١٢ھ)
ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

١۔ حسن البراعة فی تنفید حکم الجماعة
جماعت اولٰی کے بیان میں
٢۔ رعایة المنه فی ان التهجد نفل او سنه
نمازِ تہجد نفل یا سنّت
٣۔ الرد الاشد البهی فی هجر الجماعة الگنگھی
جماعت ثانیہ کے بیان میں

ڈاکٹر رشید احمد جالندھری ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ٢٧ اکتوبر ١٩٩٣ء کو آواری ہوٹل میں پڑھے گئے مقالہ کا وہ حصہ جو فتاوٰی رضویہ سے متعلق ہے جلد ہفتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔

○

حافظ محمد عبد الستار سعیدی
ناظمِ تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

٢٣ جمادی الاولٰی ١٤١٥ھ
٢٩ اکتوبر ١٩٩٤ء

marfat.com

فتاویٰ رضویہ کی غیر معمولی اہمیت

پروفیسر ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ڈائریکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ دینِ قیّم کے اسرار و حِکم اور دقائق و حقائق انہی قلوب پر منکشف ہوتے ہیں جو مجلّا و مصفّٰی ہیں اور حُسنِ مطلق کی جلوہ گاہ ہیں۔ چنانچہ یہی لوگ ہیں جو دین اور معاشرے کے تعلق پر گہری نظر رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ دین، دنیا میں مخلوقِ خدا کی بہتری کے لئے آیا ہے، اس کی مشکلات میں اضافہ کرنے کے لئے نہیں آیا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اپنے معاشرے کے احوال و ظروف سے آگاہ نہیں وہ "عالم" کہلانے کا مستحق نہیں۔ مولانا مرحوم نے اپنے فتاویٰ میں معاشرے کے رسم و رواج اور عرف و عادات کو نگاہ میں رکھا ہے اور مقدور بھر سعی کی ہے کہ ایک مسلمان آسانی سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سرانجام دینے کی سعادت حاصل کرے۔ چنانچہ انھوں نے اس سلسلہ میں بنیادی نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے اجتناب کو رضاءِ مخلوق پر مقدّم رکھے اور فتنہ و فساد سے بچنے اور انسانی قلوب کی مدارات و مراعات کے لئے غیر اولیٰ امور کو ترک کر دیا جائے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (طبع جدید) میں فرماتے ہیں:

"پس ان امور میں ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعل فرائض و ترکِ محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترکِ غیر اولیٰ پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت، ایذاء اور وحشت کا باعث ہونے سے بچے۔"

یہ بات شاید کسی وضاحت کی محتاج نہیں کہ جو لوگ شریعتِ مطہرہ کی رُوح اور حکمت و علّت سے تغافل برتتے ہیں اور ظاہری الفاظ کی پیروی کرنے پر زور دیتے ہیں، وُہ بعض اوقات اُمّت میں اختلاف و تشتّت کا باعث بنتے ہیں اور لوگوں کو مشقت و تنگی سے دوچار کرتے ہیں۔ اگر ان کی نگاہ سے شریعت کا بنیادی مقصد اوجھل نہ ہوتا تو ان کا زہدِ خشک لوگوں کو غیر اولیٰ اور لایعنی باتوں میں اُلجھنے نہ دیتا۔ اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرعِ مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفّع و تنزّہ کے لئے خلاف و جدال نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور

marfat.com

مراد و محبوب شارع کے مناقض ہیں۔ ہاں ہاں ہوشیار و گوش دار! کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ و حکمتِ جلیلہ و کوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت (سے) زاہدانِ خشک اور اہلِ تکشف جاہل و غافل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغزِ حکمت و مقصودِ شریعت سے دور پڑتے ہیں۔" (فتاوی رضویہ ۴ (جدید) ص ۵۲۸)

میں یہاں مولانا مرحوم کے فتاوی سے اور مثالیں دینا چاہتا تھا، لیکن تنگیِ وقت کی بنا پر ایسا نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کو اسلامی فقہ میں جو عبور و رسوخ حاصل ہے اس کی بنیادی وجہ قرآن و سنت سے ان کی گہری شیفتگی اور وابستگی ہے۔ چنانچہ میری اہلِ علم سے گزارش ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے فتاوی کا گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں اور فلسفۂ دین اور روحِ عصر سے آگاہ ہو کر لوگوں کے مسائل حل کریں اور انھیں مشقت و تنگی میں گرفتار ہونے سے بچائیں۔

---

marfat.com

فہرست مضامین

باب الجماعۃ		تشہد میں سلام سے پہلے شریک ہو جانے سے جمعہ	
	۳۷	مل جاتا ہے ۔	۵۲
امام کے لئے وسطِ مسجد میں کھڑا ہونا سنت متوارثہ ہے	۳۷	مقتدی نے التحیات پوری نہیں کی تھی کہ امام کھڑا	
محراب حقیقی، محراب صوری، مسجد شتوی، مسجد صیفی		ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات ضرور	
کا بیان ۔	۳۷	پوری کرے ۔	۵۲
امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ۔	۳۸	ایک شخص تنہا فرض پڑھ رہا ہے اور دوسرا آئے	
مشغول اور مصروف طلبہ کو احیاناً بشرائط ترک جماعت		تو اس کے ساتھ اسے ملنا ضروری ہے یا نہیں ۔	۵۳
کی اجازت ہے ۔	۳۹	کوئی بدمذہب ایک مصلے پر نماز پڑھ رہا ہو تو دوسرا	
مسجد کی تنگی کی وجہ سے صفِ اول کے مقتدی امام		اسی مصلے پر فوراً نماز شروع کرسکتا ہے ۔	۵۳
سے منفصل ہوں تو کراہت ہے یا نہیں ۔	۴۰	جماعت ثانیہ جائز ہے ۔	۵۴
صف میں فرجہ ممنوع ہے اس کے متعلق احادیث	۴۱	ایسی جماعت جو کراہتِ تحریمہ پر مشتمل ہو اس میں	
آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا		شریک ہونا چاہئے یا نہیں ۔	۵۸
ہے جبکہ اکیلے ہو اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے		امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے	
کا کھڑا ہونا گناہ ہے ۔	۵۱	تو مقتدی کو پیچھے لائے خواہ نیت باندھنے کے بعد	
کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کیا جائے تو نیا آدمی شریک		یا پہلے ۔	۶۰
ہو سکتا ہے یا نہیں ۔	۵۲	○ رسالہ القلادۃ المرصعۃ فی نحر	
مسبوق اپنی فوت شدہ نماز جہر سے پڑھے یا آہستہ	۵۲	الاجوبۃ الاربعۃ (مولوی اشرفعلی کے چار	
قضائے عمری کے ادا کرنے کا ایک اختراعی طریقہ کا رد	۵۲	فتووں کا رد ۔	۶۵

marfat.com

سوال اول وچہارم کا جواب ٦٩
پاؤں سے معذور شخص کا حکم جو اذان سے قبل ایک شخص کو ساتھ ملا کر اقامت کے ساتھ جماعت کرا لیتا ہے۔ ٦٩
عذر ساقطِ وجوبِ جماعت ہے نہ کہ ساقطِ جواز۔ ٦٩
کسی شئ کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔ ٦٩
حدیثِ متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔ ٦٩
حدیث مبارک کہ نمازِ عشاء باجماعت، نصف شب اور نمازِ فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے ٦٩
حدیث مبارک "ما اجد لك رخصة" کا معنی اور مصنف کی تحقیق۔ ٧١
پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر ٧٦
بعض لوگوں نے مسجد میں اقامت کہہ کر باجماعت نماز پڑھ لی، پھر مؤذن، امام اور دوسرے لوگوں نے جماعت کرائی تو جماعت مستحبہ دوسری ہے پہلی جماعت مکروہ ہے ٧٨
جوابِ سوال دوم ٨١
تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترکِ جماعت جائز نہیں۔ ٨١
تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جبکہ ترکِ جماعت پر ہولناک وعیدیں۔ ٨١
آئندہ کسی سنت کے فوت ہو جانے کے خوف سے فی الحال کسی سنت کا ترک ناجائز ہے۔ ٨٢
بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پا سکے تو ثواب تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ ٨٣
فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ٨٤
جوابِ سوال سوم ٨٥
خوف فوتِ تہجد کو ترکِ جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔ ٨٥
تہجد عادتِ صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا، گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔ ٨٥
تہجد وجماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔ ٨٧
اذان سن کر مسجد میں نہ آنا ظلم اور نفاق ہے۔ ٨٧
قیلولہ کا وقت ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے ٨٧
طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور کھانا تھوڑا کھائے۔ ٨٨
اگر کوئی شخص نو بجے عشا پڑھ کر سو گیا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہو گیا۔ ٨٩
سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیقِ جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے۔ ٩٠
کسی معتمد کو متعین کرے کہ وقتِ جماعت سے پہلے اس کو جگا دے۔ ٩٠
ابن لہیعہ راوی میں کلام ہے۔ (حاشیہ) ٩٠

marfat.com

جماعتِ اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۹۱

ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔ ۹۴

تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق۔ (حاشیہ) ۹۵

جماعت، سننِ رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب ۹۹

ترکِ اولویت میں حکمِ کراہت نہیں۔ ۱۰۰

مصنف علیہ الرحمۃ کے رسالہ "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" کا خلاصہ۔ ۱۰۱

حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں، فرضِ عین، فرضِ کفایہ، واجبِ عین، واجبِ کفایہ، سنّتِ مؤکدہ، مستحب۔ ۱۰۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تارکینِ جماعت پر اظہار غیظ وغضب۔ ۱۰۳

سنّیت ووجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں۔ ۱۱۰

مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔ ۱۱۰

مسجد طریق جس کا امام ومؤذن معین نہیں اس میں ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہوتی ہے لہٰذا جو گروہ آئے اپنی اذان واقامت سے جماعت کرائے۔ ۱۱۱

○ رسالہ القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ (جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں) ۱۱۳

تکرارِ جماعت کے جواز وافضلیت کی بارہ صورتیں۔ ۱۱۳

جماعتِ ثانیہ کے جواز سے متعلق ضابطہ ۱۱۵

حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط ۱۱۶

اگر مسجد محلہ میں اہلِ محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنّت، امام موافق المذہب، سالم العقیدہ، متقی، مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقیماندہ لوگ آئے انھیں تکرارِ جماعت باعادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے اور بلا اعادۂ اذان جائز ہے۔ ۱۲۵

محراب میں جماعتِ ثانیہ مکروہ اور محراب سے ہٹ کر بلاکراہت جائز ہے۔ ۱۲۸

جماعت ہورہی ہے تو الگ نماز پڑھنا گناہ ہے۔ ۱۲۹

امام کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں ۱۳۱

جماعت کا تارک کون؟ ۱۳۱

حلال خور جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور جہاں جگہ ملے کھڑا ہوسکتا ہے اسے جماعت سے روکنا گناہ ہے۔ ۱۳۲

جو بلاعذر شرعی جماعت میں شریک نہ ہو سخت گنہگار ہے (یہ جواب پورا دستیاب نہ ہوا) ۱۳۷

امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو بہتر ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے۔ ۱۳۸

امام کا مصلّٰی صف سے ملا رہے یا الگ، اور الگ رہے تو کتنا۔ ۱۴۰

جماعت ہونے سے پہلے کچھ لوگ نماز پڑھ لیں تو ان کا کیا حکم ہے۔ ۱۴۱

جماعت جتنی کثیر ہو ثواب زیادہ ہوگا۔ ۱۴۳

marfat.com

- جماعتِ ثانیہ سے متعلق سوال — ۱۴۴
- بوقتِ ضرورت محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں۔ — ۱۵۰
- غیر مقلدین صف میں ہوں تو قطعِ صف ہوگا۔ — ۱۵۰
- امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ — ۱۵۱
- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال — ۱۵۲
- وسطِ مسجد میں امام کا کھڑا ہونا مسنون متوارث ہے — ۱۷۲
- محراب بنانے کی حکمت — ۱۷۲
- حدیث "اذا جئت الصلوٰۃ فوجدت الناس فصل معھم" کے متعلق ایک علمی سوال — ۱۷۳
- محلِ اختلافِ علماء میں خلاف کی مراعات بالاجماع مستحب ہے جبکہ مکروہ کا ارتکاب نہ ہو۔ — ۱۸۶
- حدیث "وان کنت قد صلیت" اور آیۂ کریمہ "من تطوع خیرا فھو خیرلہ" کی بحث۔ — ۱۸۹
- فجر کی جماعت ہو رہی ہے اور کوئی آئے تو سنت پڑھ کر جماعت میں شریک ہو یا بغیر پڑھے۔ — ۱۹۱
- جماعت کے اکثر لوگوں کو کوئی ضرورت ہو تو مستحب وقت سے پہلے جماعت کی جاسکتی ہے۔ — ۱۹۱
- جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ — ۱۹۲
- غسل کی ضرورت ہو اور غسل کرنے میں فجر کا وقت ختم ہوجانے کا اندیشہ ہو تو تیمم کرلے نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ — ۱۹۲
- تکبیر کہہ کر رکوع میں شامل ہوجانے سے جماعت میں شرکت ہوگی یا نہیں۔ — ۱۹۲
- لوگ تنہا تنہا فرض پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں تو وہ تارکِ جماعت کہلائیں گے یا نہیں۔ — ۱۹۳
- داڑھی منڈے صفِ اول ہی میں کیوں نہ ہوں انھیں ہٹانا منع ہے۔ — ۱۹۳
- پانچوں نمازیں جماعت سے مسجد میں پڑھنا واجب ہے — ۱۹۴
- وظیفہ یا تلاوت وغیرہ کے سبب جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔ — ۱۹۴
- جماعت ثانیہ کے لئے اذان کا اعادہ ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں۔ — ۱۹۴
- بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے الگ کرنا شدید ظلم ہے۔ — ۱۹۵
- مغرب کے علاوہ دوسری نمازوں میں اذان کے بعد انتظار کرنا ضرور ہے کہ لوگ ضرورت سے فارغ ہوکر آجائیں۔ — ۱۹۶
- مکان چھوڑ کر آنے سے خطرہ ہو تو ترکِ جماعت کیلئے یہ عذر ہوسکتا ہے۔ — ۱۹۶
- جذامی کے باعث جماعت میں انتشار ہوتا ہو تو اسے گھر ہی نماز پڑھنا چاہئے۔ — ۱۹۶
- جو وہابیہ کے عقائد سے واقف ہوکر انھیں مسلمان جانے اس کی وجہ سے صف میں قطع ہوگا۔ — ۱۹۷
- امام یا مقتدی کا وضو جاتا رہے تو باہر کس طرح آئے — ۱۹۷
- وہابیہ کی جماعت ہو رہی ہو اسی وقت سُنّی اپنی جماعت کرسکتے ہیں جبکہ فتنہ نہ ہو۔ — ۱۹۸
- ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک فرض کی دو جماعتیں ممنوع ہیں۔ — ۱۹۸
- جماعت ثانیہ سے متعلق سوال — ۱۹۸

marfat.com

ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۱۹۹
جماعت کے لئے اوقات کا تعین گھڑی سے کیا جا سکتا ہے ۲۰۰
کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر جائز ہے جبکہ وقت میں گنجائش ہو۔ ۲۰۰
سنّتِ مؤکدہ کی تعریف ۲۰۰
کسی مالدار کی محض مالداری کے سبب رعایت کرنا جائز نہیں مگر جبکہ رعایت نہ کرنے میں فتنہ ہو۔ ۲۰۰
مقتدی ایک ہی ہو تو امام کے برابر دہنی طرف کھڑا ہو اور پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ رکھے۔ ۲۰۱
مسجدیں دو طرح کی ہوتی ہیں عام اور خاص، جماعت کے لحاظ سے دونوں کا الگ الگ حکم ہے۔ ۲۰۴
چند آدمی ایک مسجد میں ایک وقت میں ایک ہی فرض فرداً فرداً پڑھیں تو کیا حکم ہے۔ ۲۰۴
امام کے انتظار میں جماعت میں تاخیر جائز ہے یا نہیں ۲۰۵
ترکِ جماعت یا مسجد میں نہ آنے کا جو عادی ہے وہ فاسق ہے۔ ۲۰۶
جماعت کو واجب یا سنتِ مؤکدہ نہ جاننا غلطی ہے ۲۰۷
جماعت ثانیہ کے متعلق سوال۔ ۲۰۷
ایک مصلّے پر چند آدمی فرداً فرداً فرض پڑھیں تو فرض ادا ہوگا یا نہیں۔ ۲۰۷
عورتوں کا امام مرد ہو سکتا ہے یا نہیں اور عورتیں لقمہ دے سکتی ہیں یا نہیں۔ ۲۰۷
متون شروح فتاوٰی سے حوالے دئے جا سکتے ہیں ۲۱۰
جماعت ثانیہ کے متعلق سوال ۲۱۳
امام کے لئے مصلّی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو بُرا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ ۲۱۸
ایک ایسی صورت کا بیان جس میں کسی شخص پر کسی جماعت کا دارو مدار ہو۔ ۲۱۸
صف کے سلسلہ میں تین باتوں کا حکم دیا گیا جس کو لوگوں نے آج کل چھوڑ رکھا ہے۔ ۲۱۹
مکہ معظمہ کے چار مصلّوں کو ناجائز بتانے والے کا حکم ۲۲۵
امام پر مقتدی تحکم نہیں کر سکتا۔ ۲۲۹
کھانا تیار رہو اور جماعت بھی تیار تو پہلے کیا کرے۔ ۲۲۹
جماعت کا وقت ہو گیا ہے ابھی کچھ لوگوں نے وضو نہیں کیا ہے تو ان کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ۲۳۰
امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو اسے پیچھے کھینچنا چاہئے یا نہیں۔ ۲۳۱
مسجد کا نچلا حصہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۱

فصل المسبوق ۲۳۳

جس کو مغرب کی تیسری رکعت ملی ہو وہ جب چھوٹی ہوئی نماز پڑھے تو دوسری رکعت میں قعدہ کرے یہی صحیح ہے۔ ۲۳۳
جو رکوع میں شامل ہو وہ نیت کے بعد بغیر ہاتھ باندھے جماعت میں شریک ہو جائے۔ ۲۳۵
مسبوق چھوٹی ہوئی نماز کس ترتیب سے پڑھے۔ ۲۳۵

marfat.com

مسبوق جماعت میں شامل ہو جائے اگرچہ امام سجدۂ سہو میں ہو اقتداء درست ہوگی۔ ۲۳۶
امام التحیات میں ہو اس وقت سنتیں پڑھنا اور جماعت میں شریک نہ ہونا کیسا ہے۔ ۲۳۶
امام کے قعدۂ اخیرہ میں مسبوق تشہد کی تکرار کرے اور اگر السلام علیک سے تکرار کرے تو کوئی ممانعت نہیں ۲۳۷
مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا سلام میں نہیں ورنہ نماز فاسد ہوگی۔ ۲۳۸
امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم اور مقتدی ایک یا دونوں رکوع نہ پائے تو امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز پوری کرے۔ ۲۳۹
مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے گا مگر مسافر امام کا مقتدی اپنی فوت شدہ نماز میں ساکت رہے گا۔ ۲۴۱
مسبوق جس کی تین رکعتیں چھوٹ گئی ہوں صرف ایک رکعت ملی ہو وہ کس طرح نماز پوری کرے۔ ۲۴۲
اقتدائے مقیم بالمسافر پر ایک شبہ کا ازالہ ۲۴۳

فصل الاستخلاف ۲۴۹

امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔ ۲۴۹
امام نے ایک اُمّی کو خلیفہ بنایا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۰
امام جو سورت پڑھ رہا تھا خلیفہ نے اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت پڑھی نماز ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۲
امام وضو کرنے کے بعد خلیفہ کی اقتدا میں نماز پڑھے خلیفہ کو ہٹا کر خود امام نہیں ہو سکتا۔ ۲۵۲

باب مفسدات الصلوٰۃ ۲۵۳

نمازی کو کوئی پنکھا سے ہوا کرے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۳
نمازی کے آگے سے گزرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا گزرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ ۲۵۴
نمازی کے آگے سے کتنے فاصلہ تک گزرنا منع ہے ۲۵۴
قعدۂ اولیٰ میں عادت سے زیادہ امام دیر لگائے اور مقتدی اس خیال سے کہ امام کو سہو ہو گیا ہے تکبیر کہے تو مقتدی کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۷
تنہا فرض پڑھنے والا تکبیرات انتقالیہ بلند آواز سے اس لئے کہتا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے ساتھ شامل ہو جائیں یا کسی نمازی کے پاس کوئی اس خیال سے کھڑا ہو جائے کہ یہ تکبیر بالجہر کرے تو وہ شریک ہو اور نمازی نے اطلاع کے لئے جہر سے تکبیر کہی تو ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں ۲۶۹
امام کے رکوع یا سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد مقتدی رکوع و سجدہ کرے اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔ ۲۷۴
آیہ یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ امام نے پڑھی اور مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ علیہ وسلم نکل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ ۲۷۹
ایسی غلطی جس سے معنی فاسد ہوں اس پر لقمہ دینا فرض کفایہ ہے ۲۸۰
لقمہ دینے کے کچھ اصول ۲۸۶
لقمہ دینا جائز ہے خواہ کوئی نماز ہو۔ ۲۸۹

marfat.com

باب مکروہات الصلٰوۃ ۲۹۱

ستون کے درمیان امام کا کھڑا ہونا مکروہ ہے ۲۹۱
امام کی جگہ مقتدیوں سے تین گرہ اونچی ہو تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۱
سجدہ کو جاتے ہوئے پائچوں کو گھٹنے سے اوپر چڑھا لینا یا کہنیاں کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۲۹۶
نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ ۲۹۷
کسی کے واسطے امام نے قراءت یا رکوع دراز کیا تو کیا حکم ہے۔ ۲۹۷
دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۲۹۸
جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۲۹۸
چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہئے۔ ۲۹۹
سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۲۹۹
جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کرسکتا ہے۔ ۳۰۰
پتلون پہننا مکروہ اور نماز بھی مکروہ ہوگی، یوں ہی گلوبند، رومال، پگڑی وغیرہ جس سے پیشانی چھپی ہو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۰۱
در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ۳۰۱
جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۰۱
مزار کے روضہ کا دروازہ بند ہو تو اس کے سامنے نماز پڑھنے میں حرج نہیں۔ ۳۰۲
فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ وغیرہ کے احکام۔ ۳۰۵
پاس میں تمباکو ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر اس میں بدبو ہو تو مکروہ ہوگی۔ ۳۰۵
چادر وغیرہ کی گھوگی بنا کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۰۶
ریشمی کپڑے مردوں کے لئے حرام ہیں اور ان میں نماز مکروہ، اور اگر امام ہو تو سب کی مکروہ۔ ۳۰۶
انگریزی وضع کے کپڑے حرام اور ان میں نماز مکروہ۔ ۳۰۸
کہنی کھلی رہنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ۳۰۹
ساری یا دھوتی پیچھے سے بندھی ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ ۳۱۲
جہاں ان کا پہننے کا رواج نہ ہو وہاں ان کا پہننا بھی مکروہ۔ ۳۱۳
گٹے سے نیچے تہبند مکروہ ہے۔ ۳۱۳
بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے۔ ۳۱۳
جوتیاں سامنے رکھ کر نماز پڑھنا منع ہے، جوتے کہاں رکھے جائیں۔ ۳۱۳
وردی میں نماز مکروہ ہے یونہی دھوتی میں۔ ۳۱۸
چشمہ لگا کر نماز پڑھ لے تو کیا حکم ہے۔ ۳۱۸
در کے متعلق مفصل بیان۔ ۳۱۸
○ رسالہ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب (محراب کے معانی اور اس میں کھڑے ہونے کی تحقیق) ۳۲۱

marfat.com

صلوٰۃ التسبیح، وتر اور سنتِ فجر میں کون کون سی سورتیں پڑھی جائیں۔ ۴۴۶

سنتیں پڑھنے کے بعد اور فرض پڑھنے سے پہلے باتیں کرنے سے سنتوں کا ثواب تو کم ہوجاتا ہے مگر باطل نہیں ہوتیں، نہ فرض میں نقصان آتا ہے ہاں سنتوں کا اعادہ بہتر ہے ۴۴۸

مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلے جانا منع ہے۔ ۴۵۰

تراویح کی دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا جائز ہے مگر مکروہ۔ ۴۵۴

اصح یہ ہے کہ بالغوں کی نماز نابالغوں کے پیچھے صحیح نہیں۔ ۴۵۵

تراویح سنتِ مؤکدہ ہے اس کو سنتِ عمری کہہ کر بدعت کہنا جہالت ہے۔ ۴۵۷

تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے ۴۵۸

ختمِ قرآن کے بعد بھی تراویح پڑھتے رہنا سنتِ مؤکدہ ہے ۴۵۸

صرف سورۂ فاتحہ اور اخلاص سے تراویح پڑھنا بھی جائز ہے مگر سورۂ فیل سے پڑھنا بہتر ہے، جیسا کہ عام طور پر رائج ہے۔ ۴۵۹

تراویح میں ختمِ قرآن میں ایک بار جہر سے بسم اللہ پڑھنا چاہیے۔ ۴۵۹

الم ترکیف سے تراویح جائز ہے، ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا بھی جائز ہے۔ ۴۶۰

ایک حافظ ایک مسجد میں بارہ رکعت اور دوسری میں آٹھ رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۰

بلا عذر شرعی تراویح کی جماعت چھوڑنا منع ہے۔ ۴۶۱

ایک شخص ایک جگہ بیس رکعت پڑھائے اور دوسری جگہ بھی بیس رکعت پڑھائے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۳

شبینہ کا حکم ۴۶۴

عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔ ۴۶۷

ایک مسجد میں دو حافظ دس دس رکعتیں تراویح پڑھائیں اور پہلے نے جو پارے پڑھے ہیں وہی دوسرا بھی پڑھے ایسا جائز ہے یا نہیں۔ ۴۶۸

عشا کی نماز تنہا پڑھنے والا تراویح کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے لیکن وتر کی جماعت میں شریک نہیں ہوسکتا۔ ۴۶۸

ختمِ قرآن کے دن بیسویں رکعت میں الم تا مفلحون اور چند دوسری آیتیں مثلاً ما کان محمد وغیرہ پڑھ کر تراویح ختم کرنے میں حرج نہیں۔ ۴۶۹

تراویح بلا عذر شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے جبکہ اس کا عادی ہو۔ ۴۷۱

ختمِ قرآن پر اُجرت کی ایک صورت ۴۷۲

شبینہ مکروہ ہے ۴۷۲

تراویح کی ہر چار رکعت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم۔ ۴۷۲

تراویح کے متعلق ایک شبہ کا ازالہ ۴۷۳

تراویح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے کا حکم۔ ۴۷۴

تراویح پڑھنے کا ایک طریقہ ۴۷۴

شبینہ کے متعلق ایک سوال ۴۷۵

سورۂ توبہ پر اعوذ باللہ من النار و من شر

marfat.com

الکفاد الخ پڑھنا بے اصل ہے بلکہ محدثاتِ عوام سے ہے۔ ۴۸۱

جو شخص یہ کہے کہ تراویح میں قرآن شریف سننے سے بہتر ذکرِ ولادت شریف سننا ہے ایسے کا کیا حکم ہے ۴۸۲

وتر کی جماعت چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے۔ ۴۸۳

وتر کی تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی سورت ملائی جاسکتی ہے سورۂ اخلاص ہی کا ملانا ضروری نہیں۔ ۴۸۴

دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدۂ سہو کب ہوتا ہے۔ ۴۸۴

وتر کا مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں وتر پڑھے یا نہیں۔ ۴۸۴

دعائے قنوت یاد نہ ہو اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ لیا جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔ ۴۸۵

○ رسالہ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال (قنوتِ نازلہ کے بیان میں) ۴۸۷

نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا جائز نہیں لیکن جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے میں مضائقہ نہیں۔ ۴۸۸

تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نمازِ صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔ ۴۸۹

نازلہ ہر سختیِ زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ ۴۹۲

نکرہ حیزِ شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔ ۴۹۲

طاعون و وباء اور ان کی مثل ہر بلیۂ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے۔ ۴۹۶

اطلاق وعموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ ۴۹۶

کذب وبہتان کی نسبت ائمۂ کرام اور علماءِ اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہینِ شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ ۴۹۷

ایک جاہل وہابی مفتی مصنفِ "ضروری سوال" کی تینتیس جہالتوں کا بیان۔ ۴۹۹

قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عمومِ نسخ ہے یا نسخِ عموم۔ ۴۹۹

آیۂ کریمہ "لیس لك من الامر شیٔ او یتوب علیهم او یعذبهم فانهم ظٰلمون" کا شانِ نزول اور اس کا معنی۔ ۴۹۹

ائمۂ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق وہدایت اور سبیلِ جنت ہے۔ ۵۰۳

محاورۂ عرب میں لفظ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلامِ نامحقق آیا ہے۔ ۵۰۳

حدیثِ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوتِ فجر کی نہی سے متعلق ہے اس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔ ۵۰۴

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔ ۵۰۴

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل و احق

marfat.com

برامامت سمجھتے تھے مگر طالبِ قصاصِ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ ۵۰۷
صاحبِ اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ ۵۰۸
مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف اغلاط۔ ۵۱۱
مصنفِ "ضروری سوال" کی اغلاطِ ترجمہ ۵۱۳
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ روایت ۵۱۵
ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔ ۵۱۶
شہداءِ بئر معونہ کو قراء کہنے کی وجہ کیا ہے ۵۱۷
ان شہداء کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔ ۵۱۸
حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا۔ ۵۱۸
مصنفِ "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔ ۵۲۰
مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ سے مخالفت۔ ۵۲۳
مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اول نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔ ۵۲۴
خلاصہ کلام وتقریبِ مرام ۵۲۴
جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتویٰ پہ اعتماد جائز۔ ۵۲۵
فجر کی دوسری رکعت کے رکوع کے بعد دعائے قنوت یا دوسری دعائیں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ ۵۲۵
نازلہ کے علاوہ فجر میں دعائے قنوت پڑھنا مکروہ ہے ۵۲۷
نازلہ مثلاً طاعون و وبا وغیرہ میں دعائے قنوت پڑھنا جائز ہے۔ ۵۲۷
زمانۂ نازلہ میں فجر میں دعائے قنوت پڑھی جائے باقی نمازوں میں نہیں۔ ۵۳۰
قنوتِ نازلہ کے متعلق چند سوال ۵۳۰
مسبوق وتر کس طرح پوری کرے۔ ۵۴۳
تراویح ہو رہی ہے اور کچھ لوگ آئے جنھوں نے عشا نہیں پڑھی ہے یہ لوگ عشا کی جماعت کرسکتے ہیں، اس حکم پر ایک شبہ اور اس کا ازالہ۔ ۵۴۴
جس نے عشا تنہا یا جماعت سے پڑھی ہو مگر تراویح پڑھانے والے امام کے پیچھے عشا نہ پڑھی ہو وہ تراویح کے امام کی اقتداء کرسکتا ہے یا نہیں۔ ۵۵۵
وتر کی جماعت، جماعتِ فرض کی تابع ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔ ۵۵۵
تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدۂ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۶۷
ان رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا اس کا اعادہ ہے یا نہیں۔ ۵۶۷
تراویح کی جماعت ہو رہی ہے وہاں عشاء کی جماعت کی جاسکتی ہے۔ ۵۶۸

○ رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار (نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں) ۵۶۹
صلوٰۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ مبارک، مشائخ عظام

marfat.com

کا معمول اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے۔ ۵۷۱

نماز غوثیہ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جس کو اکابر علما نے اپنی تصانیف میں روایت فرمایا ۵۷۱

نماز غوثیہ کی ادائیگی کا طریقہ ۵۷۱

نماز غوثیہ کی اجازت دینے اور اجازت لینے کا بیان ۵۷۲

شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۵۷۲

نماز غوثیہ کی مداومت اولیاءِ طریقۂ قادریہ کے آداب میں سے ہے۔ ۵۷۳

مصنفِ بہجۃ الاسرار امام ابو الحسن نور الدین علی شطنوفی کے فضائل۔ ۵۷۳

کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم ومشہور ہے ۵۷۵

اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہالت یا خبث وضلالت ہے۔ ۵۷۶

کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ۵۷۶

شیخ ابن عربی کی تصنیف 'فتوحاتِ مکیہ' کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمۃ کے اپنے دستخط سے مزین ہے۔ ۵۷۷

نمازِ غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔ ۵۸۱

جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔ ۵۸۲

قاعدہ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے۔ ۵۸۳

فعل جواز کی دلیل ہے اور عدمِ فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۵۸۳

محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے خلاف نہیں۔ ۵۸۴

استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث وآثار ۵۸۴

عثمان بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں جبکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری ومسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ ۵۸۸

عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو سترہ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰

نماز غوثیہ کے افعال پر کلام ۵۹۳

محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔ ۵۹۴

محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔ ۵۹۵

تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیا دار غنی کیلئے اُس کے سبب تواضع ہو۔ ۵۹۷

marfat.com

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیاء و علماء کا خشوع و خضوع ۔ ٥٩٧

حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جھک جاتے ۔ ٦٠٠

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب ۔ ٦٠١

بوقتِ توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہیئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو جائے ۔ ٦٠٢

حضرت امام شافعی اور دیگر علماء و اہل حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر ان سے توسل کرتے ٦٠٥

نکاتِ غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے ۔ ٦٠٥

روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف ، خلیفہ ابوجعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب ۔ ٦٠٥

سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب ہے ۔ ٦٠٦

خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر بہ سببِ دعاء بخشش کریں ٦٠٦

علماء متقدمین و متاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وك" کو زمانہ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا ۔ ٦٠٦

محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے ۔ ٦٠٧

توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن لہٰذا یہ چلنا مقرر ہوا ۔ ٦٠٧

قضائے حاجت کیلئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد دعا کرنے کا طریقہ ۔ ٦٠٧

نمازِ استسقاء میں قلبِ رداء کی حکمت ٦٠٧

ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہٰذا جس امر میں جمع عزیمت و صدقِ ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال و جوارح رکھے جائیں ۔ ٦٠٨

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت ۔ ٦٠٨

جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے ۔ ٦٠٩

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دعا میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے ۔ ٦٠٩

نمازِ کسوف میں جنت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوارِ قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے ۔ ٦١٣

نماز کے افعال و احکام میں اسرار اور حکمتیں ۔ ٦١٥

نہاری نمازوں میں اخفاء قراءت اور لیلی نمازوں میں جہر کی حکمت ۔ ٦١٥

جمعہ وعیدین میں نہاریت کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے؟ ٦١٥

marfat.com

نمازِ کسوف میں جماعتِ کثیرہ کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے۔ ۶۱۵

رات کو ایک نیّت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے؟ ۶۱۵

ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے؟ ۶۱۵

فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قرأت کیوں معاف۔ ۶۱۵

منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت۔ ۶۱۵

رکوع، سجود اور قعود میں قراءت کیوں ممنوع ہے ۶۱۵

رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت۔ ۶۱۶

توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہیئے اور اس عمل کی حکمت ۶۱۶

بوقتِ حاجت عراق کی طرف چلنے کے لئے گیارہ قدموں کی تخصیص کی وجہ۔ ۶۱۷

بالجملہ نمازِ غوثیہ میں اصلاً کوئی محذورِ شرعی نہیں ہے ۶۱۹

عقائدِ وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ۶۲۰

اعمالِ مشائخ میں تجدید و احداث کی ہمیشہ اجازت ہے ۶۲۰

اصولِ مذاہبِ وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سُنّی موحد ہیں ۶۲۲

نادِ علی کی ترکیب اور اس دُعا کے الفاظ۔ ۶۲۲

علماءِ وہابیہ سے جملہ معترضہ کے طور پر ایک چُبھتا ہُوا سوال۔ ۶۲۳

ختمِ خواجگان، ختم مجدد الف ثانی اور

دعاءِ حزب البحر کے فوائد۔ ۶۲۴

تصورِ شیخ کی ترکیب ۶۲۶

○ رسالہ انہار الانوار من صبا

صلوٰۃ الاسرار (نمازِ غوثیہ کے نکات اور طریقہ) ۶۳۳

مصنف علیہ الرحمہ نے مولانا الشاہ محمد ابراہیم قادری مدراسی کی استدعا پر انھیں نمازِ غوثیہ کی اجازت فرمائی۔ ۶۳۴

نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔ ۶۳۴

مصنف علیہ الرحمہ کا سلسلۂ اجازتِ نمازِ غوثیہ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے ۶۳۵

نمازِ غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد۔ ۶۳۷

نمازِ غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں، طریقۂ صغریٰ اور طریقۂ کبریٰ۔ ۶۳۸

طریقۂ صغریٰ کی تفصیل اور ارشادِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح۔ ۶۳۸

نمازِ غوثیہ سے قبل تازہ وضو کرنا اور صدقہ کرنا مستحسن ہے۔ ۶۳۸

نمازِ غوثیہ کے بعد کن کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیئے۔ ۶۳۹

نمازِ غوثیہ کے بعد درود و سلام کن الفاظ کے ساتھ پڑھا جائے۔ ۶۴۱

حمدِ باری تعالیٰ اور درود و سلام کے بعد معتدل چال

marfat.com

سے بغداد کی طرف گیارہ قدم چلے۔ ۶۴۲

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہت مدینہ منورہ کا استخراج۔ ۶۴۲

دعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر۔ ۶۴۸

جس دعا کے اول و آخر درود شریف ہو وہ رد نہیں ہوتی ۶۴۹

ابوجعفر منصور کا حضرت امام مالک سے سوال کہ میں قبلہ کی طرف منہ کرکے دعا مانگوں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف۔ ۶۴۹

لطیفہ نطیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔ ۶۵۲

○ رسالہ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (ختم تراویح میں بسم اللہ ایک بار جہر سے پڑھنا چاہیئے) ۶۵۹

بسم اللہ شریف قرآن مجید کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔ ۶۶۱

بسم اللہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ورنہ سنّتِ ختم ادا نہ ہوگی۔ ۶۶۱

بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔ ۶۶۲

مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ افادات ۶۶۲

بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔ ۶۶۲

کسی آیۃ کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ۶۶۴

بسم اللہ کا ہر سورت کی جز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سے متواتر ہونا تو درکنار ثابت بھی نہیں۔ ۶۶۴

قول جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدمِ جزئیت پر اجماع تھا۔ ۶۶۵

تمام قراء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس تک کسی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ہونے میں قراء کا اختلاف ہے۔ ۶۶۷

جزئیتِ بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلینِ جزئیت منکرِ قطعیت ہیں۔ ۶۶۸

ختمِ قرآن عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر قراء کا اجماع ہے۔ ۶۷۲

سورۃ براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ابتداء تلاوت ہو تو اتیانِ بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں۔ ۶۷۲

غیر مبسملین کی قراءت میں ترکِ بسملہ تو قطعاً نافیِ جزئیت ہے اور مبسملین کی قراءت میں اثباتِ بسملہ ہرگز مثبتِ جزئیت نہیں۔ ۶۷۶

اگر مذہبِ عاصم جزئیت ہو بھی تو ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں کیونکہ مذہب میں ہم ان کے مقلد نہیں۔

ایک ہی بار بسم اللہ شریف پڑھنے کی صورت میں ختمِ قرآن ہرگز ناقص نہیں۔ ۶۷۷

اگر بالفرض غلط روایتِ عاصم جزئیتِ ہر سورت

marfat.com

ہو بھی تو پھر بھی ختمِ تراویح میں ہر بسملہ میں جہر کی اصلاً حاجت نہیں ۔ ۶۷۷

قراءۃ واحدہ کی اتباع و عدمِ اتباع کی تحقیق ۶۷۸

اگر بفرض غلط جہر بھی متواتر ہو جب بھی مصالحِ شرعیہ یہاں اخفاء کا حکم فرماتی ہیں ۔ ۶۷۹

تالیفِ قلوب کے لئے ترکِ افضل جائز ہے ۔ ۶۸۰

نمازِ تراویح میں جہرِ بسملہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر بتانا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء صریح ہے بلکہ کسی نماز میں بھی جہرِ بسملہ متواتر نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں سخت نزاع ہے ۶۸۱

ائمۂ دین جہر کو بدعت قرار دیتے ہیں ۔ ۶۸۱

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاءِ راشدین نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھتے تھے ۔ ۶۸۴

بسم اللہ شریف نماز میں بآواز پڑھنا گنواروں کی قراءۃ ہے ۔ ۶۸۵

ہمارے علماء نے صاف فرمادیا کہ بسم اللہ شریف کے جہر و اخفاء میں امام قراءت کا اتباع بیرونِ نماز ہے نماز میں آہستہ ہی پڑھے ۔ ۶۸۷

جہر و اخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرون نماز کی ہیں ۔ ۶۸۷

دورِ صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریسِ قرآن کا طریقہ ۔ ۶۸۹

صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے تھے ۔ ۶۹۰

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ سال اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ سال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سورۂ بقرہ پڑھی ۔ ۶۹۱

صحتِ روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق ۔ ۶۹۴

خلاصۂ کلام و تقریب مرام ۶۹۸

قاری عبدالرحمان پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رَد ۔ ۶۹۹

گنگوہی صاحب سے پانچ سوال ۷۰۰

قاری عبدالرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رَد ۔ ۷۰۰

قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف ۷۰۲

بعض ائمۂ مجتہدین اور قراء کے سنینِ وصال ۔ ۷۰۵

☆

marfat.com

فہرست ضمنی مسائل

...د وقراءۃ

...ح میں ہر سورہ پر جہر سے بسم اللہ شریف پڑھنے ... ۴۷۴

...تیسری رکعت میں فاتحہ کے ساتھ کوئی بھی ...ت ملائی جاسکتی ہے سورۂ اخلاص ہی ملانا ...ی نہیں۔ ۴۸۴

...للہ شریف تراویح میں ایک بار جہر سے پڑھی جائے ...نتِ ختم ادا نہ ہوگی۔ ۶۶۱

...راء کے نزدیک بسم اللہ شریف بقرہ سے ناس ...ی سورۃ کی جز نہیں تاہم بسم اللہ کے جز فاتحہ ...میں قراء کا اختلاف ہے۔ ۶۶۷

...رآنِ عظیم میں کم از کم ایک بار بسم اللہ شریف ...پر قراء کا اجماع ہے۔ ۶۷۲

...براءۃ کے سوا کسی سورۃ کے شروع سے ...تلاوت ہو تو اتیانِ بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ...ورتوں کے درمیان اثبات وحذف میں ...تلف ہیں۔ ۶۷۲

قراءۃ واحدہ کی اتباع وعدمِ اتباع کی تحقیق ۶۷۸

جہر واخفاء کے بارے میں روایاتِ قراء سب بیرونِ نماز کی ہیں۔ ۶۷۸

امامت

حنفی کے شافعی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی شرائط ۱۱۶

امام آمین بالجہر اور رفع یدین کرے تو حنفی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ ۱۵۱

امام کے لئے مصلّٰی ہونا اور مقتدیوں کے لئے نہ ہونا اگر اس لئے ہے کہ دونوں میں امتیاز رہے تو بُرا ہے اور اگر امام کے اکرام کے لئے ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ ۲۱۸

امام پر مقتدی تحکم نہیں کرسکتا۔ ۲۲۹

امام کا وضو جاتا رہے تو کیا کرے۔ ۲۴۹

امام نے ایک اُمّی کو خلیفہ کیا اور اس نے دوسرے کو، نماز درست ہوگی یا نہیں۔ ۲۵۰

احکامِ مسجد

مسجد کا نچلا حصّہ مردوں کے لئے اور چھت عورتوں ...

marfat.com

کے لئے مخصوص کر دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں۔ ۲۳۱
مسجد کے اندر اور اس کے صحن دونوں میں جماعت کرنی جائز ہے۔ ۳۶۲
حقہ، بیڑی وغیرہ کی بدبو منہ میں ہو تو نماز مکروہ ہوگی ایسی حالت میں مسجد میں جانا بھی حرام۔ ۳۸۴
جوتے پہن کر مسجد میں جانا خلافِ ادب ہے۔ ادب کی بناء عرف پر ہے۔ ۳۹۲
مسجد کے حجرہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۹۳
مسجد سے بغیر نماز پڑھے چلا جانا منع ہے۔ ۴۵۰

سجود السہو

دعائے قنوت میں سہو ہونے سے سجدۂ سہو کب ہوتا ہے۔ ۴۸۴
تراویح کی دوسری رکعت میں بیٹھنا بھول گیا اور تیسری میں بیٹھا اور سجدۂ سہو کیا نماز ہوئی یا نہیں۔ ۵۶۷

اجارہ

ختمِ قرآن پر اُجرت کی ایک صورت۔ ۴۷۲
امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔

حظر واباحت

نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔
آٹھ نو برس کا لڑکا مردوں کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جبکہ اکیلے ہو، اس کو ہٹا کر اس کی جگہ پر دوسرے کا کھڑا ہونا گناہ ہے۔ ۵۱

جذامی کو مسجد سے روکا جائے یا نہیں۔ ۱۹۲
داڑھی مُنڈے صفِ اوّل ہی میں کیوں نہ ہوں انھیں ہٹانا منع ہے۔ ۱۹۳
ایک صف پر دو چار آدمی الگ الگ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ ۱۹۹
نماز میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا لینا افضل ہے۔ ۲۹۷
دھوبی بدل کر دوسرے کپڑے دے جائے تو انھیں پہن کر نماز جائز نہیں۔ ۲۹۸
جوڑا باندھ کر عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں۔ ۲۹۸
چادر سر سے اوڑھ کر نماز پڑھنی چاہئے صرف کندھے سے ہو تو نماز مکروہ ہوگی، نماز میں سر سے ڈھلک کر کندھے پر آجائے تو اشارہ سے سر پر رکھ لینا چاہیے۔ ۲۹۹
سر پر رومال یا بلا ٹوپی کے رومال باندھ کر نماز پڑھنے سے مکروہ ہوگی۔ ۲۹۹
جبکہ نہ دخول ہو نہ منی نکلے غسل واجب نہیں تلاوت وغیرہ کر سکتا ہے۔ ۳۰۰
جراب یا موزہ میں نماز جائز ہے۔ ۳۰۱
چشمہ لگا کر نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔ ۳۱۸
ردائے مشتمل میں نماز صحیح ہے۔ ۳۵۵
بغیر ٹوپی کے گلوبند سر پر باندھ کر نماز پڑھانا خلافِ سنت ہے۔ ۳۶۰
جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی تحقیق ۳۶۲
نماز میں کھجلی معلوم ہو تو ضبط کرے ورنہ ایک یا دو بار کھجلائے اس سے زیادہ نہیں۔ ۳۸۴
تہبند کے نیچے لنگوٹ ہو یا داڑھی میں ڈاٹ ہو

marfat.com

یا جیب میں روپیہ پیسہ ہو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ ۳۸۴

کمر میں پٹکا ہو تو نماز صحیح ہے۔ ۳۸۵

شیروانی، انگرکھے وغیرہ کے بٹن گھنڈی نہ لگے ہوں تو نماز ہوتی ہے یا نہیں، اس کا مفصل بیان۔ ۳۸۵

امام عمامہ باندھے اور مقتدی بلا عمامہ کے ہوں تو نماز میں کوئی خرابی نہیں۔ ۳۹۴

نماز جنازہ پڑھانے میں جو جائے نماز ملتی ہے اس کو کرتا وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں نماز مکروہ۔ ۳۹۵

بالغ کی نماز نابالغ کے پیچھے جائز نہیں خواہ نفل ہی ہو۔ ۴۴۴

شبینہ کا حکم۔ ۴۶۴

شبینہ مکروہ ہے۔ ۴۷۲

سورۂ توبہ پر اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ پڑھنا بے اصل ہے۔ ۴۸۱

فوائد فقہیہ

پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر ۷۶

تہجد فوت ہو جانے کے خوف سے ترکِ جماعت جائز نہیں۔ ۸۱

تہجد کے بارے میں صرف ترغیبات ہیں جب کہ ترکِ جماعت پر ہولناک وعیدیں۔ ۸۱

خوفِ وقتِ تہجد کو ترکِ جماعت کے لئے عذر بنانا بیہودگی ہے۔ ۸۵

قیلولہ کا وقت ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک ہے ۸۸

اگر کوئی شخص نو بجے نمازِ عشاء پڑھ کر سو گیا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تو تہجد ہو گیا۔ ۸۹

کسی معتمد کو مقرر کرے کہ وقتِ جماعت سے پہلے اسکو جگا دے۔ ۹۰

ہمارے ائمہ کے نزدیک تمام سنن رواتب تہجد سے اہم اور آکد ہیں۔ ۹۴

جماعت سنن رواتب اور تہجد میں درجات کی ترتیب ۹۹

حکم جماعت کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام کے یہ چھ اقوال ہیں فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ، سنت مؤکدہ، مستحب۔ ۱۰۱

رسم المفتی

متون شروح فتاویٰ سے حوالے دئے جا سکتے ہیں۔ ۲۱۰

جاہل کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اُس کے فتویٰ پر اعتماد جائز۔ ۵۲۵

عقائد وکلام

کذب وبہتان کی نسبت ائمۂ کرام اور علمائے اعلام کی طرف کرنا گستاخی اور توہین شان ہے جس پر توبہ لازم ہے۔ ۴۹۷

ائمہ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت اور فی النار نہیں وہ سب حق وہدایت اور سبیلِ جنت ہے۔ ۵۰۳

اکابر کی روایات کو بے وجہ وجیہ رد کرنا جہالت یا خبث وضلالت ہے۔ ۵۷۶

نمازِ غوثیہ کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے۔ ۵۸۱

جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی میں ہیں۔ ۵۸۲

marfat.com

قاعدۂ نفیسہ کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثابت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح ہے	۵۸۳
محبوبانِ خدا سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص و توکل کے خلاف نہیں۔	۵۸۴
استشفاع وتوسل پر متعدد احادیث و آثار	۵۸۴
نمازِ غوثیہ کے افعال پر کلام	۵۹۳
محبوبانِ خدا کی تعظیم اہم واجبات اور اعظم قربات سے ہے۔	۵۹۴
محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے۔	۵۹۵
تواضع لغیر اللہ جو کہ ممنوع ہے اس کی شکل یہ ہے کہ کسی کافر یا دنیادار غنی کے لئے اُس کے سبب تواضع ہو۔	۵۹۷
حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اور اولیاء وعلماء کا خشوع وخضوع۔	۵۹۷
حضرت امام مالک جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرتے تو رنگ بدل جاتا اور جُھک جاتے۔	۶۰۰
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مقدس پر حاضری کے آداب۔	۶۰۱
بوقتِ توسل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہوجائے۔	۶۰۲
حضرت امام شافعی اور دیگر علماء واہلِ حاجات حاجت روائی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار پر حاضر ہوکر ان سے توسل کرتے۔	۶۰۵
نکات غامضہ کہ محبوبانِ خدا سے توسل کا مستحسن طریقہ کیا ہے۔	۶۰۵
روضہ اقدس پر حاضری کے وقت منہ قبلہ کی طرف ہو یا مواجہہ شریف کی طرف، خلیفہ ابوجعفر منصور کے سوال پر امام مالک علیہ الرحمہ کا جواب۔	۶۰۵
سوال حاجت سے پہلے دو رکعت کی تقدیم مناسب ہے۔	۶۰۶
خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہوکر ہم سے دعاءِ بخشش کریں۔	۶۰۶
محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال ان کی قبور کی طرف چلنا یکساں ہے۔	۶۰۷

مناظرہ و رَدِّ بدمذہباں

ایک جاہل وہابی مفتی مصنفِ "ضروری سوال" کی تینتیس جہالتوں کا بیان۔	۴۹۹
مصنف "ضروری سوال" کی طرف سے واقع ہونے والی تصحیف اغلاط۔	۵۱۱
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ ترجمہ۔	۵۱۳
مصنف "ضروری سوال" کی اغلاطِ روایت،	۵۱۵
ایک روایت میں آٹھ غلطیاں کیں۔	۵۱۶
مصنف "ضروری سوال" کی عوام کو فریب دہی۔	۵۲۰
مصنف مذکور کی اپنے ہی توبہ نامہ کی متعدد وجوہ	

marfat.com

سے مخالفت۔ ۵۲۳

مصنف مذکور کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اوّل نمبر کی وہابیت اور غیر مقلدی ہے، اور یہ کہ وہ اپنی قدیم وہابیت پر قائم ہے۔ ۵۲۴

عقائد وہابیہ پر اطلاع پانے اور ان کے رد کے لئے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ۶۲۰

اصولِ مذاہب وہابیہ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مشرک و بدعتی قرار پاتے ہیں جو کہ سُنّی موحد ہیں۔ ۶۲۲

علمائے وہابیہ سے جملۂ معترضہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال۔ ۶۲۳

قاری عبد الرحمن پانی پتی اور گنگوہی صاحب کے باقی کلام کا رد۔ ۶۹۹

گنگوہی صاحب سے پانچ سوال ۷۰۰

قاری عبد الرحمان پانی پتی پر بیس وجوہ سے رد۔ ۷۰۰

قرآن عظیم میں روافض کے ادعائے تحریف۔ ۷۰۲

تفسیر و علوم قرآن

آیۂ کریمہ "لیس لک من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون" کا شانِ نزول اور اس کا معنی۔ ۴۹۹

علماء متقدمین ومتاخرین نے آیہ کریمہ "ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک" کو زمانۂ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عام اور حاضریٔ مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا۔ ۶۰۶

بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ [۱۱۴] سورتوں اور ایک آیت کا جو کہ بسم اللہ شریف ہے۔ ۶۶۲

مسئلہ مذکورہ کی تحقیق میں پندرہ [۱۵] افادات ۶۶۲

بسم اللہ شریف جمہور ائمہ، صحابہ اور تابعین کے نزدیک کسی سورت کی جز نہیں۔ ۶۶۲

کسی آیت کے چند بار نازل ہونے سے اس کا چند آیتیں ہونا لازم نہیں ہوتا۔ ۶۶۴

دورِ صحابہ سے اب تک تعلیم و تدریسِ قرآن کا طریقہ۔ ۶۸۹

فوائدِ حدیثیہ

حدیث مبارک "ما اجدلک من خصلۃ" کا معنی اور مصنف کی تحقیق۔ ۷۱

تہجد اور سنن رواتب کی افضلیت سے متعلق وارد احادیث میں تطبیق۔ ۹۵

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو قنوتِ فجر کی نہی سے متعلق ہے اُس میں تین راوی شدید ضعیف ہیں۔ ۵۰۴

اسماء الرجال

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد مسعود مسلمان نہیں تھا۔ ۵۰۴

marfat.com

عثمان بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں بلکہ عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں۔ ۵۸۸

عتبہ بن غزوان رقاشی طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کو تقریب میں مجہول الحال کہا گیا جبکہ حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی اور بدری ہیں جو ۱۷ھ ہجری میں شہید ہوئے۔ ۵۹۰

تاریخ و تذکرہ

موجودہ صورت میں محراب کی تعمیر کا آغاز ولید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ۳۴۶

صاحبِ اشباہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہشتم رجب ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔ ۵۰۸

شہداءِ بئرِ معونہ کو شہید کرنے کی سازش کرنے والا عامر بن طفیل کفر پر مرا۔ ۵۱۸

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کا قاتل اسلام لے آیا تھا ۵۱۸

شیخ ابن عربی کی تصنیف "فتوحاتِ مکیہ" کے ایک نسخے کا تذکرہ جو شیخ علیہ الرحمہ کے اپنے دستخط سے مزین ہے ۵۷۷

مصنف علیہ الرحمۃ کا سلسلہ اجازتِ نماز غوثیہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک متصلاً پہنچتا ہے ۶۳۵

بعض ائمہ مجتہدین اور قراء کے سنینِ وصال ۷۰۵

فضائل و مناقب

تہجد سنّت مستحبہ ہے اور تمام مستحب نمازوں سے افضل۔ ۴۰۰

حدیث متواتر ہے کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن مجید کے برابر ہے۔ ۶۹

حدیث مبارک کہ نمازِ عشاء باجماعت، نصف شب اور نمازِ فجر باجماعت کامل شب کے قیام کے مساوی ہے۔ ۶۹

بہ نیت تہجد سونے والا اگر تہجد نہ بھی پا سکے تو ثوابِ تہجد پاتا ہے اور اس کی نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدقہ ہے۔ ۸۳

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا تمام شب کی نماز سے زیادہ محبوب ہے۔ ۸۴

تہجد عادتِ صالحین ہے اور اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا اور برائیوں کا کفارہ ہے۔ ۸۵

شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی کا تعارف اور مناقب۔ ۵۷۲

مصنفِ "بہجۃ الاسرار" امام ابوالحسن نورالدین علی شنطوفی کے فضائل۔ ۵۷۳

کتاب "بہجۃ الاسرار" کتاب عظیم و مشہور ہے۔ ۵۷۵

نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے۔ ۶۳۴

نمازِ غوثیہ کی ترکیب اور فضیلت کے بارے میں

marfat.com

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ۶۳۷

فوائدِ اصولیہ

عذر ساقطِ وجوبِ جماعت ہے نہ کہ ساقطِ جواز۔ ۶۹
کسی شئے کے حقیقتاً ہونے اور حکماً ہونے میں بہت فرق ہے۔ ۶۹
آئندہ کسی سنت کے فوت ہوجانے کے خوف سے فی الحال کسی سنّت کا ترک ناجائز ہے۔ ۸۲
تہجد و جماعت میں تعارض نہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی دُوسرے کی تفویت کا داعی نہیں۔ ۸۷
جماعت اولیٰ پر تہجد کی ترجیح باطل محض ہے کیونکہ مستحب واجب کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ۹۱
ترکِ اولویت میں حکم کراہت نہیں۔ ۱۰۰
سنّیت و وجوب کیسے ثابت ہوتے ہیں ۱۱۰
مطلق منطقی اور مطلق اصولی کی تعریف اور ان میں فرق۔ ۱۱۰
منافیِ وجوب، ترک سے نفیِ حرج ہے نہ کہ فعل سے۔ ۳۳۰
نکرہ حیزِ شرط میں واقع ہو تو عام ہوتا ہے۔ ۴۹۲
اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔ ۴۹۶
قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخِ عموم۔ ۴۹۹
فعل جواز کی دلیل ہے اور عدمِ فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ ۵۸۳
بسم اللہ کا ہر سورت کی جُز ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متواتر ہونا تو درکنار، ثابت بھی نہیں۔ ۶۶۴
قولِ جزئیت پر ادعائے اجماع محض افترا ہے بلکہ صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تو عدمِ جزئیت پر اجماع تھا۔ ۶۶۵
جزئیتِ بسم اللہ شریف ہرگز قطعی نہیں خود قائلینِ جزئیت منکرِ قطعیت ہیں۔ ۶۶۸
غیر مبسملین کی قراءت میں ترکِ بسم اللہ تو قطعاً نافیِ جزئیت ہے اور مبسملین کی قراءت میں اثباتِ بسملہ ہرگز مثبتِ جزئیت نہیں۔ ۶۷۶
تالیفِ قلوب کے لئے ترکِ افضل جائز ہے۔
صحتِ روایت پر مدارِ قراءت ہونے یا نہ ہونے کی تحقیق۔ ۶۹۴

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابِ دُعا میں تفاؤل پر بہت نظر رکھتے تھے۔ ۶۰۹
نمازِ کسوف میں جنّت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوارِ قبلہ میں نظر آئی تو چند قدم آگے بڑھے۔ ۶۱۳

تصوّف و اخلاق

طویل اور غفلت کی نیند کا علاج یہ ہے کہ تکیہ نہ رکھے، کھانے کے فوراً بعد نہ سوئے، سوتے وقت دل کو جماعت سے خوب متعلق کرے اور

marfat.com

کھانا تھوڑا کھائے ۔ ۸۸
سوتے وقت اللہ تعالیٰ سے توفیقِ جماعت کی دعا کرے اور اس پر سچا توکل کرے ۔ ۹۰
صلوٰۃ الاسرار یعنی نمازِ غوثیہ مبارک نماز، مشائخ عظام کا معمول اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مقبول ہے ۔ ۵۷۱
نمازِ غوثیہ کی اجازت دینے اور لینے کا بیان ۵۷۲
نمازِ غوثیہ کی مداومت اولیاءِ طریقہ قادریہ کے آداب میں سے ہے ۔ ۵۷۳
توسل میں توجہ باطن ضروری ہے اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا ۔ ۶۰۷
قضائے حاجت کے لئے صلوٰۃ کن فیکون اور اس کے بعد دعا کرنے کا طریقہ ۔ ۶۰۷
ظاہر مصلح خاطر ہوتا ہے لہذا جس امر میں جمعِ عزیمت و صدقِ ارادت کا اہتمام درکار ہو اس کے مناسب افعال وجوارح رکھے جائیں ۔ ۶۰۸
جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہوئی ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے ۔ ۶۰۹
توبہ کے لئے بلند جگہ پر جانا چاہئے اور اس عمل کی حکمت ۔ ۶۱۶
اعمالِ مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت ہے ۔ ۶۲۰
نادِعلی کی ترکیب اور اس دعا کے الفاظ ۶۲۲
ختمِ خواجگان، ختم مجدد الف ثانی اور دعاءِ حزب البحر کے فوائد ۔ ۶۲۴
تصورِ شیخ کی ترکیب ۶۲۶
نمازِ غوثیہ قضاءِ حاجات اور دفعِ اشرار کے لئے مجرب ہے ۔ ۶۳۴
نمازِ غوثیہ میں مشائخ قادریہ کے ہاں دو طریقے ہیں، طریقۂ صغریٰ اور طریقۂ کبریٰ ۔ ۶۳۸

لغت

محاورۂ عرب میں لفظِ زعم بمعنی مطلق قول اور بمعنی کلام نامحقق آیا ہے ۔ ۵۰۳

ریاضی

مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے بریلی شہر سے جہتِ بغداد اور جہتِ مدینہ منورہ کا استخراج ۶۴۲

متفرقات

شہداءِ بئر معونہ کو قرار کہنے کی وجہ کیا ہے ۵۱۷
کسی خاص عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے دو طریقے ہیں ۵۲۶
نمازِ استسقاء میں قلبِ رداء کی حکمت ۶۰۷
تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارے کی حکمت ۔ ۶۰۸
نماز کے افعال واحکام میں اسرار اور حکمتیں ۶۱۵
نہاری نمازوں میں اخفاءِ قرأت اور لیلی نمازوں میں جہر کی حکمت ۔ ۶۱۵
جمعہ وعیدین میں نہاریت کے باوجود حکمِ جہر کیوں ہے ۔ ۶۱۵

marfat.com

نمازِ کسوف میں جماعتِ کثیرہ کے باوجود حکمِ اخفاء کیوں ہے۔ ۶۱۵

رات کو ایک نیت سے آٹھ رکعت کی اجازت اور دن کو چار سے زائد کی ممانعت کیوں ہے۔ ۶۱۵

ہر دو رکعت پر جلسہ کیوں واجب ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد کیوں واجب ہے۔ ۶۱۵

فرض نماز میں پچھلی رکعتوں میں قرارت کیوں معاف۔ ۶۱۵

منفرد پر جہر کے واجب نہ ہونے کی حکمت ۶۱۵

رکوع، سجود اور قعود میں قرارت کیوں ممنوع ہے۔ ۶۱۵

رکوع کے بعد قومہ اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ کی حکمت۔ ۶۱۶

لطیفہ نظیفہ کہ نماز غوثیہ کے بعد عراق کی طرف چلنے کے حکم میں سرکار غوث اعظم نے گیارہ عدد قدم اٹھانے کی تخصیص کیوں فرمائی۔ ۶۵۲

marfat.com

بابُ الجماعۃ

(جماعت کا بیان)

مسئلہ ۸۴۶ از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابوالعارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دستِ راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی برسات وغیرہ میں جب نماز صحنِ مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے دائیں جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلہ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحنِ مسجد میں جماعت قائم ہوجائے تو امام کو رعایت وسطِ صف کی لازم ہے یا محاذاتِ محراب ضروری ہے بینوا توجروا۔

الجواب

امام کے لئے سنّتِ متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے اب تک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسطِ صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتوارث ہے، محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسطِ دیوارِ قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محرابِ حقیقی کی علامت ہے، یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اس کا اتباع نہ ہوگا مگر مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباعِ سنّت وانتفائے کراہت وامتثال ارشاد حدیث توسطوا الامام (امام درمیان میں کھڑا ہو۔ ت) ہو، جس مسجد میں مسقف حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد مستقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب ان کے وسط متطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لئے اس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانبِ راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانبِ راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو

marfat.com

کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو۔ درمختار میں ہے:

یصف الامام ویقف وسطا[1] (امام صف بنوائے اور درمیان میں کھڑا ہو۔ ت)

درایہ شرح ہدایہ میں ہے:

السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام مبسوط[2]۔

سنّت یہ ہے کہ امام صف کے محاذی درمیان میں کھڑا ہو، کیا تم نے ملاحظہ نہیں کیا تمام محرابیں مساجد کے وسط میں بنائی گئی ہیں اور وہ مقامِ امام کا تعین کررہی ہیں، مبسوط۔ (ت)

امام بکر خواہر زادہ میں ہے:

لوقام فی احد جانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه[3] الخ اثرھما ش۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر امام صف کی دونوں جانبوں میں سے کسی ایک طرف کھڑا ہو تو یہ مکروہ ہے، اگر مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور مسجد بھری ہو تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ امام کی دونوں طرف لوگ برابر ہوں الخ ان دونوں عبارتوں کو شامی نے نقل کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۴۷: از اروہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب رمضان شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسی ہے اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

فی ردالمحتار عن معراج الدرایة عن

ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ہے کہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[۱]۔

سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں اس بات کو مکروہ جانتا ہوں کہ امام دوستونوں کے درمیان کھڑا ہو۔ (ت)

پھر امام ومقتدیان کا درجہ بدلا ہوناکہ امام درجہ مسقف میں ہے اور سب مقتدی صحن میں، یہ دوسری کراہت ہے[۲] کما فی جامع الرموز (جیساکہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے[۳] کما فی الدر المختار والتفصیل فی فتاوٰنا (جیساکہ درمختار میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۴۸: از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب علم پر جو طلبِ علمِ دین کرتا ہے جماعتِ نمازِ پنجگانہ واجب ہے یانہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

علماء نے طالب ومشتغل علم کو احیانا ترکِ جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شرائط، اُس کا اشتغال خاص علمِ فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو وصرف ولغت ومعانی وبیان وبدیع وغیرہا اگرچہ بوجہ آلیت داخل علم دین ہیں، اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغالِ فقہ کا بہانہ کرکے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت وفضولیات میں گزارے جیساکہ بہت طلبائے زمانہ کا انداز ہے، یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمامِ جماعت کے سبب اس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بندوبست نہ کرسکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس رکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے، پھر بااین ہمہ کسل نفس کے لئے اس مسئلہ کو حیلہ بناکر ترکِ جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگا بلکہ مستحقِ تعزیر ٹھہرے گا، درمختار میں دربارہ اعذار ترکِ جماعت لکھا

کذا اشتغالہ بالفقہ لابغیرہ کذا جزم بہ الباقانی تبعا للبھنسی ای الا اذا واظب

اسی طرح جو طالب العلم فقہ میں مشغول ہو نہ کہ کسی دوسرے فن میں، اس پر بہنسی کی اتباع میں باقانی نے جزم کیا ہے مگر

---

[۱] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸
[۲] جامع الرموز فصل " " " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۹۴
[۳] درمختار باب " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

marfat.com

تکاسلا فلا یعذر ویعزر[1]

اس صورت میں جب وہ سستی کی وجہ سے دوام اختیار کرے تو وہ معذور نہ ہوگا اور اس پر تعزیر ہوگی۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

(وتکرار فقه) لانحو ولغة (بجماعة تفوته) ولم یداوم علی ترکها[2]۔

(اور تکرارِ فقہ) نہ کہ نحو ولغت کا (جماعت کے ساتھ جو فوت ہوجائے) اور نہ جماعت کے ترک پر دوام اختیار کرنے والا ہو۔ (ت)

قنیہ کے لفظ یہ ہیں:

من لایحضرها لاستغراق اوقاته فی تکریر الفقه[3] الخ

جو جمیع اوقات میں تکرار فقہ کی وجہ سے حاضر جماعت نہیں ہوسکتا الخ (ت)

علامہ شامی نے فرمایا:

ثم اشتغال لا بغیر الفقه فی بعض من الاوقات عذر معتبر[4] واللّٰه تعالٰی اعلم

بعض اوقات میں وہ اشتغال جو فقہ کے علاوہ میں ہو معتبر عذر نہیں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۸۴۹: از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صفِ اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پنجے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہوجائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صفِ اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں بیشک کراہتِ تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم وگنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنّتِ دائمہ ہے جس پر حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تحریمی کا ارتکاب گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

[3] ردالمحتار بحوالہ القنیہ 〃 مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۱

[4] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۲

marfat.com

ترك التقدم لامام الرجال محرم وكذا صرح الشارح وسماه فى الكافى مكروها وهو الحق اى كراهة تحريم لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلاة والسلام بلا ترك الوجوب فلعدمه كراهة التحريم[1]۔

مردوں کے امام کے لئے تقدم کا ترک حرام ہے، شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے، کافی میں اسے مکروہ کا نام دیا اور یہی حق ہے، اور مکروہ سے مراد مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور اسے کبھی ترک نہ کرنا وجوب پر دلالت کرتا ہے اور وجوب کا ترک کراہتِ تحریمی ہوتا ہے (ت)

اُسی میں ہے :

مقتضى فعله صلى الله تعالٰى عليه وسلم التقدم على الكثير من غير ترك الوجوب[2]۔

مقتدی کثیر ہونے کی صورت میں حضور علیہ السلام کا ہمیشہ آگے کھڑا ہونا اور کبھی ترک نہ فرمانا وجوب کا تقاضا کرتا ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

التقدم واجب على الامام للمواظبة من النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم وترك الواجب موجب لكراهة التحريم المقتضية للاثم[3]۔

امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی اور واجب کا ترک کراہتِ تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کا مقتضی ہے (ت)

اقول وباللہ التوفیق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہی تھا کہ صف کے لئے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا۔ دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکمیلِ صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا :

اقيموا صفوفكم وتراصوا فانى اراكم من وراء ظهرى[4] اخرجه البخارى والنسائى

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کر بیشک میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶
[2] ایضاً " " ۱/۳۰۹
[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱
[4] صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰
سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف والمقاربۃ بینہا مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

marfat.com

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ و مسلم بلفظ اتموا الصفوف فانی اراکم خلف ظہری[1]۔

دیکھتا ہوں۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مسلم شریف میں ان الفاظ سے ہے، اپنی صفیں مکمل کرو کیونکہ میں اپنی پشت کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

سدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلۃ الحذف[2] رواہ الامام احمد عن امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یعنی صف چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے۔ اسے امام احمد نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور یہ مضمون حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظِ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسندِ صحیح اُن سے راوی سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

راصوا الصفوف فان الشیاطین تقوم فی الخلل[3]۔

یعنی صفیں خوب گھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرجہ رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے۔

نسائی کی روایاتِ صحیحہ میں ہے:

راصّوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیٰطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف[4]۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنہ صف میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے بچے ہیں۔

---

[1] صحیح مسلم | باب تسویۃ الصفوف الخ | مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/ ۱۸۲

[2] مسند احمد بن حنبل | حدیث ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ | 〃 دار الفکر بیروت | ۵/ ۲۶۲

[3] 〃 〃 〃 | از مسند انس رضی اللہ عنہ | 〃 〃 〃 | ۳/ ۱۵۴

[4] سنن النسائی | حث الامام علی رص الصفوف الخ | 〃 مکتبہ سلفیہ لاہور | ۱/ ۹۳

marfat.com

ابو داؤد طیالسی کی روایت میں یوں ہے:

اقیموا صفوفکم وتراصّوا فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین بین صفوفکم کانھا غنم عفر۔[۱]

اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو تمہاری صفوں میں دیکھتا ہوں گویا وہ بکریاں ہیں بھکسے رنگ کی۔

فائدہ: بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرجہ میں داخل ہو کر اِدھر سے اُدھر نکلتے ہیں یوں ہی شیطان جب صف میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کو آگھستا ہے اور بھکسے رنگ کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصفوف الملئکۃ وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا فی ایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطین ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ۔[۲] رواہ الامام احمد و ابو داؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم و ابن خزیمۃ وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وعند النسائی والحاکم عنہ بسند صحیح الفصل الاخیر اعنی من قولہ من وصل الحدیث۔[۳]

یعنی صفیں درست کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لئے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اسے قطع کرے۔

اسے امام احمد، ابو داؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، حاکم اور ابن خزیمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور ان دونوں نے اسے صحیح قرار دیا۔ نسائی اور حاکم نے انہی سے سند صحیح کے ساتھ آخری جملہ من وصل صفاً کو فصل کر کے روایت کیا ہے الحدیث۔

---

[۱] مسند ابو داؤد الطیالسی حدیث ۲۱۰۷ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ص ۲۸۲

[۲] سنن ابو داؤد باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ بن عمرو " دار الفکر بیروت ۲/۹۸

[۳] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ من وصل صفا " " " ۱/۲۱۳

سنن النسائی کتاب الامامۃ " " مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۴

marfat.com

ملائکہ کی صف بندی کا دُوسری حدیث میں خود بیان آیا:

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربھا فقلنا یا رسول اللہ کیف تصف الملٰئکۃ عند ربھا قال یتمون الصف الاول و یتراصّون فی الصف[1] اخرجہ احمد و مسلم و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا: ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں۔ ہم نے عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا: اگلی صف کو پُورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اسے امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انھیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دے دیں تاکہ صف بھر جائے۔ فتح القدیر و بحر الرائق و مراقی الفلاح و درمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للشرنبلالی قال بعد ایراد الحدیث الرابع وبھذا یعلم جھل من یستمسک عند دخول احد بجنبہ فی الصف یظن انہ ریاء بل ھو اعانۃ علی ما امر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[2]

علامہ شرنبلالی نے چوتھی حدیث ذکر کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے کہ اس حدیث سے اس شخص کی جہالت واضح ہوجاتی ہے جو ریاکاری کا تصور کرتے ہُوئے صف میں اپنی کسی جانب نمازی کو شامل ہونے سے روکتا ہو بلکہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بجاآوری پر دوسرے کی مدد کرنا ہے (ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ حدیث ۱۱۹ باب الامر بالسکون فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۱
مسند احمد بن حنبل حدیث جابر بن سمرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/۱۰۱
سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷
سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ ؍؍ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

marfat.com

اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کر لی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اوّل والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کر کے دوسری صف باندھتے، اب ایک شخص آیا اور اس نے صفِ اول کا رخنہ دیکھا اُسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھرے کہ صفِ دوم بے خیالی کر کے آپ تقصیر وار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیہ و بحرالرائق و شرح نورالایضاح و درمختار وغیرہا میں ہے :

واللفظ لشرح التنویر لو وجد فرجة فی الاول لا الثانی له خرق الثانی لتقصیرھم[1]

شرح تنویر کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے صف اول میں رخنہ پایا حالانکہ دوسری میں نہ تھا تو اس کے لئے دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے دوسری صف کو چیرنا جائز ہوگا۔ (ت)

بحر میں ہے ، لاحرمة له لتقصیرھم[2] (دوسری صف والوں کی کوتاہی کی وجہ سے بعد میں آنیوالے کو دوسری صف چیرنا جائز ہے)

یونہی اس رخنہ بندی کے لئے پچھلی صف کے نمازیوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انھوں نے خود اس امر عظیم میں بے پروائی کر کے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کر دی۔ قنیہ میں ہے :

قام فی اخر الصف فی المسجد وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمر بین یدیه لیصل الصفوف لانه اسقط حرمة نفسه فلا یاثم المار بین یدیه[3]

ایک آدمی آخری صف میں کھڑا ہوگیا حالانکہ اس کے اور دُوسری صفوں کے درمیان خالی جگہیں تھیں تو آنیوالے نمازی کو اجازت ہے کہ وہ اس کے آگے سے گزر کر صف مکمل کرے کیونکہ آخر میں کھڑے ہونے والے نے اپنا احترام خود ختم کیا ہے لہذا اس کے سامنے سے گزرنے والا گنہ گار نہیں ہوگا۔ (ت)

حدیث میں ہے :

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبته فانه لاحرمة له[4] اخرجه الدیلمی

یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وُہ خود وہاں کھڑا ہوکر اسے بند کر دے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وُہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لئے

---

[1] درمختار | باب الامامة | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۴
[2] بحرالرائق | " | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۳۵۴
[3] القنیہ | باب فی السترة | " کلکتہ بھارت | ص ۳۹۸
[4] المعجم الکبیر مروی از ابن عباس حدیث ۱۱۱۸۴ اور ۱۲۱۲۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۰۵، ۱۳۰!!!
نوٹ : مسند الفردوس مجھے دستیاب نہیں اور ماثور الخطاب سے یہ حدیث نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ۔ کوئی حرمت نہ رہی ۔ اسے دیلمی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے ۔

یونہی اگر صف دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اُسے صف اول کا رخنہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جاکر فرجہ بند کر دے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی، ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہو جائے گی ۔ علامہ ابن امیر الحاج حلیہ میں ذخیرہ سے ناقل :

ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیھا لم تفسد صلاتہ لانہ مامور بالمراصّۃ قال علیہ الصلٰوۃ والسلام تراصّوا فی الصفوف ولو کان فی الصف الثالث تفسد[1]

اگر کوئی آدمی دوسری صف میں کھڑا تھا کہ اس نے پہلی میں رخنہ دیکھا اور وہ اُسے پُر کرنے کے لئے چلا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز میں مل کر کھڑا ہونا حکمِ شرعی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا : صفوں میں خوب مل کر کھڑا ہوا کرو ۔ اور اگر نمازی تیسری صف میں تھا تو اب نماز فاسد ہو جائے گی (ت)

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں ؛

ظاھر التعلیل بامرانہ یطلب منہ المشی الیھا تامل[2]

امر کے ساتھ علت بیان کرنا بتا رہا ہے کہ اس نمازی سے رخنہ پُر کرنے کا مطالبہ ہے تامل ۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ احکام فقہ وحدیث باعلٰی ندا منادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع وناجائز، یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لویعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین خیرالہ من ان یمر بین یدیہ[3] اخرجہ الائمۃ احمد والستۃ عن ابی جھیم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع

اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزر جانے سے اس کے حق میں بہتر تھا ۔ اسے امام احمد اور ائمہ ستہ نے حضرت ابوجہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے ۔ حافظ نے بلوغ المرام میں کہا کہ مسند بزار

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الحلیہ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۱

[2] " " " " " "

[3] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب اثم المار بین یدی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۳

marfat.com

فی البزار من وجہ اخرا بعین خریفا [1] قلت والاحادیث یفسر بعضھا بعضا۔

میں ایک اور سند سے مروی الفاظ یہ ہیں: چالیس سال۔ میں کہتا ہوں احادیث آپس میں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

لویعلم احدکم مالہ فی ان یمر بین یدی اخیہ معترضا فی الصلاۃ کان لان یقیم مائۃ عام خیرلہ من الخطوۃ التی خطاھا [2] رواہ احمد و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنے پر کیا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس ایک قدم چلنے سے سو سال تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ اسے امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اس میں سو برس کھڑا رہنا اُس ایک قدم رکھنے سے بہتر فرمایا۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لئے سو (سال) فرمائے گئے۔

تیسری حدیث میں ہے:

لویعلم المار بین یدی المصلی لاحب ان ینکسر فخذہ ولا یمر بین یدیہ [3]۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن منقطعا۔

اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا ہو تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں شیخ عبدالحمید بن عبدالرحمٰن سے منقطع طور پر روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

اذا صلی احدکم الی شیئ یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان [4] اخرجہ

جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے

[1] بلوغ المرام مع مسک الختام باب سترۃ المصلی مطبوعہ مطبع نظامی کانپور (انڈیا) ۱/۱۷۵

[2] سنن ابن ماجہ باب المرور بین یدی المصلی " آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۸

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یکرہ ان یمر الرجل الخ " ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۲

[4] صحیح البخاری باب لیرد المصلی من مر بین یدیہ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۳

marfat.com

احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اسے احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تہدیدیں ہیں اُسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور افسد تھا کما لایخفٰی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت)

ایک دلیل اس وجوب اور فرجہ رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے۔

دلیل دوم احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکت لیس باقل مما سردت (جیساکہ تُو نے سُن لیا اور جن روایات کو میں نے ترک کردیا ہے وہ بیان کردہ سے کم نہیں ہیں۔ ت) اسی لئے ذخیرہ وحلیہ میں فرمایا:

انہ مامور بالمراصّۃ[1] (کیونکہ مل کر کھڑے ہونے کا حکم ہے۔ ت)

فتح القدیر و بحرالرائق وغیرہما میں فرمایا:

سد الفرجات المأمور بہا فی الصف[2] (صف کے درمیانی رخنہ کو پُر کرنے کا حکم ہے۔ ت)

اور اصول میں مبرہن ہوچکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف (مگر اس صورت میں جب اس کے خلاف کوئی قرینہ ہو۔ ت)

دلیل سوم علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے،

فی الخانیۃ والدرالمختار وغیرہما واللفظ للعلائی لوصلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ[3]۔ خانیہ، درمختار اور دیگر کُتب میں ہے علائی کے الفاظ یہ ہیں اگر کسی نے رفوفِ مسجد میں نماز ادا کی حالانکہ صحنِ مسجد میں جگہ تھی تو مکروہ ہوگی جیساکہ ایسی صف میں نماز پڑھنا مکروہ ہے جو ایسی صف کے پیچھے ہو جس میں رخنہ تھا۔ (ت)

اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے، الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ مگر جب اسکے خلاف دلیل موجود ہو جیساکہ فتح، بحر، حواشی د

؎۱ ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ عن الذخیرۃ باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/۴۲۱
؎۲ بحرالرائق "	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/۳۵۴
؎۳ درمختار "	" مجتبائی دہلی	۱/۸۴

marfat.com

فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرھما من تصانیف الکرام الغر۔

اور دیگر تصانیفِ علماءِ عظام میں تصریح ہے۔ (ت)

دلیل چہارم احادیثِ سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ (جس نے صف قطع کی اللہ اسے قطع کرے گا۔ت) علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی زیرِ عبارت مذکورۂ درمختار فرماتے ہیں:

قولہ کقیامہ فی صف الخ ھل الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ او تحریمیۃ ویرشد الی الثانی قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من قطع صفا قطعہ اللہ انتھی فافھم[1]۔

قولہ جیساکہ کھڑا ہونا اس صف میں الخ اس میں کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کا ارشاد من قطع اللہ الخ کراہتِ تحریمی کی طرف راہنمائی کرتا ہے انتہی فافہم (ت)

جب یہ امر واضح ہوگیا تو اب صورت مذکورۂ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام وصفِ اوّل میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صفِ اوّل ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگیٔ مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہِ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہِ تحریمی ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدرِ جواب کے فرماتے ہیں:

واستلزم ماذکر ان جماعۃ النساء تکرہ کراھۃ تحریم لان ملزوم متعلق الحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلک الحکم[2] انتھی

مذکورہ بات اس کو مستلزم ہے کہ خواتین کی جماعت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ملزوم متعلق حکم یعنی فعلِ معین کا اس حکم کو ملزوم ہوتا ہے انتہی۔ (ت)

بحمد اللہ اس تحقیقِ انیق سے چند مسائلِ نفیسہ ثابت ہوئے:

اوّلاً امام کا صف پر تقدم جو بنصِ ہدایہ وکافی وغیرہما واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے۔

ثانیاً ہر صف میں اوّل سے آخر تک دوسری صف کے لئے صفِ کامل کی جگہ بچنا واجب ہے۔

ثالثاً کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صفِ دیگر ہرگز نہ باندھیں۔

---

[1] ردالمحتار　باب الامامۃ　مطبوعہ مصطفی البابی مصر　۱/ ۴۲۱

[2] فتح القدیر　"　" مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر　۱/ ۳۰۶

marfat.com

رابعاً صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترکِ تقدم دوسری بقائے فرجہ۔

خامساً اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوگیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لترك السنّة پھر اور لوگ بھی آتے اور یونہی برابر کھڑے ہوجاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی کی ہے کہ اگرچہ اکیلے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر، اور یہ سنّت عوام میں صدہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الواحد یقوم عن یمینه ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیه الصلوٰة والسلام صلی بابن عباس فاقامه عن یمینه ولایتأخر عن الامام فی ظاهر الروایة، وعن محمد انه یضع اصابعه عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام انتهی[1] قلت وعوام زماننا قد تعدوا حتی خرجوا عن روایة محمد ایضا کما هو مشاهد۔

اکیلا نمازی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو یعنی اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کو نماز پڑھائی تو ان کو آپ نے اپنی دائیں جانب کھڑا کیا اور ظاہر روایت کے مطابق وہ امام سے پیچھے کھڑا نہ ہو۔ امام محمد سے مروی ہے کہ مقتدی اپنے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے پاس رکھے اور عوام میں یہی طریقہ جاری ہے انتہی۔ میں کہتا ہوں ہمارے دور کے لوگ تجاوز کرگئے ہیں حتی کہ وہ امام محمد سے مروی روایت سے بھی نکل گئے ہیں جیسا کہ مشاہدہ میں ہے۔ (ت)

پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وُہ توسط جس کی نسبت دُرمختار میں فرمایا:

لو توسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لو اکثر[2]

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان کھڑا ہوا تو مکروہ تحریمی ہے (ت)

اگر نہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے، یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہلِ زمانہ ان سے غافل ولعلك لاتجد هذا التحقیق الخطیر بهذا الایضاح والتقریر فی غیر هذا التحریر (شاید ایسی بے مثال

---

[1] کافی شرح وافی

[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۳

marfat.com

تحقیق اپنی وضاحت وتفصیل کے ساتھ اس تحریر کے علاوہ کہیں نہ ملے۔ ت) والحمد للّٰہ علی ماعلم اللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۵۰ یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اسے یہ حکم ہے کہ صف سے دُور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعا وقد امر النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونھی عن خلافہ بنھی شدید۔

کیونکہ وہ بچہ جو صاحبِ شعور ہو اور نماز کو جانتا ہو اس کی نماز بالیقین صحیح ہے اور نبی اکرم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف کے رخنہ کو پُر کرنے اور اس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے اور اس کے خلاف سے سخت منع فرمایا ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں، درمختار میں ہے: لو واحدا دخل فی الصف[1] (اگر بچہ اکیلا ہو تو صف میں داخل ہوجائے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]

اگر بچے زیادہ نہ ہوں تو بچہ مردوں کے درمیان کھڑا ہوجائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کردیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہوجاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدیر میں ہے:

اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولامتمسک لہ فی الروایۃ کما صرحوا بہ

بے ریش بچے کے محاذی ہونے پر تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی مگر شاذ طور پر کوئی فسادِ نماز کا قائل ہے اور اس کے لئے کوئی دلیل نہ روایت

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۸

marfat.com

الروایۃ کما صرحوا بہ ولا فی الدرایۃ۔[1] میں ہے جیسا کہ فقہا نے اسکی تصریح کی ہے اور نہ ہی درایت میں ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۵۱ تا ۸۵۴ از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں:

(۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ جماعتِ ثانیہ میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اسکا جو فرض چھوٹ گیا ہے باآوازِ بلند پڑھے یا آہستہ؟

(۳) قضاءِ عمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشا تک بجہر پڑھا دے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا ادا ہو جائے گی؟

(۴) نمازِ جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترکِ فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔

(۲) علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہے، اور تصریح فرماتے ہیں کہ منفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ منفرد کا جہر اور کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوتِ خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہو امر ناجائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا لہذا یہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے۔

(۳) یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے۔

(۴) سلام سے پہلے جو شریک ہوگیا اسے جمعہ مل گیا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کرلے یا اُتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہر صورت میں پوری کرلے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان التشہد واجب والواجب

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

marfat.com

لایترک لسنۃ والمسئلۃ منصوص علیھا فی الخانیۃ وغیرھا فی کتب العلماء (تشہد واجب ہے اور واجب کو کسی سنت کی وجہ سے ترک نہیں کیا جا سکتا اس مسئلہ پر خانیہ اور دیگر علماء کی کتب میں نص موجود ہے۔ ت)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۶ و ۵۷ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجنیئر ریلوے

۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ متین ومفتیانِ شرع مبین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید مسجد یا خلاف آں نمازِ فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا؟ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے باآوازِ بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا، آیا وہ نماز درست ہوئی؟ اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہو چکی ہے وہیں سے ترک کر دے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔

(۲) اگر ہیجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نمازِ فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نمازِ فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ؟ کیا اس شخص کی نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعتِ اولیٰ ہو چکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعتِ اولیٰ ہُوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہُوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہو جائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعتِ قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہُوئی نیت توڑ دے، باقی جماعتِ معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔

(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختمِ نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

marfat.com

مسئلہ ۵۸: از میرٹھ کمبوہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعتِ اولیٰ کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہوجاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہوکر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اس میں تکرارِ جماعت باذانِ جدید وتکبیرِ جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں۔

(۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اس کے غیر اہل جماعت کرگئے ہیں تو اہلِ محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہہ جائز۔

(۳) یا اول اہلِ محلہ ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) یا اذان آہستہ دی تو اُن کے بعد آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنّت اعادہ جماعت کریں۔

(۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعتِ اولیٰ فاسد یا مطلقاً مکروہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی اُنھیں اعادہ جماعت سے مانع نہیں۔

یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجدِ محلہ ہے اور اُس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق المذہب کے پیچھے جماعت کرچکے اب غیر لوگ یا اہلِ محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے اُنھیں بھی اُس مسجد میں جماعتِ ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الروایہ سے حکمِ کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولیٰ خسرو نے درر وغرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جبکہ لوگ باذانِ جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں، اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی ملتقی وغیرہ میں تصریح کی، اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذانِ جدید کے ساتھ اعادہ جماعت کریں تو مکروہِ تحریمی، ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں، یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتوی، درمختار میں ہے:

یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لافی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن۔[1]

محلہ کی مسجد میں اذان وتکبیر کے ساتھ جماعت کا تکرار مکروہ ہے البتہ راستہ کی مسجد اور ایسی مسجد میں مکروہ نہیں جہاں امام اور مؤذن نہ ہو (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

ردالمحتار میں ہے:

عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا و نصها يكره تكرار الجماعة فی مسجد محلة باذان و اقامة الا اذا صلى بهما فيه اولا غير اهله او اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدونهما اوكان مسجد طريق جاز اجماعا كما فی مسجد ليس له امام ولا مؤذن ويصلی الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلی كل فريق باذان واقامة عليحدة كما فی امالی قاضی خان اھ[1] ونحوه فی الدرر والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون كما فی الدرر وغيرها قال فی المنبع والتقييد بالمسجد المختص بالمحلة احتراز من الشارع و بالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلة جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعا[2] اھ ثم قال اعنی الشامی بعد ما نقل الدليل علی الكراهة "مقتضی هذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ويؤيده ما فی الظهيرية لودخل جماعة المسجد بعد

اس کی عبارت خزائن میں یہاں سے زیادہ جامع ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں کہ مسجدِ محلہ میں جدید اذان اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب یہاں پہلے کسی غیر اہلِ محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھائی ہو یا اہلِ محلہ نے نماز پڑھائی مگر اذان آہستہ دی ہو تو اس صورت میں اگر اہلِ محلہ اذان و اقامت کے بغیر تکرارِ جماعت کریں یا مسجد راستہ کی ہو تو بالاتفاق جماعت جائز ہو گی جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام اور موذن مقرر نہیں اور لوگ گروہ در گروہ اس میں نماز ادا کرتے ہوں، تو یہاں افضل یہی ہے کہ ہر فریق علیحدہ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرے جیسا کہ امالی قاضی خاں میں ہے اھ اور اسی کی مثل درر میں ہے محلہ کی مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جس کا امام اور جماعت معلوم ہو جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے۔ منبع میں ہے مسجد کو محلہ کے ساتھ مقید کرنا شارع عام کی مسجد سے احتراز ہے اور اذانِ ثانی کے ساتھ مقید کرنا اس صورت سے احتراز ہے جب مسجد محلہ میں بغیر اذان کے جماعت ہوگئی ہو کیونکہ اب بالاتفاق (تکرارِ جماعت) مباح ہے اھ پھر کراہت پر دلیل نقل کرنے کے بعد شامی نے فرمایا اس استدلال کا تقاضا یہ ہے کہ مسجدِ محلہ میں تکرارِ جماعت مکروہ ہے اگرچہ تکرار بغیر اذان کے ہو اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

[2] " " " " " ۱/۴۰۸

marfat.com

ماصلی فیه اھلہ یصلون وحدانا و ھوظاھر الروایۃ اھ وھذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ[1] الخ، وقال قبل ھذا فی باب الاذان بعد نقل عبارۃ الظھیریۃ، وفی اٰخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لوکانت الجماعۃ اکثر من ثلثۃ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولی لاتکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی البزازیۃ اھ وفی التاترخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ[2]۔

بھی کرتی ہے کہ اگر کچھ لوگ مسجد میں اس وقت آئے جب اہلِ محلہ اس میں جماعت کروا چکے تھے تو وہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں اور یہی ظاہر روایت ہے اھ اور یہ گزشتہ منقول اجماع کے مخالف ہے الخ۔ اس سے پہلے باب الاذان میں عبارتِ ظہیریہ کے نقل کرنے کے بعد شامی نے کہا اور شرح منیہ کے آخر میں ہے اور امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر افرادِ جماعت تین سے زیادہ ہوں تو تکرار مکروہ ہوگا ورنہ نہیں اور امام ابویوسف سے مروی ہے جب ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ، اور یہی صحیح ہے اور محراب سے اعراض کرلینے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے، بزازیہ میں یونہی ہے اھ اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ کے حوالے سے ہے کہ ہم اسی پر عامل ہیں (ت)

اسی میں ہے:

قد علمت ان الصحیح انہ لایکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولی[3]۔

آپ جان چکے کہ صحیح یہی ہے کہ تکرارِ جماعت مکروہ نہیں جبکہ وہ ہیئتِ اولیٰ پر نہ ہو۔ (ت)

بالجملہ جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج و معمول در روتتبع و خزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحقق قولِ صحیح و مفتی بہ پر بلاکراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتوٰی جس امر کی ترجیح و تصحیح فرماگئے اُس کا اتباع کریں۔ درمختار میں ہے:

امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وماصححوہ کما لوافتونا فی حیاتھم[4]۔

رہا ہمارا معاملہ تو ہم پر اس قول کی اتباع لازم ہے جسے علماء نے ترجیح دی اور جس کی اُنھوں نے تصحیح فرمائی، جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار	باب الامامۃ	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۰۹
[2] "	باب الاذان	" " "	۱/ ۲۹۱
[3] "	"	" " "	۱/ ۲۹۲
[4] درمختار	مقدمہ کتاب	" مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۱۵

marfat.com

پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کرکے اسے ناجائز و ممنوع بتانا اور اُس کے سبب لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے۔

ثم اقول حال زمانہ کی رعایت اور مصلحتِ وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب، علماء فرماتے ہیں:

من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۔ جو شخص اپنے دَور کے لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وُہ جاہل ہے (ت)

اب دیکھئے کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش وکاوش سے یہ تو نہ ہُوا کہ عوام جماعت اولیٰ کا التزام تام کرلیتے، رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے، ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جو رہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکاتِ عالیہ ظاہریہ و باطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولیٰ کی کوشش کرتے، اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم، جماعت کی جو قدرے وقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی خجلت و ندامت ہوتی ہے جب بفتوٰی مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کئے تو ایک نو مرگ انبوہ جشنے دارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑجاتی ہے چند روز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گرجائے گی اور اُس کے ساتھ ہی سستی و کاہلی اپنی نہایت پر آئے گی، اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجئے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی و ندامت کا صدمہ اُٹھائیں، جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہوچکی اوّل ہوچکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی، لہٰذا ائمہ فتوٰی رحمہم اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح و تصحیح فرمایا کرتے ہیں من و تُو سے اُن کے علوم وسیعہ و عقولِ رفیعہ لاکھوں درجے بلند و بالا ہیں روایت و درایت و مصالح شریعت و زمانہ و حالت کو جیسا وُہ جانتے ہیں دُوسرا کیا جانے گا پھر اُن کے حضور دخل در معقولات کیسا! فاللہ الھادی و ولی الایادی۔ اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولیٰ عزیز وجلیل، اگر تفصیل کیجئے رسالہ مبسوط ہوتا ہے لیکن

ع درخانہ اگر کس است یکحرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں کچھ ہے تو اس کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے)

تنبیہ: مگر یہ اُن کے لئے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضریِ جماعتِ اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعتِ ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلاعذرِ مقبولِ شرعی جماعتِ اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہہ ناجائز ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۵۹: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی
۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت دریک مسجد دریک وقت بلاعلّت پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بغیر علّت ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعت ہونا کیسا ہے؟ پھر دوسری جماعت کے نمازیوں کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

درجواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ باوصف علّت باشد آرے بحال علّت جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشایانِ امامت باشد۔ واللہ تعالٰی اعلم

جواز بمعنی صحت میں کوئی شک نہیں (یعنی درست ہے) اگرچہ جماعتِ ثانیہ کا باوصف علّت ہو البتہ باوصف علّت جواز بمعنی حل لینا درست نہیں مگر اس صورت میں کہ امام اول امامت کے لائق نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۰: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہتِ تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کہنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اُس میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحدِّ فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کرلیتا ہے مگر پُورے اوصاف زائدہ مثل تفخیم و ترقیق لام و را وغیرہما نہیں ادا ہوتے یا اظہار و اخفا یا مدو قصر و تحقیق و تسہیل وغیرہا اُن قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جن کی مراعات اگرچہ تجویداً واجب ہو فقہاً صحتِ نماز کے لئے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہو کہ جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں، یونہی اگر جماعت کراہتِ تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے فان سلب المفاسد اھم من جلب المصالح (کیونکہ مفسدات کو ختم کرنا مصلحات کے حصول سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ت) اور اگر صرف کراہتِ تنزیہیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اُس میں بھی شرکت نہ چاہئے ورنہ شریک ہوجائے کہ ترکِ جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہتِ تحریم کہ اُس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترکِ جماعت سے بدتر، اور مسلک معتمد یعنی وجوب جماعت

marfat.com

پر ہمسر و برابر ہے،

فی حاشیۃ الحلبی ثم الشامی علی الدر الجماعۃ واجبۃ فتقدم علی ترك کراھۃ التنزیہ[1] اھ وفیہ فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الافی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول[2] اھ وفی الدر عن النھر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ[3] اھ فی رد المحتار افادان الصلاۃ خلفھما اولی من الانفراد[4] اھ وفیہ لو انتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[5] ۔ واللہ تعالٰی اعلم

حاشیہ حلبی پھر شامی علی الدر میں ہے کہ جماعت واجب ہے پس یہ کراہت تنزیہی کے ترک پر مقدم ہوگی اھ اور اسی میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحابِ احناف نے فرمایا ہے کہ نمازِ جمعہ کے علاوہ کسی نماز میں فاسق کی اقتدا نہیں کرنی چاہیے کیونکہ غیر نمازِ جمعہ میں دوسرے امام کو پایا جا سکتا ہے اھ فرمایا: فتح میں ہے کہ اس دلیل کی بناء پر امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی جبکہ شہر میں متعدد جگہ پر جمعہ قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسری جگہ نمازِ جمعہ کا میسر آنا ممکن ہے اھ اور دُر میں نہر اور اس میں محیط کے حوالے سے ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے اس سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز ادا کرنا تنہا نماز ادا کرنے سے اولٰی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اگر کوئی شخص صفوں سے دُور کھڑے ہوکر اپنے ہم مذہب امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض شمار نہیں ہوگا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ وہ تو اس جماعت سے اعلٰی جماعت کے ارادے میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطلب فی الاقتداء بشافعی الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

[2] ″ ″ ″ فی تکرار الجماعۃ فی المسجد ″ ″ ۱/۴۱۴

[3] درمختار ″ باب الامامۃ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[4] ردالمحتار ″ مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام ″ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

[5] ″ ″ مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی الخ ″ ″ ″ ۱/۴۱۷

marfat.com

مسئلہ ۶۱ از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا نہ امام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے؟ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں، فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولٰی ہے، اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے، بہرحال دونوں طریقے روا ہیں، فتح کی عبارت یہ ہے:

لو اقتدی واحد باٰخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر لایضرہ[1]۔

اگر ایک آدمی نے دوسرے کی اقتدا کی کہ تیسرا آگیا تو وہ مقتدی کو تکبیر کے بعد کھینچے، اگر اس نے تکبیر سے پہلے ہی کھینچ لیا تو بھی کوئی حرج نہیں (ت)

خلاصہ کا نص یہ ہے:

ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد او فی الصحراء اولا ثم یکبر[2]۔

مناسب یہی ہے کہ وہ کسی ایک نمازی کو صف سے پہلے کھینچ لے خواہ مسجد ہو یا صحرا پھر تکبیر کہے (ت)

مگر یہاں واجب التنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اسی کو چاہئے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسببِ ناواقفی اپنی نماز فاسد کرلے، تحقیق منقح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے یونہی اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا حکم مان کر پیچھے ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرہ تامل کرلے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب، تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہو کر بلاوجہ اپنی نماز خراب کرلیں، ولہذا علماء نے فرمایا: غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وُہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو، درمختار میں ہے:

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۹

[2] خلاصۃ الفتاوی جنس آخر ما یتصل بصحۃ الاقتداء الخ ؍؍ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۵۷

marfat.com

لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاھدی[1] ملخصا۔

اگر نمازی کسی غیر کا حکم بجالایا مثلاً اسے کہا گیا آگے ہوجاوہ آگے ہوگیا تو نماز فاسد ہوجائے گی بلکہ وُہ ایک گھڑی ٹھہرے اور پھر اپنی رائے سے آگے بڑھے قہستانی بحوالہ زاہدی ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی المنح بعد ان ذکر لو جذبہ اٰخر فتاخر الاصح لا تفسد صلاتہ وفی القنیۃ قیل لمصل منفرد تقدم فتقدم بامرہ فسدت وعللہ فی شرح القدوری بانہ امتثال لغیر امر اللہ تعالٰی اھ کلام المصنف وذکر الشرنبلالی ان امتثالہ انما ھو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یضر اھ قال ط لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا[2] اھ ما فی ردالمحتار ملتقطا **اقول** وھذا التفصیل کما تری من الحسن بمکان بل ھو المحل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق۔

منح میں اس کے بعد ہے کہ اگر اس کو کسی دوسرے نے کھینچا اور وُہ پیچھے ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز فاسد نہ ہوگی، اور قنیہ میں ہے منفرد (تنہا) نمازی کو کہا گیا آگے ہو اور وہ اس کے حکم کی بنا پر آگے ہُوا تو نماز فاسد ہوگی۔ شرح قدوری میں اس کی علّت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ غیر اللہ کا حکم بجالانا ہے اھ کلامِ مصنف ختم ہوا، شرنبلالی نے فرمایا یہ بجا آوری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر تھی لہذا نقصان دہ نہیں اھ طحطاوی نے فرمایا کہ اگر تفصیل بیان کی جائے درمیان اس کے کہ اگر شارع کا امر سمجھتے ہوئے بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور درمیان اس کے اگر داخل ہونے والے کے امر کی وجہ سے اس کے ارادے کی رعایت کرتے ہُوئے بجالایا امرِ شارع کی طرف نظر کئے بغیر، تو نماز فاسد ہوگی، تو یہ (تفصیل بیان کرنا) بہتر ہوتا اھ یہ ردالمحتار کی گفتگو کا خلاصہ تھا۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تفصیل اس جگہ احسن ہی نہیں بلکہ کلماتِ علماء کا محل بھی ہے اور اس کے ساتھ ان کے کلام میں تطبیق بھی پیدا ہوجاتی ہے وباللہ التوفیق (ت)

---

[1] درمختار | باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۸۹

[2] ردالمحتار | باب الامامۃ | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۲۲

marfat.com

درمختار میں ہے :

یجذب احدا لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولیٰ[1] ملخصا۔

کسی کو کھینچ لے مگر ہمارے زمانے کے علماء نے فرمایا نہ کھینچنا ہی بہتر ہے ملخصاً (ت)

خزائن الاسرار میں ہے :

ینبغی التفویض الی رأی المبتلی فان رأی عالما جذبہ[2]۔

اس معاملہ کو مبتلا ہونے والے شخص پر چھوڑ دیا جائے اگر وُہ محسوس کرتا ہے کہ یہ آدمی مسئلہ جانتا ہے تو اسے کھینچ لے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

ھو توفیق حسن اختارہ ابن وھبان فی شرح منظومتہ[3]۔

یہ بہت اچھی تطبیق ہے اسے ابن وہبان نے اپنی شرح منظومہ میں اختیار کیا ہے (ت)

رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وُہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدۂ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اس آنے والے کو کیا کرنا چاہئے، اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلافِ اولیٰ ہے۔

قال الشامی الظاھر ان ھذا اذا لم یکن فی القعدۃ الاخیرۃ والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تاخر[4]۔

امام شامی نے فرمایا ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ قعدہ اخیرہ میں نہ ہو ورنہ (یعنی اگر قعدہ اخیرہ میں ہو) تو تیسرا شخص امام کے بائیں جانب اقتداء کرے نہ آگے ہو اور نہ پیچھے۔ (ت)

اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہوجائے کہ امام کے برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

فی الدر لو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر[5]۔

در میں ہے اگر دو کے درمیان امام کھڑا ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ کے درمیان ہو تو یہ مکروہِ تحریمی ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار ″ ″ ″ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[3] ردالمحتار ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

[4] ردالمحتار باب الامامۃ ″ ″ ″ ۱/۴۲۰

[5] درمختار ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

مراقی الفلاح میں ہے:

جذب عالما بالحکم لایتاذی به والاقام وحده[1] اھ **قلت** فارشد الی القیام وحدہ صونا لصلوۃ غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیه صون صلاۃ نفسه وغیرہ جمیعا عن الخلل المتیقن الموجب للاعادۃ ۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

حکمِ مسئلہ سے آگاہ نمازی کو کھینچ لے تاکہ اسے پریشانی نہ ہو اور اگر صاحبِ علم نہیں تو تنہا ہی کھڑا ہوجائے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) جب اس کا تنہا کھڑا ہونا اس لئے بہتر ہے تاکہ فسادِ محتمل سے دوسرے کی نماز بچائی جاسکے تو اس وقت تنہا کھڑا ہونا کیوں نہ بہتر ہوگا جب اپنی اور دوسرے دونوں کی نماز ایسے خللِ یقینی سے بچائی جارہی ہو جو اعادہ کا موجب ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱٦٨

marfat.com

۱۲ ھ ۱۳

اَلْقِلَادَۃُ الْمُرَصَّعَۃُ فِیْ نَحْرِ الْاَجْوِبَۃِ الْاَرْبَعَۃِ

(چار جوابوں کے مقابلہ میں پرویا ہُوا ہار)

(مولوی اشرفعلی تھانوی کے چہار فتووں کا رَدِّ بلیغ)

مسئلہ ۶۶۲ تا ۶۶۵ از کان پور بازار میدہ دکان نوربخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی محمد شفیع الدین صاحب نگینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالاتِ عقلیہ و نقلیہ جناب احمد رضا خاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم، ایک استفتا خدمت شریف میں ارسال ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مرادآبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مُہر و دستخط سے مزین فرمائیں، اگر دونوں جواب خلافِ تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی (اے علماء رحمکم اللہ تعالٰی! تمہارا جواب اس سلسلہ میں کیا ہے؟ ت) ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ایک شخص اپنے ایک پیر سے معذور ہے چونکہ اس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان و جماعت کے اپنی نمازِ عشا ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہو گا یا نہ۔ اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہو گی اُس میں کچھ کراہت ہو گی یا نہ؟

(۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولٰی ترک ہو جاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ؟

marfat.com

(۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا

جوابِ کان پور

جوابِ سوالِ اوّل: نفسِ جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعتِ اولیٰ کی فضیلت سے محروم رہے گا، جماعتِ اولیٰ وہی ہوگی جو اذان واقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اس میں کچھ کراہت نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوتِ تہجد ترکِ جماعت اولیٰ میں عذر نہیں ہے۔

جوابِ سوالِ سوم: یہ عذر ترکِ جماعتِ ظہر نہیں ہوسکتا۔

جوابِ سوالِ چہارم: ضرورتِ شدیدہ میں ترکِ جماعتِ اولیٰ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

اشرف علی ۱۳۰۰
از گروہِ اولیا

جوابِ مراد آباد

جوابِ سوالِ اوّل کا یہ ہے کہ شخص مندرجۂ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثوابِ جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لئے کہ اوّلاً تو معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے

کما فی الھندیۃ "وتسقط الجماعۃ بالاعذار حتی لا تجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لا یستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز او کان قیما لمریض او یخاف ضیاع مالہ[1] انتھی ملخصا۔

جیسا کہ ہندیہ میں ہے عذر کی وجہ سے جماعت ساقط ہوجاتی ہے حتی کہ مریض، بیٹھ کر چلنے والے، لُولے اور جس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کٹے ہوئے ہوں، ایسا فالج زدہ جو چلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایت ہی عاجز بوڑھا یا وہ شخص کسی بیمار کا نگہبان ہو یا اسے اپنے مال کے ضیاع کا خطرہ ہو ان کو رسب افراد پر جماعت واجب نہیں ہے انتہی ملخصا (ت)

ومعھذا (اور اس کے باوجود۔ ت) اُس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعاً معذور نہیں ہے موجب کراہت تحریمہ کا ہے۔ چنانچہ فتاوٰی عالمگیری میں

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

marfat.com

لکھا ہے :

ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ۔[1]

مسجد میں فرض نماز بغیر اذان واقامت باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے۔ (ت)

ونیز دراں ست (نیز اسی میں ہے۔ ت) :

الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ وقیل انہ واجب الصحیح انہ سنۃ مؤکدۃ۔[2]

باجماعت فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اذان سنّت ہے اور بعض نے اسے واجب کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ سنّتِ مؤکدہ ہے (ت)

پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنّتِ مؤکدہ کے موجب معصیت ہے۔

کما قال العلامۃ الشامی صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المؤلفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر[3] وصرح ایضا بانہم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان علیہا۔[4]

جیسا کہ علامہ شامی نے فرمایا علامہ ابن نجیم نے اپنے اس رسالہ میں جو انہوں نے بیانِ معاصی میں تحریر کیا ہے فرمایا : ہر مکروہ تحریمی صغائر میں سے ہے، اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ اہل علم نے صغیرہ کے سبب اسقاطِ عدالت کے لئے اس پر ہمیشگی کو شرط قرار دیا ہے۔ (ت)

اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلاکراہت ہوگی کما مر (جیسا کہ گزرا۔ ت) فقط

جواب سوالِ دوم کا یہ ہے کہ جواب سوال اوّل سے بخوبی مبرہن ہوگیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کا اُس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نمازِ تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترکِ جماعت کہ سنّتِ مؤکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوٰۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترکِ سنّت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں، درمختار میں لکھا ہے :

ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ

سفر پر جانے اور اس سے واپسی پر دو رکعت اور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[2] " " " " " " " " " ۱/۵۳

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریمی من الصغائر الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۳۷

[4] " " " " " " " " " "

وصلوٰۃ اللیل[1]۔ | رات کی نماز مندوبات سے ہے۔ (ت)

علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

قال فی البحر الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان الاثم منوط بترك الواجب او السنۃ المؤکدۃ علی الصحیح لتصریحھم بان من ترك سنن الصلوات الخمس قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم وتصریحھم بالاثم لمن ترك الجماعۃ مع انھا سنۃ مؤکدۃ علی الصحیح[2]۔ فقط

بحر میں ہے کہ اہلِ مذہب کے کلام سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ صحیح مذہب پر گناہ تب ہوگا جب ترکِ واجب یا ترکِ سنّتِ مؤکدہ ہو کیونکہ علماء کی تصریح ہے جو شخص صلوات خمسہ کی سنن ترک کرے ایک قول کے مطابق گنہگار نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ گنہگار ہوگا اور اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ جماعت کا ترک گناہ ہے حالانکہ وہ صحیح قول کے مطابق سنّتِ مؤکدہ ہے۔ (ت)

جواب سوال سوم بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعتِ اولیٰ کا ہووے ولہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہوجائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لئے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قولِ محقق یہی ہے کہ جماعتِ ثانیہ بلاکراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفسِ جماعت اولیٰ کے، اور جماعتِ اُولیٰ اَولیٰ ہے، چنانچہ میرے استاد و کامل و محدث والد ماجد قدس سرہٗ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فلیطلع علیھا (جو شخص تفصیل چاہے اس کا مطالعہ کرے۔ ت) بناءً علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہوجائے نہ مطلق جماعت بلاشبہہ جائز ہے اس لئے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطالع الاحادیث المرویۃ فی ھذا الباب من الصحاح والحسان (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ان احادیث صحیحہ اور حسان کا مطالعہ کرے جو اس مسئلہ کے بارے میں مروی ہیں۔ ت) فقط۔

جواب سوال چہارم بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے

کما فی الھندیۃ ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ[3]۔ | جیسا کہ ہندیہ میں ہے مسجد میں اذان واقامت کے بغیر فرض نماز کی جماعت مکروہ ہے (ت)

---

[1] درمختار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۹۶

[2] ردالمحتار | مطلب فی السنۃ وتعریفھا | ؍؍ مصطفی البابی مصر | ۱/۷۷

[3] فتاوٰی ہندیہ | الفصل الاول فی صفۃ واحوال المؤذن | مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور | ۱/۵۴

marfat.com

یہی حکم صورِ مسئولہ کا کہ تحریر ہُوا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والماٰب فقط حررہ العبد المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

قاسم علی خلف ۱۲۹۶ مولٰنا محمد عالم علی

الجواب صحیح والمجیب نجیح

بینظیر ۱۳۰۰ھ شگفتہ محمد گل

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الحمد للہ الذی یدہ علی الجماعۃ والصلٰوۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ وآلہ وصحبہ اولی البراعۃ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ۔

شروع اللہ کے نام سے جو نہایت رحمت والا اور مہربان ہے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس کا مبارک ہاتھ جماعت پر ہے اور صلٰوۃ وسلام اس ذاتِ اقدس پر ہو جو صاحبِ شفاعت ہے اور آپ کی آل اور اصحاب پر جو صاحبِ فضیلت ہیں، اور تمام اہل سنت وجماعت پر۔ (ت)

جواب سوالِ اوّل وچہارم: ہاں فعلِ مذکور مکروہ ومحظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اُسے بے جماعت ثواب ثابت کہ:

اوّلاً ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل وعزیمت،

وفی ردالمحتار قولہ من غیر حرج قید لکونھا سنۃ مؤکدۃ او واجبۃ فبالحرج یرتفع الاثم ویرخص فی ترکھا ولکنہ یفوتہ الافضل[1] الخ۔

ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول من غیر حرج قید ہے اس بات کی کہ جماعت سنّتِ مؤکدہ یا واجب ہے اور حرج کی وجہ سے گناہ ختم، اور جماعت کے ترک میں رخصت ہوگی البتہ وہ افضل کو فوت کردے گا الخ (ت)

ثانیاً نہ بے جماعت ثوابِ جماعت مانع جماعت فشتان ما بین الحکم والحقیقۃ (حکم اور حقیقت میں نہایت ہی فرق ہے۔ ت) سورۂ اخلاص ثلث قرآنِ عظیم کے برابر ہے کیا تین بار اسے پڑھنے والا ختمِ قرآن سے ممنوع ہوگا (نماز مع) جماعتِ عشا قیامِ نصف شب اور مع جماعتِ فجر قیامِ تمام لیل کے مساوی ہے کیا بہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا، شرع میں اس کی نظائر ہزار در ہزار ہیں۔

---

[1] ردالمحتار مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۰

فی الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القرآن[1] اخرجہ مالک واحمد والبخاری وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادۃ بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالک واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالک واحمد وابن ماجۃ عن ابی مسعود البدری، وفی الباب عن عبداللہ[1] بن مسعود وعبداللہ[2] بن عمر و ومعاذ[3] بن جبل وجابر[4] بن عبداللہ وعبداللہ[5] بن عباس وام کلثوم[6] بنت عقبۃ وغیرھم[7]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر روایت میں ہے سورہ اخلاص "قل ھو اللہ احد" کی تلاوت قرآن کی تہائی کے برابر ہے اسے امام مالک، احمد، بخاری، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے؛ بخاری نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے؛ احمد و مسلم نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے؛ مالک، احمد، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے؛ احمد و ترمذی اور انہوں نے اس روایت کو حسن قرار دیا؛ اور نسائی نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے؛ احمد، نسائی اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، ترمذی نے اسے حسن قرار دیتے ہوئے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے؛ احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو،

---

[1] رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو ان سے طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے اور ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ (ت)

[3] الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ (اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ ت)

[4] البزار ۱۲ منہ (اسکو بزار نے روایت کیا ہے۔ ت) [5] ابوعبید ۱۲ منہ (اسکو ابوعبید نے روایت کیا ہے۔ ت)

[6] الامام احمد ۱۲ منہ (اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ت)

[7] رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھؤلاء خمسۃ عشر صحابیا ۱۲ منہ (اس کو بیہقی نے سنن کبرٰی میں رجاء غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے یہ پندرہ صحابی ہیں (لہذا حدیث متواتر ہوئی) ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] صحیح البخاری باب فضل قل ھو اللہ احد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۰

marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہم، مالک و احمد و مسلم عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف اللیل و من صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ۔[1]

معاذ بن جبل، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس، ام کلثوم بنت عقبہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بھی روایات مروی ہیں۔ مالک، احمد اور مسلم نے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نمازِ عشا جماعت کے ساتھ ادا کی گویا اس نے نصف رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی گویا اس نے تمام رات قیام کیا (ت)

ثالثًا: ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثوابِ جماعت ملنا ثابت۔

قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر و العلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ فی مسألۃ الاعمی وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہ ما اجد لک رخصۃ معناہ لا اجد لک رخصۃ تحصل لک فضیلۃ الجماعۃ من غیر حضورھا لا الایجاب علی الاعمی لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رخص لعتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی الصحیحین۔[2]

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اور علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں مسئلہ اعمی کے تحت یہ لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نابینا کو فرمانا کہ "میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا" اس کا معنی یہ ہے کہ میں تیرے لئے جماعت کی فضیلت و ثواب بغیر حاضریِ جماعت کے نہیں پاتا اس کا یہ معنی نہیں کہ آپ نے حاضریِ جماعت نابینا پر لازم فرمائی کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے دوسرے صحابی عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی عذر کی بنا پر جماعت سے رخصت عنایت فرمائی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں موجود ہے (ت)

تنبیہ اقول استشھادنا انما ھو بھما افادا من عدم حصول الفضیلۃ ولو للمعذور بدون الحضور وفیہ

تنبیہ اقول (میں کہتا ہوں) ہمارا استشہاد و دلیل ان دونوں بزرگوں کے اس افادہ سے ہے کہ فضیلتِ جماعت حاضری کے بغیر حاصل نہ ہو گی

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ ″ سہیل اکیڈمی ص ۵۱۰

marfat.com

ایضا تفصیل یعلم بالرجوع الی المراقی
وغیرھا أما کون معنی الحدیث
ھذا فعندی محل نظر یعرفہ
من جمع طرق الحدیث ففی
صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ
قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ
انہ لیس لی قائد یقودنی الی المسجد
فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی
بیتہ فرخص فلما ولی دعاہ فقال ھل
تسمع النداء بالصلاۃ فقال نعم
قال فاجب[1] واخرجہ السراج
فی مسندہ مبینا فقال اتی
ابن ام مکتوم الاعمی[2] الحدیث
وعند الحاکم عن ابن
ام مکتوم قلت یا رسول اللہ
ان المدینۃ کثیرۃ الھوام
والسباع قال اتسمع حی
علی الصلٰوۃ حی علی
الفلاح قال نعم قال فحی
ھلا[3] وعند احمد وابن خزیمۃ

خواہ وہ شخص معذور ہی کیوں نہ ہو، اور اس میں بھی تفصیل ہے جس کے جاننے کے لئے مراقی وغیرہ کی طرف رجوع ضروری ہے، باقی حدیث کا یہ معنی کرنا میرے نزدیک محلِ نظر ہے جس کی معرفت حدیث کے طُرق کو جمع کرنے سے ہو گی ——

—— تو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک نابینا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مسجد میں لانے والا نہیں، اُنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ آپ اسے اس بات کی اجازت دے دیں کہ وُہ گھر میں نماز ادا کرلے، آپ نے اجازت مرحمت فرمائی، جب وہ لَوٹے تو آپ نے دوبارہ بلایا اور پوچھا، کیا تم نماز کی اذان سُنتے ہو؟ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا: اس کا جواب دو (یعنی باجماعت نماز پڑھو) اور اسے سراج نے مسند میں تفصیلاً بیان کرتے ہُوئے اس صحابی کا نام لیا کہ آپ کی خدمت میں حضرت ابنِ اُمِ مکتوم نابینا صحابی حاضر ہوئے الحدیث۔ حاکم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں بہت سے کاٹنے والے کیڑے اور درندے ہیں، فرمایا: تم حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو؟ عرض کیا ہاں۔

---

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲
[2] عمدۃ القاری شرح البخاری بحوالہ السراج فی مسندہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۳
[3] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۷

marfat.com

والحاکم عنہ بسند جید ایسعنی ان اصلی فی بیتی قال اتسمع الاقامۃ قال نعم قال فأتها[1] وفی اخری قال فاحضرها[2] ولم یرخص لہ و للبیھقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلاۃ العشاء والفجر قال ھل تسمع الاذان قال نعم مرۃ اومرتین فلم یرخص لہ فی ذلک[3] ولہ عن کعب بن عجرۃ جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم قال فاذا سمعت فاجب[4] ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط و ابن حبان عن جابر واللفظ لہ قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتها[5] ولوحبوا فکان ذلک فیما نری و اللہ تعالیٰ اعلم انہ رضی

فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ مسند احمد، ابن خزیمہ اور حاکم نے انہی سے سند جیّد کے ساتھ نقل کیا کہ میں نے عرض کیا کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں گھر میں نماز ادا کرلوں؟ فرمایا: کیا اقامت سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ۔ دوسری روایت میں ہے: اس میں حاضری دو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت نہ دی۔ بیہقی نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا کہ انہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس بات کی رخصت چاہی کہ انکو عشا اور فجر کی نماز میں جماعت سے رخصت دے دیں۔ فرمایا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ ایک یا دو دفعہ پوچھا آپ نے انھیں اس بارے میں رخصت نہ دی۔ بیہقی میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک نابینا شخص رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اسی میں ہے کہ آپ نے پوچھا: کیا تجھے اذان کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: جب تو سنتا ہے تو جواب دے (یعنی جماعت میں حاضری دے) مسند احمد، ابویعلی، طبرانی کی اوسط میں اور

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ” دار الفکر بیروت ۳/۴۲۳

[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۷

[3] مجمع الزوائد باب فی ترک الجماعۃ ” دار الکتاب بیروت ۲/۴۳

[4] ” ” ” ” ” ۲/۴۲

ف: یہ دونوں حوالے مجمع سے اس لئے نقل کئے کہ سنن بیہقی اور شعب الایمان للبیہقی سے نہیں ملے، ہوسکتا ہے یہ لفظ للبیہقی کی بجائے للطبرانی ہو کیونکہ مجمع نے طبرانی اوسط کے حوالے سے یہ دونوں حدیثیں نقل کی ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[5] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان باب فرض الجماعۃ والاعذار الخ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/۲۵۲

marfat.com

اللہ تعالٰی عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان یھتدی الی الطریق من دون حرج کمایشاھد الآن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی الموطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلا فقال و حملہ العلماء علی انہ کان لا یشق علیہ المشی وحدہ ککثیر من العمیان[1] اھ وح یترجح بحث العلامۃ الشامی حیث بحث ایجاب الجمعۃ علی امثال ھؤلاء فقال بل یظھر لی وجوبھا علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق و یعرف الطرق بلا قائد ولا کلفۃ ویعرف ای مسجد ارادہ بلا سؤال احد لانہ حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسہ، بل ربما تلحقہ مشقۃ اکثر من ھذا تامل[2] اھ ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکرالمحققان من معنی الرخصۃ عن الجمھور فقال اجاب الجمھور عنہ بانہ سأل

ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی الفاظ ابن حبان کے ہیں کیا تم اذان سنتے ہو؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا: اس کی طرف آؤ خواہ گھٹنوں کے بل آنا پڑے۔ اس سلسلہ میں ہماری رائے یہی ہے، حقیقتِ حال سے اللہ ہی آگاہ ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ پر چلنا دشوار نہ تھا اور وہ بغیر کسی حرج کے راستہ پالیتے تھے جیسا کہ اب بھی بہت سے نابینا لوگوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے پھر میں نے زرقانی علی الموطا کا مطالعہ کیا تو اس میں بعینہٖ یہی بات منقول تھی کہ تمام اہل علم کی یہی رائے ہے کہ ان پر تنہا چلنے میں دشواری نہ تھی جیسا کہ اب بھی بہت نابینا افراد پر تنہا چلنا دشوار نہیں ہے اھ اور اب علامہ شامی کی وہ بحث بھی ترجیح پائے گی جو انہوں نے ایسے لوگوں پر جمعہ واجب قرار دیتے ہوئے کی ہے تو کہا بلکہ مجھ پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایسے نابینا لوگوں پر جمعہ واجب ہوگا جو بغیر کسی قائد اور بلا مشقت تنہا راستہ جان کر چل سکتے ہوں اور اس مسجد تک بغیر پوچھے پہنچ سکتے ہوں جہاں انہوں نے نماز ادا کرنی ہو کیونکہ یہ اس وقت اس مریض کی طرح ہوں گے جو خود بخود نکلنے پر قادر ہو بلکہ بعض اوقات مریض کو اس سے کہیں زیادہ مشقت اٹھانا ہوتی ہے تامل اھ پھر میں نے امام نووی کی شرح مسلم دیکھی اس میں انھوں نے دونوں محققین کا جمہور سے معنی رخصت ذکر کیا ہوا نقل کرکے فرمایا جمہور اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت

[1] شرح الزرقانی علی الموطا فصل صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ۱/۲۶۷
[2] ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۰۲

marfat.com

هل له رخصة ان يصلی فی بيته و تحصل له فضيلة الجماعة بسبب عذره فقيل لا قال ويؤيد هذا ان حضور الجماعة يسقط بالعذر باجماع المسلمين ودليله من السنة حديث عتبان بن مالك[1] الخ۔

ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ مجھے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے اور عذر کی بنا پر حاضر نہ ہونے کی وجہ سے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو، تو اس کا جواب نفی میں آیا امام نووی نے فرمایا اس گفتگو سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ عذر کی بنا پر حاضری جماعت کے سقوط پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی دلیل سنت سے وہ حدیث ہے جو حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس بارے میں مروی ہے الخ (ت)

اقول وقد علمت ما فی هذا التائيد فان الشان فی ثبوت الحرج له رضی الله تعالٰی عنه و لعل عتبان كان ممن يتحرج بالمشی وحده دون ابن ام مكتوم رضی الله تعالٰی عنهما ثم ان الامام النووی استشعر ورود قوله صلی الله عليه وسلم فاجب فاجاب باحتمال انه بوحی نزل فی الحال و باحتمال تغير اجتهاده صلی الله تعالٰی عليه وسلم و بان الترخيص كان بمعنی عدم الوجوب و قوله فاجب ندب الی الافضل۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس تائید میں جو کچھ ہے وہ آپ جان چکے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ابن ام مکتوم کے لئے حرج ثابت ہو، شاید حضرت عتبان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تنہا چلنا دشوار ہو بخلاف ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ان کے لئے ایسا معاملہ نہ تھا، پھر امام نووی نے حضور علیہ السلام کے ارشاد "فاجب" کے ورود سے یہ بات سمجھی تو جواب احتمال سے دیا کہ ممکن ہے یہ حکم اسی حال میں وحی نازل ہونے کے ساتھ دیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اجتہاد میں تبدیلی ہوئی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رخصت بمعنی عدم وجوب ہو اور آپ کا ارشاد فاجب افضل کی طرف متوجہ کر رہا ہو۔

---

[1] شرح مسلم للنووی مع مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

marfat.com

اقول اما الاولان فتسلیم للقول و اما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاهر لاسیما مع بنائه علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافهم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) پہلے دونوں احتمال قول کی وجہ سے تسلیم مگر فاجب کو ندب پر محمول کرنا خلافِ ظاہر ہے خصوصاً جب اس کی بنا اذان کے سماع پر ہو کیونکہ ندب تو ہر حال میں حاصل تھا، فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

رابعاً سب سے قطع نظر کیجئے تو پاؤں کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر کالمطر والطین وامثالہما بلکہ وجہ **اولاً** وہی اتیان جماعت بے اذان کہ درباب استنان مؤکد اذان اگرچہ مواہب الرحمان ومراقی الفلاح و ردالمحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں

ویعارضہا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وغیرھا من المعتبرات حتی نفس ردالمحتار ومشروحہ الدرالمختار کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامشہ۔

مبسوط، محیط، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ اور دیگر معتبر کتب کی اکثر روایات اس کے معارض ہیں حتی کہ خود ردالمحتار اور اس کا متن درمختار میں بھی معارض ہیں جیسا کہ ہم نے اس کے حاشیہ میں بیان کیا ہے (ت)

مگر اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نمازِ پنجگانہ[ع۱] سے جو نماز وقتی رجال احرار غیر عُراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لئے سوا بعض صورِ مستثناۃ[ع۲] کے وقت میں اذان کا پہلے ہو لینا سنتِ مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اُس کے

ع۱ دخلت الجمعۃ وخرجت صلوۃ العیدین والکسوف والجنازۃ والاستسقاء وغیرھا والفوائت وجماعۃ النساء والصبیان والعبید والعراۃ وجماعۃ البیوت والصحراء ومستند کل ذلک مذکور فیما علقناہ علی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اس میں جمعہ داخل اور عیدین، کسوف، جنازہ اور استسقاء وغیرہ اور قضا اور جماعتِ خواتین، بچوں، غلاموں، ننگوں اور گھریلو جماعت اور جنگل کی جماعت اس سے خارج ہے اور ہر ایک پر دلیل ہم نے اپنے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ع۲ مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں اُنھیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ انھیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں، موسمِ حج میں عصرِ عرفہ و عشائے مزدلفہ کے لئے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

جماعت کرلینا مکروہ وگناہ یہاں تک کہ یہ جماعت شرعاً اصلاً معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علماء فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرلی کہ آوازِ اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار واعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے، وجیز امام کردری میں ہے:

ویکرہ للرجال اداء الصلوٰۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لا فی المفازۃ والکروم والبیوت[1] الخ

مردوں کے لئے مسجد میں فرائض کی جماعت اذان و اقامت کے بغیر مکروہ ہے، جنگل، گھنے باغوں اور گھروں میں مکروہ نہیں الخ (ت)

اقول قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمع بینھما فنا فی الکراھۃ ھو الایتان بھما لا باحدھما بدلیل قولہ لا فی المفازۃ الخ فان ترك اعلام الشروع مکروہ مطلقا ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکھما۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا قول "بلا اعلامین" یعنی اذان واقامت کو جمع کئے بغیر لہٰذا منافی کراہۃ دونوں کے ساتھ نماز با جماعت ادا کرنا ہے نہ صرف ایک کے ساتھ، اس کا قول لا فی المفازۃ الخ اس پر دلیل ہے کیونکہ جماعت کے ساتھ اذان کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ جنگل میں ہو اور ان دونوں کے ترک پر اساءت کی تصریح ہے (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما فی الھندیۃ عن الخانیۃ ولا حاجۃ ھھنا الی استثناء فوائت تؤدی فی المسجد کما فعل الشامی ولا ماوراء اول فوائت ولو ادیت فی غیر المسجد کما زدناہ علیہ لان الکلام ھھنا فی الاداء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہندیہ میں خانیہ کے حوالے سے یُوں ہی ہے اور ان فوت شدہ نمازوں کے استثناء کی ضرورت نہیں جو مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ شامی نے کیا ہے اور اور نہ ہی ماورائے اول کے فوت شدہ کا استثناء ضروری ہے اگرچہ وُہ غیر مسجد میں ادا کی جائیں جیسا کہ ہم نے اس پر اضافہ کیا ہے کیونکہ یہاں گفتگو ادا میں ہو رہی ہے۔ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلوٰۃ فصل الاول فی الاذان مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۴

marfat.com

درر و غرر علامہ مولیٰ خسرو میں ہے :

(یأتی بهما) ای الاذان والاقامة (المسافر والمصلی فی المسجد جماعة وفی بیته بمصر وکره للاول) ای المسافر (ترکهما) ای الاقامة (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکه) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامة۔[1]

(ان دونوں کو بجالائے) یعنی اذان واقامت کے ساتھ (مسافر اور نمازی مسجد میں جماعت کے لئے اور شہر میں گھر پر نماز ادا کرنے والا' اور پہلے کے لئے مکروہ ہے) یعنی مسافر کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی تکبیر کا (اور دوسرے کے لئے) یعنی مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے لئے (اس کا چھوڑنا) یعنی اذان کا (بھی) یعنی اقامت کی طرح مکروہ ہے (ت)

علمگیریہ میں ہے :

لوصلی بعض اهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقیة الجماعة فالجماعة المستحبة لهم والکراهة للاولی کذا فی المضمرات۔[2]

اگر کچھ اہلِ مسجد نے اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی پھر مؤذن، امام اور باقی لوگ آئے تو ان کی جماعت مستحب ہے، پہلی جماعت مکروہ ہوگی، مضمرات میں اسی طرح ہے (ت)

یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسئولہ ہے خلاصہ وخانیہ وہندیہ وغیرہا میں ہے :

واللفظ للامام البخاری جماعة من اهل المسجد اذنوا فی المسجد علی وجه المخافة بحیث لم یسمع غیرهم ثم حضر من اهل المسجد قوم وعلموا فلهم ان یصلوا بالجماعة علی وجهها ولاعبرة للجماعة الاولی اھ[3]

الفاظ امام بخاری کے ہیں کہ جماعت کیلئے اہلِ مسجد سے ایک گروہ نے مسجد میں اتنی آہستہ اذان دی کہ ان کے غیر نے نہ سُنی پھر دیگر لوگ آئے اور ان کو علم ہوا تو ان لوگوں کو حق حاصل ہے کہ وہ سنّت طریقہ پر جماعت کروائیں پہلی جماعت کا کوئی اعتبار نہیں اھ (ت)

پس اُس معذور اور اُس کے شریک اور اُن ضرورت والوں کا یہ فعل جماعتِ مسنونہٴ معتبرہٴ شرعیہ نہیں بلکہ

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الاذان مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت مصر ۱/۵۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول من باب الاذان " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الاول فی الاذان " مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۴۸

marfat.com

مکروہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ وجماعت اولیٰ ہے۔

ثانیاً جب یہ جماعت جماعت نہیں تو وقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جانا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد۔

ابن ماجۃ عن امیر المؤمنین عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ[ع]

ابن ماجہ نے امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ

[ع] سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعا للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی ھذا ثم یخرج منہ الا لحاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق[1] رواہ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا احد اخرجتہ حاجۃ وھو یرید الرجوع[2] ۱۲ منہ غفر لہ (م)

اس کی سند ضعیف ہے ہم نے بحر وغیرہ کی اتباع میں اسی پر اقتصار کیا ہے حالانکہ سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ثابت ہے لیکن اس میں مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص ہے۔ کہا رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد میں کوئی شخص اذان نہیں سنتا، پھر کسی ضرورت کے بغیر مسجد سے نکل جاتا ہے اور واپس مسجد کی طرف نہیں آتا مگر یہ کہ وہ منافق ہے اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں ذکر کیا اور امام ابوداؤد نے مراسیل میں حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کے بعد مسجد سے منافق کے علاوہ کوئی نہیں نکلتا مگر عذر کی وجہ سے جب کوئی حاجت و ضرورت اس شخص کو نکالے اور وہ شخص واپسی کا ارادہ رکھتا ہو تو منافق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن خرج من المسجد بعد الاذان مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۵

[2] کتاب المراسیل باب ما جاء فی الاذان ؍؍ مطبوعہ علمیہ لاہور ص ۴۳

marfat.com

عليه وسلم من ادركه الاذان فی المسجد ثم خرج لم يخرج لحاجة وھو لا يريد الرجعة فھو منافق[1]

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اذان کو مسجد میں پایا پھر وہاں سے نکل گیا حالانکہ اسے نکلنے کی کوئی حاجت بھی نہ تھی اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

كره تحريما للنهی خروج من لم يصل من مسجد اذن فيه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فيه اولا[2]

مکروہ تحریمی ہے سبب ممانعت کے نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہوگئی ہو، شارح نے کہا ماتن اکثر پر چلا ہے (یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ اذان کا وقت ہونے پر اذان ہو جاتی ہے) اور مراد اذان ہونے سے وقت نماز کا آجانا ہے خواہ مسجد میں اذان ہوئی ہو یا نہ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الظاهر من الخروج من غير صلاة عدم الصلٰوة مع الجماعة الخ[3]

نماز کے بغیر نکلنے سے ظاہراً مراد یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی ہو الخ (ت)

اقول وظاهر ان المراد بالجماعة هی الجماعة المسنونة المشروعة دون المكروهة الممنوعة فان النهی عن الخروج انما هو لطلب الجماعة فلا يتناول الا الجماعة المطلوبة شرعا كيف وقد تقدم ان الجماعة بلا اذان كلا جماعة فلا يعتد بها اصلا والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم

اقول (میں کہتا ہوں) اس سے ظاہراً مراد وہ جماعت ہے جو مسنونہ مشروعہ ہو نہ کہ وہ جو مکروہ و ممنوع ہو کیونکہ نکلنے پر ممانعت وہ طلب جماعت کے واسطے ہے اور یہ حکم اسی جماعت کے لئے ہوگا جو شرعاً مطلوب ہے، یہ کیسے ہو حالانکہ پہلے گزر چکا ہے کہ بغیر اذان کے جماعت ایسے ہے جیسے جماعت ہوئی ہی نہیں، پس اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے گا، اللہ تعالٰی تمام نقائص وعیوب اور کمزوریوں سے پاک ہے، وہ سب سے بہتر جانتا ہے۔ اس جل مجدہ

---

[1] سنن ابن ماجہ باب الاذان وانت فی المسجد فلا تخرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴

[2] درمختار باب ادراک الفریضہ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

[3] بحرالرائق " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۷۲

marfat.com

واحکم۔ کا علم کامل اور اکمل ہے (ت)

جوابِ سوالِ دوم: خوف فوت تہجد نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہو سکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا مبیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالباً کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنّت ہی سہی کما ال الیہ کلام المحقق فی الفتح ومال الیہ تلمیذہ المحقق محمدؒ الحلبی فی الحلیۃ قائلا انہ الاشبہ (جیساکہ اس کی طرف فتح القدیر میں کلام محقق لوٹتا ہے اور ان کے شاگرد محمد حلبی نے حلیہ میں یہ کہتے ہوئے اسی طرف رجوع کیا کہ یہی اشبہ ہے۔ ت) کہ اوّلاً وہ بر تقدیر سنیت بھی معارضۂ جماعت کا صالح نہیں در بارۂ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترکِ جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں کہ حکم کفر تک وارد،

علی تاویلاتہ المعروفۃ فی امثال المقام وحدیثہ[1] عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لوترکتم سنۃ[2] نبیکم لکفرتم۔[1]

اس طرح کے مقامات پر تاویلات معروفہ کے ساتھ، اور اس پر مسند احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث سند کے ساتھ ذکر کی ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جماعت سے پیچھے رہنے والوں کے بارے میں فرمایا اگر تم نے اپنے نبی کی سنّت ترک کر دی تو تم نے کفر کیا (ت)

اور جماعت عشا[3] کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرمانا ثابت[2] کما فی الصحیحین من

عہ۱ سیأتی نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ (م)

اس حدیث کے الفاظ عنقریب تیسرے سوال کے جواب میں آرہے ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ ھذہ روایۃ ابی داؤد الحدیث بلفظ لضللتم عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ (م)

یہ ابوداؤد کی روایت ہے اور مسلم وغیرہ میں اس کے الفاظ "تم گمراہ ہوجاؤ گے" ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ بعض احادیث میں عشا، بعض میں فجر، بعض میں جمعہ، بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القاری للامام العینی (جیساکہ امام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری میں ہے۔ ت) یہاں ذکرِ عشا ہی تھا لہذا اس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] سنن ابی داؤد باب التشدید فی ترک الجماعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

[2] صحیح البخاری باب فضل صلوۃ العشاء فی الجماعۃ 〃 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰

marfat.com

حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الباب غیرہ[1] (جیسا کہ بخاری ومسلم میں اس کو ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں۔ ت)

ثانیاً فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کرلے۔

ثالثاً یہ جاگنے میں قصداً مکروہات ومنہیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی۔

احمد ومسلم وابوداؤد وابن حبان[2] احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن حبان نے حضرت

---

[1] فانہ حدیث مشھور ورد من حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد وعن اسامۃ بن زید عند ابن ماجۃ وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلیھما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الاٰثار وقد ذکرنا احادیثھم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ھریرۃ فرواہ من لایحصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

کیونکہ مشہور حدیث ہے امام احمد نے حضرت عمرو ابن ام مکتوم سے، ابن ماجہ نے حضرت اسامہ بن زید سے، طبرانی نے اوسط میں حضرت انس سے سند جیّد کے ساتھ اور حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے طحاوی نے مشکل الآثار میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کیا ہے ہم نے ان تمام احادیث کو اپنے رسالے "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" میں ذکر کیا ہے۔ رہی حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، تو اسے لاتعداد اصحاب صحاح وسنن اور اصحاب مسانید ومعاجیم نے روایت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

[2] عزاہ فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارحہ المناوی ورواہ عنہ ابوداود وغیرہ[3] اھ ولاشک انہ موجود فی صحیح مسلم ۱۲ منہ (م)

جامع صغیر میں اس کی نسبت امام احمد اور ابن حبان کی طرف کی ہے اس کے شارح امام مناوی نے فرمایا اس کو ان سے ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے[3] اور بلاشک یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی موجود ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[3] التیسیر شرح جامع الصغیر تحت حدیث مذکور مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/۳۲۶

marfat.com

عن ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة۔[1]

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تفریط نیند میں نہیں بلکہ بیداری میں ہے۔ (ت)

بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثوابِ تہجد کا وعدہ فرمایا اور اس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا۔

مالك فی المؤطا وابوداؤد والنسائی عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ما من امرئ تکون لہ صلاة بلیل یغلبہ علیھا نوم الا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ وکان نومہ علیہ صدقة[2] وھو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التھجد بسند جید، النسائی وابن ماجة وخزیمة والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من اتی فراشہ وھو ینوی ان یقوم فیصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی یصبح کتب لہ ما نوی وکان نومہ صدقة علیہ من ربہ عزوجل[3] وھو بمعناہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر او

امام مالک نے مؤطا میں، ابوداؤد اور نسائی نے ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر وہ شخص جو رات کی نماز (تہجد) کی نیت رکھتا ہو اس پر نیند غالب آجائے تو اللہ تعالیٰ اسے نماز کا اجر وثواب عطا فرمائے گا اور اس کی نیند اس پر صدقہ ہوگی، یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں سند جید کے ساتھ یہ حدیث ذکر کی۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بزار نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بستر پر اس نیت سے لیٹا کہ رات کو اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے گا مگر نیند کے غلبہ کی وجہ سے صبح تک اس کی آنکھ نہ کھلی تو اسے اس کی نیت کے مطابق اجر ملے گا اور اس کی نیند اللہ عزوجل کی طرف سے اس پر صدقہ ہوگی اور یہ حدیث معناً ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابوذر یا حضرت

---

[1] سنن ابوداود — باب فی من نام عن صلوٰۃ الخ — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۶۴

[2] مؤطا امام مالک — ما جاء فی صلوٰۃ اللیل — " میر محمد کتب خانہ کراچی — ص ۹۹

[3] سنن ابن ماجہ — باب ما جاء فیمن نام عن حزبہ من اللیل — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۹۶

marfat.com

ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ھکذا بالشك۔

ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح شک کے ساتھ روایت کی ہے۔ (ت)

امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوحثمہ اور اُن کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جماعتِ صبح میں نہ دیکھا اُن کی زوجہ اور اُن کی والدہ شفا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سبب پوچھا، کہا نمازِ شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نمازِ صبح پڑھ کر سو رہے، فرمایا: مجھے جماعتِ صبح میں حاضر ہونا نمازِ تمام شب سے محبوب تر ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمة ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه فقد سلیمن ابن ابی حثمة فی صلاۃ الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق ومسکن سلیمن بین السوق والمسجد (النبوی) فمر علی الشفاء ام سلیمٰن فقال لها لم ار سلیمٰن فی صلوٰۃ الصبح فقالت انه بات یصلی فغلبته عیناہ فقال عمر لان اشهد صلاۃ الصبح فی الجماعة احب الیّ من ان اقوم لیلة[1]۔ عبد الرزاق فی مصنفه عن معمر عن الزهری عن سلیمٰن ابن ابی حثمة عن امه الشفاء بنت عبد الله قالت دخل علی عمر وعندی رجلان نائمان تعنی زوجها ابا حثمة و ابنها سلیمٰن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا

مالک، ابن شہاب سے وہ ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلیمٰن ابن ابی حثمہ کو نمازِ صبح میں نہ پایا آپ صبح کو جب بازار کی طرف گئے اور سلیمٰن کا گھر بازار اور مسجدِ نبوی کے درمیان تھا تو آپ سلیمٰن کی والدہ شفاء کے پاس سے گزرے اور پوچھا میں نے سلیمٰن کو آج نمازِ صبح میں نہیں پایا تو انھوں نے عرض کیا وہ رات بیدار رہے نماز پڑھتے رہے صبح کو نیند غالب آگئی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے نمازِ فجر میں حاضر ہونا اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ساری رات قیام کروں۔ امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سلیمان ابن ابی حثمہ سے انہوں نے اپنی والدہ شفاء بنت عبداللہ سے بیان کیا کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں حضرت عمر میرے پاس آئے تو میرے پاس دو آدمی سوئے ہوئے تھے، اس سے وہ اپنا خاوند ابوحثمہ اور اپنا بیٹا سلیمان مراد لیتی ہیں۔ آپ نے

---

[1] موطا امام مالک باب ماجاء فی العتمۃ والصبح مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

marfat.com

يصليان حتى اصبحا فصليا الصبح و ناما فقال لان اشهد الصبح فی جماعة احب الی من قیام لیلة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم

فرمایا: انھوں نے نمازِ صبح کیوں نہ پڑھی؟ میں نے عرض کیا یہ ساری رات نماز میں مشغول رہے حتی کہ صبح ہوگئی پھر انہوں نے نمازِ صبح ادا کی اور سو گئے۔ تو آپ نے فرمایا: جماعت کے ساتھ نمازِ فجر کی میری حاضری ساری رات قیام سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

جواب سوال سوم: اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اس مسئلہ میں جواب حق و حقِ جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ و سراپا اہمال ہے وہ زعم کرتا ہے کہ سنتِ تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویتِ جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وُہ خود فوت واجب سے اُس کی محافظت کرتا نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا،

قال عزوجل ان الصلٰوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک نماز بےحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے۔

سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

علیکم بقیام اللیل فانه داب الصلحین قبلکم وقربة الی اللہ تعالٰی ومنھاة عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردة للداء عن الجسد[3]۔ رواہ الترمذی فی

تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ (رات کا قیام) اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنیوالا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دُور کرنے والا۔ اسے ترمذی نے اپنی جامع،

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب فضل الصلٰوۃ فی جماعۃ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱/۵۲۶

[2] القرآن ۲۹/۴۵

[3] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۹۴
صحیح ابن خزیمہ باب التحریص علی قیام اللیل الخ ؍؍ مکتب اسلامی بیروت ۲/۱۷۷

ف: حدیث مذکور کے الفاظ صفحہ مذکورہ مصنف میں یوں ہیں: عن معمر عن الزھری عن سلیمٰن بن ابی حثمة عن الشفاء بنت عبداللہ قالت دخل علیّ بیتی عمر بن الخطاب فوجد عندی رجلین نائمین فقال وما شان ھذین ما شھدا معی الصلٰوۃ، قلت یا امیرالمؤمنین صلیا مع الناس و کان ذلک فی رمضان فلم یزالا یصلیان حتی اصبحا وصلیا الصبح و ناما، فقال عمر لان اصلی الصبح فی جماعة احب الی من ان اصلی لیلة حتی اصبح۔ نذیر احمد

marfat.com

جامعه وابن ابی الدنیا فی التهجد و ابن خزیمة فی صحیحه و الحاکم فی المستدرك وصححه والبیهقی فی سننه عن ابی امامة الباهلی واحمد والترمذی وحسنه و الحاکم والبیهقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبد اللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنهم اجمعین۔

ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد، ابن خزیمہ نے اپنی صحیح اور حاکم نے مستدرک میں روایت کرکے صحیح کہا، اور بیہقی نے سنن میں حضرت ابوامامہ باہلی سے، اور احمد اور ترمذی نے صحیح قرار دیتے ہوئے روایت کیا، حاکم اور بیہقی نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان فارسی سے، اور ابن سنی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے اور ابن عساکر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔

تو فوتِ جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال و افعال تولے تو کھُل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد وقیلولہ وُہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انھیں تفویت شعار عظیم اسلام کے لئے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد وقیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعتِ فریضہ فوت ہو، کیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کئے ہیں! حاشا وکلّا ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

(اے اعرابی! مجھے ڈر ہے کہ تُو کعبہ کو نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تُو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے)

یا ہذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنّت ادا کر، یہ کیا کہ سنّت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوشِ ہوش سُن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھُوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیباتِ تہجّد کی طرف جائے تجھے تفویتِ جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی بِبلیتین اختار اھونھما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدامِ فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتویٰ دیں گے نہ عادی تہجد کو ترکِ تہجد کی ہدایت

marfat.com

کرکے ارشادِ حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم:

یاعبد اللّٰہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترك قیام اللیل[1] رواہ الشیخان عن عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما۔

اے عبد اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جورات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کر دیا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

کا خلاف کریں گے۔ یہ اس لئے کہ وُہ بتوفیقہ عزّوجل حقیقتِ امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقلِ سلیم و نظرِ قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریرہ و سوئے طرزِ تدبیر سے ناشی ہوا یاھذا اگر تو وقتِ جماعت جاگتا ہوتا اور بطلبِ آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم و تارک واجب، اور اس عذرِ باطل میں مبطل و کاذب ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللّٰہ ینادی الی الصلٰوۃ فلا یجیبہ[2] حدیث حسن قد ذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاۃ ویدعو الی الفلاح[3]

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سُنے اور حاضر نہ ہو۔ یہ حدیث حسن ہے اس کی تخریج کا ذکر ہم نے پیچھے کر دیا ہے۔ طبرانی کے الفاظ یوں ہیں: "نماز کی طرف بلانے والے اور فلاح کی دعوت دینے والے کو سُنے۔"

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا، یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ پیش از زوال

---

[1] صحیح البخاری باب مایکرہ من ترک قیام اللیل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۳/۴۳۹

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن انس حدیث ۳۹۴ " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳

marfat.com

وضووغیرہ سے فارغ ہوکر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو۔ امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سُہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں:

النوم بعد الفراغ من صلاۃ الضحٰی و بعد الفراغ من اعداد اخر من الرکعات حسن قال سفیٰن کان یعجبھم اذا فرغوا ان یناموا طلبا للسلامۃ وھذا النوم فیہ فوائد منھا انہ یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) وینبغی ان یکون انتباھہ من نوم النھار قبل الزوال بساعۃ حتی یتمکن من الوضوء والطھارۃ قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلۃ ذاکرا او مسبحا او تالیا الخ[1]

نمازِ چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کرکے سونا اچھا اور مناسب ہے۔ سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیہ کرام جب نماز واوراد سے فارغ ہوجاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور اس (دوپہر سے قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام (شب بیداری) میں مدد ملتی ہے۔ (آگے چل کر شیخ قدس سرہٗ نے) فرمایا: طالبِ حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہوجائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہوکر استواء کے وقت (جو ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رُخ ہوکر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہوجائے الخ (ت)

ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہولیا اس سے فوتِ جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے، اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے، اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے، سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی، کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقتِ نوم تک بخاراتِ طعام فرو ہولیں اور طولِ منام کے باعث نہ ہوں، سب سے بہتر علاج تقلیلِ غذا ہے۔ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما ملأ اٰدمیّ وعاءً شرًّا من بطنہ بحسب ابن اٰدم اکلاتٌ یقمن صلبہ فان کان لامحالۃ فثلث لطعامہ وثلث

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے تہائی

---

[1] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب الخمسون فی ذکر العمل فی جمیع النہار مطبوعہ مطبع المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۹۵

marfat.com

لشرابه وثلث لنفسه[1] رواه الترمذی وحسنه وابن ماجة وابن حبان عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

پانی تہائی سانس کو رکھے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیے گا، جو بہت پیے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔

استغفر اللہ من قول بلا عمل

لقد نسبت به نسلا لذی عقم

(میں اللہ تعالٰی سے بلا عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، تحقیق بانجھ عورت کو بچے کے ساتھ نسل کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے)

ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان کثرة الاکل شؤم[2] رواه البیهقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔

بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

یُوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کرے دو رکعتیں خفیف وتام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں، مثلاً نو بجے عشا پڑھ کر سو رہا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں تہجد ہوگیا، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انه قد تهجد انما التهجد المرء یصلی الصلوٰة بعد رقدة[3] رواه الطبرانی عن الحجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی

تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اُٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے۔ اس کو طبرانی نے حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن ان شاء اللہ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیة کثرة الاکل مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۶۰

[2] شعب الایمان الفصل الثانی فی کثرة الاکل حدیث ۵۶۶۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۲

[3] المعجم الکبیر مروی از حجاج بن عمرو حدیث ۳۲۱۶ ؍؍ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/ ۲۲۵

marfat.com

عنہ بسند حسن ان شاء اللہ تعالیٰ۔[عہ] تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔

سونے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسنِ نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ[۱] (جو اللہ تعالیٰ پر توکل وبھروسہ کرتا ہے اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ ت) عوارف شریف میں ہے:

لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والوطاء تاثیر فی ذلک ومن ترک شیئا من ذلک واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ یثیبہ علی ذلک بتیسیر مارام[۲]۔

کیونکہ تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت کو بدل دینا یعنی ان کو ترک کردینا اس سلسلہ میں بہت مؤثر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کردے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت وارادہ کو دیکھتے ہوئے اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرمادیتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آجاتے ہیں (ت)

اپنے اہلِ خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکہ وقتِ جماعت سے پہلے جگادے

کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلالا رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیلۃ التعریس۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیدار کرنے کی ذمہ داری سونپی تھی (ت)

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوتِ جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ

عہ علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لھیعۃ والکلام فیہ معروف والاصوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن ان شاء اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ (م)

مشیت باری تعالیٰ کے ساتھ معلق کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس حدیث کی سند میں ابن لہیعہ ہیں اور ان میں کلام معروف ہے اور اس کے بارے میں میری رائے میں یوں کہنا چاہئے اس کی حدیث ان شاء اللہ تعالیٰ حسن ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] القرآن ۶۵/۳

[۲] عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الباب السادس والاربعون الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ مصر ص ۱۸۴

marfat.com

عنہ (جیساکہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ ہوا۔ت) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدقِ نیت وحُسنِ تدبیر پر ثوابِ جماعت پائے گا و باللہ التوفیق۔

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اُس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم روزِ جمعہ کیا کرتے تھے

الشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماکنا نقیل ولا نتغدی الابعد الجمعۃ[1]، وفی لفظ للبخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ثم تکون القائلۃ[2] وعندہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نبکر الی الجمعۃ ثم نقیل[3]

بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے تھے دوسری حدیث میں الفاظِ بخاری یہ ہیں ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا، اور بخاری میں ہی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ہم نمازِ جمعہ کی طرف جلدی جاتے تھے پھر قیلولہ کرتے تھے (ت)

غرض یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سو اٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدقِ عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تفویتِ جماعت کا موجب ہوتا ہے، بالجملہ نہ ماہ نیم ماہ کہ مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع و محض نامسموع، جماعت وتہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجئے اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجئے ھذا ھو حق الجواب واللہ الھادی الی سبیل الصواب (اور یہی حق جواب ہے اور اللہ تعالٰی ہی راہِ صواب کی طرف ہادی ہے۔ت)

با اینہمہ اگر اس تقدیر ضائع وفرض خلاف واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعتِ اولٰی پر تہجد کی ترجیح محض باطل ومہجور، اگر حسبِ تصریح عامۂ کتب تہجد مستحب وحسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانئے جب تو ظاہر کہ واجب ومستحب کی کیا برابری، نہ کہ اس کو اُس پر تفضیل وبرتری، اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی

---

[1] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸

[2] " " القائلۃ بعد الجمعۃ " " " " " "

[3] " " قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوٰۃ الخ " " " " "

marfat.com

اور جماعت میں ادنی الاحوال کی جانب تنزل کرکے دونوں کو سنّت ہی مانئے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیرِ سنیت بھی تمام سنن حتّی کہ سنّت فجر سے بھی اہم وآکد واعظم ہے ولہذا اگر امام کو نمازِ فجر میں پائے اور سمجھے کہ سُنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالاجماع سنّتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیھا فی کتب المذھب کافۃ (اس مسئلہ پر تمام کتبِ مذہب میں نص موجود ہے۔ ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیرِ قول مصنف الجماعۃ سنۃ فی الاصح (اصح قول کے مطابق جماعت سنّت ہے۔ ت) فرمایا:

وفی البدائع عامۃ المشائخ علی الوجوب وبہ جزم فی التحفۃ وغیرھا وفی جامع الفقہ اعدل الاقوال واقواھا الوجوب (الی ان قال) وعلی القول بانھا سنۃ ھی اکد من سنۃ الفجر۔[1]

بدائع میں ہے کہ عامہ مشائخ کے نزدیک جماعت واجب ہے۔ اسی پر تحفہ وغیرہا میں جزم ہے اور جامع الفقہ میں ہے سب سے معتدل اور مضبوط قول وجوب کا ہے (آگے چل کر کہا) جن کے قول پر جماعت سنت ہے ان کے نزدیک یہ سنتِ فجر سے زیادہ مؤکد ہے۔ (ت)

ردالمحتار باب النوافل میں ہے:

لیس لہ ترک صلاۃ الجماعۃ لانھا من الشعائر فھی اکد من سنۃ الفجر ولذا یترکھا لو خاف فوت الجماعۃ۔[2]

عالمِ دین کے لئے باجماعت نماز کا ترک جائز نہیں کیونکہ یہ شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اس میں فجر کی سنتوں سے زیادہ تاکید ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے نہ ملنے کا خوف ہو تو سُننِ فجر کو ترک کیا جاسکتا ہے (ت)

اور سنّتِ فجر بالاتفاق بقیہ تمام سُنن سے افضل، ولہذا بصورتِ فوت مع الفریضہ بعد وقت قبل زوال اُن کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سُنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں، ولہذا بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا، ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کہ قائل سنیتِ وتر ہوئے سنّتِ فجر کو اُس سے آکد ماننے کی طرف گئے، درمختار میں ہے:

السنن اٰکدھا سنۃ الفجر اتفاقا وقیل بوجوبھا فلا تجوز صلاتھا

وہ سنن جن پر سب سے زیادہ تاکید ہے وہ بالاتفاق فجر کی سنّتیں ہیں، بعض نے انھیں واجب

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۶

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۹

marfat.com

قاعدا بلا عذر على الاصح ولا يجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی[1] اھ ملخصا

قرار دیا ہے لہذا اصح قول کے مطابق بغیر عذر کے ان کو بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور اس عالم کے لئے بھی ان کا ترک جائز نہیں جو فتوٰی جات کے لئے مرجع بن چکا ہو یعنی فتوی نویسی سے فراغت نہ ملتی ہو بخلاف باقی سنن کے، یعنی باقی سنن کو لوگوں کی حاجت فتوٰی کے پیش نظر چھوڑ سکتا ہے اور یہ سنن فرائض کے ساتھ اگر فوت ہوجائیں تو انکی قضا ہے جبکہ باقی سنن کی قضا نہیں اھ تلخیصاً (ت)

بحرالرائق میں ہے :

سنۃ الفجر اقوی السنن باتفاق الروایات لما فی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شئ من النوافل اشد تعاھدا منہ علی رکعتی الفجر[2]

فجر کی سنتیں بالاتفاق باقی تمام سنن سے اقوٰی ہیں جیسا کہ بخاری ومسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث سے ثابت ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نوافل میں سب سے زیادہ حفاظت فجر کی سنتوں کی فرماتے تھے (ت)

اُسی میں خلاصہ سے ہے :

اجمعوا علی ان رکعتی الفجر قاعدا من غیر عذر لا تجوز کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ[3]

تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ بغیر عذر کے فجر کی سنتیں بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے (ت)

اُسی میں قنیہ سے ہے :

اذا لم یسع وقت الفجر الا الوتر والفجر، او السنۃ والفجر فانہ یوتر و یترک السنۃ عند ابی حنیفۃ وعندھما السنۃ اولی من الوتر[4]

جب وقت فجر میں، وتر وفجر یا سنن وفجر کی ادائیگی کے سوا گنجائش نہ رہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وتر ادا کر لئے جائیں اور سنتیں ترک کر دی جائیں اور صاحبین کے ہاں سنتوں کی ادائیگی وتر کی ادائیگی سے افضل ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۵
[2] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۷
[3] " " " " " "
[4] " " " " " " ۲/۴۸

marfat.com

پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں

صححه المحسن واستحسنه المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبة الصريحة عليها اقوى من نقل مواظبته صلے الله تعالٰی علیه وسلم علی غیرها من غیر رکعتی الفجر[1] اھ وکذا صححه فی الدراية والعناية والنهاية وکذا ذکر تصحیحه العلامة نوح کما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وکذا صححه فی البحر عن القنية وعلله بورود الوعید وتبعه فی الدر۔

محسن نے اس کو صحیح اور محقق نے فتح میں اس کو مستحسن قرار دیا اور کہا انھوں نے اچھا کیا کیونکہ فجر کی سنتوں کے علاوہ سننِ ظہر پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جو مواظبتِ صریحہ منقول ہے وہ دیگر نوافل کی مواظبت منقولہ سے زیادہ اقوی ہے اھ اور اسی طرح اسے درایہ، عنایہ اور نہایہ میں صحیح کہا اور اسی طرح علامہ نوح نے اس کی تصحیح ذکر کی جیسا کہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں مذکور ہے۔ بحر میں قنیہ کے حوالے سے صحیح کہا اور اس کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ترک پر وعید وارد ہے اور اس کی اتباع درمختار نے کی ہے۔ (ت)

اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنتِ فجر کے بعد افضل وآکد رکعتین مغرب ہیں پھر رکعتین ظہر پھر رکعتین عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ۔

قلت وعلیه مشی فی الهندية عن تبیین الحقائق الامام الزیلعی فقال اقوی السنن رکعتا الفجر ثم سنة المغرب ثم التی بعد الظهر ثم التی بعد العشاء ثم التی قبل الظهر[2] (ملخصا)۔

قلت (میں کہتا ہوں) ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین الحقائق کے حوالے سے یہی بات بیان کرتے ہوئے کہا سب سے قوی اور مؤکد فجر کی سنتیں پھر سنتِ مغرب پھر بعدیہ ظہر پھر بعدیہ عشاء پھر قبلیہ ظہر (ملخصاً)۔ (ت)

پھر شک نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک سب سنن رواتب تہجد سے اہم وآکد ہیں۔

اقول وکیف لا وقد ثبت استنانها موکدا من دون تردد بخلاف التهجد فان

اقول (میں کہتا ہوں) یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ان سنن رواتب کا مؤکد ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۳

[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبعہ کبری امیریہ بولاق مصر ۱/۱۷۲

marfat.com

جمهور العلماء يعدونه من المندوبات حتی جاء المحقق ابن الهمام فبحث بحثا ولم يقطع قولا فتردد فی ندبه و استنانه مع التنصيص بان الادلة القولية انما تفيد الندب، ثم بحث تلميذه المحقق ابن امير الحاج اشبهية سنيته علی ما فيه من نزاع طويل ولولا غرابة المقام و مخافة الطويل لاتينا بما فيه من قال وقيل۔

بخلاف تہجد کے کیونکہ جمہور علماء اسے (یعنی تہجد کو) مندوبات میں شمار کرتے ہیں حتی کہ محقق ابن ہمام جب اس مسئلہ پر پہنچے تو انہوں نے خوب بحث کی لیکن وہ بھی اس بارے میں کوئی قطعی قول نہ کرسکے اور اس کے مندوب و مسنون ہونے میں متردد ہوئے، باوجود اس تنصیص کے کہ ادلّہ قولیہ اس کے مندوب ہونے کو ظاہر کرتی ہیں، پھر ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج نے اس کے سنّت ہونے کو اشبہ و مختار کیا۔ علاوہ ازیں اس میں طویل نزاع کو ذکر کیا ہے اگر غرابتِ مقام اور طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم وہ تمام گفتگو یہاں ذکر کردیتے۔ (ت)

ولہذا ہمارے علماء سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں:

انها لتاكدها اشبهت الفريضة[1] كما فی الدر۔

یہ سنن رواتب تاکید کی بنا پر فرائض کے مشابہ ہیں جیسا کہ در میں ہے (ت)

اور یہی مذہب جمہور و مشرب منصور ہے

وان خالفهم الامام ابو اسحاق المروزی من الشافعية فقال بتفضيل التهجد مطلقا، وتبعه الامام الاجل ابو زكريا النووی الشافعی فی المنهاج مستدلا بما لا حجة له فيه عند التدقيق كما بيناه[عه] فی

اگرچہ امام ابواسحاق شافعی مروزی نے ہمارے اصحاب کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ تہجد ہر حال میں سنن رواتب سے افضل ہے، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی نے منہاج میں ایسی دلیل دیتے ہوئے ان کی اتباع کی کہ جو تحقیق و تدقیق کے بعد حجت نہیں بن سکتی جیسا کہ ہم نے

عه اخرجه الائمة احمد و مسلم و للاربعة عن ابی هريرة و محمد بن هارون الرويانی فی مسنده و الطبرانی

اسے امام احمد، امام مسلم اور دیگر چاروں محدثین ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور شیخ محمد بن ہارون رویانی نے اپنی مسند اور

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۵

marfat.com

بعض تعليقاتنا وقد علمت مذهب اصحابنا

اپنے بعض حواشی میں اسے بیان کیا ہے اور آپ جانتے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصلٰوۃ بعد المکتوبات صلاۃ فی جوف اللیل[1] فحملہ ابواسحٰق المروزی و من وافقہ علی ظاھرہ فقالوا ان صلٰوۃ اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانھا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی و اوفق للحدیث[2] اھ وتبعہ العلامۃ میرک فقال فیہ حجۃ لابی اسحٰق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاۃ اللیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل و الاول اقوی لنص ھذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناہ من افضل الصلاۃ وھو خلاف سیاق الحدیث[3] اھ اما موافقوا الجمھور فاولوہ بان المراد الفرائض و توابعھا ای کان الرواتب لشدۃ التصاقھا بالمکتوبات و شبھھا بھا دخلت فی قولہ صلی اللہ

طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، دونوں صحابی کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فرائض کے بعد سب سے افضل نماز رات کے درمیانی حصہ کی نماز ہے۔ امام ابواسحاق مروزی اور ان کے ساتھ موافقت رکھنے والے علماء نے اسے اپنے ظاہری معنی پر محمول کرتے ہُوئے کہا کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے۔ امام نووی نے کہا کہ ہمارے اکثر علماء نے فرمایا کہ سنن راتبہ افضل ہیں کیونکہ وہ فرائض کے مشابہ ہیں، اور فرمایا پہلا قول اقوی اور حدیث کے زیادہ موافق ہے اھ علامہ میرک نے اسی کا اتباع کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث امام ابواسحاق مروزی شافعی کی اس بات پر دلیل ہے کہ رات کی نماز سنن راتبہ سے افضل ہے اور اکثر علماء نے کہا ہے کہ سنن مؤکدہ افضل ہیں۔ مگر پہلا قول اس نص حدیث کی وجہ سے قوی ہے، اور کہا کہ بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ رات کی نماز افضل نمازوں میں سے ہے، اور یہ سیاقِ حدیث کے خلاف ہے اھ بہرحال جو جمہور کی موافقت کرنے والے ہیں وہ اس کی تاویل یُوں کرتے ہیں کہ یہاں اس سے مراد فرائض اور ان کے توابع دونوں ہیں یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] صحیح مسلم، کتاب الصوم ۱/ ۳۶۸ [2] شرح صحیح مسلم للنووی ۱/ ۳۶۹ [3] مرقات المفاتیح بحوالہ علامہ میرک ۳/ ۳۱۱

marfat.com

واجماعهم علی ان الاقوی ہیں کہ ہمارے اصحاب کا مذہب اور اجماع اس بات پر ہے کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علیہ وسلم بعد المکتوبۃ قال المولٰی علی القاری فی المرقاۃ افضل الصلٰوۃ بعد المفروضۃ ای توابعها من السنن المؤکدۃ[۱] اھ وقال المناوی فی تیسیرای ولو احقها من الرواتب ونحوها من کل نفل یسن جماعۃ اذھی افضل من مطلق النفل علی الاصح[۲] اھ ومثلها فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحفنی فی تعلیقاتہ علی الجامع الصغیر ای النفل المطلق فی اللیل افضل منہ فی النهار والا فالراتبۃ فی النهار افضل من التهجد[۳] اھ وابدی القاری جوابین اخرین فقال وقد یقال التهجد افضل من حیث زیادۃ مشقتہ علی النفس وبعدہ عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاکدیۃ فی المتابعۃ للمفروضۃ فلا منافاۃ[۴] اھ ای ان التهجد لہ هذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلا ینافی فضلها الکلی قال اویقال صلاۃ اللیل افضل لاشتمالها

کے ارشادِ گرامی "فرائض کے بعد" کے تحت سنن راتبہ بھی داخل ہیں کیونکہ سنن مؤکدہ کا فرائض کے ساتھ شدید اتصال اور مشابہت ہے۔ ملّا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ یعنی بعد سنن مؤکدہ کے اھ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں اور یعنی فرائض سے ان کے لواحق (سنن مؤکدہ) اور وہ نوافل جن کی جماعت سنت ہے تمام مراد ہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق وہ مطلق نفل سے افضل ہیں اھ یہی بات عزیزی کی سراج منیر میں ہے۔ محمد حفنی اپنی تعلیقات علی الجامع الصغیر میں لکھتے ہیں رات کے نوافل مطلقاً دن کے نوافل سے افضل ہیں ورنہ سنن راتبہ جو دن میں ہیں وہ تہجد سے افضل ہیں اھ اور ملّا علی قاری نے دو جواب اور دیے اور کہا کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ تہجد نفس پر زیادہ مشقت اور ریا سے دُوری کی وجہ سے افضل ہے اور سنن جو فرائض کے ساتھ ہیں وہ فرائض کی متابعت میں زیادہ مؤکد ہیں وہ اس اعتبار سے افضل ہیں لہٰذا ان میں کوئی منافات نہیں ہے اھ یعنی اگر تہجد کو سنن مؤکدہ پر یہ فضیلت جزئی حاصل ہے تو یہ ان کی فضیلتِ کلی کے منافی نہیں ہے۔ فرمایا یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ رات کی نماز (تہجد) افضل اس

(باقی اگلے صفحے پر)

[۱] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ ۳/۳۱۱ [۲] التیسیر مطبوعہ الریاض ۱/۱۸۵ [۳] تعلیقات الحفنی علی السراج المنیر، مصر ۱/۲۴۴
[۴] ؎ ؎ ؎

marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علی الوتر الذی هو من الواجبات[1] اھ **اقول** هذا لا یصلح بیانا لمعنی کلام الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذ لا واجب عنده انما ثمه طلب جازم فافتراض او غیر جازم فندب کما حققه المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الوتر عنده واجبا لدخل فی ثنیا المکتوبة ولو ترك قوله الذی هو من الواجبات وهی الکلام علی استنان الوتر کما هو مذهب الصاحبین لم یتجه ایضا لان سنة الفجر افضل من الوتر علی قولهما کما سمعت **اقول** و ظهر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ما سبق وهو ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یقل ان التهجد افضل الصلوة بعد المکتوبات حتی یکون دلیلا لمن شذ انما قال صلٰوة اللیل فان ثبت ان صلاة اللیل تشتمل علی نافلة غیر التهجد هی افضل النوافل مطلقا حتی رواتب سقط

لئے ہے کہ وہ وتر پر مشتمل ہے جو کہ واجبات سے ہے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ بیان کلام شارع کے معنی کا بیان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اس کے ہاں کوئی واجب نہیں ہے وہاں تو طلب جازم ہو تو افتراض ہے اگر جازم نہ ہو تو ندب ہے جیسا کہ فتح میں محقق نے تحقیق کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔ اگر شارع کے ہاں وتر واجب ہوتا تو وہ فرض میں شامل ہوتا اور اگر ملا علی قاری کے قول الذی هو من الواجبات کو چھوڑ دیا جائے یعنی ان کے کلام میں وتر کو استنان پر محمول کیا جائے جیسا کہ صاحبین کا مذہب ہے تو بھی درست نہیں کیونکہ آپ سن چکے کہ ان کے قول کے مطابق فجر کی سنتیں وتر سے افضل ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) اس عبد ضعیف کے لئے ایک ایسا جواب ظاہر ہوا ہے جو مذکورہ تمام جوابات سے احسن ہے وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تہجد فرائض کے بعد افضل صلوٰۃ ہے، حتی کہ یہ مخالفین جمہور کی دلیل بنے، بلکہ آپ نے صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) فرمایا ہے اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ رات کی نماز تہجد کے علاوہ دیگر نوافل پر بھی مشتمل ہے جو کہ مطلق نوافل حتی کہ سنن مؤکدہ سے بھی افضل ہو تو پھر اس حدیث سے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] مرقات المفاتیح حدیث ۱۲۳۶ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۳۱۲

marfat.com

فلا علیك من جنوح الفاضل میرك وباللّٰه التوفیق تعالٰی وتبارك۔

ہیں اور فاضل میرک کی بحث وگفتگو قابل توجہ نہیں وباللہ التوفیق تعالٰی وتبارک۔(ت)

تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر سے کمتر پانچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آکد جماعت[۱] پھر سنّتِ فجر[۲] پھر قبلیۂ ظہر[۳] پھر باقی رواتب[۴] پھر تہجد[۵] وغیرہ سنن ونوافل، اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جاکر پڑے گا کہ سب سے اقوی جماعت[۱] پھر سنّتِ فجر[۲] پھر سنت مغرب[۳] پھر بعدیۂ ظہر[۴] پھر بعدیۂ عشا[۵] پھر قبلیۂ ظہر پھر تہجد وغیرہا۔ پس تہجد کو سنت ٹھہرا کر بھی جماعت سے افضل کیا، برابر کہنے کی بھی اصلاً کوئی راہ نہیں، نہ کہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الاحتجاج بہ وھو ثابت بحمد اللّٰه تعالٰی بحدیث الصحیحین عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللّٰه تعالٰی عنہا قالت کان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ منہا الوتر ورکعتا الفجر[۱] فھذا ام المؤمنین وامام الفقہاء والمحدثین وغرۃ العرب العرباء الافصحین رضی اللّٰه تعالٰی عنہا قد عدت سنۃ الفجر من صلاۃ اللیل فھذہ ھی النافلۃ التی تفوق الصلوات کلہا بعد المکتوبۃ فبالاشتمال علیہا فضلت صلٰوۃ اللیل علی صلاۃ النہار بالاطلاق فھذا الجواب القاطع بحمد اللّٰه تعالٰی ثم لاغرو من الامام الاجل النووی انما العجب من العلامۃ میرك کیف تبعہ وخالف اجماع ائمۃ مذھبہ علی ان سنۃ الفجر اکد النوافل مطلقا وباللّٰه التوفیق ۱۲ منہ (م)

استدلال ساقط ہوجائیگا اور یہ بات بحمد اللہ تعالٰی بخاری ومسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو تیرہ[۱] رکعت پڑھتے تھے ان میں وتر اور فجر کی سنتیں بھی ہوتی تھیں۔ یاد رہے آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا ام المومنین، امام الفقہاء والمحدثین اور سرتاج فصحاء وبلغاء ہیں انھوں نے سنّتِ فجر کو رات کی نماز میں شمار فرمایا ہے۔ پس یہ نوافل فرائض کے بعد تمام نمازوں پر افضل ٹھہرے، چونکہ یہ نوافل صلٰوۃ اللیل پر بھی مشتمل ہیں اس لئے رات کی نماز دن کی ہر نماز سے افضل قرار پائی۔ بحمد اللہ تعالٰی یہ قاطع جواب ہے۔ پھر امام نووی پر تو کوئی افسوس نہیں تعجب تو علامہ میرک پر ہے کہ انھوں نے امام نووی کی اتباع کرتے ہوئے اپنے ائمہ مذہب کے خلاف بات کیوں کہی حالانکہ ائمہ مذہب کا اتفاق ہے کہ سنّتِ فجر مطلقاً نوافل سے مؤکد ہیں خواہ رات کے ہوں یا دن کے، وباللہ التوفیق ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] صحیح البخاری کتاب التہجد باب کیف صلوٰۃ اللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۳

marfat.com

مستحب مان کر، اگر کہئے یہ اس کلام جماعتِ اولیٰ میں ہے کہ سوال میں اُس کی تصریح موجود اور واجب یا اُس اعلیٰ درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعتِ اولیٰ بلکہ وہ صرف افضل و اولیٰ اور فضل تہجد اُس سے اعظم و اعلیٰ تو حفظ تہجد کے لئے ترک اولیٰ جائز و روا اگرچہ افضل اتیان و ادا۔

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلّم اور فضلِ تہجد آکد و اعظم تو حفظِ تہجد کو ترک اُولیٰ نہ ترک اَولیٰ، بلکہ ترک ہی اَولیٰ کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ت) یہ تاصیل و تفریع سراسر بے اصل و احداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پُرنور سید الانام علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے مساعد، نہ کلمات و روایاتِ علمائے کرام و فقہائے عظام مؤید و شاہد، اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعتِ اولیٰ قصداً فوت کر دینا جائز و روا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لئے حاضر و مہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں، معاذاللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سخت سخت وعیدیں سُن کر تو بہت لوگ کسل و کاہلی کرجاتے ہیں کاش یہ سُن پائیں کہ جماعتِ اولیٰ کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی نہ کی، تو ابھی جو رہا سہا انتظام ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے، لوگ مزے سے اذان سُنیں اور اپنے لہو و لعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا، کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر شگاف وعیدوں کا حکم سنایا! حاش للہ ثم حاش للہ! ذرا نگاہِ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریقِ جماعت و تقلیلِ حضار کس قدر مقاصدِ شرع سے دُور اور نورانیتِ حق و صواب سے بعید و مہجور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب و تاکد مذکور، خاص جماعتِ اولیٰ کے لئے منظور اور وہی صدرِ اول سے معہود، اور وہی احادیث وعید علی الترک میں مقصود، اور زنہار زنہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعتِ ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولیٰ قصداً چھوڑ دیجئے اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجئے، جماعتِ ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اخبثین یا حاجت طعام وغیرہا کے باعث جماعت اُولیٰ سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان[ع] و تداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کرلیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الٰہی پکارا کرے جماعتِ اُولیٰ ہوا کرے (یہ) مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کرلیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعتِ سیئہ شنیعہ ہے۔

ع اعلان و تداعی معروف شرعی کہ نماز کے لئے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ (م)

marfat.com

هذا مما لایشك فیه من دخل بستان الفقه فشم عرفا لانوار ہ الفائحة اوفتح اجفان الفکر فشام برقامن انوار ہ اللائحة ومالنا نسترسل فی سرد البراھین علی مثل ھذا الواضح المبین ولکن لا باس ان نذکر شیئا من التنبیه لیستظهر الفقیه ویتذکر النبیه۔

اس بارے میں اس شخص کو ہرگز شک نہیں ہوسکتا جس نے گلستانِ فقہ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے کچھ خوشبو پائی ہو یا اسکے روشن انوار سے مشامِ جان کو معطر کیا ہو اور ہم اس معاملہ کو ترک نہیں کر سکتے باوجودیکہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں کوئی حرج نہیں کہ ہم تنبیہ ذکر کر دیں تاکہ صاحبِ فقہ پر استحضار ہو جائے اور صاحبِ فہم محفوظ کرے۔ (ت)

فاقول وبه نستعین (میں اللہ تعالٰی کی مدد سے کہتا ہوں۔ت) **اولاً** فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، کا ایک موجز و جامع رسالہ مسمّی بنامِ تاریخی حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة ہے جس میں بفضلہٖ سبحٰنہ وتعالٰی حکم جماعت کی تحقیق حدیثی و فقہی اعلٰی درجۂ کمال و جمال پر موفق ہوئی ہمارے علماء سے دربابِ جماعت شاذ و مشہور و مقبول و مہجور چھ۶ قول ماثور:

(۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ

(۳) واجب عین (۴) واجب کفایہ

(۵) سنّتِ مؤکدہ (۶) مستحب

اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہٖ تعالٰی ثابت کر دکھلایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع و تمانع نہیں سب حق و صحیح اور اپنے اپنے معنی پر رجیح و نجیح ہیں، یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق وللہ الحمد والمنة عجب نادر و عنقائے مغرب ہے جس کا نام سُن کر ناظر متحیرانہ کہے ھذا لایکون وکیف یکون (یہ نہیں ہوسکتا اور کیسے ہوسکتا ہے۔ت) اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لمثل ھذا فلیعمل العاملون (کام کرنے والوں کو ایسا ہی کام کرنا چاہئے۔ت)

اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبداللہ بن عباس و ابوہریرہ و بریدہ و کعب بن عجرہ و انس بن مالک و عثمان غنی و عمرو بن ام مکتوم و ابوامامہ و جابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان سُن کر حاضری واجب فرمائی، اداشناس سخن انھی احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لئے بلاتی اور شرع اس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح واوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اُوپر گزری جس میں ندا

marfat.com

سُن کر نہ حاضر ہونے پر حکمِ جفا و کفر و نفاق فرمایا گیا، طبرانی کے یہاں بطریق آخر یوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

حسب المؤمن من الشقاء والخیبۃ ان یسمع المؤذن یثوب بالصلاۃ فلا یجیبہ[1]۔

مؤمن کو یہ بدبختی و نامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سُنے اور اُس کا بلانا قبول نہ کرے۔(ت)

اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا وخیر تفسیر للحدیث ما یستبین بجمع طرقہ (احادیث ایک دوسرے کی تفسیر ہیں اور حدیث کی سب سے بہتر تفسیر وہ ہے جو اس حدیث کے تمام طرق کو جمع کرنے پر ہو۔ت) بلکہ عند التحقیق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالۂ مذکورہ میں احادیث و آثار ابو قتادہ و جابر بن عبداللہ و ام المومنین و ابوہریرہ و جابر بن سمرہ و امیر المومنین فاروق اعظم و عبداللہ بن عمر و ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ و مجتبیٰ میں صراحۃً تضییق کی کہ جو اذان سُن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار و مردود الشہادۃ ہے۔ بحر الرائق میں ہے:

فی القنیۃ لو انتظر الاقامۃ لدخول المسجد فھو مسیئ[2]۔

قنیہ میں ہے اگر اذان سن کر دخولِ مسجد کیلئے اقامت کا انتظار کرتا رہا تو وہ گنہ گار ہوگا(ت)

اُسی میں ہے:

فی المجتبی من کتاب الشہادۃ من سمع الاذان وانتظر الاقامۃ فی بیتہ لاتقبل شہادتہ[3]۔

مجتبیٰ کی کتاب الشہادۃ سے ہے جو شخص اذان سن کر گھر میں اقامت کا انتظار کرتا ہے اس کی شہادت قبول نہیں۔(ت)

غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سُن کر حاضرِ جماعت نہ ہو اُسے بدبخت، نامراد، ظالم، اظلم، کافر، منافق فرمایا گیا۔ للہ انصاف! کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بُلاتی ہے، کیا اس جماعت میں ملو نہ ملو ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوجاتی ہے، کیا اس میں حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۹۶ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/۱۸۳
[2] بحرالرائق بحوالہ القنیہ باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵
[3] ؍؍ باب الاذان ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۶۰

marfat.com

نماز وفلاح میں حاضر ہو چا ہے نہ آو اپنی الگ کرلینا شاید قد قامت الصلوٰۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں آکر کیا کروگے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اٹھانا حاشا وکلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم ظلم وکفر ونفاق وشقاوت وخیبت ہے تو قطعاً حکم وجوب وتاکد کی مصداق یہی ماثور ومعہود جماعت ہے۔

ثانیاً یہ توسیع تو ہمارے طور پر بھی اگر تصریح قنیہ ومجتبٰی وتقریر بحر پر نظر کیجئے تو امر اظہر کہاں وہ تضییق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں، کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولٰی میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں۔

ثالثاً روشن تر نص قاطع لیجئے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاشانہ اطہر سے مسجد انور میں قریب[ع۱] امامت جلوہ فرما ہوتے، ایک دن نماز عشاء[ع۲] کو تشریف لائے جماعت[ع۳] میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت[ع۴]

ع۱ هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عدة احادیث صحاح اوردناها فی حسن البراعة ۱۲ منه رحمه الله (م)

یہ بات اس حدیث کے علاوہ متعدد احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے جنہیں ہم نے حسن البراعۃ فی تنفید حکم الجماعۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت)

ع۲ هذا منصوص علیه فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحه و عند غیره ۱۲ منه رحمه الله

امام مسلم نے اپنی صحیح اور دیگر محدثین نے اسی حدیث میں اس بات پر تصریح کی ہے ۱۲ منہ رحمہ اللہ (ت)

ع۳ هذا عند احمد وغیره من حدیث کعب بن عجرة رضی الله تعالٰی عنه و عند سراج فی مسنده فی هذا الحدیث۔ (م)

یہ حدیث امام احمد وغیرہ محدثین کے ہاں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے اور سراج کے ہاں مسند سراج میں بھی اسی حدیث کے تحت مذکور ہے۔ (ت)

ع۴ هذا فی روایة السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عزون واذا هم قلیلون فغضب غضبا شدیدا لا اعلم انه رأیته غضب غضبا اشد منه ثم قال لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اتتبع هذه الدور التی تخلف اهلوها عن هذه الصلاة فاضرمها علیهم بالنیران[1] (م)

یہ روایت سراج میں ہے، کہا: پھر آپ مسجد کی طرف تشریف لے گئے تو جو لوگ حاضر تھے وہ تھوڑے تھے آپ سخت غضب میں ہو گئے، میں نے آج تک آپ کو اتنا غضبناک کبھی نہیں دیکھا تھا، پھر فرمایا، میں ارادہ کرتا ہوں میں کسی آدمی کو حکم دوں جو جماعت کروائے پھر میں اُن گھروں کی طرف جاؤں جن کے اہل اس نماز میں حاضر نہیں ہوئے اور ان کو آگ سے جلادوں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری بحوالہ مسند سراج باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۰

marfat.com

شدید غضب و جلال محبوبِ ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا: خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لئے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور اُن لوگوں پر اُن لوگوں کے گھر پھونک دوں جنہیں یہ اذان سنے یہ وقت بو یا اب تک گھروں سے نماز کو

عـہ فان قلت الیس فی نفس الحدیث مایدل ان الاولی لاتجب عینا والا لما ھم ھو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یقیم الصلاۃ ثم ینصرف الیھم لاحراق بیوتھم۔

اگر آپ کہیں کہ کیا نفسِ حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ پہلی (جماعت) واجب عینی نہیں ہے ورنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو جماعت قائم کرنے کا حکم دے کر اس (جماعت میں نہ حاضر ہونے والوں) کے گھروں کو جلانے کا ارادہ نہ کرتے۔

قلت ھذا السؤال قد اورد قبل علی الاحتجاج بالحدیث لوجوب الجماعۃ وقد تصدی العلماء لجوابہ قال العلامۃ البدر محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (ای من وجوہ الجواب عن حدیث الباب) ما قالہ ابن بزیزۃ عن بعضھم انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھم بالتوجہ الی المتخلفین فلو کانت الجماعۃ فرض عین ما ھم بترکھا اذا توجہ قال العینی ثم نظر فیہ ابن بزیزۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما ھو اوجب منہ[1] اھ کلام العمدۃ۔

قلت (میں کہتا ہوں) پہلے یہی سوال اس حدیث سے وجوبِ جماعت پر استدلال کرنے پر وارد ہوا اور علما اس کے جواب کے درپے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں لکھا تیسرا (یعنی حدیث باب پر اعتراض کے جوابات میں سے) جواب وہ ہے جو ابن بزیزہ نے بعض محدثین کے حوالے سے ذکر کیا وہ یہ ہے کہ نفسِ حدیث سے عدمِ وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضر نہ ہونے والوں کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہے اگر جماعت فرض عین ہوتی تو آپ اسے چھوڑ کر وہاں جانے کا ارادہ نہ کرتے۔ امام عینی کہتے ہیں پھر ابن بزیزہ نے اس کو یہ کہتے ہوئے محلِ نظر قرار دیا کہ بعض اوقات اہم واجب کی وجہ سے دوسرے کم درجہ واجب کو ترک کیا جا سکتا ہے اھ (عمدۃ القاری کی عبارت ختم ہوئی)

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] عمدۃ القاری باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۴

marfat.com

نہیں نکلتے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول فلقد صح مثل ذلك عنه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد هممت ان اٰمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتھم[1]۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہی بات صحت کے ساتھ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نمازِ جمعہ کے بارے میں بھی ثابت ہے، امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جمعہ سے غیر حاضر لوگوں کے بارے میں فرمایا، میرا جی چاہتا ہے کہ میں کسی آدمی کو جماعت کا حکم دُوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں ان لوگوں کے گھر جلادُوں جو جمعہ سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

اقول علا ان عبداللہ بن وھب روی الحدیث فی مسندہ فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر الحدیث وفیہ لینتھین رجال من حول المسجد لایشھدون العشاء اولاحرقن بیوتھم[2] وقد قال فی حدیث سقناہ عن الجامع الصحیح ثم اٰخذ شعلا من نار ولا نسلم ان بین ان یذھب بعد الاقامۃ بشعل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیضرمھا علیھم و بین الرجوع الی المسجد مایوجب

اقول (میں کہتا ہوں) اس کے علاوہ عبداللہ بن وھب نے اپنی مسند میں ذکر کیا کہ ہمیں ابن ابی ذئب نے انھیں عجلان نے انھیں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث بیان کی پھر حدیث ذکر کی اس کے الفاظ یوں ہیں: مسجد کے پڑوسی ضرور باز آجائیں جو نمازِ عشا میں حاضر نہیں ہوتے، ورنہ میں ان کے گھر جلادوں گا۔ اور اس حدیث میں جسے ہم نے جامع صحیح کے حوالے سے لکھا یہ بھی ہے، "فرمایا پھر میں آگ کی مشعل لوں، اور ہم نہیں مانتے کہ درمیان اس کے کہ اقامت کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مسجد کے ارد گرد لوگوں کے گھروں کو جلانے کیلئے مشعل لے کر جانا اور درمیان اس کے کہ مسجد کی طرف لوٹ آنا کوئی

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] صحیح مسلم باب فضل صلٰوۃ الجماعۃ وبیان التشدید فی التخلف عنہا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ١/ ٢٣٢

[2] عمدۃ القاری بحوالہ مسند عبداللہ بن وہب مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ٥/ ١٦٠

marfat.com

البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حبوًا لقد ھممت ان اٰمر المؤذن فیقیم ثم اٰمر رجلا یؤم الناس ثم اٰخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلاۃ

البخاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر فجر وعشا کی نماز سے بڑھ کر کوئی نماز بھاری نہیں۔ اگر انھیں ان کے درجہ وفضیلت کا علم ہوجائے تو وہ گھٹنوں کے بل ان کی ادائیگی کے لئے آئیں، میراجی چاہتا ہے کہ میں موذن کو تکبیر کا کہوں اور کسی دوسرے کو جماعت کا حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں آگ کی مشعل لے کر ان پر پھینکوں جو نماز کے لئے ابھی تک گھروں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تفویت الجماعۃ حتی یلزم الترک نعم یفوت الادراک من اول الصلاۃ وھو لیس الا فضیلۃ ربما یترک لاقل من ھذا اعلٰی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا[1] رواہ الشیخان وغیرھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فسقط الاشکال راسا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

زیادہ وقت ہے جو جماعت کو فوت کردیتا ہے حتی کہ ترکِ جماعت لازم آئے، ہاں اول نماز کا فوت ہونا لازم آتا ہے اور وہ فضیلت کے سوا کچھ بھی نہیں، بعض اوقات اس سے بھی کم درجہ شَی کی بنا پر اعلٰی کو ترک کیا جاسکتا ہے، مثلاً جماعت کے لئے دوڑنے کی بجائے سکون سے چلنا چاہئے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو دراں حال تم پر سکون ووقار لازم ہے جو حصہ نماز پالو اسے ادا کرو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔ اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، تو اب اشکال سرے سے ختم ہوگیا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب ما ادرکتم فصلوا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸

marfat.com

بعد۔[1] عہ

سے نہیں نکلے۔ (ت)

یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں حاضر نہ ہونا وُہ جرم قبیح ہے جس پر حضورِ اقدس صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام نے ان لوگوں کے جلا دینے کا قصد فرمایا، علماء فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلوا کر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہولے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تاوقت اقامت موسع ہے۔ امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

انماھم باتیانھم بعد اقامۃ الصلاۃ لان بذلک یتحقق مخالفتھم وتخلفھم

اقامت نماز کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کی طرف جانے کا ارادہ اس لئے ہے کہ یہ وہی

عہ قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم وسمی غایۃ لانتہاء الکلام الیہا والمعنی بعد ان یسمع النداء الی الصلاۃ[2] اھ عمدۃ القاری **قلت** والنفی اذا لاقی زمانا استغرق جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی اٰن التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الاٰن تقول ما جاءنی بعد ای بعد ان ذھب الی ھذا الحین وھذا معنی قولہ سمی غایۃ لانتہاء الکلام الیہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

قولہ "بعد" یہ "قبل" کی نقیض ہے یہ مبنی علی الضم ہے۔ کیونکہ جب اس کا مضاف الیہ محذوف ہو تو یہ مبنی علی الضم ہوتا ہے۔ کلام اس پر ختم ہونے کی وجہ سے اسے غایت بھی کہا جاتا ہے۔ الفاظِ حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو نماز کی اذان سُن کر نماز کے لئے نہیں آتے اھ عمدۃ القاری **قلت** (میں کہتا ہوں) جب نفی کسی زمانے پر آتی ہو تو تمام اجزاء کو محیط ہوگی تو اس کا احاطہ وقتِ مضاف الیہ کی ابتداء سے لے کر وقتِ تکلم تک ہوتا ہے اسی لئے ایسی عبارت کا معنی ایسے مقامات پر مثلاً "اب تک" ہوتا ہے مثلاً کوئی کہے ما جاءنی بعد یعنی وہ جانے کے بعد اس وقت تک نہیں آیا، اور جو اُنھوں نے کہا کہ اس پر انتہاءِ کلام کی وجہ سے اسے غایت کہا جاتا ہے اس کا معنی ومفہوم بھی یہی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلاۃ العشاء فی الجماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۰

[2] عمدۃ القاری " " " " مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۱۶۴

marfat.com

فلیتوجه اللوم علیهم[1] الخ وقت ہے جب نہ آنے والوں کی عدم حاضری اور الزام تخلف ثابت ہو چکا جس کی وجہ سے وہ ملامت کے مستحق قرار پائے ہیں الخ (ت)

اقول یہاں سے واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ و مجتبٰی کی تائید نکلتی تھی ممنوع و ساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہٖ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت فوتِ جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب موسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو ملیسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنھیں اس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر روا جب تک تفویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ و مجتبٰی بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق و باللہ التوفیق۔

رابعًا اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولٰی و ثانیہ دونوں جس کے فرد کو واجب تھا کہ بعد فوت اولٰی ثانیہ بالتعیین واجب و مؤکد ہوتی کہ اب برأت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہوگئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بعد فوت اولٰی وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر الروایہ[ع] منع و کراہت ہے اگرچہ ماخوذ و مختار جواز ہے جبکہ بے اعادہ اذان ہیأۃ اولٰی بدل کر ہو کما بیناہ فی فتاونا بما یقبل المنصف و ان کابر المتعسف (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے جسے منصف قبول اور متعسف مخالفت کریگا۔ت) امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

لودخل جماعۃ المسجد بعد ما یصلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ[2]۔

اگر کچھ آدمی کسی ایسی مسجد میں داخل ہوئے کہ وہاں کے لوگ باجماعت نماز ادا کر چکے تھے تو اب تنہا تنہا پڑھیں اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

ع یہاں کلام علی ما ھو المشہور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ پر کہ اس کی تحقیق جمیل توفیق و جلیل تطبیق فائض ہوئی خاص اسباب میں تحریر فقیر سے دیدنی ۱۲ منہ رحمہ اللہ (م)

---

[1] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ زیر حدیث مذکور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۲

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی ظہیریہ مطلب فی تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

وبعبارۃ اخرٰی جس جماعت کو علماء واجب یا سنّتِ موکدہ کہتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولٰی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب تاکد ہے لیکن ثانیہ دائما مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولٰی کے ہیں وھو المطلوب (اور مطلوب یہی تھا۔ت) ردالمحتار میں ہے :

قد علمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسفؒ[ع] کما قدمناہ قریبا وسیأتی ان الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتھا اتفاقا۔[1]

آپ نے جانا کہ جماعت کا تکرار ظاہر روایت میں مکروہ ہے مگر امام صاحب سے ایک روایت اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں مکروہ نہیں جیسا کہ ہم نے ابھی پہلے بیان کیا اور عنقریب آرہا ہے کہ اہل مذہب کے ہاں راجح وجوبِ جماعت ہے اور جماعت کو فوت کرنے والا بالاتفاق گنہگار ہے (ت)

بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت بالاتفاق گناہ ہے، ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولٰی ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اُس سے بھی بدتر۔

وبعبارۃ ثالثۃ وہی علماء کہ جماعتِ ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب و تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لا یخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق (جیسا کہ ہر اس شخص پر واضح ہے جو فقہاء کی عبارات سے آگاہ ہے اور تو اس میں اختلاف و اتفاق کو جانتا ہے۔ت) اور وجوب و تاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا ندب ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ بمعنی المطلوب المطلوب الدفع قبل الحصول ومطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول۔ فاعرف وافھم ان کنت تفھم بالیقین (اسے پہچان کر اچھی طرح سمجھ لے اگر توفیق کو پانے والا ہے۔ت) وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مہجور بلکہ قول بالمحال اور معاذ اللہ

[ع] قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبٰی والحلیۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)

میں کہتا ہوں امام محمد سے بھی ایک روایت یہی ہے، جیسا کہ بحر، مجتبٰی، حلیہ اور دیگر کتب میں ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہت تکرار الجماعۃ فی المسجد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

marfat.com

قانون عقل و تمیز سے دُور ہوگا وای شناعة اشنع من ذلك (یعنی اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی۔ت)

خامساً ایک بدیہی بات، سنیت کاہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترک احیاناً اور وجوب کو کیا چاہئے انکار اعلی الترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ، اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی، ظاہر ہے کہ وُہ جماعت اُولٰی ہی تھی تو وجوب یا استنان موکد اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا۔

تنبیہ احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے شبہہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اس پر صدق حکم کو صدق علی فرد ولو علی خلاف سائر الافراد کافی، ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنّت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعتِ جمعہ و جماعتِ پنجگانہ و جماعتِ کسوف و جماعتِ وتر رمضان و جماعتِ نوافل بلا تداعی و بتداعی و جماعت ظہر فی المصر یوم الجمعہ وغیرہ سب کو شامل، اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دو بار قول بالمتناقضین ہے لثبوتہ ونفیہ کلیھما[ع] والمطلق کلیھما (ثبوت ونفی دونوں میں اور دونوں کے دونوں مطلق ہیں۔ت) کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقررہ فی ای فرد یُراد میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصۂ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہو سکتے اور جو حکم اس کے لئے ثابت وُہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع (جب تک کوئی مانع نہ پایا جائے۔ت) یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط و شطط ہوتی ہے وقد حققہ تاج المحققین خاتمۃ المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی کتابہ المسماۃ "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" واللّٰہ الہادی الی سبیل السداد۔

تاج المحققین خاتمۃ المدققین ہمارے سردار والد گرامی قدس سرہٗ نے اس کی تحقیق اپنی کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں کی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے (ت)

ع لانہ ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بحکم السرایۃ لکنہ اثبت للفرد فاثبت للمطلق وقد نفی عنہ لکنہ لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت لہ ۱۲ منہ (م)

اس لئے کہ اگر کسی فرد کے لئے ثابت کیا تو وہ حکم سرایت کی وجہ سے مطلق کے لئے بھی ثابت ہو جاتا ہے لیکن جب اس نے فرد کے لئے ثابت کیا تو گویا مطلق کے لئے بھی ثابت کر دیا حالانکہ اس نے اس سے نفی کر دی۔ لیکن جب مطلق کے لئے ثبوت نہیں تو فرد کے لئے بھی ثابت نہیں حالانکہ اس نے مطلق کے لئے ثابت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

بالجملہ نہ جماعت اُولیٰ پر ترجیح تہجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکمِ وجوب و تاکد جماعت اولیٰ سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولیٰ کی اجازت ہوسکتی ہے نہ ہرگز اولیٰ و ثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولیٰ گناہ قطعی اجماعی ہے، ہاں مسجد اگر مسجدِ شارع ہو یعنی اُس کے لئے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ و گروہ سے مختص نہیں کچھ راہ گیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے، یوں ہی متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجائش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے،

فان الاولی الناهية عن الثانية مطلقا او بشرطه هی ما فعلها اهل المسجد باذان جهرا واقامة حتی لوان مسجدا من مساجد الحی اتاه قوم من غير اهله فاذنوا واقاموا وصلوا جماعة كان لاهله ان يصلوا جماعة من دون حاجة الی العدول عن المحراب لان الحق لهم فلا يبطل بفعل غيرهم كما نصوا عليه، ومساجد الشوارع لا اهل لها معينا فلا يتحقق فيها الاولی بالمعنی المذكور بل الكل اولی اذ ليس بعض من بعض باولی۔

کیونکہ پہلی جماعت دوسری سے ہر حال میں روکنے والی ہے یا اس شرط کے ساتھ کہ پہلی جماعت اہلِ محلہ نے بلند اذان واقامت کے ساتھ ادا کی ہو حتیٰ کہ اگر غیر محلہ کے لوگ کسی محلہ کی مسجد میں آئے اور انھوں نے اذان دی اقامت کہی اور جماعت کرائی تو اب اہلِ محلہ محراب تبدیل کئے بغیر جماعت کروانے کا حق رکھتے ہیں کیونکہ جماعت کرنے کا حق ان کا ہے تو غیر کی جماعت کی وجہ سے ان کا حق باطل نہیں ہوسکتا جیسا فقہا نے اس کی تصریح کی ہے، اور راستے کی مساجد میں کوئی اہل باجماعت متعین نہیں ہوتی لہٰذا باعتبار معنی مذکور کے ایسی مساجد کی کوئی ایک جماعت اولیٰ نہ ہوگی بلکہ ہر ایک اُولیٰ ہوگی کیونکہ وہاں بعض بعض سے اُولیٰ نہیں ہوتے۔ (ت)

ولہٰذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے

كما فی ردالمحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضيخان وفی خانيته مسجد ليس له مؤذن وامام معلوم ويصلی الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلی كل فريق باذان واقامة

جیساکہ ردالمحتار میں خزائن الاسرار سے امالی قاضیخان سے اور انہی کے فتاوٰی خانیہ کے حوالے سے ہے ہروہ مسجد جہاں کوئی مؤذن وامام مقرر نہ ہو وہاں لوگ مسجد میں گروہ در گروہ نماز ادا کریں کیونکہ افضل یہ ہے کہ ہر گروہ اذان واقامت کے ساتھ

marfat.com

علی حدة اھ[1] وفی الشامیة عن المنبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لا اختصاص لہ بفریق دون فریق اھ[2]

الگ الگ نماز پڑھے اھ اور فتاوٰی شامی میں منبع سے ہے رہا معاملہ مسجدِ شارع کا تو اس میں تمام لوگ برابر ہوتے ہیں اس میں کسی ایک فریق کو تخصیص حاصل نہیں ہے اھ (ت)

الحمدللہ کلام اپنے ذروہ اقصٰی کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق کا تقاضا یہی تھا اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) روشن رہے کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہارِ حق وادائے واجب اکد واحق کہ بعد سوال اعانت جواب و ابانت صواب اہم واجباتِ شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پُرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عہد وا ثق لیا۔

اللھم اجعلنا من المفلحین ولعھد نبیک من الموفین علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوۃ و التسلیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

اے اللہ! ہمیں کامیاب ہونے والوں میں سے کردے اور اپنے نبی علیہ وعلٰی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ عہد ایفاء کرنے والا بنادے۔ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بیشک تُو ہی سُننے والا اور جاننے والا ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ ضروری وموجز جواب کاشف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۲۴ صفر ۱۳۱۲ ہجریہ روز جان افروز دوشنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سمائے ختام وبلحاظ تاریخ بدر ختم القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ اس کا پُورا نام ہوا واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ و السلام علٰی سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹
فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۶/۳۲
[2] ردالمحتار باب الامامۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

اَلْقُطُوْفُ الدَّانِيَة لِمَنْ اَحْسَنَ الْجَمَاعَةَ الثَّانِيَة ١٣١٣ھ

(جماعتِ ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لئے جُھکے ہوئے خوشے)

(جماعتِ ثانیہ کے ثبوت میں)

مسئلہ ۸۶۶ از مراد آباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمٰن صاحب سلہٹی ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعتِ ثانیہ بغیر اذان و اقامت درصورت بدل دینے ہیأت جماعتِ اولیٰ کی از روئے شرع شریف بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جماعتِ ثانیہ بلا کراہت مطلقہ مطلقاً جائز و مباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ و توضیح بازغ مع رد دامع اوہام نابغ بعض ابنائے زمان بعونہٖ تعالیٰ رسائل فقیر سے ظاہر و عیاں، یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور اُن کے متعلق نقول و نصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شانِ فتوٰی اسی کے شایاں۔

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحقیق کی گہرائی تک پہنچا جا سکتا ہے۔ ت)

اوّلاً تکرارِ جماعت کے جواز و افضلیت کی وہ صورتیں سُنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں:

(۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرا کی ہے جس کے لئے اہل معین نہیں، وقت پر جو لوگ گزرے یا اُترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت

marfat.com

وہی ہے اوروں کا آنا اتفاقی وعارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذانِ جدید وتکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ (ایک نماز کے) وقت میں دس بیس جماعتیں ہوجائیں۔

(۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامتِ جماعت اُنھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہلِ محلہ کو تکرارِ جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نمازِ جنازہ، حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذنِ ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اُس کا تھا۔

(۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے۔

(۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ، ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذانِ جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو۔

(۵) محلے میں حنفی وغیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کرلی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلوٰۃ یا شرطِ امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آبِ قلیل نجاست افتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحبِ ترتیب کا باوصف یاد و وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لئے اسے جماعت اولیٰ مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کر سکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو۔

(۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہلِ حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ وممنوع ہے اپنی جماعت جُدا کریں۔

(۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین۔

(۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل و اکمل، اور اسی پر حرمین محترمین ومصر وشام وغیرہا بلاد دار الاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل۔

(۹) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذبِ الٰہی تعالیٰ شانہ، ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عند التحقیق

marfat.com

ایسوں کی اقتداء بکراہتِ شدیدہ سخت مکروہ ہے۔

(۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈا سود خوار کہ یہ لوگ ان وہابیوں کذابیوں وغیرہم بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتداء شرعاً بہت ناپسند۔

(۱۱) امام اولیٰ نرا بے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام۔

(۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لئے بہت وسعتیں دے عند التحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیں تاکہ قادر نا قادر کا امام ہو سکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولیٰ ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت صورتِ اولیٰ کی مانند ہے اول با آخر نسبتے دارد، غرض ایسی صورتیں جماعتِ ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلا کلام کی گنجائش نہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد[عـــه] یا اہلِ مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہہ ہو تو ہمیں جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویتِ اولیٰ کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اُس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو، اب ان تمام مطالب پر نصوصِ علماء سُنیے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالیٰ قولِ منقح اختیار کیا ہے اسی کے متعلق عباراتِ کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاجِ تطویل معہذا بعونہ تعالیٰ ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاوٰی و رسائل و تعالیقِ فقیر میں طے ہو چکے ہیں وباللہ التوفیق۔ متنِ غرر میں ہے:

لاتکرر فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ — مسجدِ محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت

عـــه صادق بان لا اھل لہ او صلی من لیس من اھلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بایں طور صادق ہے کہ اس مسجد کا کوئی اہل معین نہ ہو یا جس نے نماز پڑھائی وہ مسجد کے اہل میں سے نہ ہو (یعنی اہلِ محلہ نہ ہو) ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

marfat.com

الا اذا صلی بهما فیه اولا غیر اهله او صلی اهله بمخافتة الاذان [1]

جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے وہاں اذان واقامت کے ساتھ اولاً جماعت کروائی ہو یا اہلِ محلہ نے آہستہ اذان دے کر جماعت کروائی ہو۔ (ت)

خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے:

لوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس فیه فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کما فی امالی قاضی خان [2]

اگر مسجد شارع ہے تو بالاتفاق تکرارِ جماعت جائز جیساکہ اس مسجد کا حکم ہے جس کا امام ومؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ در گروہ نماز ادا کرتے ہوں تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے جیساکہ امالی قاضی خاں میں ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاة لم یکره اوعدمها لم یصح وان شك کره [3]

مخالف کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک کے پیچھے، لیکن بحر میں وتر کی بحث میں ہے کہ اگر اس کا مذہب حنفی کی رعایت کرنا یقینی ہو تو پھر مکروہ نہیں، اگر مذہب حنفی کی رعایت نہ کرنا یقینی ہو تو صحیح نہ ہوگی، اور اس کے بارے میں شک ہو تو نماز مکروہ ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

حاصله ان صاحب الهدایة جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لایعلم المقتدی منه

حاصل یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے شافعی کی اقتداء کو اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ جب مقتدی اس امام کے کسی ایسے عمل کو نہ جانتا ہو جو مقتدی کی

---

[1] کتاب درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامة مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت مصر ۱/۸۵
[2] رد المحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸
[3] درمختار " " " مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

ما يمنع صحة صلاته في رأي
المقتدي كالفصد ونحوه وعدد
مواضع عدم صحة الاقتداء به
في العناية وغاية البيان بقوله كما
اذا لم يتوضأ من الفصد والخارج
من غير السبيلين او كان شاكا في ايمانه
بقوله انا مومن إن شاء الله او متوضأ
من القلتين او يرفع يديه عند
الركوع وعند رفع الراس من
الركوع او لم يغسل ثوبه من المني
ولم يفركه او انحرف عن القبلة الى
اليسار او صلى الوتر بتسليمتين
او اقتصر على ركعة او لم يوتر
اصلا او قهقه في الصلاة ولم
يتوضأ او صلى فرض الوقت مرة
ثم ام القوم فيه زاد في النهاية
وان لا يراعي الترتيب في
الفوائت وان لا يمسح ربع راسه
وزاد قاضي خان وان يكون متعصبا
والكل ظاهر ما عدا خمسة اشياء[1]
الاول مسئلة التوضؤ من
القلتين فانه صحيح عندنا اذا لم
يقع في الماء نجاسة ولم يختلط بمستعمل

رائے کے مطابق صحتِ نماز کے منافی ہے، مثلاً
رگ کٹوانا وغیرہ، عدمِ صحتِ اقتداء کے چند مواضع
عنایہ اور غایۃ البیان سے ۔ ان الفاظ
سے بیان کئے کہ مثلاً جب اس امام نے رگ کٹوانے
یا غیر سبیلین سے کسی شئے کے خارج ہونے پر
وضو نہ کیا ہو یا اس امام کے ایمان میں شک ہے،
مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ "ان شاء اللہ میں مومن ہوں" یا
وہ قلتین پانی سے وضو کرتا ہے یا رکوع جاتے وقت
اور اُٹھتے وقت رفع یدین کرتا ہے یا وہ منی لگ
جانے کی وجہ سے کپڑے کو نہیں دھوتا اور نہ ہی اسے
کھرچتا ہے (گاڑھی ہونے کی صورت میں) یا وہ
قبلہ سے بائیں جانب پھرتا ہے یا وہ دو سلاموں سے
وتر ادا کرتا ہے یا ایک رکعت وتر پڑھتا ہے یا بالکل
پڑھتا ہی نہیں یا نماز میں قہقہہ سے ہنستا ہے اور
وضو نہیں کرتا یا ایک دفعہ وقتی نماز پڑھا چکا ہے پھر
اسی نماز کا امام بن جاتا ہے۔ اس پر نہایہ میں
اضافہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں میں ترتیب کی رعایت
نہ رکھتا ہو حالانکہ وہ صاحبِ ترتیب ہو) سر کے چوتھائی حصہ کا مسح کرے،
قاضی خاں نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ متعصب ہو،
ان پانچ کے علاوہ باقی تمام واضح ہیں۔
اوّل قلتین سے وضو کرنا ہمارے نزدیک
بھی صحیح ہے جبکہ اس میں نجاست نہ گری ہو، اور
اس کے مساوی یا زائد اس میں مستعمل پانی نہ ملا ہو

---

[1] بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٤٥

marfat.com

مساوله او اکثر فلا بد ان یقید قولھم بالقلتین المتنجس ماؤھما او المستعمل بالشرط المذکور لا مطلقا۔

الثانی مسئلة رفع الیدین من وجھین الاول ان الفساد روایتہ شاذة لیست بصحیحة روایة ولا درایة الثانی ان الفساد عند الرکوع لا یقتضی عدم صحة الاقتداء من الابتداء مع ان عروض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل کالمتحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترک عندھم لسنیتہ۔

الثالث مسئلة الانحراف عن القبلة الی الیسار لان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیة لا ینحرفون ھذا الانحراف۔

الرابع مسئلة التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منھم انما یوجب الفسق والفسق لا یمنع صحة الاقتداء۔

الخامس مسئلة الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط والاستثناء قول اکثر السلف[1] اھ ملتقطا

یہ کلام بحر فی البحر تھا۔

لہذا قلتین کے ساتھ یہ شرط لگانا بھی ضروری ہے کہ قلتین کا پانی ناپاک ہو یا اس میں مستعمل پانی برابر یا زائد ملا ہو ورنہ مطلقاً حکم لگانا درست نہیں۔

دوم رفع یدین کی دو صورتیں ہیں ایک تو فساد والی روایت شاذہ ہے نہ روایۃً صحیح ہے نہ درایۃً۔ دوسری یہ کہ رکوع کے موقعہ پر فساد کا عارض ہونا ابتداءً اقتداء کے منافی نہیں، باوجود اس کے بطلان کا عارض ہونا بھی یقینی نہیں حتی کہ اسے بوقت شروع ہی متحقق قرار دے دیا جائے کیونکہ رفع یدین کا چھوڑنا بھی جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ سنت ہی ہے (تو ممکن ہے وہ اس کو ترک کر دے)

سوم قبلہ سے بائیں طرف انحراف کا معاملہ، تو اس معاملہ میں ہمارے نزدیک مانع وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو اور شوافع ایسے انحراف کے قائل نہیں۔

چہارم رہا تعصب کا معاملہ، تو اگر ان سے تعصب ثابت ہو تو یہ فسق کا موجب ہے اور فسق صحتِ اقتداء سے مانع نہیں ہوتا۔

پنجم باقی ایمان کا ان شاء اللہ کے ساتھ معلق کرنے والا مسئلہ، تو اس میں فتوٰی کفر غلط ہے کیونکہ معلق کرنا بہت سے اسلاف کا قول ہے اھ تلخیصاً

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی۔ ۲/۴۵و۴۶

اقول وقد كانت ظهرت لی بحمد الله الخمسة المذكورة اول ما نظرت الكلام مع زيادة فلنذكر ما بقی من الابحاث تتميما للافادة الاول قولهم لم يوتر اصلا لا يظهر له وجه فانه بتركه لا يفسق فضلا عما يوجب بطلان الاقتداء فان الوتر وان وجب عندنا فهو مجتهد فيه ولا تفسيق بالاجتهاديات وان حمل على انه ان لم يصله لم يصح الاقتداء به فی الفجر بشرطه لفوات الترتيب نافاه قوله زاد فی النهاية وان لا يراعی الترتيب ثم رأيت العلامة الشامی علله فی منحة الخالق بهذا ثم اعله بالتكرار قال فليتأمل مراده[1] **اقول** بل هو اشد من التكرار فان قوله زاد لا يحتمله كما علمت الثانی **اقول** وينبغی اسقاط صلاة الوتر بتسليمتين فان طريان المبطل غير البطلان من رأس كما افاده البحر ثم علی ما ذهب اليه الامام ابوبكر الرازی

اقول (میں کہتا ہوں) بحمد اللہ سرسری نظر میں یہ پانچ ہی تھے، کچھ اور بحثیں بھی ہیں ہم ان باقی کو افادہ کے لئے یہاں ذکر کر دیتے ہیں، اوّل، اصلاً وہ وتر نہ پڑھتا ہو ان کا یہ قول درست نہیں کیونکہ وتر کے ترک سے وہ فاسق نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کی اقتداء کو باطل قرار دیا جائے کیونکہ وتر ہمارے ہاں اگرچہ واجب ہیں لیکن یہ مسئلہ اجتہادی ہے اور اجتہادی مسائل میں کسی کو فاسق قرار نہیں دیا جا سکتا اور اگر اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے کہ اگر وتر ادا نہیں کرتا تو اس کی فجر میں اقتداء جائز نہ ہوگی کیونکہ ترتیب فوت ہو گئی ہے، تو اب اس کے قول کہ نہایہ میں اضافہ ہے کہ اگر وہ ترتیب کی رعایت نہیں تو اقتداء جائز نہیں، یہ منافی قرار پائے گا، پھر میں نے علامہ شامی کو دیکھا تو انہوں نے منحۃ الخالق میں یہ ہی علّت بیان کی اور اس پر تکرار کا اعتراض کیا اور کہا اس سے مراد پر غور کرنا چاہئے **اقول** (میں کہتا ہوں)، بلکہ یہ تکرار سے اشد ہے کیونکہ اس کا لفظ "زاد" اس کا احتمال نہیں رکھتا جیسا کہ جان لیا ہے۔ دوسرا یہ کہ **اقول** (میں کہتا ہوں) وتر کو دو سلاموں کے ساتھ ادا کرنے والے احتمال کو ساقط کر دینا چاہئے تھا کیونکہ عارضی مبطل کا لاحق ہونا وہ اس بطلان کا غیر ہوتا ہے جو ابتداءً ہو جیسا کہ بحر میں ہے۔ پھر امام ابوبکر رازی

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

marfat.com

لا یفسد بالمآل ایضاً لان امامه
لم یخرج عندہ نفسه بالسلام فانه
یحسب مابعدہ من الوتر وھو مجتھد
فیه نعم الاصح الفساد کما جزم
به فی متن التنویر وھو المؤید بقول
الجمھور الصحیح المشھور من ان
العبرۃ لرأی المقتدی، الثالث مثله
الکلام فی اقتصارہ علی رکعة الرابع
افاد الشامی، قال افاد شیخنا حفظه الله
تعالٰی ان المراد انحرافھم اذا
اجتھدوا فی القبلة مع وجود المحاریب
القدیمة فانه یجوز عندھم
لا عندنا فلو انحرف عن المحراب
القدیم (ای انحرافا جاوز المشارق
الی المغارب) لا یصح الاقتداء به اھ[1]
اقول وھو وجیه مسقط لوجه اسقاط
عند الانحراف نعم لابد من التقیید
وھو غیر بعید فان عدم رعایة الترتیب
وعدم غسل المنی اوفرکه کل مقید کما
نبھنا علیه ولم یوجب اسقاطھما فکذا
ھذا وبه ظھر الخامس وھو عدم
اسقاط التوضؤ من القلتین وان
کان الوجه ھو التقیید الا ان

جس طرف گئے ہیں وہ یہ ہے کہ مآلاً بھی نماز فاسد
نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک سلام کے ساتھ امام نماز
سے خارج نہیں ہو رہا بلکہ وہ مابعد کو وتر سمجھتا ہے
لہذا وہ معاملہ اجتہادی ٹھہرا، ہاں اصح فساد ہے
جیساکہ اس پر متنِ تنویر میں جزم کیا گیا ہے اور اس
کی تائید جمہور کے اس صحیح مشہور قول سے ہوتی ہے
کہ اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے۔ تیسرا یہ کہ
وتر کی ایک رکعت پڑھنا اس پر بھی سابقہ گفتگو
ہی ہے۔ چوتھا امام شامی نے فرمایا ہمارے شیخ
حفظہ اللہ نے فرمایا انحراف سے مراد یہ ہے کہ قدیم
محراب ہونے کے باوجود اجتہاد سے کام لیتے ہوئے وہ
انحراف کریں تو یہ ان کے ہاں جائز ہے ہمارے ہاں
جائز نہیں، تو اگر امام محراب قدیم سے منحرف ہوگیا
(یعنی ایسا انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف
متجاوز ہو) تو اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی اھ **اقول**
(میں کہتا ہوں) یہ توجیہ اس توجیہ کی ساقط ہوگی جو
انحراف کے وقت اسقاطاً کی گئی ہے،
ہاں اسے مقید کرنا ضروری ہے اور وہ بعید نہیں
کیونکہ عدمِ رعایت ترتیب یا عدم غسل منی یا اس کا
کھرچنا تمام مقید ہیں جیساکہ ہم نے اس پر تنبیہ کردی ہے،
تو یہ بات ان کے اسقاط کا سبب نہیں ہوسکتی تو
یہاں (انحراف) میں بھی یہی معاملہ ہے اور اسی سے پانچویں بحث
ظاہر ہے اور وہ قلتین پانی سے وضو کا عدمِ اسقاط ہے اگرچہ یہاں

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۵

marfat.com

يفرق بالغالب والنادر والخفى والمتبادر ولنرجع الى ماكنا فيه من الكلام فما كان الامن تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام۔

مناسب اس کا مقید کرنا ہے مگر غالب ونادر اور خفی ومتبادر میں فرق کیا جاتا ہے اب ہم سابقہ گفتگو کی طرف لوٹتے ہیں یہ تو مناسبت مقام کی وجہ سے قلم سے مجبوراً تحریر صادر ہوگئی (ت)

نیز بحر میں ہے:

فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة فی الاقتداء به الثانی ان یعلم منه عدمه فلا صحة لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منه عدمه فی خصوص مایقتدی به او فی الجملة صحح فی النهایة الاول وغیره اختار الثانی وفی فتاوی الزاهدی الاصح انه یصح وحسن الظن به اولی الثالث ان لا یعلم شیئا فالکراهة[1] (ملخصاً)۔

حاصل یہ ہے کہ شافعی کی اقتداء تین طرح کی ہے، اول یہ کہ اس امام کا مسلک حنفی کی احتیاط و رعایت کرنا معلوم ہو تو اب اس کی اقتداء میں کراہت نہ ہوگی۔ ثانی یہ کہ اس امام کا رعایت نہ کرنا معلوم ہو تو اب اقتداء صحیح نہ ہوگی لیکن اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا بالخصوص اسی نماز میں جس میں اقتداء مطلوب ہے عدم احتیاط کا علم ضروری ہے یا فی الجملہ عدم احتیاط کا علم ضروری ہے۔ نہایہ میں پہلے کو صحیح کہا اور دوسرے لوگوں نے دوسرے کو مختار قرار دیا۔ فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ اقتداء صحیح ہے اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا اولیٰ ہے۔ ثالث یہ کہ اسکے بارے میں علم نہیں کہ وُہ رعایت کرتا ہے یا نہیں (یعنی مشکوک صورت ہے) تو اب اقتداء مکروہ ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نقل الشیخ خیرالدین عن الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء

شیخ خیرالدین نے رملی الشافعی سے نقل کیا ہے کہ وہ مخالف کی اقتداء کو اس وقت مکروہ جانتے جب

---

[1] بحرالرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶، ۴۷

marfat.com

بالمخالف حیث امکنہ غیرہ ومع ذلك هی افضل من الانفراد ویحصل لہ فضل الجماعۃ وبہ افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرهما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافا وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی وافتی بہ والفقیر اقول مثل قولہ فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیہ المنصف یسلم ذلك سہ وانا رملی فقہ الحنفی ٭ لامرا بعد اتفاق العالمین ٭ اھ ملخصا یعنی بہ نفسہ ورملی الشافعیۃ رحمهما اللہ تعالٰی فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیرہ والا فالاقتداء بالموافق افضل[1]

غیر کی اقتدار ممکن ہو، اور اس کے باوجود اقتدار تنہا نماز سے افضل ہے اور ایسی صورت میں جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ اسی پر رملی کبیر نے فتوٰی دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہما نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کہا حاصل یہ ہے کہ ان (فقہاء) کے ہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور میں نے وہ سن رکھا ہے جس پر رملی نے اعتماد کرتے ہوئے فتوٰی دیا اور فقیر انہی کے مطابق کہتا ہے اس اقتدار میں جو حنفی کی شافعی کے ساتھ ہو اور منصف فقیہ اسے تسلیم کرے گا سہ میں رملی ہوں فقہ حنفی رکھتا ہوں دو عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی شک نہیں ہے تلخیصًا یہاں انہوں نے انا سے اپنی ذات اور رملی سے شافعی مراد لیا ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ اس مخالف کی اقتدار جو رعایت کرتا ہو فرائض میں، تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے جبکہ اس کے علاوہ کوئی امام موجود نہ ہو ورنہ موافق ملنے کی صورت میں اس کی اقتدار افضل ہوگی۔ (ت)

اُسی میں مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے:

لوکان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر و

اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو موافق کی اقتدار افضل ہوگی خواہ وہ پہلے امامت کرے یا بعد میں، اسے ہی عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا ہے اور اہلِ حرمین، بیت المقدس، مصر اور شام کے جمہور مسلمان اسی پر عمل پیرا ہیں ان

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

marfat.com

م ولاعبرة بمن شذ منهم[۱] اھ

سے جو کوئی اِکّا دُکّا اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، ان کا کوئی اعتبار نہیں (ت)

و فرمایا :

ی یمیل الیہ القلب عدم کراھة
تداء بالمخالف مالم یکن غیر مراع
رائض وانہ لوانتظر امام مذھبہ
اعن الصفوف لم یکن اعراضا
جماعة للعلم بانہ یرید جماعة
من ھذہ الجماعة[۲]۔

جس بات کی طرف دل مائل ہو رہا ہے وُہ یہ ہے کہ جو مخالف فرائض میں رعایت کرنے والا ہو اس مخالف کی اقتداء مکروہ نہ ہوگی، اور اگر کوئی شخص جماعت کی صفوں سے دُور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا ہے تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ وُہ یقینی طور پر اس جماعت سے اکمل جماعت کے انتظار میں ہے (ت)

ں زیرِ مسئلہ امامت عبد و اعرابی وغیرہما تبعاللبحر (بحر کی اتباع میں) ہے :

وقتداء بھم تنزیھا فان امکن
ة خلف غیرھم فھو افضل و الا
تداء اولی من الانفراد[۳]

ان کی اقتداء مکروہِ تنزیہی ہے اگر ان کے علاوہ کوئی امام میسر ہو تو اس کی اقتداء افضل ہے ورنہ تنہا ادا کرنے سے ان کی اقتدا بہتر ہوگی۔ (ت)

اُسی میں ہے :

عراج قال اصحابنا لاینبغی ان
ی بالفاسق الا فی الجمعة لانہ فی
یجد اماما غیرہ[۴]۔

معراج میں ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ جمعہ کے علاوہ میں فاسق کی اقتداء جائز نہیں کیونکہ جمعہ کے علاوہ نمازوں میں دوسرے امام کی اقتدا ممکن ہوتی ہے (ت)

یں ہے :

لمحتار	باب الامامة	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۷
	"	" " "	"
	"	" " "	۱/ ۴۱۳
	"	" " "	۱/ ۴۱۴

marfat.com

بقی لوکان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھرط ان الاول لوفاسقا لایقطع ولومخالفا وشك فی مراعاۃ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھتہ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظھر فی شرح المنیۃ انھا تحریمیۃ لقولھم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اھانتہ[1] الخ

باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کوئی شخص ایسے امام کی اقتدا میں ہے جس کی اقتدا مکروہ تھی، ساتھ ہی ایسا امام جماعت کروائے جس میں کراہت نہیں، تو آیا اب وہ نماز توڑ کر اس کی اقتدا کرے یا نہ، ط نے کہا ظاہر یہ ہے کہ اگر پہلا امام فاسق ہے تو نماز نہ توڑے اور اگر وہ مخالف ہے اور اس کی رعایت میں شک ہو تو نماز توڑ دے۔ میں کہتا ہوں اس کا عکس اظہر و مختار ہے کیونکہ ثانی میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اعرابی اور نابینا میں ہے بخلاف فاسق کے، اس کی اقتداء کے بارے میں شرح منیہ میں کہا کہ اس کا مکروہ تحریمی ہونا ظاہر ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ فاسق کو امام بنانے میں فاسق کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے الخ (ت)

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے:

یکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع[2]

بدعتی کی اقتدا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاداً فاسق ہے اور عقیدۃً فاسق عملاً فاسق سے بدتر ہے، کیونکہ فاسق عملی اعتراف کرتا کہ وہ فاسق ہے وہ ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے کہ وُہ ایسا نہیں کرتا۔ (ت)

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

لایصح اقتداء غیر الالثغ بالالثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جھدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ

اصح قول کے مطابق غیر توتلے کا توتلے کی اقتدا کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بحر میں ہے، حلبی اور ابن شحنہ نے کہا جب توتلا دائمی کوشش کرتا رہے تو وُہ اُمی کی طرح ہے اور صرف توتلے کی اقتدار کر سکتا ہے اور جب

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

marfat.com

اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جہدہ او وجد قدر الفرض مما لالثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]

اسے کسی عمدہ پڑھنے والے کی اقتدا ممکن ہو تو اب تنہا نماز نہ ہوگی، اسی طرح حکم ہے جب اس نے کوشش ترک کردی یا وہ مقدارِ فرض کی قرأت پر قادر ہوگیا جس میں سے توتلا پن پیدا نہیں ہوتا توتلے کے حکم میں یہی صحیح و مختار ہے، اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو حروف میں سے کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وذلک کالرحمن الرھیم والشیتان الرجیم والألمین وایاك نابد وایاك نستئین السرات انأمت فکل ذلك حکمہ مامر[2]۔

جیسے کوئی رحمٰن، رہیم، شیتان الرجیم، آلمین، ایاک نابد و ایاک نستئین، السرات، انأمت پڑھتا ہے ان صورتوں کا حکم پیچھے گزرچکا ہے (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے: ؎

امامۃ الالثغ للفصیح
فاسدۃ فی الراجح الصحیح[3]

(راجح اور صحیح قول کے مطابق فصیح کے لئے توتلے کی اقتداء فاسدِ نماز ہے۔ ت)

اب محلِ نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہلِ محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولٰی خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقی ماندہ لوگ آئے اُنھیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اور ہے تو بکراہت یا بے کراہت؟ اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق نظر دقیق واثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین و بحرالرائق علامہ زین میں ہے:

ولا تکررھا فی مسجد محلۃ باذان ثان[4]۔

مسجدِ محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۵
[2] ردالمحتار 〃 مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳۱
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ 〃 دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰
[4] بحرالرائق باب الامامۃ 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

marfat.com

درمختار و خزائن الاسرار میں ہے :

والنظم للدر یکرہ تکرار الجماعۃ باذان و اقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن[1]۔

الفاظ در کے ہیں محلہ کی مسجد میں اذان و اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہے، راستہ کی مسجد یا ایسی مسجد جس کا کوئی امام و مؤذن مقرر نہ ہو اس میں تکرارِ جماعت مکروہ نہیں۔ (ت)

غرر الاحکام اور اُس کی شرح درر الحکام میں ہے :

لا تکرر الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان و اقامۃ یعنی اذا کان لمسجد امام و جماعۃ معلومان فصلی بعضھم باذان و اقامۃ لایباح لباقیھم تکرارھا بھما[2]۔

اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کا تکرار محلہ کی مسجد میں درست نہیں یعنی جب مسجد کے لئے امام اور جماعت متعین ہو پس بعض نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کے لئے اذان و اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت مباح نہیں ہے۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف الامام العلامۃ ابن الساعاتی و فتاوٰی ہندیہ میں ہے :

المسجد اذا کان لہ امام معلوم و جماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان[3]۔

جب مسجد محلہ کا امام اور جماعت مقرر ہو اور اہلِ محلہ نے اس مسجد میں نماز ادا کر لی ہو تو اب (دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں (ت)

وجیز کردری و غنیہ علامہ حلبی میں ہے :

لو کان لہ امام و مؤذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان و اقامۃ عندنا[4]۔

اگر مسجد کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہو تو ایسی مسجد میں ہمارے نزدیک اذان و اقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مکروہ ہوگا۔ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں ہے :

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الامامۃ " مطبعہ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۸۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۴

marfat.com

ان کان للمسجد امام معلوم وجماعة معلومة فصلوا فیہ بجماعة باذان واقامة لایباح تکرارھا بھما۔[1]

اگر مسجد کا امام اور جماعت معین ہے اور اس میں لوگوں نے اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھ لی تو اب اذان واقامت کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح نہیں۔ (ت)

جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا:

المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ۔[2]

اگر مسجد کے لئے اہل معین ہوں اور اس میں وہ تمام یا بعض اہل اذان اقامت کے ساتھ نماز ادا کریں تو غیر اہلِ محلہ اور باقی ماندہ اہلِ محلّہ کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ مکروہ۔ (ت)

اور اگر بغیر اس کے تکرارِ جماعت کریں تو قطعاً جائز و روا ہے اسی پر ہمارے علماء کا اجماع ہوا ہے، خزائن میں ہے:

لوکرر اھلہ بدونھما جاز اجماعا۔[3]

اگر اہل محلہ نے بغیر اذان واقامت کے تکرارِ جماعت کیا تو یہ بالاتفاق جائز ہے (ت)

درر میں ہے:

لوکان مسجد الطریق یباح تکرارھا بھما ولوکرر اھلہ بدونھما جاز۔[4]

اگر راستہ کی مسجد ہو تو اذان واقامت دونوں کے ساتھ تکرارِ جماعت مباح ہے اور اگر اہلِ محلہ ان دونوں کے بغیر تکرار کریں تو جماعت جائز ہے (ت)

شرح المجمع للمصنف وعلمگیریہ میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا

اگر بغیر اذان کے پڑھی تو بالاجماع مباح ہے اسی طرح

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷
[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[3] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۸
[4] دررالحکام شرح غررالاحکام فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعہ احمد کامل الکائنہ فی دارسعادت مصر ۱/۸۵

marfat.com

وکذا فی مسجد قارعة الطریق[1]۔ حکم ہے اگر مسجد راستہ پر واقع ہو۔ (ت)

ذخیرۃ العقبٰی وشرح المجمع للعلامہ میں ہے:

لوصلوا فیہ بلااذان یباح اتفاقا[2]۔ اگر بغیر اذان کے نماز پڑھی تو بالاتفاق تکرارِ جماعت مباح ہے۔ (ت)

عباب وملتقط وشرح درر البحار و رسالہ علامہ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام وحاشیۃ البحر للعلامہ خیرالدین الرملی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے:

یجوز تکرار الجماعۃ بلااذان وبلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا قال وفی بعضھا اجماعا[3]۔ تکرارِ جماعت اذان واقامت کے بغیر بالاتفاق جائز ہے کہا بعض کتب میں اجماع کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ (ت)

پھر یہ جواز مطلقاً محض وخالص ہے یا کہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ، اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت نہیں، خالص مباح وماذون فیہ ہے۔ بزازیہ وشرح منیہ و ردالمحتار میں ہے:

عن ابی یوسف انہ اذا لم تکن الجماعۃ علی الھیئۃ الاولٰی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ[4]۔ امام ابو یوسف سے مروی ہے جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنا ہیئت کی تبدیلی ہے (ت)

ولوالجیہ وتاتارخانیہ وشامیہ میں ہے: بہ ناخذ[5] (اسی کو ہم لیتے ہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولٰی[6]۔ میں کہتا ہوں کہ تکرارِ جماعت اس وقت صحیح ہے جب وہ جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] ذخیرۃ العقبٰی کتاب الصلوٰۃ ؍؍ منشی نولکشور کانپور انڈیا ۱/۷۷

[3] منحۃ الخالق علی البحر الرائق بحوالہ حاشیۃ البحر للعلامہ خیرالدین الرملی باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۶

[4] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[5] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

marfat.com

یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا،

وللتفصیل محل اٰخر الحمد للہ العلی الاکبر والصلٰوۃ والسلام علی الحبیب الانور وآلہ واصحابہ الاطائب الغرر۔

تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو بلند وبرتر ہے۔ صلوٰۃ وسلام ہو حبیب خوب پر، ان کی آل واصحاب پر جو پاکیزہ ہیں (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۸۶۷: زید نے وقتِ مغرب ایک مسجد میں داخل ہوکر دیکھا کہ جماعت ہو رہی ہے اور امام قرأت بجہر پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتدا نہ کی اور اُس آنِ واحد میں علیحدہ اپنی قرأت بجہر شروع کر دی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا جو بحالتِ موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرأت بجہر کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحٰنہ وتعالٰی کو نہایت ناپسند ہے حتی کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکرِ مسلمین ولشکرِ کفار میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کرچکے ہوں اور وقتِ نماز آجائے اُس وقت بھی نمازِ خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہ ہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف برسرِ معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کرلیں پھر یہ نصف مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ آکر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عنداللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لئے عین نماز میں مشی کثیر جو مفسد صلوٰۃ ہے روا رکھی گئی۔ علاوہ بریں صدہا آیات واحادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایتلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوبِ الٰہی ہے یہ فعل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) جس زمانے میں نظم خلافت حقہ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ ازہم ریختہ ہوگئی تھی اور سلطنت فساق وفجار بلکہ بدمذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ وتابعین وکافہ مسلمین بمجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابرِ دین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناعت میں کوئی شبہہ نہیں اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن وملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اوّل سے تھا مرتکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناداً امام اوّل کو بدمذہب ومبتدع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اُس پر اشد واکد ہے مگر یہ کہ درحقیقت امام اول سے بدعت تا بحد کفر وارتداد مرتقی ہوگئی ہو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عیاذاً باللہ توہین کرتا ہو، حضور کے ختمِ نبوت میں کلام رکھتا ہو

marfat.com

حضور والا کے بعد کسی کے حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الٰہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو وعلیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائغہ مکفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عنداللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأساً باطل ہے۔

فی التنویر ویکرہ امامۃ المبتدع لا یکفر بہا وان کفر بہا فلا یصح الاقتداء بہ اصلاً[1] اھ ملخصا۔ تنویر میں ہے اس بدعتی کی امامت مکروہ ہے جس کی بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے اور اگر حدِ کفر تک پہنچ جائے تو اس کی اقتداء بالکل درست نہ ہوگی اھ تلخیصاً (ت)

اور اگر صورتِ مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اُسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اُس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی موکد و ضروری ہو جائیگا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لما ذکرنا ان الجماعۃ الاولی لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاقتداء بالامام الاول (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے کہ پہلی جماعت درحقیقت جماعت ہی نہیں کیونکہ امام اول کی اقتداء میں نماز ہی باطل ہے۔ ت)

لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اُس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کرکے اپنی جماعت کرلے وھذا کلہ ظاھر جد الاخفاء فیہ عند عقل سلیم وراء نبیہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم (یہ تمام کا تمام خوب واضح ہے ہر صاحبِ عقل سلیم اور سمجھدار پر کچھ مخفی نہیں واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عز شانہ احکم۔ ت)

مسئلہ ۸۶۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نمازِ عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقتِ معیّنہ کے میرا انتظار کرنا، بعدہٗ سب مصلی اپنے وقتِ معینہ پر جمع ہوگئے اور اس کے بعد اُنھوں نے پاؤ گھنٹا وقتِ معمول سے دیر کی واسطے تعمیل حکم امام صاحب

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

marfat.com

کے، پھرانہوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی، آیا اُن سب کی نماز درست ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر امام صاحب پھر آکر لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی، تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور امام صاحب کوئی فتوٰی اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معیّن ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وُہ نہ آئے جماعت نہ کرنا ہرگز ضرور نہیں، بعض اوقات حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جماعت ادا کرلی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو امام کیا، ایک بار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو، اور حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ھو مصرح بہ فی الاحادیث (جیسا کہ اس پر احادیث میں تصریح موجود ہے۔ ت) امام کا کہنا کہ تمہاری نماز نہ ہُوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرنے اور دوسرے کو امام بنا لینے سے تمہاری نماز نہ ہُوئی تو محض باطل اور شریعتِ مطہرہ پر صریح افترا ہے اپنی خواہشِ نفسانی کے لئے اپنی رائے سے فتوٰی دینے والا لائقِ امامت نہیں، ہاں جس شخص کو اُس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فسادِ نماز ہو یا معاذ اللہ اُس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اُس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست ہے کہ تمہاری نماز نہ ہُوئی۔ اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی، اُنھیں توبہ چاہیے اور اُس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۶۹ از جامع مسجد ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تارکِ جماعت وہ کہ بے کسی عذرِ شرعی قابلِ قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتمد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارکِ واجب ہوا مستحقِ عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالٰی اور اگر عادی ہو کہ بار ہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلاشبہہ فاسق فاجر مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصرار تصیر کبیرۃ (صغیرہ اصرار کی بنا پر کبیرہ ہوجاتا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

(الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال) قال الزاھدی ارادوا بالتاکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ

(جماعت مردوں کے لئے سنتِ مؤکدہ ہے) زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے مراد وجوب ہے (بعض نے کہا ہے کہ جماعت واجب ہے اور اکثر علماء کی

marfat.com

مشائخنا و به جزم فی التحفة و غیرها قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب (فتسن او تجب) ثمرته تظھر فی الاثم بترکھا مرة[1] اھ مختصراً۔

رائے یہی ہے) یعنی ہمارے اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے اسی پر تحفہ وغیرہ میں جزم کیا ہے، بحر میں ہے کہ اہلِ مذہب کے ہاں یہی راجح ہے (پس سنت ہو یا واجب) اس کا ثمرہ اختلاف ایک بار ترک کرنے پر گناہ کی صورت میں سامنے آئے گا اھ مختصراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ، قال فی البحر وقال فی النھر ھو اعدل الاقوال واقواھا ولذا قال فی الاجناس لاتقبل شھادتہ اذا ترکھا استخفافا ومجانۃ اما سھوا او بتاویل ککون الامام من اھل الاھواء اولا یراعی مذھب المقتدی فتقبل[2] اھ ط

اس کا قول، کہا بحر میں ہے اور کہا نہر میں ہے کہ یہی معتدل اور قوی قول ہے اور اسی لئے اجناس میں ہے جب کسی نے سستی اور ہلکا سمجھتے ہوئے جماعت کو ترک کیا تو اس کی شہادت قبول نہ ہو گی، ہاں اگر سہواً ترک ہو یا تاویلاً جیسے امام کا اہلِ ہوا میں سے ہونا یا مذہب مقتدی کی رعایت نہ کرنے والا ہو تو پھر شہادت قبول ہوجائے گی اھ ط (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷: از بلڈانہ ملک برار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال خور ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کرکے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریکِ جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں، اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے اور اس طرف بعد نمازِ صبح و بعد نمازِ جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوٹوں سے وضو کرسکتا ہے، اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جاروب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اُس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اُس سے اطلاع بخشئے۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریکِ جماعت ہوسکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بے شک صفِ اوّل یا ثانی میں

---

[1] درمختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/ ۸۲
[2] ردالمحتار	"	" مصطفی البابی مصر	۱/ ۴۱۰

marfat.com

جہاں جگہ پاتے گا قیام کرے گا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان المسٰجد للہ[1] بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العباد عباد اللہ[2] بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔

جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے۔ اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا:

من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ[3] اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں خدا کا نام لینے سے۔

اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عز جلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب یا تجار، زمیندار، معافی داروں ہی کے لئے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں، علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں:

یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء[4] یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثیٰ پھر عورتیں۔

بیشک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا جائے گا اور خان صاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہ گار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللہ[5] جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا۔

---

[1] القرآن ۷۲/ ۱۸

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند الزبیر بن عوام رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۶۶

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[5] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

marfat.com

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اُس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدۂ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وصل صفًا وصلہ اللّٰہ[1]۔ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل فرمائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

الناس بنو اٰدم واٰدم من تراب[2]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ والبیہقی بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔

لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔ اسے ابوداؤد وترمذی نے روایت کرکے حسن کہا اور بیہقی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

دوسری حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یاایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوٰی ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم[3]۔ رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللّٰہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما۔

اے لوگو! بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک، سُن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیزگاری سے، بیشک تم میں بڑے رُتبے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ اسے بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبّالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبات جذب کرلے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت و تنظیف بیوت و حفظ صحت کی نیت

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[2] جامع الترمذی سورہ الحجرات ؍؍ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۵۹

[3] شعب الایمان فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالاباء حدیث ۵۱۳۷ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۸۹

marfat.com

سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من دون ضرورۃ (کیونکہ یُوں بغیر ضرورت کے نجاسات کو لینا لازم آتا ہے۔ت) وہ بھی ہرگز حدِ فسق تک منتہی نہیں، فتح القدیر و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

اما شہادۃ اھل الصناعات الدنیۃ کالکساح والزبال والحائك والحجام فالاصح انھا تقبل لانھا قد تولاھا قوم صالحون فمالم یعلم القادح لا یبنی علی ظاھر الصناعۃ[1]

رہا معاملہ دنیوی پیشہ والوں کی شہادت کا، جن کو معاشرہ ہیچ تصور کرتا ہے مثلاً کوڑا کرکٹ اٹھانے والا، ٹٹی وغیرہ اٹھانے والا، جولاہا، حجام، تو اصح یہ ہے کہ ان کی شہادت قبول ہوگی کیونکہ متعدد صالح لوگوں نے انھیں اپنایا ہے، جب تک واضح قباحت معلوم نہ ہو تو بظاھر کسی پیشہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جاسکتا (ت)

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے تنفر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صد ہا امور محرمات و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائقِ تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجار یا رشوت ستان مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل[2] (اور اللہ تعالٰی حق فرماتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ت)

درمختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کرکے فرمایا:

واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل[3]

ظالم حکام کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر ہیں۔(ت)

تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے، تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۹

[2] القرآن ۳۳/ ۴

[3] درمختار باب الکفاءۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۵

marfat.com

نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے، غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں، یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی ویدعوا الی الفلاح فلا یجیبہ۔[1] رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سُنے کہ نماز کے لئے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو۔ اسے امام احمد اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور جو بندۂ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس و تواضع کا اسے ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو اُن مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل و اعلٰی مسجد مسجد الحرام شریف سے انھیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اُسے بنادیں گے کہ اُس کا طواف کرے۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہوگیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقف ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کوئی منع نہیں کرسکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں۔ رہا مصافحہ خود ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے،

فان المصافحۃ بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لایلام علی فعلہ ولا ترکہ۔

اصح قول کے مطابق نمازوں کے بعد مصافحہ مباح ہے اور مباح کے کرنے یا نہ کرنے پر ملامت نہیں ہوتی۔ (ت)

مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اس کی دل شکنی، اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی

جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے

---

[1] المعجم الکبیر مروی از معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۹۴ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۸۳

marfat.com

ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذادی۔ اسے طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۷۱: از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت حاضر بھی رہتا ہے جماعت ترک کرکے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہِ تحریمی ہو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھتا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہونا، تو زید پر الزام نہیں، اور اگر بلاوجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے، اُس پر توبہ واجب ہے۔

قال اللہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا[2]۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص ہدایت کے واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی دوسری راہ چلے، اسے ہم اُسی طرف پھیر دیتے ہیں جدھر وہ پھرا اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیتے ہیں جو نہایت برا ٹھکانا ہے (ت)

بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلاعذر شرعی جماعت ترک کرے مستحقِ جہنم ہے خصوصاً ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی رہے اور یہ بیٹھا رہے۔

مسئلہ ۸۷۲: از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتارچر مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی، بعد ایک

---

[1] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی اوسط باب فیمن تخطی رقاب الناس یوم الجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/ ۱۷۹
الترغیب والترہیب الترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعہ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴

[2] القرآن ۴/ ۱۱۵

marfat.com

رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا، اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے، اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد، اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے، ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہئے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر (مقتدی) مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہئے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہئے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے، انھیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنّت کے لئے نہ اُس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں، اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلا نیت کے بہر حال وہ اطاعتِ حکمِ شرع کریں گے، نہ اس کے حکم کی اطاعت، اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے، لقمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکمِ شرع ہے نہ کہ اطاعتِ حکمِ مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اُس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اُس کے ساتھ سب کی جائے گی۔

فی الدرالمختار لو امتثل امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف احد فوسع له فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برأیه قهستانی معزیا للزاهدی[1] وفی ردالمحتار عن المنح لوجذبه اٰخر فتاخر الاصح لاتفسد صلاته اھ

درمختار میں ہے اگر نمازی نے کسی غیر نمازی کا حکم مان لیا مثلاً کہا گیا آگے ہو، وہ آگے ہوگیا یا کوئی صف کے اندر داخل ہوا اور نمازی نے اس کے لئے جگہ کشادہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، بلکہ وہ ایک ساعت ٹھہرا رہے پھر اپنی رائے سے آگے ہوجائے، قہستانی نے زاہدی کے حوالے سے یہی بیان کیا ہے، ردالمحتار میں منح کے حوالے سے ہے اگر نمازی کو دوسرے نے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلاۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۹

marfat.com

وعن الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد ان امتثالہ انما ھو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یضرہ اھ وعن الطحطاوی لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا اھ[1] ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول وھو من الحسن بمکان بل ھو المحمل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق[2] وفی الھندیۃ رجلان صلیا فی الصحراء وائتم احدھما بالاخر وقام عن یمین الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الی نفسہ قبل ان یکبر للافتتاح حکی عن الشیخ الامام ابی بکر طرخان انہ لاتفسد صلاۃ المؤتم جذبہ الثالث الی نفسہ قبل التکبیر او بعدہ کذا فی المحیط وفی الفتاوی العتابیۃ ھو الصحیح کذا فی التاتارخانیۃ[3] ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

کھینچا اور وہ پیچھے ہوگیا تو اصح مذہب پر اس کی نماز فاسد نہ ہوگی اھ شرنبلالی سے ہے تیسیر المقاصد کے حوالے سے ہے کہ اس کا امتثال (حکم بجالانا) حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی بنا پر ہے لہذا فساد کا سبب نہیں اھ اور طحطاوی سے ہے کہ اگر تفصیل کرتے ہوئے کہا جائے کہ شارع کے حکم پر عمل کرتے ہوئے کسی کا حکم بجالایا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ بغیر رعایت امر شارع کے فقط آنے والے نمازی کو خوش کرنے کے لئے کرتا ہے تو نماز فاسد ہوجائیگی تو یہ تفصیل کرنا نہایت ہی اچھا تھا اھ مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے یہاں یہ لکھا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ صرف حسن ہی نہیں بلکہ کلماتِ علماء کا محمل بھی ہے اور اسی کے ساتھ ان میں موافقت بھی پیدا ہوجائیگی اور اللہ ہی اس کی توفیق دینے والا ہے ۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے دو آدمیوں نے صحرا میں نماز ادا کی ایک نے دوسرے کی اقتدا کی اور امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگیا اب تیسرا آیا تو اس نے مقتدی کو تکبیرِ افتتاح سے پہلے اپنی طرف کھینچ لیا، تو امام ابوبکر طرخان سے منقول ہے کہ اس صورت میں مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ اسے تیسرا شخص تکبیر سے پہلے کھینچے یا بعد میں، اسی طرح محیط میں ہے ۔ فتاوٰی عتابیہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور تاتارخانیہ میں بھی اسی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ ۱/۴۲۲
[2] جد الممتار علی ردالمحتار ۱/۲۷۳
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۸

marfat.com

مسئلہ ۴۸۳ تا ۴۸۵ ازفیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجنیئر ریلوے
۲ جمادی الآخری ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) مسجد یا خلاف مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے ملا رہے یا علیحدہ، اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر، امام مصلے کے کنارے پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے۔ فرمائیے اللہ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

(۲) زید مسجد یا خلاف آں نمازِ فرض پڑھ رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت، اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہوجانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اسی مقام پر اور اسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے، کیا حکم ہے ان کی نماز کا۔ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے بآوازِ بلند کہہ دیا، اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا؟ آیا وہ درست ہوئی، اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے؟ مفصل فرمائیے۔ بینوا توجروا

(۳) اگر بچہ یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نمازِ فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر، اور زید بھی نمازِ فرض پڑھنا چاہتا ہے، آیا اس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ، کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فصل بقدرِ کفایت وحاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کرلیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ وخلافِ سنّت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوئی تو گنہگار ہوئے، اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں، اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لئے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کئے ایک رکعت یا اس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعتِ معدومہ کی تحصیل کے لئے نیت توڑنے کی کہیں اجازت

marfat.com

نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۶ از شہر فیروزپور محلہ پیراں والا مرسلہ منشی عنایت اللہ شاکی قادری

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیٰ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز بجماعت ادا کر لیتے ہیں یا اگر جماعت ہو چکی ہے اور آنے والا شاملِ جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شاملِ جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلّی لیا اور بچھایا اور اس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے، کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں بینوا بالدلیل و توجروا بالاجر الجزیل (دلیل کے ساتھ بیان کرو اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ جزیل عطا فرمائے گا۔ت)

الجواب

جو لوگ جماعتِ معینہ سے پہلے جماعت کر کے چلے جائیں اُس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ ہیں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قرأت میں ایسی غلطی کہ موجب فسادِ نماز ہو یا معاذ اللہ بد مذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی وغیرہما یا فسق بالاعلان مثلاً داڑھی حدِ شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ پر الزام ہو گا جو ایسے امام ناقابل امامت یا ممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہی اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع وسرا و اسٹیشن، جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کہے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہوں گی ان میں سے کسی دوسرے پر ترجیح نہیں، اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لئے امام و جماعت معین ہے اور امام میں کوئی معذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورتِ خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں اُنھیں جانے کی ضرورتِ جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا ہے گا ایسی صورت میں بھی اُن کو اجازت ہو گی کہ باہم جماعت کر کے چلے جائیں کہ شرع نہ اُن کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کر سکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہو گی کہ وہ محلہ کی جماعتِ اولیٰ

marfat.com

کا امام معین ہے، اہلِ محلہ کے لئے جماعتِ اولیٰ وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقتِ معین پر پڑھیں گے، ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا اُن کے ثوابِ جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذانِ امام کی بھی حاجت نہیں، پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورتِ معارضہ سے بچیں اور باعثِ تنفیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر اُن کی کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور موردِ الزامِ شرعی ہیں کہ مرتکب تفریقِ جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریقِ جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقتِ ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دوچند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاھر عند من لہ ادنی مسکۃ فی العلم (یہ تمام اس شخص پر ظاہر ہے جسے اس علم سے ادنیٰ تمسک ہے۔ ت)

یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا، رہی صورتِ تاخیر اس میں بھی اگر وہ مسجد مسجدِ محلہ نہیں تو ہم اوپر کہہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی، سب جماعتِ اولیٰ ہیں اور سب یکساں، اور اگر مسجد مسجدِ محلہ ہے اور امام معین میں کوئی معذورِ شرعی تھا جس کے سبب انھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی ان پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاحِ جماعت سے اثارتِ فتنہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں، اور اگر امام میں کوئی معذورِ شرعی بھی نہیں مگر جماعتِ اولیٰ بے اذان یا اذانِ خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلانِ اذان اعادۂ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعتِ مسنونہ نہ ہوئی جماعتِ مکروہہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے، اگر مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو، ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذنِ امامِ اول کی حاجت نہ تبدیلِ محراب و مصلے کی ضرورت، اور اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظرِ باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدم میں تھیں، اگر باعثِ تاخیر کوئی ضرورتِ شرعیہ تھی مثلاً بھوکا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیر ذلک جو اعذار فقہا نے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادۂ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ، اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذنِ امام کی حاجت نہیں، نہ اُس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اُس کے لئے تنفیر و وحشت، اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعتِ اولیٰ میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کر لی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اُس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مباح کے سبب

marfat.com

تاخیر کی تو تفریقِ جماعت و ترکِ جماعتِ اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دوچند اور اپنی بدمذہبی کے باعث امام سُنّی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم (جیساکہ پہلے گزرا ۔ ت) اور مصلائے امام کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اس کی مِلک ہو کہ اس نے اپنے لئے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہوسکتا جو استعمال کرے گا گنہ گار ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مصلّی وقف ہو۔ اس میں پھر تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ واقف نے صرف امام کے لئے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائیکہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعتِ اولیٰ کے لئے وقف کیا ہو تو امامِ جماعتِ ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقف نے نماز کے لئے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو، سوائے نماز اور جلوس کے لئے نہیں لے سکتے جبکہ واقف نے اسے جائز نہ رکھا ہو۔ تیسرے یہ کہ مسجد کے لئے وقف کیا اور صراحۃً یا دلالۃً حاضرانِ مسجد کے لئے اُس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لئے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقتِ نماز میں کسی ایسے جلوس کے لئے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو، پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحالِ اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لئے ہوتی ہیں مصلّے میں حقِ امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقتِ امامت امام کو اس سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقتِ امامت کے لئے مقامِ امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ازکھریا پوٹہ کلاں ضلع پیلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو بج کر پچیس منٹ پر تین شخص جماعت کرلیں وہ بہتر ہے یا دو بج کر پینتیس منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے، فقط۔

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرتِ جماعت ہی کے لئے شرع مطہر نے نمازِ فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر، اور مسجدِ محلہ میں امام معین اکثر اہلِ محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا

marfat.com

اپنے کسی کام کے سبب جماعت کرجائیں تو وہ ان الکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۷۸: بتوسط جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے، اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز با جماعت ادا کی اور چل دئے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہوچکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح پر اور آئے اور انہوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلی جو اس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ کھڑا ہوکر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھایا اور اس پر نماز ادا کی یا بیٹھ گئے امام سے پُوچھا بھی نہیں، لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہئے سابقوا الخیرات (خیرات میں سبقت حاصل کرو۔ ت) حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت:

ولوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل المؤذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی[1] (عالمگیریۃ)

اگر اقامت وجماعت کے ساتھ بعض اہل محلہ نے نماز ادا کی، پھر مؤذن، امام اور بقیہ لوگ آئے تو ان کے لئے جماعت مستحب اور پہلی مکروہ ہوگی (ت)

کو بلاضرورت اقامت جماعت للاعراض عن المقررۃ یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لئے ہے صفیں جیسے مقتدیوں کی نماز کے لئے ہیں ایسے مصلّی امام کے لئے، امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلے پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں۔ بعض کا قول ہے مصلّٰی امام کی ملک نہیں، فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امامِ معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جائیں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن نہ دینا اسی قبیل سے ہوگا جو اس حدیث میں ہے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی صفتہ واحوال المؤذن مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۴

marfat.com

حدیث لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ[1] رواہ مسلم

معناہ ما ذکرہ اصحابنا وغیرھم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلک الغیر افقہ واقرء واورع وافضل منہ[2] الخ نووی شرح مسلم۔

ایک آدمی دوسرے آدمی کی سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر جماعت نہ کروائے اور نہ ہی اس کے گھر میں بغیر اجازت اعلیٰ مقام پر بیٹھے اسے مسلم نے روایت کیا، معنی یہ ہے ہمارے ائمہ نے یوں بیان کیا کہ صاحبِ خانہ، صاحبِ مجلس اور امام مسجد غیر سے امامت کے زیادہ مستحق ہوتا ہے اگرچہ وہ غیر اس سے زیادہ فقیہ، قاری، صاحبِ تقویٰ وفضیلت ہو الخ نووی شرح مسلم (ت)

قولہ فی سلطانہ ای موضع یملکہ او یتسلط علیہ بالتصرف کصاحب المجلس وامام المسجد[3]۔ مجمع بحار الانوار

قولہ فی سلطانہ اس سے مراد اس کا ملک اور زیرِ تصرف ہونا ہے جیسا کہ صدرِ مجلس اور امام مسجد۔ مجمع بحار الانوار (ت)

لیس للقاضی ان یصلی بھم اذا لم یؤمر بہ صریحا او دلالۃ کبیری[4]۔

قاضی کے لئے نماز پڑھانا جائز نہیں جب تک اس کو صراحۃً یا اشارۃً حکم نہ ہو، کبیری (ت)

علت نہی کی یہ ہے:

وھذا لئلا یؤدی الی تھوین امر سلطنتہ وخلع ربقۃ الطاعۃ والی التباغض والخلاف التی شرع الاجتماع لرفعہ[5]۔ مجمع بحار الانوار۔

یہ اس لئے ہے تاکہ امرِ سلطنت کو ہلکا جان کر لاپرواہی نہ ہو اور طاعت امیر سے بغاوت اور بغض نہ ہو اور ایسا اختلاف نہ ہو جس کے رفع کے لئے اجتماع مشروع ہوا، مجمع بحار الانوار (ت)

---

[1] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۶
[2] شرح مسلم للنووی مع صحیح مسلم " " " " " " " "
[3] مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطن " نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳
[5] مجمع بحار الانوار زیر لفظ سلطن " المطبع العاد نولکشور لکھنؤ ۲/۱۳۰

marfat.com

marfat.com

ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے مرض الامیر فصلی الشرطی لم یجز الا باذنہ[۱] (امیر بیمار ہوگیا کسی لشکری نے نماز پڑھائی تو اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی۔ ت) علمگیریہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورۂ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ بوقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اولیٰ سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام محلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا رجل اول رجل ثانی کی امامت نہ کرے، اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے، جماعتِ ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہا نے اسے مکروہِ تحریمہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئتِ اولیٰ کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے مذکور ہے مراد اس سے کراہت تحریمہ کی نفی ہے نہ مطلق، بہرحال کراہت سے خالی نہیں، مصلیٰ پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اس کے اذن کے اس کی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ[۲] سے پائی جاتی ہے

قولہ علی تکرمتہ ھو موضع خاص لجلوسہ عن فراش او سریر مما یعد لاکرامہ ن ھی بفتح تاء وکسرھا ط کفراش وسجادۃ ونحوھما[۳] مجمع بحار الانوار۔

قولہ تکرمتہ سے مراد وہ جگہ ہے جو بیٹھنے کے لئے ہو یا وہ چارپائی جو اکرام کے لئے رکھی گئی ہوتی ہے ن اس کی تاء پر فتحہ اور کسرہ دونوں آسکتے ہیں ط مثلاً فراش اور سجادہ وغیرہ، مجمع بحار الانوار۔ (ت)

چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت اقوال علماء وعبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی راجح معلوم ہوتی ہے اور اقوال علمائے مخالف، اس لئے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل اور مدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمائیں تاکہ شق راجح پر عملدرآمد ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں

۱؎ فتاوٰی ہندیۃ — الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ — نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/ ۱۴۵
۲؎ صحیح مسلم — باب من احق بالامامۃ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/ ۲۳۶
۳؎ مجمع بحار الانوار — زیر لفظ کرم — المطبع العالی نولکشور لکھنؤ — ۳/ ۲۰۹

marfat.com

جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولیٰ ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے، اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان و اقامت کرے کما نص علیہ فی فتاوٰی قاضی خاں وغیرھا (جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) ہاں مسجد محلہ جس کے لئے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قرأت، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار (جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) اور قصداً بلا وجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم و شناعت، خواہ یُوں ہو کہ امامِ معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولیٰ فوت کرکے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہلِ ضرورت وہ مستثنیٰ ہیں اور اُن کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعتِ اولیٰ نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الالایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ (آدمی کو دوسرے کی حکومت میں جماعت نہیں کروانی چاہئے۔ ت) کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں اُن پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں، یوں ہی جو اتفاقاً بلا تقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً انفراد پر مجبور نہیں، نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولیٰ و ابانت فرق و احتراز صورت مزاحمت کے لئے محراب سے الگ ہونا چاہئے،

وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ ھو الصحیح وبہ ناخذ[1] کما اثرہ فی ردالمحتار۔

محراب سے ہٹ کر نماز ادا کرنے سے ہیئت مختلف ہوجاتی ہے یہی صحیح ہے اور ہم اس پر عمل پیرا ہیں جیسا کہ ردالمحتار میں منقول ہے (ت)

عبارت مضمرات کا محل وہی صورت تفریق بلا ضرورت ہے یونہی حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج[2]

تم پر دین میں اس نے تنگی نہیں کی (ت)

بصورت ضرورت بر وجہ مذکور جماعت میں نہ امام معینہ کی تہوین نہ کوئی وجہ تباغض نہ تحزین عبارت عالمگیری و عبارت کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اُس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

[2] القرآن ۲۲/ ۷۸

یا اُس کا ماذون، اسی کی تفریع میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا:

الشرط الثانی کون الامام فیھا سلطانا اومن اذن لہ السلطان (الی ان قال) التغلب الذی لامنشور لہ اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الامراء یجوز لہ اقامتھا لان بذلک تثبت السلطنۃ فیتحقق الشرط ولیس للقاضی ان یصلی بھم[1] الخ

دوسری شرط یہ ہے کہ امام سلطان ہو یا جسے سلطان نے حکم دیا ہو (آگے کہا) اقتدار پر غلبہ پانے والا وہ شخص جس کو اجازت نامہ حاصل نہیں، اگر رعیت میں وہ امیر جیسی صورت ومقبولیت حاصل کرلے تو جمعہ کا قیام جائز ہے کیونکہ اس صورت میں اقتدار قائم ہونے سے جمعہ کی شرط پائی گئی ہے (سلطان یا نائب) کی موجودگی میں قاضی کو جمعہ پڑھانا جائز نہیں الخ (ت)

علمگیریہ میں ہے:

منھا السلطان حتی لاتجوز اقامتھا بغیر امر السلطان او امر نائبہ، مرض الامیر[2] الخ

ان میں سے سلطان ہے حتی کہ اقامتِ جماعت امرِ سلطان یا اس کے نائب کے حکم کے بغیر جائز نہیں امیر بیمار رہو گیا الخ (ت)

حدیث کی عبارۃ النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلا وجہ شرعی اُس کی امامت فوت کرکے خود امام بن جانے کو بھی دلالۃً شامل،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولاتنفروا[3]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمانِ اقدس ہے لوگوں کو خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ (ت)

اور جو صُورتیں اُوپر گزریں نہ اُن میں عبارۃً منصوص نہ دلالۃً داخل، جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاوٰی فقیر میں ہے جس کا مجمل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولٰی ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولٰی کی تفویت بلا عذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعادہ اذان ہو تو مکروہِ تحریمی، اور محراب نہ بدلیں تو خلافِ اولٰی ورنہ اصلاً کراہت نہیں ھو الصحیح وبہ ناخذ (یہی صحیح ہے اور اسی پر ہمارا عمل ہے۔ت) تاتارخانیہ مصلّٰی اگر ملکِ امام ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف حرام اور اگر واقف نے خاص جماعت اولٰی کے لئے وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال کریں لان شرط الواقف کنص الشارع (کیونکہ واقف کی شرط

---

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

[2] فتاوی ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[3] صحیح بخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۶

marfat.com

نصِ شارع کی طرح ہے۔ ت) ورنہ اُس پر نماز میں اصلاً حرج نہیں جبکہ بلاوجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا اثارت فتنہ نہ ہو احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لئے یہ عبارت بحرالرائق پیشِ نظر ہونا نافع:

قال رحمہ اللہ تعالٰی من ھنا یعلم جھل بعض مدرسی زماننا من منعھم من یدرس فی مسجد تقرر فی تدریسہ اوکراھتھم لذلك زاعمین الاختصاص بھا دون غیرھم حتی سمعت من بعضھم انہ یضیفھا الی نفسہ ویقول ھذہ مدرستی اولا تدرس فی مدرستی وھذا کلہ جھل عظیم فقد قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ فلا یتعین مکان مخصوص لاحد حتی لوکان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ و اقامتہ منہ[1] اھ مختصرا واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

صاحبِ بحرالرائق رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہاں سے ہمارے دَور کے بعض مدرسین کی جہالت بھی واضح ہوجاتی ہے کہ وہ اُس شخص کو اس مسجد میں تدریس کرنے سے منع کرتے ہیں جس تدریس کے لئے ان کا تقرر ہو یا اسے مکروہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان مدارس کو دوسروں کے علاوہ اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں حتی کہ بعض لوگوں کو میں نے دیکھا وہ اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ میرا مدرسہ ہے، یا تو میرے مدرسے میں تدریس نہ کر، یہ تمام بہت بڑی جہالت ہے اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بیشک مساجد اللہ کی ہیں پس کوئی جگہ کسی کے لئے مخصوص نہیں لہذا اگر ایک مدرس مسجد کے کسی مقام پر بیٹھ کر درس دیتا تھا پھر کوئی دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھا تو پہلے مدرس کو جائز نہیں کہ دوسرے کو وہاں سے ہٹا کر خود وہاں بیٹھے۔ اھ مختصراً واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۸۷۹: از شہر محلہ مسجد جامع مسئولہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہ ہنگام ضرورت محرابِ مسجد میں یعنی آثار دیوار چھپیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں و بائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کرلے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں، بینوا توجروا۔

---

[1] بحرالرائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

marfat.com

الجواب

وقتِ ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے، امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہوجائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے گی، محراب میں بلاضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ و ممنوع ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸۰ از عبدالغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کر رہا ہے اور اس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور اُن میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہو کر آمین بالجہر و رفع یدین کریں تو اس صورت میں ادائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا و تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی، جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ و رسالہ السیوف و رسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کردیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور اُن کے منکروں کے حامی و ہمراہ، تو یقیناً قطعاً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں، اور کافر کی نماز باطل، تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اُتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطعِ صف حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ[1] — جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے۔

تو جتنے اہلسنت اُن کی شرکت پر راضی ہوں گے یا باوصف قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار و مستحق وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صف مکروہِ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صف ہو اور اس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صف نہیں مگر اس کا احتمال و اندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو قطع ہوجائیگا

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یُونہی وُہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قُرب سے بھی ممانعت ہُوئی کہ تلك حدود الله فلا تقربوها[1] (یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اس کے باوجود۔ت) معہذا ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تصلوا علیهم و لا تصلوا معهم[2]۔ نہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

بدمذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۸۱ از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

وبار دوم از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر شریف ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آمین بآوازِ بلند کہنا جائز ہے، اگر کوئی جماعت میں آمین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آمین بالجہر امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سُنّی شافعی مذہب آمین بآواز کہے وہ بلا تکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام، ہماری ماں سنّتِ سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام۔ مگر یہاں جو آمین بالجہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ و رسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمۂ کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیبِ خدا و توہینِ رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صف قطع ہوگی اور صف کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا:

من وصل صفا وصله الله و من قطع صفا قطعه الله[3]۔ جو صف کو ملائے اللہ اسے اپنی رحمت سے ملائیگا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ اسے اپنی رحمت سے جدا کردے گا (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۸۷

[2] کنز العمال الفصل الاول فی فضائل الصحابہ اجمالا مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

[3] سنن ابوداود باب تسویۃ الصفوف " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

marfat.com

حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو۔ یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صف میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور رہے معذور رہے۔

مسئلہ ۸۸۲ از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - قاطع بدعت وضلالت جامع معقول ومنقول جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب ادام فیوضہم و برکاتہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دو مسئلے[عہ] خدمت شریف میں پیش کر کے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمائیں اللہ تعالٰی اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا، ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ رد المحتار میں جو اقوال کراہت وعدمِ کراہت کے نقل کئے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں امام اور مؤذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے وہ بھی اس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی ہو دوسرے قولِ بلا دلیل کی ترجیح کس طرح ہو سکتی ہے - بیّنوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہٗ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم۔

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جعلہ اللہ تعالٰی ممن شید بہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامۃ امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لئے اہل معین ہوں جب اُس میں اہلِ محلہ باعلانِ اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلا کراہت ادا کر چکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۂ جماعت مکروہ وممنوع وبدعت ہے۔ مجمع البحرین وبحر الرائق میں ہے:

لا تکررھا فی مسجد محلۃ باذان — محلہ کی مسجد میں دوسری اذان کے ساتھ تکرارِ جماعت

عہ اول یہ ہے دوسرا نوافل میں مسطور ہے ۱۲ (م)

marfat.com

ثانی[1] -

جائز نہیں۔ (ت)

شرح المجمع للمصنف و فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے :

المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان[2] -

جب مسجد کا امام اور جماعت محلہ میں متعین ہو اور اہل محلہ نے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو دوسری اذان کے ساتھ اس میں تکرارِ جماعت مباح نہ ہوگی (ت)

اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و شرح کبیر منیہ و غرر و درر و خزائن الاسرار و درمختار و ذخیرۃ العقبٰی وغیرہا میں ہے اور اُس کا حاصل حقیقۃً کراہت اعادۂ اذان ہے

فان الحکم المنصب علی مقید انما ینصب علی القید کما قد عرف فی محلہ ولھذا ۱ -

وہ حکم جو کسی مقید پر ہو وہ قید پر وارد ہوتا ہے جیسا کہ یہ ضابطہ اپنے مقام و محل پر معروف ہے (ت)

امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا :

المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ او بعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ والباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ[3] -

جب مسجد کے اہل معلوم ہوں اور ان تمام یا بعض نے اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا کرلی تو اب غیر اہل اور بقیہ لوگوں کے لئے اذان و اقامت کا اعادہ جائز نہیں (ت)

ولہذا کتب مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادۂ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اس کے جواز و اباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے عباب و ملتقط و منبع و شرح درر البحار و شرح مجمع البحرین للمصنف و شرح المجمع ابن ملک و رسالہ علامہ رحمت اللہ تلمیذ امام ابن الہمام و ذخیرۃ العقبٰی و خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار و حاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین رملی و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق و اجماع نقل فرمایا، خزائن میں ہے :

لو کرر اھلہ بدونھما او کان مسجد

اگر اذان و اقامت کے بغیر اہلِ محلہ تکرارِ جماعت

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۵-۳۴۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ ر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۳

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی۔

marfat.com

طریق جائز اجماعاً[1]۔

کریں یا وہ مسجد راستہ کی ہو تو یہ تکرارِ جماعت بالاجماع جائز ہے (ت)

عالمگیریہ وشرح المجمع للمصنف میں ہے:

اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً[2]۔

ہاں اگر انھوں نے نماز بغیر اذان کے ادا کی تو یہ بالاجماع جائز ہے (ت)

ردالمحتار میں منبع سے ہے:

التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعاً[3]۔

مسجد کو محلہ کے ساتھ مختص کرنے سے مسجدِ شارع اس سے خارج ہوگئی اور اذانِ ثانی کی قید سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے، جب اہلِ محلہ نے اذانِ ثانی کے بغیر جماعت کروائی ہو کیونکہ اس صورت میں تکرارِ جماعت بالاجماع مباح ہے (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

اما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقاً وعلیہ المسلمون[4]۔

جب بغیر اذان کے تکرارِ جماعت ہو تو اب بہرحال کراہت نہیں اور تمام مسلمان اسی پر ہیں (ت)

یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامہ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو، ظہیریہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اُسے ظاہر الروایۃ بتایا **اقول** واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعتِ اولٰی چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز و گناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل ونقل کے قاعدۂ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں نہ کہ محکم کو محتمل سے رَد کریں تو عبارت ظہیریہ سے ردِ نقول متظافرۂ اجماع

---

[1] ردالمحتار بحوالہ خزائن الاسرار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الجماعۃ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[3] ردالمحتار باب الامامۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۸

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار " " دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۴۰

marfat.com

—— ناممکن ہے بلکہ اگروہ دوسرے معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعیہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی نہ کہ بالعکس، ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے:

هذا عزاه فی البحر الی المضمرات و قال ان الثانی غریب اھ وجه غرابته انه انفرد بذكره صاحب الظهيرية ولذا عزاه من بعده اليها فقط۔[1]

اس کی نسبت بحر میں المضمرات کی طرف کی ہے اور کہا دوسرا نادر ہے اھ نادر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صرف صاحبِ ظہیریہ ہی نے ذکر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد والوں نے اس کی نسبت صرف ان کی طرف ہی کی ہے اھ (ت)

اُسی کے باب المیاہ مسئلہ اعتبار عمق میں ہے:

قوله فی الاصح ذكره فی المجتبى والتمرتاشی والايضاح والمبتغی وعزاه فی القنية الى شرح صدر القضاة وجمع التفاريق وهو متوغل فی الاغراب مخالف لما اطلقه جمهور الاصحاب كما فی شرح الوهبانية۔[2]

قولہ فی الاصح اسے مجتبٰی، تمرتاشی، ایضاح اور مبتغٰی نے ذکر کیا، قنیہ میں اس کی نسبت شرح صدر القضاۃ اور جمع التفاریق کی طرف کی ہے، شرح الوہبانیہ کے مطابق جمہور کے اطلاق کی مخالفت کی وجہ سے یہ اغراب میں ڈوبا ہوا ہے (ت)

پھر جبکہ بحال اعادۂ اذان اصل مذہب وظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی،

لما فی ردالمحتار قوله ويكره ای تحريما لقول الكافی لايجوز والمجمع لايباح۔[3]

ردالمحتار میں ہے وقولہ ویکرہ یعنی تحریمی مراد ہے کیونکہ صاحبِ کافی نے کہا یہ جائز نہیں، اور مجمع میں ہے یہ مباح نہیں (ت)

اور بے اذان ثانی جواز و عدمِ کراہت پر اجماع تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز و اباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع، امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۶۷
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے،

فان المکروہ تنزیھا من قسم المباح کما فی ردالمحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ۔

کیونکہ مکروہ تنزیہی قسمِ مباح ہی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور ہم نے اس کی تحقیق "جمل مجلیہ" میں کی ہے (ت)

اس باب میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلاً کراہت نہیں، ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولوالجیہ و وجیز کردری و تاتارخانیہ و غنیہ وغیرہا میں اسی کو ھوالصحیح وبہ ناخذ (صحیح یہی ہے اور اسی کو ہم نے اختیار کیا ہے۔ت) فرمایا، بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر منیر و توفیق و تحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف، اور مسئلے میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاوٰی فقیر میں مذکور ہے) باعادہ اذان جماعتِ ثانیہ ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ و مذہب امام ہے اور بے اذانِ ثانی بلاشبہہ جائز اس پر خود اتفاق و اجماعِ ائمہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلاکراہت، یہی صحیح وماخوذ و معتمد ہے اب شبہہ اصل سے منقطع ہو گیا اور بالفرض اگر براہِ تنزل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انھیں کا اتباع کریں، ظاہر الروایہ کی ترجیح اسی وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہو چکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہو سکے گی اور اسی تصحیح تصریح کا اتباع ہوگا۔ درمختار میں ہے،

امانحن فعلینا اتباع مارجحوہ وماصححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم[1]۔

ہمارے لئے اس قول کی اتباع و پیروی لازم ہے جسے فقہائے نے ترجیح دی اور تصحیح کی جیسے اس صورت میں ہم پر ان کی پیروی لازم تھی کہ اگر وہ ہمارے زمانے میں زندہ ہوتے اور فتوٰی دیتے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ترجیح ضمنی لکل ماکان ظاھر الروایۃ فلایعدل عنہ بلاترجیح صریح لمقابلہ[2]۔

ہر ظاہر روایت کو ترجیح ضمنی حاصل ہوتی ہے پھر جب تک اس کے مقابل صریح ترجیح نہ ہو اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

---

[1] درمختار | خطبۃ الکتاب | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/۱۵

[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۵۸

marfat.com

درمختار میں ہے:

اذا ذیلت روایة بالصحیح او الماخوذ به لم یفت بمخالفه[1] اھ مختصرا۔

جب روایت کے بعد صحیح یا ماخوذ بہ لکھا ہوا ہو تو اس کے مخالف فتوٰی نہیں دیا جاسکتا اھ مختصرا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان التصحیح بصیغة تقتضی قصر الصحة علی تلك الروایة فقط کالصحیح والماخوذ به ونحوهما مما یفید ضعف الروایة المخالفة لم یجز الافتاء بمخالفها لما سیأتی ان الفتیا بالمرجوح جهل[2]۔

جب تصحیح ایسے صیغہ کے ساتھ ہو جو صرف اسی روایت کی صحت کا تقاضا کر رہا ہو مثلاً لفظ صحیح یا ماخوذ بہ وغیرہما جو مخالف روایت کے ضعف پر دال ہو تو اب اس کے مخالف پر فتوٰی دینا جائز نہ ہوگا، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے کہ مرجوح پر فتوٰی جہالت ہوتی ہے (ت)

اُسی میں ہے:

لو ذکرت مسئلة فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحها بل صرحوا بتصحیح مقابلها فقد افاد العلامة قاسم ترجیح الثانی لانه تصحیح صریح وما فی المتون تصحیح التزامی والتصحیح الصریح مقدم علی التصحیح الالتزامی ای التزام المتون ذکر ماهو الصحیح فی المذهب[3]۔

اگر کسی مسئلہ کا ذکر متون میں ہوا اور اس کی تصحیح کی تصریح فقہا نے نہ کی ہو بلکہ اس کے مقابل کی تصحیح کی ہو تو ایسی صورت میں علامہ قاسم کے نزدیک دوسرے کو ترجیح ہوگی کیونکہ تصحیح پر تصریح ہے اور متون میں تصحیح التزامی ہو اور تصحیح صریح تصحیح التزامی پر مقدم ہوتی ہے، یہاں تصحیح التزامی سے مراد ہے کہ متون نے یہ التزام کیا ہوتا ہے کہ ہم وہی ذکر کریں گے جو مذہب میں صحیح قول ہوگا۔ (ت)

اب رہیں بعض تعلیلات، اول تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں، نہ وہ ہمارا منصب، پھر بعونہٖ تعالٰی اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب ردالمحتار پر لکھیں اسعا فا للمرام اس

---

[1] درمختار | خطبة الکتاب | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۱۵
[2] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر | ۱/۵۴-۵۵
[3] " | " | " " | ۱/۵۳

مقام سے اُس کی نقل مسطور،

قوله ولنا انه علیه الصلاۃ والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اھل المسجد فرجع الی منزله فجمع اھله وصلی ولو جاز ذلك لما اختار الصلاۃ فی بیته علی الجماعۃ فی المسجد۔[1]

قوله ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام بعض لوگوں کے درمیان صلح کے لئے تشریف لے گئے جب آپ مسجد میں واپس آئے تو اہلِ مسجد نے نماز ادا کرلی تھی تو آپ گھر تشریف لائے آپ نے اپنے اہل کو جمع کیا اور نماز ادا کی اگر تکرارِ جماعت جائز ہوتا تو آپ مسجد میں جماعت پر گھر کی جماعت کو اختیار نہ فرماتے (ت)

اقول اولاً لایتعین ھذا سببا لذلك فات فی اعادته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الجماعۃ فی المسجد کان ایھام انه لم یرض بجماعۃ القوم فلعله اراد دفع ذلك الوھم وتاکید تقریرھم علی ما فعلوا۔

اقول (میں کہتا ہوں) (۱) تکرارِ جماعت کے ناجائز ہونے کے لئے اس کو سبب قرار دینا متعین نہیں بلکہ اس کی وجہ اور بھی ہوسکتی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کا اعادہ فرماتے تو یہ وہم ہوتا کہ آپ نے لوگوں کی جماعت کو پسند نہیں کیا، تو ممکن ہے آپ نے اس وہم کے ازالے اور لوگوں کی جماعت کو صحیح قرار دینے کے لئے ایسا کیا ہو۔

وثانیاً لعل الباقی من اھله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم للجماعۃ النساء الطاھرات وحدھن فاحب الجماعۃ ولم یحب ان یخرجھن وحدھن للجماعۃ للمسجد وعسی ان یراہ الناس ممن قد صلوا فیحبوا اعادۃ الصلوۃ خلفه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او یجیئ بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفھن فتفسد صلاتھم۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی صرف ازواجِ مطہرات ہی جماعت سے باقی رہ گئی ہوں آپ نے گھر میں ہی جماعت کو پسند فرمایا اور مسجد میں صرف ان کی جماعت کے لئے ان کو نکالنا پسند نہ فرمایا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ نماز ادا کرلینے والے آپ کو دیکھ کر آپ کے پیچھے نماز کا اعادہ پسند کریں یا بعض لوگ پہلی جماعت میں شرکت نہ کرسکے تھے اب آئے تو ان خواتین کے پیچھے کھڑے ہوگئے تو اس صورت میں ان کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

وثالثا من فاتته الجماعة وحدہ فهو مخير فی الانفراد واتباع الجماعات وان یاتی اهله فیجمع بهم کما نص علیه فی الخانیة والبزازیة وغیرهما وقد نصوا کما فی ردالمحتار وغیرہ ان الاصح انه لوجمع باهله لایکرہ وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل[1] اھ وقد کان صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ربما یترك الافضل لبیان الجواز وکان حینئذٍ هوالافضل فی حقه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لما فیه من التبلیغ المبعوث له من عند ربه عزوجل فکیف یسلم قوله ولوجاز ذلك لما اختار۔

(۳) جب تنہا آدمی جماعت سے رد جائے تو اب اسے اختیار ہے کہ وہ تنہا نماز ادا کرے یا جماعت کے ساتھ کہ وہ گھر چلا جائے اور اپنے اہل کو اکٹھا کرکے نماز پڑھے، اس پر خانیہ، بزازیہ وغیرہا میں تصریح ہے' ردالمحتار وغیرہ میں یہ تصریح ہے اگر اس نے اپنے اہل کو جمع کرکے نماز ادا کی تو کراہت نہیں بلکہ جماعت کا ثواب پائے گا، البتہ مسجد کی جماعت افضل ہے اھ، اور بعض اوقات سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیانِ جواز کے لئے افضل کو ترک فرما دیتے تھے اور اس صورت میں آپ کے حق میں وہ بیانِ جواز ہی افضل ہوگا کیونکہ اس میں احکامِ خداوندی کی تبلیغ (جس کے لئے اپنے رب کی طرف سے بھیجے گئے ہیں) ہے' ان کا یہ قول "ولوجاز ذلك لما اختار" کیسے درست ہوگا۔

وفیه رابعًا مایفیدہ العلامة المحشی ان قد انعقد الاجماع بلانزاع علی جواز اعادة الجماعة فی المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعا ان مسجدہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم لیس مسجد محلة فلو تم هذا الاستدلال لهادم الاجماع واتی بتحریم مالیس فی حله بل ولافضله محل نزاع۔

(۴) جو علامہ محشی نے کہا ہے کہ اس بات پر اجماع کے انعقاد میں کوئی نزاع نہیں کہ مسجدِ عام میں اعادۂ جماعت جائز ہے بلکہ واضح تصریح کی ہے کہ یہ افضل عمل ہے اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد مبارکہ مسجدِ محلہ نہیں' اگر معترض کا یہ استدلال درست ہو تو یہ اجماع سے ٹکرائے گا اور ایسی چیز کو حرام قرار دینا ہوگا جس کے حلال بلکہ اس کے افضل ہونے میں کوئی محلِ نزاع نہیں۔

---

[1] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۲

marfat.com

اقول ومثله فی الضعیف بل اضعف ماقدم فی الاذان من الاستدلال بماروی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه ان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادٰی[1] فانه لیس فیه ان الجماعة کانت تفوت جماعة منهم معا فکانوا یصلون فی المسجد فرادی مجتمعین وحاش للہ متی عهد هذا من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم وانما کانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منهم ولا دلالة بصیغة الجمع علی القران فی الفعل فان معناہ انهم کانوا کل من فاتته الجماعة صلی فی المسجد منفردا ولم یکونوا یتتبعون المساجد نفیا للحرج فکان کقول انس ایضا صلیت خلف النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و ابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون القرأة بالحمد للہ رب العٰلمین رواہ احمد و مسلم[2]

اقول (میں کہتا ہوں) اسی کی طرح ضعیف بلکہ اضعف ہے وہ استدلال جو اذان کی بحث میں اس حدیث کے حوالے سے گزرا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ جب اصحابِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرتے تھے کیونکہ اس میں یہ ہرگز نہیں کہ اگر صحابہ کے ایک گروہ کی معاً جماعت فوت ہوجاتی تو وہ سب مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے حاش للہ ایسی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہیں البتہ نادراً کسی ایک صحابی کی کسی وقت کی جماعت رہ جاتی تھی گروہ کی نہیں، اور جمع کے صیغہ کی قران فی الفعل پر کوئی دلالت نہیں، کہ ایک سے زیادہ افراد مسجد میں اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا نماز ادا کرلیتا اور نفی حرج کی وجہ سے دیگر مساجد کی طرف نہ جاتے تھے یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کی طرح بھی ہے جس میں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہم کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے تو وہ الحمد للہ رب العالمین سے قرأت کی ابتداء کرتے تھے، اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

---

[1] ردالمحتار   باب الاذان   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ١/ ٢٩١

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ   مطبوعہ دارالفکر بیروت   ٣/ ٢٢٣

marfat.com

هل لقائل ان يقول ان فی نفس الحديث دليلا على هذا المعنى وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولى عينا بل نجريها على ارسالها والجماعة لا تفوت الجماعة الا ان يمنعوا عن تكرارها، فيتوقف الاستدلال به على اثبات ممانعة التكرار فيعود مصادرة على المطلوب وقد ذكر البخاری فی صحيحه عن انس نفسه رضی الله تعالیٰ عنه انه جاء الى مسجد قد صلى فاذن واقام وصلى جماعة[1] اھ فلم تفته الجماعة اذ لم يكن وحده و صح ان رجلا دخل المسجد وقد صلى رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم من يتصدق على هذا فيصلی معه فقام رجل من القوم فصلى معه[2] رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابوبكر بن ابی شيبة والدارمی وابويعلى وابن خزيمة وابن حبان وسعيد بن منصور والحاكم كلهم عن

کیا کوئی قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے مضمون میں اس مفہوم پر دلیل ہے ؟ اور یہ اس لئے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں جماعت سے مراد جماعت اولٰی عینی ہے بلکہ ہم اسے مطلق جماعت پر محمول کرتے ہیں اور ایک گروہ سے جماعت تب فوت ہو گی جب انہیں تکرارِ جماعت سے منع کیا ہو، لہٰذا اس سے استدلال ممانعتِ تکرار کے اثبات پر موقوف ہوگا ، تو یہاں مصادرت علی المطلوب عود کرے گی ، اور بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت کی ہے کہ وہ مسجد میں آئے حالانکہ جماعت ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان دی تکبیر کہی اور جماعت کرائی اھ تو تنہا نہ ہونے کی صورت میں ان کی جماعت فوت نہ ہُوئی اور یہ بھی ثابت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا حالانکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو جماعت کرادی تھی ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر کون صدقہ کرتے ہوئے اس کے ساتھ نماز ادا کرے گا ؟ تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز ادا کی ، اس کو مسند احمد ، ابوداؤد ، ترمذی ، ابوبکر بن ابی شیبہ ، دارمی ، ابویعلی ، ابن خزیمہ ، ابن حبان ، سعید بن منصور اور حاکم ان سب نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ،

---

[1] صحیح البخاری باب فضل صلوٰۃ الجماعۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۹

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۴۵

marfat.com

ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن عصمۃ بن مالک و ابن ابی شیبۃ عن الحسن البصری مرسلا وعبدالرزاق فی مصنفہ وسعید بن منصور فی سننہ عن ابی عثمن النہدی مرسلا ایضا وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن عمیر کما فی الترمذی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وفی بعضہا ان ذلک المتصدق علی الرجل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما **قولہ** ولان فی الاطلاق ھکذا تقلیل الجماعۃ معنی فانہم لا یجتمعون اذا علموا انہا لا تفوتہم[1]

اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عصمہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے، عبدالرزاق نے مصنف اور سعید بن منصور نے سنن میں ابوعثمان النہدی سے بھی مرسلاً روایت کیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابوموسٰی اشعری اور حکم بن عمیر سے بھی روایت ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے رضی اللہ عنہم اور بعض روایات میں ہے کہ وہ صدقہ کرنے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے **قولہ** کیونکہ ایسے اطلاق سے تقلیل جماعت کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ جب جان لیں کہ جماعت فوت نہ ہوگی تو جمع نہ ہونگے

اقول لسنا نبیح تعمد ترک الجماعۃ الاولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی اللہ ینادی ولم یجب بلا عذر ثم وعز دفاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا او کانوا مشتغلین بنحو الاکل تاقت الیہ انفسہم او التخلی وغیر ذلک من الاعذار فتخلفہم عن الاولی قد کان باذن الشرع فعلی ما یعاقبون بحرمان الجماعۃ وفیم تودی الی التقلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا

اقول (میں کہتا ہوں) ہم جماعت اولٰی کے عمداً ترک کو دوسری جماعت پر بھروسا کی بناء پر مباح نہیں رکھتے اور جس شخص نے بھی اللہ تعالٰی کی طرف سے بلاوا سُنا اور اس نے اسے قبول نہ کیا وہ گنہ گار ہوگا اور وہ قابلِ تعزیر ہے تو یہاں اطلاق کہاں ہے، ہم تو ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں جو موجود نہ تھے اب آئے یا وہ کسی معاملہ میں مشغول تھے مثلاً سخت بھوک کی وجہ سے کھانا کھا رہے تھے یا رفع حاجت کے لئے گئے تھے یا اس جیسے دوسرے اعذار ہوں تو اب ایسے لوگوں کا پہلی جماعت سے رہ جانا باجازت شرع ہوگا، اب ان پر جماعت سے

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

"حسن البراعة فی تنقید حکم الجماعة" ان الواجب هی الجماعة الاولی عیناً فاذا علموا انهم لو لم یحضروا فاتهم الواجب فکیف لا یجتمعون، اما الکسالی وقلیل المبالاة فلا یجتمعون وان علموا انهم تفوتهم الاولی والاخری جمیعا الا تری ان بعض[عه] العصریین ممن یدعی العلم والدین قد شدد فی ذلك تشدیدا بلیغا وزعم ان تکرار الجماعة معصیة مطلقا فتبعه بعض عوام تلك البلاد فی ترك تکرار الجماعة ولم یتبعوه فی اتیان الاولی فتری فوجا من الاحابیش یاتون بعد الجماعة فیصلون معا فرادی فیزیدون مشابهة بالروافض والله المستعان **قوله** ویؤیده مافی الظهیریة لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلی فیه اهله یصلون وحدانا وهو ظاهر الروایة اھ وهذا مخالف لحکایة الاجماع السابقة[۱]

محروم ہونے کی وجہ سے کیونکر ملامت کی جاسکتی ہے اور انھیں تقلیل جماعت کا سبب کیوں قرار دیا جائے ؟

ہم نے اپنے رسالے "حسن البراعۃ فی تنقید حکم الجماعۃ" میں ثابت کیا ہے کہ واجب عینی جماعت اولیٰ ہی ہے پس جب انہوں نے جانا اگر وہ حاضر نہ ہوئے تو واجب فوت ہو جائے گا تو وہ جمع کیسے نہ ہوں گے ؟ رہا معاملہ سستی اور لاپرواہی کرنے والوں کا، وہ جمع نہیں ہوں گے خواہ انھیں علم ہو کہ ہماری پہلی اور دوسری جماعت فوت ہو جائے گی کیا آپ کے علم میں نہیں کہ بعض معاصرین جو علم و دین کا دعوٰی کرتے ہیں انہوں نے اس میں بہت زیادہ تشدید کی اور کہا کہ تکرارِ جماعت ہر حال میں معصیت و گناہ ہے اور ان کے علاقے میں کچھ عام لوگوں نے تکرارِ جماعت کے ترک میں اس کا اتباع کیا حالانکہ وہ پہلی جماعت کے درپے نہیں ہوئے آپ متعدد گروہوں کو ملاحظہ کرینگے کہ وہ جماعت کے بعد آتے ہیں وہ ایک ہی مقام پر تنہا تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو اس عمل سے روافض کے ساتھ مشابہت میں اضافہ کرتے ہیں اور اللہ ہی مدد کرنے والا ہے **قولہ** اور اس کی تائید ظہیریہ کی یہ عبارت کرتی ہے اگر کوئی جماعت مسجد میں داخل ہوئی حالانکہ اہلِ محلہ نے جماعت کرالی تھی تو وہ تنہا تنہا نماز ادا کرلیں، اور یہ ظاہر روایت ہے اھ اور یہ بات سابقہ منقول اجماع کے خلاف ہے

عہ وهو رشید احمد الگنگوهی ۱۲ (م)

---

[۱] رد المحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

اقول لاتائید ولاخلاف فان یصلون لیس نصا فی الایجاب ومن تتبع ابواب صفة الصلاۃ والحج من ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرۃ من صیغ الاخبار واردۃ فیما لیس بواجب بل ولا سنة انما اقصاہ الندب، وقد قال فی البحر الرائق والطحطاوی فی حاشیة الدر ان ذلک ای دلالة الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدر من الشارع اما من الفقہاء فلا یدل ھو ولا الامر منھم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث قال فی صفة الصلاۃ افترش رجله الیسری ووضع یدہ وامثال ذلک کثیرۃ اھ ولست انکر انه کثیرا ما یجیئ للوجوب کما بیناہ فی کتابنا "فصل القضاء فی رسم الافتاء" وانما ارید ان المحتمل لایقضی علی المفسر فکیف یرد به الاجماع المتظافر علی نقله المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی ما یصیر به مخالفا للاجماع ولو کان کذا لکان ھو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکی الواحد عن

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں نہ تائید ہے نہ ہی مخالفت، کیونکہ لفظ "یصلون" سے صراحۃً ایجاب ثابت نہیں ہوتا اور جس نے بھی کسی کتاب کے ابواب صفۃ صلوٰۃ وحج کا مطالعہ کیا ہے وہ بہت سے الفاظ خبر کا ذخیرہ پائے گا جو ایسی جگہ وارد ہیں جو واجب بلکہ سنت بھی نہیں، ہاں زیادہ سے زیادہ مستحب کے درجہ میں ہوتے ہیں، بحر الرائق میں ہے اور طحطاوی نے حاشیہ در میں کہا ہے جملہ خبریہ کی دلالت وجوب پر اس وقت ہوتی ہے جب وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہو، اور اگر وہ فقہاء کرام سے منقول ہو تو اس جملہ خبریہ بلکہ فقہاء کے امر کی بھی وجوب پر دلالۃ نہیں ہوتی جیسا کہ امام محمد سے واقع ہے انہوں نے صفۃ صلوٰۃ میں فرمایا نمازی بایاں پاؤں بچھائے اور ہاتھ رکھ دے اور اس پر متعدد مثالیں شاہد ہیں اھ اور میں اس بات کا منکر نہیں کہ بہت سے مقامات پر مفید وجوب بھی ہیں جس طرح ہم نے اس کی تفصیلی گفتگو "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں کی ہے، مراد یہاں یہ ہے کہ محتمل کو مفسر پر ترجیح حاصل نہیں، اور معتمدات کی منقولات کے باوجود اس کے ساتھ اجماع متظافر کو کیسے رد کیا جائے بلکہ ان عبارات کو اس پر کیسے محمول کیا جائے جو اجماع کے خلاف ہوں، اگر معاملہ یہی ہے تو ایسی ظاہر الروایۃ

marfat.com

ظاهر الرواية اقرب الى السهو من
الجماعة بل لقائل ان يقول لا يمكن
الحمل ههنا على الوجوب اصلا وان
قلنا بكراهة تكرار الجماعة فى مسجد
الحى مطلقا وذلك كما نصوا عليه فى
الوجيز والتبيين والهندية وغيرها
وسيأتى شرحا وحاشية ان من
فاتته فى مسجده ندب له طلبها فى
مسجد اخر الا المسجدين المكى والمدنى
كما فى القنية ومختصر البحر وبحث
فى الغنية الحاق الاقصى، وذكر
القدورى يجمع باهله ويصلى بهم
اى وينال ثواب الجماعة كما فى
الفتح فاذا الجماعة معهم لا يحتاجون
الى التفتيش عنها فمن ذا الذى
حرم عليهم ان يذهبوا الى بعض
البيوت مثلا ويجمعوا وينالوا الفضل
فان قلت عاقهم عن الخروج
الدخول **قلت** كلامهم المذكور
مطلق فيمن دخل ومن لم
يدخل الخروج لادراك الجماعة
لا يمنعه الدخول الا ترى ان
مقيم الجماعة يخرج تكبير الجماعة
الاولى باذنه فلان يجوز
لهؤلاء الخروج ولا تكبير ولا اولى

کو رَدّ کر دینا اجماع کے رد سے بہتر ہے کیونکہ اکیلا
ظاہر روایت نقل کرنے والے کا بھول جانا جماعت
کے بھول جانے سے زیادہ قریب ہے بلکہ کوئی
قائل یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں وجوب پر محمول کرنا بالکل ممکن ہی
نہیں اگرچہ ہم یہ کہیں کہ مسجدِ محلہ میں تکرارِ جماعت ہر
حال میں مکروہ ہے وہ اس لئے کہ وجیز، تبیین، ہندیہ
وغیرہ میں اس پر تصریح موجود ہے اور عنقریب تفصیلاً
آئے گا کہ جس نے نماز مسجد میں فوت کر دی اس
کے لئے دوسری مسجد میں تلاشِ جماعت مستحب ہے
مگر دو مساجد حرم مکی اور حرم مدنی میں جیسا کہ قنیہ
اور مختصر البحر میں ہے، قنیہ میں مسجد اقصٰے کو بھی
شامل کیا گیا ہے، قدوری نے ذکر کیا کہ وہ اپنے
گھر والوں کو جمع کرے اور جماعت کرائے، یعنی وہ
جماعت کا ثواب پالے گا۔ فتح میں اس طرح ہے
اہل کے ساتھ جماعت اس کی تلاش کی محتاج نہیں ہے
تو ان پر کس نے حرام کیا ہے اس بات کو مثلاً وہ گھر
کی طرف جائیں اور انہیں جمع کریں اور ثوابِ جماعت پائیں۔

فان قلت (اگر کوئی کہے کہ)

مسجد میں داخلہ دوسری جگہ جانے کو مانع ہے
میں کہتا ہوں ان کا مذکورہ کلام مطلق ہے خواہ وہ
شخص داخل ہے یا داخل نہیں اور ادراکِ جماعت
کے لئے خروج اس کو دخول سے مانع نہیں، کیا آپ
نہیں جانتے کہ دوسری جگہ جماعت کا منتظم، پہلی
جماعت کی تکبیر کے وقت مسجد سے نکل سکتا ہے
تو ان کے لئے خروج ہر طور جائز ہوگا نہ تکبیر ہے

marfat.com

لاولی وبالجملة لا محل ههنا للایجاب
وعلیه کان یتوقف التائید والخلاف
فان **قلت** فاذ لا وجوب فما منزع
الکلام **قلت** افادة جوازا لانفراد
لهم بلا حظر ولا حجر بخلاف ما لو لم
تقم الجماعة بعد حیث لا یجوز الصلاة
منفردا الا بعذر لما فیه من
تفویت الجماعة الواجبة علی المعتمد
او القریبة من الوجوب علی المشهور
فاذن کان علی وزان ما قال
العینی فی عمدة القاری[1] قال ابوحنیفة
رضی الله تعالٰی عنه سها او نام او
شغله عن الجماعة شغل جمع
باهله فی منزله وان صلی وحده
یجوز اھ وهذا معنی لا غبار علیه
ان شاء الله تعالٰی وبه
یزول کل اشکال ولله الحمد
قوله وعن هذا ذکر العلامة
الشیخ رحمه الله السندی
تلمیذ المحقق ابن الهمام
فی رسالته ان ما یفعله اهل
الحرمین من الصلاة بائمة متعددة
وجماعات مترتبة مکروه اتفاقا الی

اور نہ جماعت اولٰی، الغرض یہاں ایجاب کا محل
نہیں اور اسی پر تائید اور خلاف موقوف تھا، اگر
اے معترض تُو یہ کہے کہ جب وجوب ہی نہیں تو کلام
کا منشا کیا ہوگا؟ تو میں اس کا جواب دیتا ہوں
کہ ان کے لئے بلا خوف وخطر تنہا نماز ادا کرنے
کا جواز بیان کرنا مقصود ہے، بخلاف اس صورت
کے جب ابھی جماعت نہ ہوئی ہو کہ اب عذر کے
بغیر تنہا نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اب اس جماعت کا
فوت کرنا لازم آئے گا جو مختار قول کے مطابق
واجب اور مشہور قول کے مطابق قریب واجب
ہے اور یہ بات اس طریقہ پر ہوگی جو امام عینی
نے عمدۃ القاری میں بیان کیا کہ امام ابوحنیفہ
رحمہ اللہ نے فرمایا جب کوئی بھول گیا یا سوگیا یا
کسی اہم مصروفیت کی بنا پر جماعت میں شرکت
نہ کرسکا تو وہ اپنے گھر والوں کو جمع کرے اور باجماعت
نماز ادا کرے اور اگر اس نے تنہا نماز ادا کرلی
تب بھی جائز ہے اھ یہ معنی نہایت ہی واضح ہے
اس میں کوئی غبار نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اور اس
کے ساتھ ہر اشکال بھی زائل ہوجاتا ہے **قولہ**
اس بارے میں علامہ شیخ رحمہ اللہ السندی جو
شیخ ہمام کے شاگرد ہیں نے اپنے رسالہ میں لکھا کہ اہل حرمین
جو متعدد ائمہ اور مترتب جماعات کی صورت میں
نماز ادا کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے، اس کے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری باب وجوب صلوۃ الجماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۱۶۲

marfat.com

قوله واقره الرملي في حاشية البحر[1]
اقول يا سبحٰن الله اي مساس لهذا
بما نحن فيه فان انكارهم على
التفريق العمدي كما هو الواقع في
الحرمين المكرمين فانهم جزّؤا
الجماعة اجزاء وعينوا لكل جزء اماما
والتفريق بالقصد حيث لا باعث
عليه شرعا لا يجوز اجماعا و الا
لما سن الله تعالى صلاة الخوف
وهذا تستوي فيه مساجد الاحياء
والقوارع والجوامع والبراري
جميعا قولا فصلا من دون فصل
ثم وقع الخلاف في الاقتداء بالمخالف
على وجوه فصلها في البحر و
رد المحتار وغيرهما واتينا على
لبابه في فتاوٰنا فمن لا كراهة
عنده اصلا اي اذا لم يعلم ان
الامام لا يراعي مذهب غيره بناء
على اعتبار رأي المقتدي كما هو
الاصح او علم انه غير مراع
عند من يقول العبرة
برأي الامام فهذا التفريق
عنده من دون باعث شرعي

اس قول تک ذکر ہے کہ اسے رملی نے حاشیہ بحر
میں ثابت رکھا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں)
اے اللہ! تُو پاک ہے، اس عبارت کو ہمارے
زیرِ بحث مسئلہ کے ساتھ کیا واسطہ ہے؟ ان کی
انکاری گفتگو اس تفریق پر ہے جو دانستہ ہو،
جیسا کہ حرمین شریفین میں واقع ہے کیونکہ وہ جماعت
کو مختلف حصص میں بانٹ کر ہر ایک حصہ کے لئے
الگ الگ امام مقرر کرتے ہیں اور تفریق قصدی کا شرعاً
کوئی باعث نہیں اور وہ بالاتفاق جائز نہیں ورنہ
اللہ تعالٰی صلٰوۃ خوف کا طریقہ یوں جاری
نہ فرماتا، اور اس میں تمام مساجد برابر ہیں خواہ
وہ محلہ کی ہیں یا شوارع یا شہر کی جامع یا دیہات
وجنگل کی، ان میں کوئی تفریق نہیں، پھر مخالف
مذہب کی اقتدا میں متعدد وجوہ پر اختلاف واقع ہوا
ہے اس کی تفصیل بحر، ردالمحتار وغیرہ میں موجود
ہے ہم نے اس کا خلاصہ اپنے فتاوٰی میں ذکر کردیا ہے
اور جس کے نزدیک بالکل کراہت نہیں یعنی جب
مقتدی کو علم نہ ہو کہ امام دوسرے مذہب کی رعایت
نہیں کرتا تو یہ حکم مقتدی کی رائے کے اعتبار پر
مبنی ہے اور یہی صحیح ہے یا مقتدی کو معلوم ہو کہ
امام رعایت نہیں کرتا تو اس صورت میں عدمِ کراہت
کا حکم امام کی رائے کے اعتبار پر مبنی ہے تو (عدمِ کراہت
کے قائل) کے نزدیک ان متفرق جماعتوں کے لئے

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

marfat.com

وهؤلاء هم الذين حضروا الموسم تلك السنة وانكروا ومن حكم بالکراهة عند الشك فی المراعات او اعتقد ان الافضل الاقتداء بالموافق مهما امکن وان تحققت المراعاة فهو عنده بوجه شرعی وهم الجمهور وعلیه العمل فلا انکار علی اهل الحرمین ولیس فی فعلهم خلل ولا زلل والعلامة السید المحشی هو الناقل فیما سیاتی عن الملا علی القاری انه قال لوکان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم[1] اھ وعلی کل فهذا الکلام مرو واد اخرلا تعلق له بجواز التکرار وعدمه قوله لکن یشکل علیه ان نحو المسجد المکی والمدنی لیس له جماعة معلومون فلا یصدق علیه انه مسجد محلة بل هو کمسجد شارع وقد مرانه لاکراهة فی تکرار الجماعة

شرعی جواز نہیں اور یہی عدمِ کراہت کے قائل لوگ اس سال حاضر ہوئے اور انھوں نے انکار کیا، اور وہ شخص جس نے رعایت میں شک کی صورت میں کراہت کا حکم لگایا ہے یا وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ افضل موافق کی اقتدا ہی ہے جیسے بھی ممکن ہو تو اب اگرچہ رعایت متحقق ہو جائے تو یہ اس کے نزدیک وجہ شرعی کی بنا پر ہوگا اور یہی جمہور کی رائے ہے اور اسی پر عمل ہے لہذا اہلِ حرمین پر کوئی انکار و اعتراض نہیں اور نہ ہی ان کے عمل میں کوئی خلل و نقص ہے اور علامہ سید محشی نے آگے چل کر ملّا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ہر مذہب کا امام ہو جیسا کہ ہمارے دَور میں ہے تو اقتدا موافق امام کی افضل ہے خواہ وہ جماعت پہلے ہو یا بعد میں، اسے عامۃ المسلمین نے مستحسن جانا اور جمہور مسلمان مثلاً اہلِ حرمین، قدس، مصر و شام کا عمل اسی پر ہے اور اس کے خلاف رائے رکھنے والے کا کوئی اعتبار نہیں اھ ہر حال میں اس کلام کا تعلق کسی اور معاملے سے ہے اس کا تعلق تکرارِ جماعت کے جواز اور عدمِ جواز سے نہیں۔

قولہ لیکن اس پر یہ اشکال ہے کہ مثلاً مسجد مکی اور مسجد مدنی جن کی جماعت معین و معلوم نہیں تو انہیں مسجدِ محلہ نہیں کہا جاسکتا بلکہ مسجدِ شارع کی طرح ہوں گی، اور پہلے گزر چکا ہے کہ مسجدِ شارع میں بالاتفاق تکرارِ جماعت میں کراہت نہیں اس

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

marfat.com

فیه اجماعاً[1] فلیتامل **اقول** انما نشأ الاشکال من حمله علی مسئلة التکرار وقد علمت ان لم یقصدوها وانما انکروا تعمد التفریق وھو محظور قطعا ولو فی مسجد شارع فالعجب من السید العلامة المحقق المحشی یورد علی مسئلة التکرار مالا ورود له علیها ثم یستشکل ھذا الوارد بما لا اشکال به اصلا ولکن لکل جواد کبوة نسأل الله سبحٰنه عفوه **ثم اقول** واشد العجب من العلامة الشیخ رحمة الله رحمه الله تعالٰی حیث قال الاحتیاط فی عدم الاقتداء به" ای بالمخالف " ولو مراعیا[2] کما سینقله المحشی عنه ثم قال ھھنا بکراھة ترتیب الجماعة وادعی الاتفاق علی خلاف ما علیه الجمھور ولیت شعری اذا کان ھذا مکروھا وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم به ا یجعل الناس کلھم علی مذھب واحد ام یسکن مقلدوا کل امام فی بلدة علیحدة او یجعل لکل منھم مسجد بحیاله و یمنع

میں مزید غور کرنا چاہئے **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ اشکال تب ہے جب اس کو مسئلہ تکرار پر محمول کیا جائے حالانکہ آپ جان چکے وہ ان کے یہاں مقصود نہیں، انہوں نے دانستہ تفریق سے انکار کیا ہے اور وُہ یقیناً ممنوع ہے اگرچہ مسجد شارع ہی کیوں نہ ہو تو تعجب ہے علامہ محقق محشی پر کہ انہوں نے اسے مسئلہ تکرار پر محمول کیا حالانکہ اس کا یہ محل نہیں ہے پھر اس حمل پر مبنی ایسا اشکال بنا لیا جس سے کوئی اشکال پیدا ہی نہ ہو سکتا تھا لیکن ہر شاہسوار کے لئے ٹھوکر ہوتی ہے ہم اللہ تعالٰی سے اس پر ان کے لئے معافی کے طلبگار ہیں **ثم اقول** (پھر میں کہتا ہوں) سب سے زیادہ تعجب علامہ شیخ سندی رحمہ اللہ پر کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے "مخالف کی اقتداء نہ کرنے میں احتیاط ہے اگرچہ وہ رعایت کرتا ہو" جیسا کہ محشی عنقریب اس کو ان سے نقل کرے گا، پھر یہاں کہا کہ ترتیب جماعت مکروہ ہے اور جمہور کے مؤقف کے خلاف اتفاق کا دعوٰی کیا، افسوس صد افسوس اگر یہ عمل بالاتفاق مکروہ ہے تو اس احتیاط پر عمل کیسے ہو گا جس کا تم نے خود اعتراف کیا ہے کیا تمام لوگ ایک مذہب کے ہو جائیں گے یا ہر شہر میں ہر مذہب کے مقلدین الگ الگ آباد ہوں گے، یا ہر مذہب کی الگ الگ مسجد بنائی جائے گی، اور ان

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۹

[2] " " " " " ۱/۴۱۷

marfat.com

اهل ثلثة مذاهب عن الصلاة في المسجدين الكريمين او تجعل الجماعة لمذهب واحد ويؤمر الباقون بالصلاة فرادیٰ ثم **اقول** ویرد مثله علی تقریر العلامة خیر الملة والدین الرملی رحمه الله تعالیٰ لما مر وهو الناقل کما سیأتی حاشیة عن العلامة الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالف حیث امکنه غیره وبه افتی الرملی الکبیر واعتمده السبکی والاسنوی وغیرهما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافا وکل ما کان لهم علة فی الاقتداء بنا صحة وفسادا وافضلیة کان لنا مثله علیهم وقد سمعت ما اعتمده الرملی وافتی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك ؎

وانا رملی فقه الحنفی

لامرا بعد اتفاق عالمین[1] اھ

فاذا کان الفقه والانصاف هو کراهة الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی ما فعله اهل الحرمین لا جرم رجع العلامة

دو مبارک مساجد سے بقیہ تین مذاہب کے لوگوں کو نماز ادا کرنے سے روک دیا جائے گا یا ایک مذہب والوں کی جماعت ہوگی اور دوسرے لوگوں کو تنہا نماز ادا کرنے کو کہا جائیگا۔ ثم **اقول** (پھر میں کہتا ہوں) اسی طرح کا اعتراض علامہ خیر الملت و الدین رملی رحمہ اللہ پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا کہ گزرا وہی ناقل ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا حاشیہ علامہ رملی شافعی سے ہے کہ جب مخالف کے علاوہ کسی امام کو پانا ممکن ہو تو مخالف کی اقتدا مکروہ ہے اسی پر رملی کبیر نے فتویٰ دیا، سبکی اور اسنوی وغیرہ نے اس پر اعتماد کیا ہے کہا الحاصل ان کے ہاں اس بارے میں اختلاف ہے اور ہر وہ علت جس کی بنا پر ہماری اقتدا ان کے لئے صحیح، فاسد یا افضل ہے ایسا ہی معاملہ ہمارا ان کے ساتھ ہے اور آپ نے وہ سُن ہی لیا ہے جس پر رملی نے اعتماد کیا اور فتوی دیا ہے، میں فقیر انہی کی مثل کہتا ہوں اس مسئلہ میں جہاں حنفی کسی شافعی کی اقتدا کرے انصاف پسند فقیہ اسے تسلیم کرے گا ؎

اور میں فقہ حنفی کا رملی ہوں (رملی شافعی اور رملی حنفی) دونوں عالموں کے اتفاق کے بعد کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

پس جب دانش و انصاف کا فیصلہ مخالف کی اقتدا کا مکروہ ہونا ہے تو اہلِ حرمین کے عمل پر انکار کیسے کیا جاسکتا ہے یقیناً علامہ خیر الدین رملی نے شرح

---

[1] رد المحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۷

نفسہ فی حاشیتہ علی شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی والمتن للامام ابن الھمام الی موافقۃ الجمھور فقال کما نقلہ فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق بقی الکلام فی الافضل ما ھو الاقتداء بہ اوالانفراد لم ار من صرح بہ من علمائنا وظاھر کلامھم الثانی، والذی یظھر ویحسن عندی الاول لان فی الثانی ترک الجماعۃ حیث لا تحصل الا بہ ولولم یکن بان کان ھناک حنفی یقتدی بہ الافضل الاقتداء بہ[1] الخ فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد وان کان الشافعی الذی یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعی الخلاف کما وصفہ فی تلک الحاشیۃ۔

زاد الفقیر علامہ غزی جس کا متن امام ابن ہمام کا ہے کے حاشیہ میں رجوع کرکے جمہور کے ساتھ موافقت کی اور کہا جیسا کہ اسے منحۃ الخالق علی البحر الرائق میں نقل کیا ہے، باقی رہا معاملہ اس بات کا کہ مخالف کی اقتدا افضل ہے یا انفراد، تو اس بارے میں ہمارے علماء میں سے کسی کی تصریح میری نظر سے نہیں گزری، بظاہر ان کی عبارات سے دوسری بات (انفراد کا افضل ہونا) ہی سمجھ آتی ہے اور جو میرے نزدیک واضح واحسن ہے وہ پہلی بات (اقتدائے مخالف) ہے کیونکہ دوسری صورت میں ایسی جگہ ترکِ جماعت لازم آئے گا جہاں اس کے بغیر جماعت حاصل نہیں ہوتی اور اگر ایسی صورت نہ ہو مثلاً وہاں کسی حنفی کی اقتداء کی جاسکتی ہے تو اقتدائے حنفی ہی افضل ہوگی الخ تو یہاں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کرلیا ہے کہ اگر حنفی امام موجود ہو تو اسی کی اقتداء افضل ہے اگرچہ شافعی امام صالح، متقی، صاحبِ ورع اور اختلافی صورت میں حنفی مذہب کی رعایت کرنے والا موجود ہو جیسا کہ اسی حاشیہ میں اس کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ (ت)

یہ تمام عبارت تعلیقاتِ فقیر علی رد المحتار کی ہے اور بحمد اللہ تعالٰی اُس سے حق واضح وجلی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶

marfat.com

مسئلہ ۸۸۳ از سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کرلیا جائے، عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضلیت نہیں ہوسکتی، اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست وچپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرلی جائے دوسرے یہ کہ ائمۂ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہوگیا، علمائے حال کا قیاس کیا ہوسکتا ہے جبکہ علمائے حال کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمائیں۔ مکرر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رَد کرکے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنّت متوارثہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسطِ صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لئے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور ارشادِ حدیث توسطوا الامام (امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ ت) کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امامِ مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارۂ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانۂ اقدس وزمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو۲ حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن، جیسا کہ اب اکثر مساجد یوں ہی ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد، ہر مسجد کے لئے وہ محراب حقیقی موجود ہے، اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہاں تک کہ اگر محراب صوری وسط میں نہ ہو یا جانبِ مسجد بنا دینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسطِ مسجد ہے۔ اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل، اور صحنِ مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اُس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے، صحنِ مسجد میں جو جگہ

marfat.com

قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنّت ہے بشرط جماعت اولیٰ، لیکن جماعت ثانیہ کے لئے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نفی کراہت ہے، معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے

فی مبسوط بکر السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسطوا الامام وسدوا الخلل[1]

مبسوط بکر میں ہے امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو، اگر وہ صف کی کسی جانب میں کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا، اگر مسجد صیفی جانب شتوی میں ہو اور مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی طرف کھڑا ہو تاکہ قوم دونوں اطراف میں برابر ہوجائے، اصح طور پر امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا میں امام کے دو ستونوں کے درمیان یا گوشۂ مسجد یا کنارۂ مسجد یا ستون کی طرف کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ عملِ اُمّت کے مخالف ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے خلا کو پُر کرو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

المحاریب ما نصبت الا اوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام[2]

محراب نہیں بنائے جاتے مگر درمیان مسجد میں اور وہ مقامِ امام کو متعین کرتے ہیں۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۸۴: ازکان پور نئی سڑک مسئولہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن ۱۳ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید و عمرو کے بارے میں، دونوں حنفیت کا دعوٰی کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث یزید بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جو باب من صلی الصلاۃ مرتین (جس نے نماز دو بار پڑھی۔ ت)

---

[1] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۲۰

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث:

اذا جئت الصلٰوۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لك نافلۃ وھذہ مکتوبۃ۔[1] جب تُو نماز کے لئے آیا تو لوگوں کو نماز ادا کرتے پایا تو ان کے ساتھ نماز میں شامل ہوجا اگر تو نماز پڑھ چکا تھا تو وہ نفلی ہوگی اور یہ فرضی ہوگی (ت)

کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہوجائے گی دلیل یہ ہے:

وان کنت قد صلیت تکن لك نافلۃ میں ان شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے ان وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستانف ہوا کرتا ہے یہاں ایسا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے، عمرو آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یُوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اِس وجہ سے کہ اِنْ وصلیہ ہے، دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اوّل واوٗ داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لئے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لئے نیز ھٰذہ اسم اشارہ قریب ذکری کے لئے ہے پس قد صلیت سے جو صلٰوۃ مدلول ہے وہ مشارٌ الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلٰوۃ فصل معھم سے مدلول وہ بعید ذکراً ہے وہ مشارٌ الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جائے تو تکن جزا مرتب کن مخاطب نہیں ہے نیز فصل معھم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علٰی سبیل التسلیم تب بھی تکن لك نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغنا ہوجاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کون سا قائل راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں؟ زید وعمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں؟ دیگر جو نماز رکوع وسجود والی علاوہ فجر وعصر ومغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید وجمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرار نماز کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کرکے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پہ تکرار نماز کرسکتا ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔

اولاً ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا

---

[1] سنن ابوداود باب من صلی فی منزلہ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

marfat.com

سب باطل و بے اصل ہے وُہ کلام واحد کے وسط اجزاء میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ۔

قوله تعالیٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگرچہ آپ (ایمان پر) حریص ہیں مگر اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے (ت)

رضی میں ہے :

قد تدخل الواو علی ان المدلول علی جوابها بما تقدم ولا تدخل الا اذا کان ضد الشرط اولی بذلك المقدم والظاهر ان الواو فی مثله اعتراضية ونعنی بالجملة الاعتراضية ما یتوسط بین اجزاء الکلام متعلقا بمعنی مستانفا لفظا کقوله ع :

یری کل من فیها وحاشاك فانیا

کبھی واؤ اس لئے آتا ہے کہ اس جواب مدلول سابقہ ہے اور یہ وہیں ہوگا جہاں ضد شرط اس مقدم کے زیادہ مناسب ہو اور ظاہر یہ ہے کہ ایسے مقام پر واؤ اعتراضی ہوتی ہے اور جملہ معترضہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اجزائے کلام کے درمیان ایسے کلمات آجائیں جو معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس سے متعلق ہوں اور لفظاً اس سے جُدا ہوں جیسے شاعر کا یہ مصرعہ ہے :

وُہ دنیا میں ہر چیز کو فانی جانتا ہے
اور تو محفوظ رہے ۔

وقد یجیئ بعد تمام الکلام کقوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم "انا سید ولد اٰدم ولا فخر" فنقول فی الاول زید وان کان غنیا بخیل وفی الثانی زید بخیل وان کان غنیا والاعتراضية تفصل بین ای جزئین من الکلام کانا بلا تفصیل اذا لم یکن احدهما حرفا اھ[2] مختصرا

بعض اوقات تمام کلام کے بعد واؤ آتی ہے ، مثلاً حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے میں اولادِ آدم کا سردار ہوں مگر فخر نہیں ۔ پہلے کی مثال "زید وان کان غنیا بخیل" اور دوسرے کی مثال "زید بخیل وان کان غنیا" ہے ، جملہ معترضہ بلا تفصیل کسی بھی کلام کے دو جزوں میں فصل پیدا کرتا ہے بشرطیکہ دونوں میں سے کوئی جزء حرف نہ ہو اھ مختصراً (ت)

---

[1] القرآن ۱۲/ ۱۰۳

[2] شرح رضی مع الکافیۃ بیان المضارع مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۵۸-۲۵۷

marfat.com

لاجرم صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن عبد قال لاالٰہ الا اللّٰہ ثم مات علی ذلك الا دخل الجنۃ وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان زنی و ان سرق علی رغم انف ابی ذر[1]۔

جس بندے نے بھی لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا پھر اسی پر فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ اس نے زنا وچوری کی، اگرچہ اس نے زنا و چوری کی، اگرچہ اس نے زنا وچوری کی۔ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (ت)

ثانیا حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک واحمد ونسائی نے محجن بن اورع دیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلاۃ فصل مع الناس و ان کنت قد صلیت[2]۔

جب تو مسجد میں آئے اور نماز پڑھ چکا تھا اور جماعت کھڑی ہوئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا تھا۔ (ت)

یہاں یقیناً وصلیہ ہے، مرقاۃ میں ہے:

(فصل) ای نافلۃ لاقضاء ولا اعادۃ (مع الناس وان) وصلیۃ ای ولو (کنت قد صلیت)[3]۔

(تو نماز پڑھ) یعنی نفل نماز نہ قضاء اور نہ اعادہ (لوگوں کے ساتھ اگرچہ) "ان" وصلیہ ہے یعنی اگرچہ (تو نماز پڑھ چکا تھا)۔ (ت)

ثالثا صرف "ان" کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استنادنا مقبول مدار ضمیر تکن کے مرجع اور ھذہ کے مشار الیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لئے ہے اور اشارہ اولٰی کی طرف کہ وہی اقرب ذکراً ہے کما قالہ عمرو (جیساکہ عمرو نے کہا۔ ت) تو اولٰی فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگرچہ "اِن" شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگرچہ "اِن" وصلیہ ہو وھذا ظاھر

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب الثیاب البیض مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۷

[2] مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵

مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلمی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴

سُنن النسائی اعادۃ الصلوٰۃ مع الجماعۃ " مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۰۶

marfat.com

جلد ۱ (اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)۔ اشعۃ اللمعات میں ہے:

(وان کنت قد صلیت) واگرچہ ہستی تو کہ بتحقیق نماز گزاردۂ (تکن لك نافلۃ) باشد نمازیکہ دوم بارمیکنی بامردم نفل مرترا (وھذہ مکتوبۃ) و باشد ایں نماز کہ نخست گزاردۂ فرض وایں معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جہت سقوط ذمہ باداۓ اولیٰ[1]

(وان کنت قد صلیت) اگرچہ تُو نے نماز ادا کرلی ہو (تکن لك نافلۃ) دوسری دفعہ لوگوں کے ساتھ جو تو نے نماز پڑھی وہ تیری نفل نماز ہوگی (وھذہ مکتوبۃ) اور جو تو نے پہلے پڑھی وہ فرض نماز ہوگی اور یہ معنی ومفہوم ان ظاہر احادیث کے موافق ہے جو اس بات پر دال ہے کہ دوسری نماز نفل ہوگی کیونکہ فرضی نماز پہلی نماز ادا کرنے سے ساقط ہوگئی۔ (ت)

پھر طیبی شافعی سے دوسرے معنے نقل کئے، دیکھو اِنْ شرطیہ لیا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا، مرقاۃ میں ہے:

(فصل معھم وان کنت قد صلیت) لیحصل لك ثواب الجماعۃ وزیادۃ النافلۃ (تکن) ای صلاتك الاولی (لك نافلۃ وھذہ) ای التی صلیتھا الاٰن قیل ویحتمل العکس (مکتوبۃ)[2]

(لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو) تاکہ تجھے جماعت کا ثواب اور نوافل میں اضافہ حاصل ہوجائے، یعنی تیری پہلی نماز (تیرے لئے نفل اور یہ) یعنی وہ نماز جو تو نے ابھی پڑھی، بعض محدثین نے فرمایا کہ معاملہ میں اس کے عکس کا احتمال ہے (تیرے لئے فرض)۔ (ت)

شرح میں وان کنت قد صلیت کے بعد لیحصل لك الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیا ورنہ شرط وجزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معھم کے بعد لکھتے اور نماز دوم کو فریضہ بتایا

اقول ولایبعد ان یکون القدح فی ذھنہ اولا ما ھو الاوفق بالاحادیث والالصق بالقواعد فجعل ان وصلیۃ ویؤیدہ

اقول ممکن ہے ان کے ذہن میں پہلے ہی وہ کھٹکا موجود ہو جو احادیث وقواعد کے موافق ہے تو انھوں نے اِنْ کو وصلیہ بنایا اس کی تائید ان کا

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الثالث من باب من صلی صلوٰۃ مرتین مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۹۵
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۰۷

marfat.com

قولہ وزیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ھی الاولی وترتبھا علی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل معھم مع وقوعھا سابقا باعتبار وصف نافلیۃ فانہ انما یظھر بصلا تہ معھم فافھم ثم اذا اتی علی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

قول "وزیادۃ النافلۃ" کر رہا ہے اگرچہ اس کی تاویل یُوں بھی ممکن ہے کہ نافلہ سے مراد پہلی نماز ہے اور انھوں نے حضور علیہ السلام کے ارشاد گرامی فصل معھم (ان کے ساتھ نماز پڑھ) پر اسے مرتب کیا ہو اگرچہ اس کا وقوع باعتبار وصف نفل کے سابق ہے کیونکہ اس نفل نماز کا ظہور جماعت کے ساتھ ہوگا اسے یاد رکھو، پھر جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد گرامی تکن پر آئے تو نظر حاشیہ طیبی کی طرف گئی تو جو کچھ وہاں تھا اسے نقل کردیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

عمرو کا قول صحیح اور دلائل زائل **اولاً** ہم بیان کرچکے کہ اِن کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر۔
ثانیاً دخول واؤ وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے۔
ثالثاً کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فعلی ھذا لاتقول ان قد فعلت وان قد تفعل اھ "رضی"[1]
یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لئے شرط کرتے ہیں

کقولہ تعالٰی عن عبدہ عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام ان کنت قلتہ فقد علمتہ[2] وقولہ تعالٰی عن شاھد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر[3]۔

جس طرح اللہ تعالٰی نے اپنے بندے حضرت عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ قول ذکر کیا "اگر میں نے یہ کہا ہے تو تو جانتا ہے" اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کے گواہ کے حوالے سے فرمایا اگر ان کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہے (ت)

یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی ماضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اس پر ان داخل کرتے مستقبل کردیتا

---

[1] شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۲۶۲
[2] القرآن ۵/۱۱۶
[3] القرآن ۱۲/۲۷

marfat.com

لہذا اسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے، رضی میں ہے :

اعلم ان یکون شرطها فی الاغلب مستقبل المعنی فان اردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقوله تعالیٰ ان کنت قلته، وان کان قمیصه وانما اختص ذٰلك بکان لان القائدۃ التی تستفاد منه فی الکلام الذی هو فیه الزمن الماضی فقط ومع النص علی المضی لا یمکن استفادۃ الاستقبال۔

پھر جان لے کہ (اِن) کے لئے اغلب طور پر یہ شرط ہے کہ وہ معنی کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اگر تُو معنیٔ ماضی کا ارادہ کرے تو تو لفظ کان کو شرط کردے جیسے فرمانِ الٰہی ہے "ان کنت قلته وان کان قمیصه" اسے کان سے اس لئے مختص کیا ہے کہ وہ فائدہ جو اس میں مقصود ہے وہ فقط ماضی والی کلام سے حاصل ہے اور ماضی پر نص کے باوجود استقبال کا استفادہ ممکن نہیں رہتا۔ (ت)

اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحالہ ہے تو ماضی کے لئے قد کا آنا کیا محال ہے۔

رابعاً نماز اول اگر قریب ذکراً ہے دوم قریب وقوعاً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے۔

خامساً ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اس کا تقاضا اقتضائے ھذہ سے پہلے ہو لیا۔

سادساً شرط بلاشبہہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمیع متعلقات ان تلوتم لیٰس فی بیتی عند رأسی ثلاث لیال مستقبلی القبلۃ متوضیین فانتم احرار (اگر تم میرے گھر میں، میرے سر کے قریب تین راتیں باوضو قبلہ رُو ہو کر لیٰس پڑھو تو تم آزاد ہو۔ت) ان ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدث مطلق و زمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کما قدمنا انفا عن الرضی (جیسا کہ ہم نے رضی کے حوالے سے ابھی ذکر کیا۔ت) تو سبب کَوْن مخاطب نہیں بلکہ کَوْنہ قد صلی یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے وقوع پر موقوف۔

سابعاً امر کے لئے جواب لاسکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نا مستدعی جواب کا

---

[1] شرح رضی مع الکافیہ بیان المضارع مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۶۴

marfat.com

تقدمِ شرطِ مستدعی جزا کے اقتضا پر مرجح نہیں ہوسکتا۔

ثامناً اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعیینِ احد المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اُس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوعِ ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے۔

بالجملہ دلائل طرفین کچھ نہیں ہمیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ

اوّلاً کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بہ نیّت فرض وقت میں باستجماعِ شرائط ادا کرچکا ہو ورنہ بداہۃً پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اس وقت پڑھنے سے فرض ذمّہ سے ساقط ہوگیا اب نہ وہ وقت میں عود کرسکتا ہے نہ وقت میں دو فرض ہوسکتے ہیں تو یقیناً یہ دُوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت و ثواب جماعت میں حصّہ ملے گا۔

کما فی حدیث مالک و ابی داؤد عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذلک لہ سہم جمع[۱]

جیسا کہ امام مالک اور ابوداؤد نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے لئے جماعت کے ثواب کا حصّہ ہے (ت)

واقول ثانیاً اگر ثانی فرض ہو تو طلبِ جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر محمول فرمایا ہے کہ

اذا جئت الی الصلاۃ فوجدت الناس فصل معھم و ان کنت قد صلیت[۲]۔

جب تو نماز کے لئے اور لوگوں کو نماز میں پائے تو ان کے ساتھ نماز پڑھ اگرچہ تو نماز پڑھ چکا ہو (ت)

یہ نہیں فرمایا:

اذا صلیت فی رحلک افترض علیک ان تأتی الجماعۃ فتصلی معھم۔

جب تُو نے اپنے گھر میں نماز پڑھ لی تو تجھ پر فرض ہے کہ تُو جماعت کی طرف آئے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرے۔ (ت)

---

[۱] سنن ابی داؤد باب من صلی فی منزلہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵
موطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام " میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶
[۲] سنن ابوداؤد باب من صلی فی منزلہ الخ " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۵

marfat.com

ابوداؤد و ترمذی و نسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ۔[۱]

جب تم دونوں اپنے اپنے گھروں میں نماز ادا کرچکو پھر تم مسجد کی طرف آؤ تو لوگوں کے ساتھ بھی نماز پڑھو کہ (جماعت والی نماز) تمہارے لئے نفل ہوگی (ت)

بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہوجاؤ، سُنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشتغلھم اشیاء عن الصلٰوۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلٰوۃ لوقتھا فقال رجل یارسول اللہ اصلی معھم قال نعم ان شئت۔[۲]

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب میرے بعد تم پر ایسے امراء آئیں گے جنھیں بعض اشیاء کی مشغولیت نماز بروقت سے غافل رکھے گی یہاں تک کہ وقت چلا جائے گا، تو تم نماز بروقت ادا کرو، ایک آدمی نے عرض کیا : یارسول اللہ! میں ان کے ساتھ نماز پڑھوں ؟ فرمایا : ہاں اگر تُو چاہے تو پڑھ۔ (ت)

فرض میں اختیار کیسا !

اقول والمراد بالوقت المستحب ای یؤخرون الی وقت الکراھۃ اذھو المعھود من اولئك الامراء لا ان یصلوا العصر جماعۃ بعد الغروب والعشاء بعد الطلوع۔

میں کہتا ہُوں یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے یعنی وہ مکروہ وقت تک نماز کو مؤخر کرینگے یہی بات ان امرا سے معروف ہے یہ نہیں کہ وہ نمازِ عصر کی جماعت غروب کے بعد اور نمازِ عشاء کی جماعت طلوع کے بعد کرینگے (ت)

---

[۱] سنن النسائی اعادۃ الفجر مع الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۹۹
جامع الترمذی باب ماجاء فی الرجل یصلی وحدہ الخ " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۳۰
[۲] سنن ابوداؤد باب اذا اخر الامام الصلٰوۃ عن الوقت مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۲

marfat.com

وثالثاً دارقطنی بسند صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیت فی اھلك ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب[1]۔

جب تُو نے اپنے اہل میں نماز ادا کرلی پھر تُو نے جماعت کو پالیا تو اسے دوبارہ پڑھ سوائے فجر و مغرب کے۔ (ت)

فجر و مغرب کا استثنا اسی بنا پر ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہوکر نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایتار، اگر یہ فرض ہوتی تو فجر و مغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے۔

ورابعاً حدیث بتارہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکن" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اُسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں، شریک ہوتا یا نہیں، اور جب ترتب نفلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے، اور اگر اول مراد لو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کردے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی، ان دونوں باتوں کے لئے شرع میں نظیر نہیں۔

وخامساً مسند احمد و صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف اذا کانت علیك امراء یمیتون الصلاۃ اوقال یوخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلوۃ لوقتھا فانھا لك نافلۃ[2]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تمہارا حال کیا ہوگا جب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو نماز کو فوت کریں گے، یا فرمایا: وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرینگے۔ کہا میں نے عرض کیا: حضور! آپ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم نماز اپنے وقت پر پڑھو، پھر اگر ان کے ساتھ جماعت پالے تو نماز پڑھ لے کہ یہ تیرے لئے نفل ہوجائیگی (ت)

---

[1] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ ثم یدرک الجماعۃ حدیث ۳۹۴۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۲
کنز العمال اعادۃ الصلوٰۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۸/ ۲۶۲

[2] صحیح مسلم باب کراہۃ تاخیر الصلوٰۃ عن وقتھا الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۰

marfat.com

اس میں ضمیر انّھا صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولیٰ کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشادِ اقدس صل الصلوٰۃ لوقتھا (نماز کو اس کے وقت پر پڑھو۔ ت) کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کر اوقات فرائض کے لئے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے۔

وسادسًا حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسند احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں یوں ہے کہ فرمایا: واجعلوا صلاتکم معھم تطوعًا[1] (تم اپنی نماز کو ان کے ساتھ نفل بنالو۔ ت) اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دُوسری نفل ہوگی۔

سابعًا اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے، جس نے فرض اکیلے پڑھ لئے پھر نادم ہو کر جماعت میں ملا تو قضیۂ اصل و حکم عدل یہ ہے کہ اُس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اُس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس کامل کو اُس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال فضل پائے اور یہ اُس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے:

اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[2]۔ اللہ تعالٰی لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیتا ہے (ت)

جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے۔ اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمتِ الٰہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف مشیر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جب اُن سے پُوچھا گیا میں ان دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں؟ فرمایا:

وذٰلک الیک انما ذٰلک الی اللہ عزوجل یجعل ایتھما شاء[3]۔ رواہ الامام مالک ھذا ما عندی، والعلم بالحق

یہ کیا تیرے ہاتھ ہے، یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے ان میں جسے چاہے (فرض) شمار فرمائے گا۔ اسے امام مالک نے روایت کیا، یہ میری تحقیق ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی ابن امراۃ عبادہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/۷

[2] القرآن ۲۵/۷۰

[3] مؤطا امام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۶

marfat.com

عند ربی۔ حق کا علم میرے رب کے ہاں ہے (ت)

ظہر وجمعہ وعشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی، حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا:

کنت قد صلیت فاقیمت الصلٰوۃ[1]۔ تُو نے نماز پڑھ لی پھر نماز کے لئے تکبیر کہی گئی (ت)

حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

یصلی احدنا فی منزلہ الصلاۃ ثم یاتی المسجد فتقام الصلاۃ[2]۔ جب تُو کوئی اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے پھر مسجد کی طرف آتا ہے پھر نماز کی جماعت کھڑی ہوجائے (ت)

حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا: فان ادرکتھا معھم[3] (پس اگر تُو ان کے ساتھ نماز کو پائے۔ ت) سنن ابی داؤد میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں:

اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الصلاۃ مع الامام فلیصلھا معہ فانھا لہ نافلۃ[4]۔ جب کسی نے گھر پر نماز پڑھ لی پھر امام کے ساتھ نماز پالی تو اس کے ساتھ بھی نماز پڑھے کہ یہ اس کے لئے نفل ہوجائے گی (ت)

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا اذا صلیت فی اھلك ثم ادرکت[5] (جب تُو نے اپنے اہل میں نماز پڑھ لی پھر تُو نے جماعت کو پایا۔ ت) حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے: اصلی فی بیتی ثم ادرک الصلاۃ فی المسجد مع الامام[6] (میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہُوں پھر میں امام

---

[1] مسند احمد بن حنبل	حدیث محجن الدیلمی	؍؍ دارالفکر بیروت	۴/۱۱۵
سنن النسائی	اعادۃ الصلٰوۃ مع الجماعۃ	؍؍ مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/۹۹
مشکٰوۃ المصابیح	الفصل الثالث من باب من صلی مرتین	؍؍ مجتبائی دہلی	ص ۱۰۳
[2] سُنن ابوداؤد	باب من صلی فی منزلہ الخ	؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۸۵
[3] صحیح مسلم	باب کراہۃ تاخیر الصلٰوۃ عن وقتھا الخ	؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/۲۳۰
[4] سنن ابوداؤد	باب من صلی فی منزلہ الخ	؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۸۵
[5] المصنف لعبدالرزاق	باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ	؍؍ المکتب الاسلامی بیروت	۲/۴۲۲
[6] مؤطا الامام مالک	اعادۃ الصلٰوۃ مع الامام	؍؍ میر محمد کتب خانہ کراچی	ص ۱۱۵

marfat.com

کے ساتھ مسجد میں نماز کو پالیتا ہوں۔ت) دوسرے روز اس نماز کی جماعت نہیں ہو سکتی آج کی ظہر، ظہر دیروزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا قضا و ادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا جماعت پڑھتے ہوں تو اسے اور اک نہ کہیں گے اور واجب تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنفل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۸۵ تا ۹۰۰ از کانپور محلہ بوچڑ خانہ مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا و مصلیا و مسلما (اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں صلاۃ و سلام عرض کرتے ہوئے۔ت)۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقاءہم علیٰ رؤس المسلمین وحماہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں:

(۱) یہ کہ اختلاف علماء ہو یوم النحر میں، تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلافِ علماء سے بچنے کے لئے مجرم ہے یا نہیں۔

(۲) سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہار شنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عید الاضحیٰ بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سہ شنبہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہار شنبہ کو عید الاضحیٰ تھی اور جماعت میں شریک ہو گیا نفلی نیت سے مجرم ہُوا یا نہیں۔

(۳) سہ شنبہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دُہرالی اور ہم لوگوں کی نمازیں خوب خراب کیں مگر امام کو دوشنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا' اور راضی تھا' اور خود سہ شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو! آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے، نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے، ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے۔

(۴) پڑھی ہُوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو باب "من صلی الصلاۃ مرتین" میں ہے' سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

(۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت (اگرچہ تُو نے نماز پڑھ لی ہو۔ت) میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ، اولیٰ وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ۔

marfat.com

(۶) آیہ کریمہ و من تطوع خیرا فھو خیرلہ (اور جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ ت) اور من تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم (جو کوئی اپنی طرف سے اچھائی کرے تو اللہ تعالٰی نیکی کا صلہ دینے والا اور جاننے والا ہے۔ ت) سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واؤ کے لکھنے والا اور آیۂ ثانیہ میں بغیر ف ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

(۱) محلِ اختلاف علماء میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالاجماع مستحب ہے، مستحب جُرم نہیں ہوتا بلکہ اسے جُرم کہنا جرم ہے، درمختار میں ہے:

یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذھبہ[1]۔	اختلاف سے نکلنا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے، لیکن شرط یہ ہے کہ اپنے مذہب میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

(۲) جبکہ اس نے ثبوت شرعی پایا اور روز سہ شنبہ کو روزِ عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعاً آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعتِ روزِ اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روزِ دوم تھی مگر امامِ صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعذر بالاجماع بلاکراہت جائز ہے اور عدمِ تحقیق ثبوت عندہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہوسکتا ہے بہرحال یہ نمازِ امام وقوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بہ نیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہوسکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہُوا ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون[2] (کیا تم اللہ کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جسے تم نہیں جانتے۔ ت) ہاں اگر ایک دن نماز عید ہوکر دوسرے دن مطلقاً ناجائز ہوتی حتی کہ اُس امام صالح امامت عید وقوم کو بھی جس نے کل بعذر نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا، وہ اپنا ادائے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہوچکی تھی آج

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷

[2] القرآن ۲/۸۰

marfat.com

دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رُو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان المرء مواخذ بزعمه (ہر آدمی کا مواخذہ اس کے زعم و اعتقاد پر ہوگا۔ت) مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعاً جواز ہے کما نصوا علیه قاطبة (جیسا کہ اس پر تمام فقہاء نے نص کی ہے۔ت) تو ایک جماعت جائزہ میں متنفلاً شریک ہونا کس نے منع کیا نمازِ عید، نمازِ جنازہ نہیں جس سے تنفل میں شرعاً عدمِ جواز کا حکم ثابت ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

لایصلی علی میت الا مرة واحدة لا جماعة ولا وحدانا عندنا لنا ماروی ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم صلی علی جنازة فلما فرغ جاء عمر رضی الله تعالٰی عنه ومعه قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال له النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الصلٰوة علی الجنازة لا تعاد ولکن ادع للمیت واستغفر له وهذا نص فی الباب (الٰی قوله) دلیل علی عدم جواز التکرار[1]

ہمارے نزدیک میت پر فقط ایک دفعہ نماز ادا کی جائے گی دوبارہ نہیں، نہ تنہا نہ جماعت کے ساتھ، کیونکہ منقول ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا جب فارغ ہوئے تو حضرت عمر اور ان کے ساتھ کچھ لوگ آئے اور انھوں نے دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنازہ کی نماز لوٹائی نہیں جاسکتی البتہ میّت کے لئے دعا اور استغفار کرو، یہ اس باب میں نص ہے (یہاں تک) یہ تکرار کے عدمِ جواز پر دلیل ہے۔(ت)

صلاۃِ عید میں نہی کہاں، ہاں ثبوت بھی نہیں، پھر عدمِ ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ و ھذا بحث لقد فرغنا عنه فی الرد علی الوھابیة مرارا (یہ وہ بحث ہے جس کو ہم وہابیوں کے رد میں بارہا تفصیلاً بیان کرچکے ہیں) غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص نہ ہو مثلاً مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہوگیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا اُن کے نزدیک آج عید ہے، یا نماز کو کھڑے ہُوئے اب اُن کی مخالفت اس امر میں کہ شرعاً ممنوع و حرام نہیں معیوب و قبیح ہے لہذا متنفلاً شریک ہوگیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ بوجہ وجیہ ہے، امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو جب مزار مبارک امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نمازِ صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ و آمین جہر سے کہی نہ غیر تحریمہ میں رفع یدین فرمایا علی مافی الروایات (جیسا کہ روایات میں ہے)

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی صلوٰۃ الجنازہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۱

marfat.com

خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں کما بیناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (جیسا کہ ہم نے "حیات الموات فی بیان سماع الموات" میں بیان کیا ہے۔ت)

(۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اُس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے ما فی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اس کا مکذب نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا[1] رواہ مسلم۔

کیا تُو نے اس کا دل چیر کر دیکھا ہے حتی کہ تُو نے جان لیا کہ اس نے دل سے کہا یا نہیں۔ اسے مسلم نے روایت کیا (ت)

مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام،

قال تعالٰی یایہا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم[2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[3] الحدیث۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے اے ایمان والو! بہت زیادہ ظن سے بچا کرو کیونکہ بعض ظن گناہ ہوجاتے ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے (ت)

(۴) ہاں ثابت ہے کما فصلناہ فی الفتوی السابقۃ بمالامزید علیہ (جیسا کہ ہم نے سابقہ فتوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی جس پر اضافہ نہیں ہوسکتا۔ت) فجر ومغرب کا حدیث میں استثناء فرمایا[4] رواہ الدارقطنی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اسے دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ت) تعلیل حکم نے فجر سے عصر، مغرب سے وتر کا

[1] صحیح مسلم باب تحریم قتل الکافر بعد قول لاالٰہ الا اللہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۶۸

[2] القرآن ۴۹/ ۱۲

[3] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

[4] المصنف لعبدالرزاق باب الرجل یصلی فی بیتہ الخ حدیث ۳۹۳۹ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۲۲

کنز العمال اعادۃ الصلٰوۃ حدیث ۲۲۸۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۸/ ۲۶۲

marfat.com

الحاق بتایا اور یہی مذہب حنفیہ ہے۔

(۵) وصلیہ اولیٰ ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلوٰۃ فصل مع الناس وان کنت قد صلیت[1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تو مسجد میں آئے جبکہ تو نماز ادا کرچکا تھا پس جماعت کھڑی ہوگئی تو تو لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی تھی (ت)

یہ وہی مضمون وحکم ہے اور اس میں وصلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (ایک حدیث دوسری حدیث کے لئے سب سے بہتر تفسیر ہوتی ہے۔ت)

(۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم آیۂ کریمہ کی تخصیص نہیں بلکہ وہ (ممنوع) عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں۔ **اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ شئ مطلوب الفعل او الترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولا یہیں سے احکامِ خمسہ پیدا ہوئے اُن کا خامس مباح وتمام الکلام فیہ بحیث لا یوجد فی شئ من الکتب فی رسالتنا الجود الحلو فی ارکان الوضوء (اس سے متعلق تحقیق ہمارے رسالے "الجود الحلو فی ارکان الوضو" میں ہے جو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ت) اربع اول کو ثبوت درکار اور عدمِ ثبوت طرفین کا نتیجہ خامس مگر یہ خامس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندراج سے مستحسن ہوجاتا ہے جیسے نیتِ قبیحہ سے مستقبح فعل لوح سادہ ہے اور نیت نقش صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اس سے بدتر ہوسکتا اور اولیٰ میں تطوع ہوکر دونوں آیۂ کریمہ کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ وردالمحتار وغیرہما میں ہے:

المباحات تختلف صفتہا باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد بہا التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء[2] انتہی

مباحات کا مختلف نیات کے اعتبار سے حکم مختلف ہوجاتا ہے پس جب اس سے طاعات پر تقوٰی یا طاعات کی طرف ایصال منصور ہو تو یہ عبادات ہوں گی مثلاً کھانا پینا، سونا، حصولِ مال اور وطی کرنا انتہی (ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب من صلی مرتین مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۰۳
مؤطا الامام مالک اعادۃ الصلوٰۃ مع الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل حدیث محجن الدیلی " دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴

[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول البیت فی العبادات ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

marfat.com

لہذا مسئلہ دائرہ میں یہ حکم نہ دیں گے کہ نمازِ عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلبِ شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہٖ حکم ہے پھر اگر خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وُہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امیدِ رحمت ہے کہ هم القوم لا یشقی بهم جلیسهم[1] (وُہ ایسی قوم ہیں جن کا ساتھی اور ہم نشین بدبخت نہیں ہوتا۔ ت) یا وُہ وجہ جو ہم نے نمبر دوم میں بیان کی کہ معظّمِ دینی سے موافقت و محصورتِ مخالفت، تو یہ سب نیت محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنیٰ درجہ نفل خصوصاً نماز کہ

الصلوۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منها فلیستکثر[2] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

نماز سب سے بہترین عمل ہے اس میں جتنا بھی کوئی اضافہ کرسکتا ہے کرے۔ اسے طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

یوں تحت کریمتین داخل ہوگا، کشف الغمہ میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے:

فکان رضی اللہ تعالٰی عنه لا ینهی احدا تطوع لبنتی زائدا علی السنة ویقول فمن تطوع خیرا فهو خیر له[3]۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی کو بھی سنّت سے زائد نوافل سے نہ روکتے اور فرماتے جو نیکی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے یہ بہتر عمل ہے۔ (ت)

رہا کریمتین میں ترک واو و فا یہ لکھنا تلاوتِ قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنیً صحت کو توقف یا موجبِ تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے۔ ابن ابی حاتم و بیہقی نے امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی:

ان رجلا سأل علیاً عن الهدی ما هو فقال من الثمانیة الازواج فکان الرجل شك فقال هل تقرأ القراٰن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقهم

ایک آدمی نے حضرت علی سے ہدی (قربانی) کے بارے میں پُوچھا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا آٹھ جوڑوں میں سے، اس آدمی کو شک گزرا، فرمایا کیا تُو نے قرآن حکیم پڑھا ہے؟ عرض کیا: ہاں۔ فرمایا کیا تو نے یہ سُنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی

---

[1] صحیح مسلم | باب فضل مجالس الذکر | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۲/ ۳۴۴
[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی اوسط | باب فضل الصلوٰۃ | ″ دار الکتاب بیروت | ۲/ ۲۴۹
[3] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ | باب صلوٰۃ العیدین | ″ دار الفکر بیروت | ۱/ ۱۹۱

marfat.com

من بھیمۃ الانعام ومن الانعام حمولۃ وفرشا قال نعم فسمعتہ یقول من الضأن اثنین ومن المعز اثنین ومن الابل اثنین ومن البقر اثنین قال نعم[1]

فرماتا ہے "چاہئے کہ وہ اللہ کا نام ذکر کریں اس کے دیئے ہوئے بے زبان چوپایوں پر، اور چوپایوں میں سے بعض وہ ہیں جو بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا تُو نے یہ بھی سُنا ہوگا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ایک جوڑا بھیڑ کا، ایک جوڑا بکری کا، ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا۔ فرمایا، ہاں۔ (ت)

امیر المومنین نے ایک آیت سترھویں پارے کی لی ایک آٹھویں کی اور اُن کو سیاق واحد میں ذکر فرمایا دوبارہ سورۂ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں سے اتنے جملے چھوڑ دئے:

قل ءآالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین۔

تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کئے یا دونوں مادہ، یا وُہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ (ت)

اب یہاں کیا حکم ہوگا نبئونی بعلم ان کنتم صٰدقین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۱: از شہر کہنہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہوجائے یا اول سنت ادا کرے، اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحنِ مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز آرہی ہے ایسی صورت میں ادائیگی سنت کس صورت سے ہونا چاہئے، یا بلا ادائگیِ سنت شامل ہوجائے اور سنت بعد طلوعِ آفتاب ہونا بہتر ہے یا اوّل یعنی جماعت میں جو شامل ہوگیا تھا اس کے بعد؟

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنّتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکے گا اور صف سے دُور سُنّتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے، پھر بعد بلندیِ آفتاب پڑھے، اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے، کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں، امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے، باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے، حدِ مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الہدایا من الابل والبقر والغنم مطبوعہ دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۹

marfat.com

مثلاً بازار کو خرید و فروخت کے لئے جانا ہوتا ہے تو اس کے لئے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ پر نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحبہ پر پڑھنا چاہئے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان وصلوٰۃ کے لئے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہو گی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لئے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بے جا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۳ سیکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلہ براہیم پورہ بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلائے جذام کو جس سے طبا اجتناب واجب ہے اور مسلمانان محلہ اُس کے دخول مسجد و استعمال ظروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکتِ جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جا سکتا ہے یا نہیں؛ بینوا توجروا

الجواب

ہاں جبکہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۴ ۸۹۵ حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اسے کیا کرنا چاہئے۔

(۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شاملِ جماعت ہو گیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ، اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہو گی یا نہیں؟

الجواب

(۱) تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے۔

(۲) اگر اس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہو گئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہو گی اسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیرِ انتقال، پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیرِ انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار

marfat.com

میں ہے :

لوجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت فیہ تکبیرۃ الرکوع[1] واللہ تعالٰی اعلم

اگر کسی نے امام کو حالتِ رکوع میں پایا تو اس نے جھکتے ہوئے تکبیر کہی اگر یہ مقتدی قیام کے زیادہ قریب ہو تو درست ہے اور اس کی تکبیرِ رکوع لغو ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰے اعلم (ت)

مسئلہ ۸۹۶ : دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں اُن کی نماز ہوجائے گی یا نہیں ؟

الجواب

نماز تو ہر طرح ہوجائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور اُن میں ایک قابلِ امامت ہے اس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو ان پر ترکِ جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۹۷ : از شہر بریلی محلہ باغ احمد خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

جماعتِ جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی مُنڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی اس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور مُنڈی اور کتری ہوئی پیچھے چلے جائیں، لہذا اس نے گناہ کیا یا نہیں، اور اگلی صف میں مُنڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں پرہیزگار اور متقی ہیں ان کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں، اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی ہے اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں نے نہایت ناگوار معلوم کیا۔

الجواب

داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرتکب فاسق ان کو تفہیم ہدایت کی جائے، بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں، حدیث میں فرمایا :

لیلینی منکم اولوا الاحلام والنہی[2]

تم میں سے دانشور اور عقلمند لوگوں کو میرے قریب ہونا چاہیے۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۴

[2] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۱

marfat.com

اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو، متقیوں کو چاہئے تھا کہ یہی پہلے آتے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انھیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لئے جگہ خالی کر دیں ورنہ انھیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیئے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۸ از شہر بانس منڈی مسئولہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم وصلوٰۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں صرف تین وقت کی نمازیں ظہر وعصر ومغرب باقی عشاء وفجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشاء وفجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلاعذر ترک گناہ ہے وظیفہ وتلاوت باعث ترک نہیں ہو سکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ وتلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق وکبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتیاد کبیرۃ وکل کبیرۃ فسق (ہر صغیرہ گناہ کو معمول اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور ہر کبیرہ گناہ فسق ہے۔ ت) حدیث میں ہے ظلم اور کفر نفاق سے ہے۔ یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی مؤذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو، وہ وظیفہ وتلاوت کہ جماعت ومسجد سے روکیں وظیفہ وتلاوت نہیں بلکہ ناجائز ومعصیت۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹۹ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نمازیں قرأت کرنی چاہیئے یا جماعت اولیٰ کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہوں اُن کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو حکم شرعی ہو ارشاد فرمائیں؟

الجواب

جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اُس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۰۰ تا ۹۰۱ شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں مع دیگر رشتہ داران زید وبکر عرصہ سے نااتفاقی ہے اور زید وبکر دونوں شریک ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ

marfat.com

نماز پڑھتے ہیں، امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہلِ محلہ زید وبکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کر لو، بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے ان کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے ______ اُس وقت پُورا میل ہو سکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہو جائے گا بغیر ان کی موجودگی کے میل نا ممکن ہے، یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہُوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہو کر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کرو گے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پریشان کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقتِ نماز اعلان کیا کہ زید وبکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریکِ جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دُعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کر دیا، تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز، اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کر دینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

(۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کر دیں ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی، ہاں باہم اہلسنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وُہ بلا عذرِ شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اسے روزِ قیامت حوضِ کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری، توبہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۲ از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسئولہ مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ عشا کے واسطے (۸.۰) بجے وقت مقرر کر لیا گیا بلا انتظار کئے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہو جائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کر چکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے ان سب کو

marfat.com

نہیں بلایا نماز شروع کر دی، آیا بلانا یا انتظار واجب تھا یا نہیں؟

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کر لیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کر لینا بہتر، اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعتِ وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے جسے قضائے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کر کے آجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۳ از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسئولہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں، ایک روز زید نے بوقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اس کے برادران اور اہلِ خانہ حقہ پانی بھنگی بہشتی دھوبی حجام کام والوں کو اس سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک، حالانکہ زید نماز کے لئے کوئی عذر و حیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں ہے، آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا یا نہیں، اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابلِ قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے، اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابلِ سزا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۴ از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسئولہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کر دی ہے اب ناخون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا، اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ نماز گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے، اور اس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

marfat.com

۹۰۵
مسئلہ ازمحلہ سوداگران مسئولہ شمس الہدیٰ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور اُن کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر وہابی کے مکان میں رہتا ہے اور اس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اُسے اہلسنت کی نمازِ جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہو گا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب

اگر وُہ وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہو گی اور قطعِ صف حرام ہے۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفا قطعه الله[1]
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صف کو کاٹا اسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کاٹ دے گا۔

اور اگر وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو اُن سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں، نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہو گی مگر صف میں اس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہو گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۰۶
مسئلہ مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں، صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وُہ مقتدی یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کی جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے، یونہی امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر، اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اسے بھر دے یا یونہی رہنے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۰۷
مسئلہ ازشہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سُنّی حنفی، اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت

---

[1] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

marfat.com

کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نمازیں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سُنّی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سُنّیوں کو کیا کرنا چاہیئے ؛ بینوا توجروا۔

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سُنّی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۸ ازشہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دُکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے ہاں مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز و ممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی سے ہے مسبوق کی اقتداء ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وُہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۹ ازموضع دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز با جماعت ہو چکی، بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں، کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجبِ ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہٰذا جو حکمِ شریعت ہو اس سے آگاہ فرمائیے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجدیں، اُن میں تو ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہے

marfat.com

ہرجماعت کا امام اسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے ہو۔ ہاں مسجد محلہ میں جس کے لئے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کرلیں گے بلا عذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصداً ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہوگئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو ان کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حققنا فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

۹۱۰ مسئلہ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئولہ عبداللہ مدرس ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہر حال ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۱۱ تا ۹۲۲ مسئلہ از گورکھپور محلہ دھوبی مسئولہ سعید الدین ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) جماعت کے لئے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) امام کو کسی مقتدی کے لئے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور سید ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لئے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہئے یا نہیں؟

(۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور سید ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں۔

(۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہئے یا نہیں، سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے؟

(۶) کسی مقتدی کا بوجہ اس کی امارت و اعزاز کے باوجود تعین وقت گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

marfat.com

(۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں؟

(۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں؟

(۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لئے ہے جماعت کے لئے نہیں درست ہے یا نہیں؟

(۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لئے کھڑا ہوجائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں؟

(۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز نہ پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲-۴-۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں؟

(۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جس کو دینی عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وُہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرجِ شرعی لازم نہ آئے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لئے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کرسکتا ہے جس میں وُہ شامل ہوجائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں ویخشی علیہ امر عظیم (اس سے ڈرنا چاہئے یہ بہت بڑا معاملہ ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) انتظار کرسکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو۔ سنّتِ موکدہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادراً کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اس پر انکار بھی نہ فرمایا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اس کا جواب ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالداری کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہئے امام کو تاحدِ وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہئے۔ حدیث میں ہے:

marfat.com

لوگ جلد جمع ہوجاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹) تعیینِ وقت جماعت ہی کے لئے کی جاتی ہے، لوگ جب وقتِ معین پر آجائیں تو امام کو بلا ضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل وباعثِ نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۰) جب وقت معین ہوچکا تو اس کے بعد دیر کرکے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کرکے پڑھ لینا باعثِ تفریقِ جماعت ہوگا اور وہ بلا ضرورت جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقتِ معین پر تشریف لایا کیجئے واللہ تعالیٰ اعلم

(۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں، امام انتظار کے لئے نہیں بنایا گیا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲۳ از چاندپارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کی صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو، آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں، بینوا توجروا

الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام، قعود، رکوع، سجود کسی حالت میں اس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے۔ اسی احتیاط کے لئے امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں، پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہوجائیں گے حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز وگناہ ہے نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لئے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ ان میں کچھ لوگ دوسری جگہ نماز کو جاسکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھری میں محبوس ہیں جس کا عرض جانبِ قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض

marfat.com

ہے اس میں قواعدِ شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اس کا اعادہ کریں جماعت اقامتِ شعار کے لئے اور اعادہ رفعِ خلل کے واسطے۔ درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[1]۔

جو نماز کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

لو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر[2] اھ ولا یقال الجماعۃ واجبۃ بل قیل سنۃ موکدۃ وکراھۃ التحریم فی جانب النھی کالوجوب فی جانب الامر والاجتناب عن المناھی اھم من اتیان الاوامر فی الحدیث لترک ذرۃ مما نھی اللہ خیر من عبادۃ الثقلین، لانا نقول اقامۃ الشعار اھم من کل شیئ حتی اباحوا للختان ولیس الا سنۃ صریح المحرمات من النظر والمس قیل فی الھندیۃ عن العتابیۃ فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختتن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج اویشتری ختانۃ فتختنہ وذکر الکرخی فی الجامع الصغیر ویختنہ

اگر امام دو مقتدیوں کے درمیان کھڑا ہوا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اگر دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو مکروہِ تحریمی ہے اھ یہ نہ کہا جائے کہ جماعت واجب ہے بلکہ اسے سنّتِ مؤکدہ کہا گیا ہے اور جانب نہی میں کراہت تحریمی، جانبِ امر میں وجوب کی طرح ہے اور مناہی سے اجتناب اوامر پر عمل سے اہم ہے۔ حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالٰی کے منع کردہ ایک ذرّہ کا چھوڑ دینا تمام جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شعار کی اقامت ہر شَے سے اہم ہے حتی کہ علماء نے ختان کے لئے صریح محرمات پر نظر و مس کو مباح قرار دیا حالانکہ ختنہ صرف سنّت ہے۔ فتاوٰی ہندیہ میں عتابیہ کے حوالے سے کبیر کے ختنے کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر اس کیلئے اپنا ختنہ کرنا ممکن ہو تو خود کرے ورنہ نہ کرے مگر اس صورت میں کہ جب اس کے لئے شادی ممکن ہو یا ایسی لونڈی خرید نا ممکن ہو جو اس کا ختنہ کردے تو ایسا ہی کرے۔ امام کرخی نے جامع صغیر

---

[1] درمختار | باب صفۃ الصلوٰۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۷۱
[2] ؍؍ | باب الامامۃ | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ۱/۸۳

marfat.com

الحمامی[1]۔

اقول ویؤیدہ ما عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم انہم کانوا لایختنون اولادھم الا بعد البلوغ وقال فی الدر وقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی وقیل عشر وقیل اقصاہ اثنتا عشرۃ سنۃ[2] زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لا یختتن حتی یبلغ لانہ للطہارۃ ولا تجب علیہ قبلہ[3] قال فی الدر وقیل العبرۃ بطاقتہ وھو الاشبہ[4] قال ش ای بالفقہ زیلعی وھذہ من صیغ التصحیح[5] اھ فشمل اذا لم یطق الا بعد البلوغ لا یقال فلیصل ثلثۃ ثلثۃ تترٰی یؤم کل اثنین امام فالجماعۃ یحرزون وعن الکراھۃ یحترزون لانا نقول لا اصل فی الشریعۃ الطاھرۃ لتفریق الجماعۃ الحاضرۃ ولم یرض اللہ بہ للمسلمین وھم فی نحر العدو فما ظنک بسائر الاحوال ھذا

میں فرمایا اس کا ختنہ حجام کرے۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی تائید صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے اس عمل سے ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچّوں کا ختنہ بلوغت کے بعد کرتے تھے۔ درمختار میں ہے کہ ختنہ کا وقت مقرر نہیں، بعض نے سات سال، بعض نے دس سال، اور بعض نے کہا ہے کہ آخری وقت بارھواں سال ہے۔ شامی نے طحطاوی کے حوالے سے اضافہ کیا ہے کہ بلوغ سے قبل ختنہ نہ کیا جائے کیونکہ اس کا مقصد طہارت ہے اور وہ بلوغ سے پہلے لازم نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے اعتبار طاقت وقوت کا ہے، اور یہی مختار ہے۔ شارح شامی نے فرمایا یعنی یہی عقل و دانش کے زیادہ قریب ہے زیلعی، اور یہ (اشبہ) تصحیح کے صیغوں میں سے ایک ہے اھ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب بلوغ کے بعد ہی طاقت رکھتا ہو، یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ تین تین الگ ہو کر نماز ادا کریں اور امام ہر دو کی امامت کرائے تو جماعت حاصل کرلیں گے اور کراہت سے بچ جائیں گے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ شریعتِ طاہرہ میں جماعتِ حاضرہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع عشر فی الختان الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷
[2] درمختار مسائل شتّٰی ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۴۹
[3] ردالمحتار ؍؍ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۵/۵۳۰
[4] درمختار ؍؍ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۳۵۰
[5] ردالمحتار ؍؍ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۵/۵۳۰

marfat.com

ماظهر لی وعند ربی علم حقیقة کل حال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں تفریق کی اجازت نہیں ہے حتی کہ دشمنوں کے سامنے بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایسے عمل کو پسند نہیں کیا تو دیگر حالات میں یہ کیسے ہوسکتا ہے ، یہ بات مجھ پر آشکار ہوئی ہے حقیقتِ حال کا علم میرے رب کریم کے پاس ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲۴ تا ۹۲۷ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفترِ جی غازی پور
۱۷ ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ،

(۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے ، چاہئے یا نہیں ؟

(۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے ؟

(۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے ؟

(۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہوجائے گی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد (۲) دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اُس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہوجایا کریں ، اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں ، ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کردیں ، جب ایک حصہ کرلے تو دوسرا کرے ۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعددِ جماعت کی پہلی صورت بلاضرورتِ شرعیہ مطلقاً حرام ہے خواہ مسجدِ محلہ ہو یا مسجد عام ، ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلوٰۃ الخوف میں ۔ رہا یہ کہ مسجد میں کوئی بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہِ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ اُس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جُدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجدِ محلہ ۔ اور تعددِ جماعت کی صورتِ ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز ومطلوب ہے یہاں تک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے سب جماعتیں جماعتِ اولیٰ ہوں گی کما فی فتاوی الامام قاضی خاں وغیرہ (جیسا کہ فتاوٰی امام قاضی خاں وغیرہ

marfat.com

میں ہے۔ت) اور مسجدِ محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بد مذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیے ہوگئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے، اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہلِ محلہ موافق المذہب سُنّی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہِ تحریمی ہے اور بے اذن دیے محرابِ جماعتِ اولیٰ میں امامت کرنی مکروہِ تنزیہی، اور اگر محراب بدل دیں تو اصلاً کراہت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کی۔

(۲) اس کا جواب جوابِ اوّل میں آگیا۔

(۳) اگر ان میں کوئی شرعی حیثیت سے قابلِ امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترکِ جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہو جائے گی، اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اس نے بھی فرض کی نیت باندھ لی یا اُن میں کوئی قابلِ امامت نہیں تو حرج نہیں۔

(۴) نماز ہو جاتی ہے مگر ترکِ جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔

مسئلہ ۹۲۸ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وقتِ کراہت تک انتظارِ امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقتِ مستحب تک انتظار باعثِ زیادت اجر و تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقتِ مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا،

وقد صح عن الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرهم علیه النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ

صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہاں تک انتظار کرنا ثابت ہے کہ رات کا کافی حصہ گزر جاتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کو برقرار رکھا اور فرمایا، تم جب سے نماز کے انتظار میں ہو

marfat.com

ما انتظرتم الصلٰوۃ۔[1] وہ تمام وقت تمہارا نماز میں گزرا۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو،

فی الانقرویۃ عن التاتارخانیۃ عن المنتقی للامام الحاکم الشہید ان تاخیر المؤذن وتطویل القرأۃ لادراک بعض الناس حرام، ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولاباس بان ینتظر الامام انتظارا وسطا۔[2] واللہ تعالٰی اعلم

انقرویہ میں تاتارخانیہ سے امام حاکم شہید کی المنتقی کے حوالے سے ہے کہ بعض لوگوں کی خاطر مؤذن کا اذان کو مؤخر کرنا اور امام کا قرأت کو لمبا کرنا حرام ہے، یہ تب ہے جب دنیاداروں کی خاطر ایسا کرے اور تطویل وتاخیر لوگوں پر شاق ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ خیر کی اعانت کی وجہ سے کچھ تاخیر کرنے میں کوئی کراہت نہیں لہٰذا امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۹۲۹: از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی

۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور کبھی نہ ہو لوگ بلااذان نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں؟

الجواب

ترکِ جماعت اور ترکِ حاضریِ مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابلِ اتباع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۳۰: از شہر جوناگڈھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے، یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شوروغوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی منصفی پر سب کا اتفاق ہے

---

[1] صحیح البخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۴، ۹۰
مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک " دارالفکر بیروت ۳/ ۲۶۷

[2] فتاوٰی انقرویۃ کتاب الصلوٰۃ " دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/ ۵

marfat.com

برائے خدا ہم جاہلوں کو راہِ راست بتائیں۔

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنّتِ مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید خاطی ہے اور احادیثِ صحیحہ اور تمام کتبِ فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۱ از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعتِ ثانی بلا وجہ ہو سکتی ہے یا نہیں، مثلاً سہو سے جماعت اوّل کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کرلے خواہ گاؤں ہو یا شہر، شارع عام ہو یا کوچہ، قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرایا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعتِ اولیٰ ہیں جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجدِ محلہ ہے جس کے لئے امام وجماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلانِ اذان مطابق سنّت ادا کرچکا تو بعد کو جو آئیں انھیں اعادۂ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ، اور بلا اعادۂ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت جائز۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۲ از شہر کہنہ محلہ مروہی ٹولہ مسئولہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلّٰی پر دو شخص علیحدہ نمازِ فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہونے میں یا نہیں؟

الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصداً ترکِ جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعتِ اولیٰ ہوتی تو جس کی طرف سے یہ ترک ہے وہ گنہگار ہُوا ایک خواہ دونوں، اور اگر یہ مسجدِ محلہ تھی اور یہ جماعت جماعتِ اولیٰ نہ ہوتی تو بُرا کیا، رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی، اور اگر ان میں کوئی قابلِ امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہرحال فرض ادا ہر صورت میں ہو جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۳۳ از ملا تلی تال کوہ نینی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۲۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو درست ہے یا نہیں؟ اور امام کے سہو کو وہ لڑکی یا عورت بتا سکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا؟

marfat.com

الجواب

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضریِ مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضریِ مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی مانع نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضریِ مسجد واجب ہے اور اگر اسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاۃ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاۃ ہیں تو مکروہ بہرحال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی ہتھیلی بائیں پشتِ دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے۔

دُرمختار:

المرأۃ تصفق لا ببطن علی بطن۔ ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیۃ۔[1]

عورت تصفیق سے متنبہ کرے مگر باطن ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کے باطن پر نہ مارے، اگر مرد نے تصفیق کی یا عورت نے تسبیح کہی تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ دونوں نے سنّت کو ترک کردیا، تاتارخانیہ۔ (ت)

اقول ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبورانہ آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلك لان الضرورات تبیح المخطورات (اور وہ اس لئے کہ ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں۔ ت)۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۳۴ یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اُسے یہ حکم ہے کہ صف سے دُور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے

فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعا وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبسد الفرج

کیونکہ ممیز بچّے (جو نماز کو جانتا ہو) کی نماز قطعاً صحیح ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوف میں خلا نہ چھوڑنے اور متصل رکھنے کا

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

والتراص فی الصفوف ونھی عن خلافہ بنھی شدید۔

حکم دیا ہے اور اس کے خلاف پر نہی شدید فرمائی ہے۔ (ت)

اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو، علماء اسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں۔ درمختار میں ہے:

یصف الرجال ثم الصبیان ظاھرہ تعددھم فلو واحدا دخل الصف[1]

مرد صف بنائیں پھر بچے، اس کا ظاہر واضح کر رہا ہے یہ اس وقت ہے جب بچے متعدد ہوں، اگر اکیلا ہو تو اسے صف کے اندر کھڑا کر لیا جائے (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال[2]

اگر بچے زیادہ نہیں تو ایک بچے کو مردوں کی صف میں کھڑا کر لیا جائے۔ (ت)

بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخلِ نماز ہے اب یہ آئے تو اسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے، اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔ فتح القدیر میں ہے:

امامحاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا متمسک لہ فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ[3] ملخصاً۔

امرد کا محاذی ہونا فسادِ نماز کا سبب نہیں، اس مسئلہ پر تمام فقہاء نے تصریح کی ہے البتہ شاذ و نادر طور پر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی ہے ان کے لئے نہ روایۃً کوئی دلیل ہے نہ درایۃً۔ ملخصاً (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۳۵: از کلکتہ دھرم تلا ۲ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر المظفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۶۸
[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۲

marfat.com

تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہوجائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی' ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ دُرِ مختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرمادیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے دُرِ مختار تو شرح ہی کا نام ہے، کیا شروح معتبر نہیں ہوتیں یا ان میں درمختار نامعتبر ہے یا متن میں شرح کے خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہلِ علم کی شان سے بعید' درمختار بحرِ علم کی وُہ دُرِ مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہُوئی مشارق و مغاربِ ارض میں فتوائے مذہبِ حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقاتِ عالیہ و تدقیقاتِ غالیہ پر ہوگیا۔ اللہ عزّوجل رحمت فرمائے علامہ سیّد ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں؛

ان کتاب الدرالمختار، شرح تنویر الابصار، قد طار فی الاقطار وسار فی الامصار وفاق فی الاشتہار علی الشمس فی رابعۃ النہار، حتی اکب الناس علیہ وصار مفزعھم الیہ وھو الحری بان یطلب ویکون الیہ المذھب، فانہ الطراز المذھب فی المذھب، فلقد حوی من الفروع المنقحۃ والمسائل المصححۃ، مالم یحوہ غیرہ من کبار الاسفار ولم تنسج علی منوالہ ید الافکار۔[1]

خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتابِ چاشت کی طرح شہرت پائی، مخلوق ہمہ تن اس سے گرویدہ ہوکر اپنے مہمات میں اُس کی طرف التجا لائی، یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اسی کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامنِ مذہب کی زرنگار گوٹ ہے، وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں، آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔

سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلاوجہ محض قبول نہ کریں۔ خیر فتح القدیر[2] تو معتبر ہوگی جس کے مصنّف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ وہ امامِ اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لئے منصبِ اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی ردالمحتار (جیسا کہ

---

[1] ردالمحتار شروع الکتاب مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/۲

marfat.com

ردالمحتار میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ت)، تبیین الحقائق[3] تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیمروز سے روشن تر۔ یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اوران کے مستند ہیں۔ کافی امام[4] نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکۃ الانام حافظ الملۃ والدین ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی صاحب کنز الدقائق ہیں۔ سب جانے دو ہدایہ[5] بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہوسکے یہ سب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام ومکروہ تحریمی ہے، ہدایہ میں ہے: محرم قیام الامام وسط الصف[1] (امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا حرام ہے۔ت)

فتح القدیر میں ہے:

صریح فی ان ترك التقدم لامام الرجال محرم وکذا اصرح الشارح وسماہ فی الکافی مکروھا وھو الحق ای کراھۃ تحریم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترك الوجوب فلعدمہ کراھۃ التحریم فاسم المحرم مجاز[2]۔

یہ عبارت اس میں صریح ہے کہ مردوں کے امام کا تقدیم کو ترک کرنا حرام ہے اور شارح نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور کافی میں اسے مکروہ کہا، اور حق بھی یہی ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا بلاترک اس پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہذا اس کا خلاف کرنا مکروہ تحریمی ہوا پس اس پر حرام کا اطلاق مجازاً ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

محرم وھو قیام الامام وسط الصف فیکرہ کالعراۃ کذا فی الھدایۃ وھو یدل علی انھا کراھۃ تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وترك الواجب موجب الکراھۃ التحریم المقتضیۃ للاثم[3]۔

امام کا وسط صف میں قیام حرام ہے۔ ایسا عمل ننگوں کی طرح مکروہ ہوگا، ہدایہ میں اسی طرح ہے یہ اس پر دال ہے کہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے کہ امام کا مقدم ہونا واجب ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ دائمی عمل ہے اور ترک واجب اس کراہت تحریمی کا موجب ہے جو گناہ کی مقتضی ہے۔(ت)

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۳

[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۶

[3] بحرالرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

marfat.com

درر الحکام علامہ مولٰی خسرو میں ہے: مخطور قیام الامام وسط الصف[1] اھ ملخصا (امام کا صف میں کھڑا ہونا ممنوع ہے۔ ت) ذخیرۃ العقبٰی میں ہے: اما کراھتھا فلعدم خلوھا عن المحرم[2] (اس کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حرمت سے خالی نہیں ہے۔ ت) مجمع الانہر میں ہے: قیام الامام وسط الصف مکروہ کراھۃ تحریم[3] اھ ملخصا (امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا مکروہِ تحریمی ہے اھ تلخیصًا۔ ت) مستخلص[4] میں ہے: محرم وھو وقوف الامام وسط الصف (امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا حرام ہے۔ ت) فتح المعین[5] علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کرہ قیام الامام وسطھم (اور دو امام کے پیچھے کھڑے ہوں، اگر لوگ دو سے زیادہ ہوں تو امام کا ان کے درمیان کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ت) فرمایا ای تحریما لترك الواجب[5] (یعنی مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ ترکِ واجب لازم آرہا ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے: تقدم الامام امام الصف واجب[6] (امام کا صف کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔ ت) بااین ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحر الرائق کا ارشاد پیشِ نظر کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی مداومت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیلِ وجوب ہے

اقول وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[7] رواہ البخاری عن مالك بن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز ادا کرتے دیکھتے ہو۔ اس کو امام بخاری نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام | فصل فی الامامۃ | مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۱/۸۶
[2] ذخیرۃ العقبٰی | فصل فی الجماعۃ | " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۵
[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر | فصل مکروہات الصلوٰۃ | " احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۵
[4] مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق | باب الامامۃ | " کانشی رام پرنٹنگ ورکس لاہور ۱/۲۰۳
[5] فتح المعین | باب الامامۃ | " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۰۹
[6] ردالمحتار | " | " مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰
[7] صحیح البخاری | باب الاذان للمسافر الخ | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۸

marfat.com

یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک دلیل خصوص مثلاً ترک احیاناً یا اقرار علی الترک ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتیا د کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق اور مردود الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔
واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۳۶ تا ۹۳۷ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۸ھ

سوالِ اوّل: زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہو رہی ہے اُسی مسجد میں بکر بھی آیا اُس کو معلوم ہوگیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اُس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہوگئی یا نہیں؟

سوالِ دوم: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعتِ ثانیہ کیا بلکہ جماعتِ اولیٰ بھی ہوتی ہو تو اُس وقت کوئی دوسرا شخص اُسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی جماعت کا پچیس ۲۵ گنا ثواب نہ ملے گا، نماز ہو جانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب، اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

الجواب

جوابِ سوالِ اوّل: نماز بایں معنیٰ تو ہوگئی کہ فرض سر سے اتر گیا مگر سخت کراہت و لزومِ معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترکِ جماعت گناہ و شناعت ہے نہ کہ خود بحال قیام جماعت صریح خلاف و اضاعت، یہاں تک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کر دیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اسے شرع مطہر مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیّت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیّت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انھیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہو جائے۔

فی التنویر شرع فیها اداء منفردا ثم اقیمت یقطعها قائما بتسلیمة واحدة ویقتدی بالامام ان لم یقید الرکعة الاولی بسجدة

تنویر الابصار میں ہے کسی نے تنہا نماز ادا کرنا شروع کی پھر اسی فرض کی جماعت کھڑی ہوگئی تو وہ سلام واحد کے ساتھ کھڑے کھڑے نماز ختم کر دے اور امام کی اقتدا کرے بشرطیکہ اس نے پہلی رکعت کا

marfat.com

اوقیدھا فی غیر رباعیۃ اوفیھا وضم الیھا اخری وان صلی ثلثا منھا اتم ثم اقتدی متنفلا ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الا فی العصر[۱]۔

سجدہ نہ کیا ہو یا پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہے مگر نماز غیر رباعی ہو (یعنی فجر و مغرب کی نماز میں) یا نماز رباعی ہو مگر اس کے ساتھ ایک اور رکعت ملا چکا ہے (ان صورتوں میں نماز توڑ کر امام کی اقتدا کرے) اگر تین رکعت ادا کر چکا ہے تو نماز پوری کرے اس کے بعد بنیّتِ نوافل امام کی اقتدا کرے تو اسے ثوابِ جماعت حاصل ہو جائے گا البتہ نمازِ عصر میں ایسا نہیں کر سکتا (کیونکہ بعد از عصر نفل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے)۔ (ت)

جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اس نے ہرگز مخالفتِ جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورتِ شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالٰی لا تبطلوا اعمالکم[۲] اپنے عمل باطل نہ کرو۔ مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لئے نیّت توڑنے کو ابطالِ عمل نہ سمجھا اکمالِ عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعتِ قائمہ کے خلاف اپنی الگ پڑھتا ہے کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہو سکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور اب جماعت قائم ہوئی اگر ظہر یا عشا ہے تو شرعاً اس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفتِ جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفتِ جماعت کی صورت نہ لازم آئے،

فی الدرالمختار من صلی الظھر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلاعذر بل یقتدی متنفلا ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ فیخرج مطلقا وان اقیمت وفی النھر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراھۃ

درمختار میں ہے جس نے ظہر و عشاء کی نماز تنہا ایک مرتبہ ادا کر لی اس کے لئے مسجد سے نکلنا مکروہ نہیں بلکہ جماعت کا ترک مکروہ ہوا مگر اس صورت میں جب اقامت شروع ہو گئی تو مکروہ ہے بلا عذر نکلنا بسبب اس کی مخالفت جماعت کے بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرے اور بنیّتِ نوافل امام کی اقتداء کرے، اور جس نے فجر، عصر اور مغرب کی نماز ادا کر لی تو وہ ہر حال میں مسجد سے نکل سکتا ہے اگرچہ

---

[۱] درمختار　　باب ادراک الفریضۃ　　مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی　　۹۹/۱
[۲] القرآن ۴۷/ ۳۳

مکثہ بلاصلاۃ اشد[1] اھ مختصرا فی ردالمحتار تحت قولہ الا عند الشروع فی الاقامۃ لان فی خروجہ تھمۃ قال الشیخ اسمٰعیل وھوالمذکور فی کثیر من الفتاوٰی والتھمۃ ھنانشأت من صلاتہ منفردا فاذا خرج یؤیدھا[2] الخ وفیہ عن المحیط مخالفۃ الجماعۃ وزر عظیم[3]۔

تکبیر شروع ہوجائے، نہر میں ہے مناسب یہ ہے کہ جماعت ہونے کے وقت اس کا نکل جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں مسجد میں رُکے رہنا زیادہ مکروہ ہے اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں "الا عند الشروع فی الاقامۃ" کے تحت ہے کہ اس کے نکلنے میں تہمت ہے۔ شیخ اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ بہت سے فتاوٰی میں یہی مذکور ہے اور یہ تہمت کا سبب اس کا تنہا نماز ادا کرنا ہے اور جب وہ نکل کھڑا ہُوا تو اس سے تائید ہوجائے گی الخ اسی میں محیط کے حوالے سے ہے کہ مخالفتِ جماعت میں بہت بڑا گناہ ہے۔ (ت)

جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالف جماعت اور وزرِ عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کرکے اپنی الگ شروع کردے کیونکر سخت متہم وصریح مخالف وگرفتارِ گناہِ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علما فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جُدا قائم کردیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس جماعت کے تارک نہ ہُوئے نہ اُن پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا،

فی الخلاصۃ ثم الھندیۃ قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من

خلاصہ پھر ہندیہ میں ہے کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ مسجد سے باہر بیٹھے تھے کہ مؤذن نے اقامت کہی تو باہر والوں میں سے ایک شخص نے امامت کرائی اسی طرح اہل داخل میں سے ایک شخص نے امامت کرائی، ان دونوں میں سے جو پہلے

---

[1] درمختار | باب ادراک الفریضہ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۹
[2] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی مصر | ۱/ ۵۲۸
[3] " | " " " | " " " " | ۱/ ۵۲۹

marfat.com

يسبق بالشروع فهو والمقتدون به لاكراهة فى حقهم[1]۔ شروع ہوا وہ امام ہے اور اس کی اقتدا کرنے والے درست ہیں اور ان میں کوئی کراہت نہیں (ت)

اور اس جماعت کا جماعتِ ثانیہ ہونا ان شناعتوں سے نہیں بچا سکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کا تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجدِ محلہ نہیں بازار یا سرا کی مسجد ہے تو اس کی ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ ت) ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسدِ نماز ہو یا اس کی بدمذہبی تا حدِ فساد ہے یا نقضِ طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ فساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وُہ جماعت خود جماعت ہی نہیں بلکہ اب اس میں شرکت ممتنع ہوگی لبطلان الصلاۃ خلفہ (کیونکہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوالِ دوم: اس کا جواب جوابِ سوالِ اوّل سے واضح ہے۔ ہو جانا بمعنی سقوطِ فرض مسلّم مگر اس قائل کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اُس کی مراد نہیں بلکہ اس میں فقط کمی ثواب ماننا اور لحوق اثم سے پاک جانتا ہے ولہذا تعلیل میں نہ واجب کا لفظ بڑھایا اور نہ سقوط فرض، تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے، اوّلاً مذہبِ معتمد میں جماعت واجب ہے اور اُسے سنّتِ مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اس کے قصدی ترک میں لحوق گناہ سے مفر نہیں،

فى الدرالمختار الجماعة سنة موكدة للرجال قال الزاهدى ارادوا بالتاكيد الوجوب الخ وفيه وقيل واجبة وعليه العامة اى عامة مشائخنا وبه جزم فى التحفة وغيرها قال فى البحر وهو الراجح عند اهل المذهب[2] اھ وفى البحر من باب صفة الصلٰوة الذى يظهر من كلام اهل المذهب ان

درمختار میں ہے مردوں کے لئے جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے۔ زاہدی نے کہا یہاں تاکید سے وجوب مراد لیا گیا ہے الخ اسی میں ہے وجوب کا قول بھی کیا گیا ہے اور ہمارے عام مشائخ اسی پر ہیں، تحفہ وغیرہ میں اسی پر جزم ہے، بحر میں فرمایا اہلِ مذہب کے ہاں یہی راجح ہے اھ اور بحر میں باب صفت صلٰوۃ میں ہے کہ اہلِ مذہب کے کلام سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ یوں ہے کہ صحیح

[1] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتدار مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵
فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہو احق بالامامۃ ؍؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۴
[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۲

marfat.com

الاثم منوط بترك الواجب او السنة المؤكدة علی الصحیح لتصریحهم بان من ترك سنن الصلوة الخمس قیل لا یأثم والصحیح انه یأثم ذکرہ فی فتح القدیر وتصریحهم بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة مؤکدة علی الصحیح وکذا فی نظائرہ لمن تتبع کلامهم ولا شك ان الاثم مقول بالتشکیك بعضه اشد من بعض فالاثم لتارك السنة المؤکدة اخف من الاثم لتارك الواجب اھ[1]

وفی رد المحتار عن النهر عن الکشف الکبیر عن اصول ابی الیسر حکم السنة ان یندب الی تحصیلها ویلام علی ترکها مع لحوق اثم یسیر[2] اھ

قول کے مطابق گناہ کا مدار ترکِ واجب یا ترکِ سنّتِ مؤکدہ پر ہے کیونکہ انہوں نے تصریح کی ہے کہ جس نے صلواتِ خمسہ کی سُنن کو ترک کیا اس کے بارے میں ایک قول ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہوگا، اور صحیح یہ ہے کہ وہ گنہ گار ہوگا۔ فتح القدیر میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ بھی ان کی تصریح ہے کہ جس نے جماعت ترک کی وہ گنہ گار ہوگا حالانکہ صحیح یہی ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح اس کی دیگر نظائر کا حکم ہے ان کے کلام سے تلاش کرنے والے کو یہی ملے گا، بلاشبہ گناہ کے بارے میں تشکیکی قول ہے، بعض کا قول بعض سے سخت ہے تو تارک سنت مؤکدہ کا گناہ تارک واجب سے اخف اور کم ہوگا اھ اور ردالمحتار میں نہر سے الکشف الکبیر کے حوالے سے ہے، اصول ابوالیسر سے ہے کہ سنّت کا حکم یہ ہے کہ اس کو حاصل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کے ترک پر تھوڑے سے گناہ کے ساتھ ملامت ہوگی اھ (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

لقد رأیتنا وما یتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق۔

یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہدِ رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کُھلا منافق۔

اور فرماتے ہیں،

لو ترکتم سنة نبیکم لضللتم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت ترک کرو گے گمراہ ہو جاؤ گے رواہ مسلم (اسے مسلم نے روایت کیا۔ ت)

اور ایک روایت میں ہے، لکفرتم تم کافر ہو جاؤ گے رواہ ابوداؤد (اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ ت) یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں۔ والعیاذ باللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] بحرالرائق باب صفة الصلوٰة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۰۲

[2] ردالمحتار مطلب فی السنة وتعریفها 〃 مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۷

marfat.com

مسئلہ ۹۳۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلّٰی مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلّے کے قصداً کھڑے کئے جائیں بایں نیّت کہ امام بہ نسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہئے مکروہ ہے یا غیر مکروہ بینوا توجروا۔

الجواب

اتفاقاً ایسا ہوجائے تومضائقہ نہیں یا امام نے خود نہ چاہا نہ کسی مقتدی نے نہ اس لئے کہ امام ومقتدی میں امتیاز چاہئے بلکہ امام کو کسی فضلِ دینی کی تعظیم کے لئے، مثلاً وہ عالمِ دین ہے اُس کے نیچے مصلّٰی بچھادیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیّت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلی کھڑا کرنا کہ نماز میں امام ومقتدیان کا یوں امتیاز ہونا چاہئے محض بے اصل وخلافِ سنّت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی

مسئلہ ۹۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سُننے جائے تو اپنی مسجد میں عشاء کی جماعت اس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف مایجوزبہ الصلوٰۃ پر قادر ہے، درصورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہوسکتی ہے؛ چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بغرض استماعِ قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے؟ لیکن استماعِ قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن (یعنی کراہت اصلاً نہ رہے۔ت) ہوجائے۔ بینوا توجروا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہ مقیم جماعت ہے اسے چاہئے کہ نمازِ فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب ومندوب ہے، ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں، لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴۰ ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السؤال (اے علما! اللہ تم پر رحم فرمائے اس سوال کا کیا جواب ہے؟ ت) جماعت تراویح میں بعض لوگ صفِ اوّل و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہوکر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اس کے دو کھڑے ہوئے ازاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھنے والے سب ضعیف ومعذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیال تطویل قرأت امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کاہلی وتکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا ان کا اندر صفوف بلاکراہت جائز ہے؟ کیا تسویہ صفوف کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے؟ کیا

marfat.com

جماعت فرض وتراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے، ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلاکراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

دربارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں، یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم۔[1]

اللہ کے بندو! ضرور یا تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا، اس پر یہ ارشاد فرمایا۔ رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما (اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف۔[2] رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے۔ اسکو نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] سنن النسائی حث الامام علی رص الصفوف الخ ؍؍ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/۹۳

marfat.com

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملئکة وحاذوا بین المناکب[1]۔ رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمۃ والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمھیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہیئے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں، ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں، بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملئکة عند ربہا[2]۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف[3] رواہ مسلم وابوداؤد

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم، ابوداؤد،

---

[1] سنن ابوداؤد | باب تسویۃ الصفوف | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۹۷
مسند احمد بن حنبل | مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ | مطبوعہ دارالفکر بیروت | ۲/۹۸
[2] صحیح مسلم | باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ | " قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۸۱
سنن ابوداؤد | باب تسویۃ الصفوف | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۹۷
[3] صحیح مسلم | باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ | مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۸۱
سنن ابوداؤد | باب تسویۃ الصفوف | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/۹۷

marfat.com

النسائی و ابن ماجة عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیه فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر[1] رواه الائمة احمد و ابوداؤد والنسائی وابن حبان وخزیمة والضیاء باسانید صحیحة عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔

پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں ہو۔ اسے ائمہ کرام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من وصل صفا وصله اللہ و من قطع صفا قطعه اللہ[2] ۔ رواه النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما وهو من تتمة حدیثه الصحیح المذکور سابقا عند احمد و ابی داؤد والثلثة الذین معهما ۔

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کرے ۔ اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے ، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تتمہ ہے جسے امام احمد اور ابوداؤد اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے ۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدها بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیتخط

جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کردے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا تو اسے چاہئے

---

[1] سنن ابوداؤد	باب تسویۃ الصفوف	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۹۸
سنن النسائی	فضل الصف الاول	" مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/ ۹۴
[2] سنن ابوداؤد	باب تسویۃ الصفوف	" آفتاب عالم پریس لاہور	۱/ ۹۷
سنن النسائی	من وصل صفا	" مکتبہ سلفیہ لاہور	۱/ ۹۴

marfat.com

علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ[1] ۔ رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی حرمت نہیں ۔ اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا ہے ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم :
ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجۃ رفعہ اللہ بہا درجۃ[2] ۔ رواہ احمد و ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ واقرہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرماتے گا۔ اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سوم تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل فرماتا ہے : صفا کانہم بنیان مرصوص[3] ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوتی ۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا، ایسی صف باندھنے والوں کو مولی سبحنہ وتعالیٰ دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظہری[4] ۔ رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں ۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

---

1 المعجم الکبیر مروی از ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/۱۰۵-۱۱۳
2 مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا " دار الفکر بیروت ۶/۸۹
3 القرآن ۶۱/۴
4 صحیح بخاری باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

marfat.com

یہ بھی اسی اتمامِ صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعاً واجب ہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا وکثیر من الناس عنہ غافلون (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی خوب تحقیق کی ہے اور بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں۔ ت) اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اس سے امر اوّل یعنی تسویۂ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خطِ واحد مستقیم میں ہوسکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے، ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل وکاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض و واجبات مثل عیدین و وتر میں امر دوم وسوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلا عذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہُوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں، ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انھیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہوگا کہ وُہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے، اُن پر لازم تھا کہ اُنھیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں، ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال عظیم میں یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض و واجبات کا تھا، رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات وسنتِ فجر بلا عذر بیٹھ کر ناجائز وفاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہوجاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکمِ اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے، درمختار میں ہے،

(التراویح تکرہ قاعدا) لزیادۃ تاکدھا حتی قیل لاتصح (مع القدرۃ علی القیام) کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبیہ بالمنافقین[1]۔

(نمازِ تراویح بیٹھ کر ادا کرنا مکروہ ہے) کیونکہ ان میں تاکید زیادہ ہے حتی کہ بعض فقہاء کے قول کے مطابق بیٹھ کر نمازِ تراویح ہوتی ہی نہیں (قیام پر قدرت کے ہوتے ہوئے) جیسا کہ رکوع امام تک قیام کو مؤخر کرنا (یعنی امام کے رکوع کے وقت نماز کا شروع کرنا) مکروہ ہے، کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ (ت)

خانیہ وردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

marfat.com

لوصلی التراویح قاعدا قیل لا یجوز بلاعذر لما روی الحسن عن ابی حنیفۃ لوصلی سنۃ الفجر قاعدا بلاعذر لا یجوز فکذا التراویح لان کلا منہما سنۃ موکدۃ وقیل یجوز وھو الصحیح والفرق ان سنۃ الفجر سنۃ موکدۃ بلاخلاف والتراویح دونہا فی التاکد فلایجوز التسویۃ بینہما[1]

اگرکسی نے تراویح بیٹھ کر ادا کیں تو بعض فقہائے نزدیک بلاعذر ایسا کرنا درست نہیں کیونکہ امام حسن نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے کہ اگرکسی نے فجر کی سُنتیں بلاعذر بیٹھ کر ادا کیں تو یہ جائز نہیں، اسی طرح تراویح کا معاملہ ہے، کیونکہ دونوں سنّتِ مؤکدہ ہیں، بعض فقہا کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے، فرق یہ ہے کہ سننِ فجر بغیر کسی اختلاف کے سنّتِ مؤکدہ ہیں اور تراویح کا درجہ تاکید میں ہونا اس سے کم ہے لہذا ان کے درمیان مساوات وبرابری نہ ہوگی۔ (ت)

قولِ اوّل پر کاہلوں کا بلاعذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز ومورثِ گناہ وموجبِ قطعِ صف ہوگا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہوگا کہ ان اہلِ کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یُوں دخیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ ومعصیت ہے اور دوسرے پر محض بے ضرورت ہے تو اس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لئے شافعیت مالکیت حنبلیت اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے، درمختار میں ہے:

لا ینقضہ مس ذکر وامرأۃ لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذھبہ[2]

مَسِ ذکر اور مَسِ امرأۃ سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن ایسی صورت میں اختلاف سے بچتے ہوئے وضو کرلینا مستحب ہے خصوصاً امام کے لئے بشرطیکہ امام کے اپنے مسلک میں مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آئے (ت)

مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب اللحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کاہلوں کی ہو جس قدر تمام صف سے زائد ہوں ورنہ

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۹

[2] دُرمختار کتاب الطہارۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷

marfat.com

اطرافِ صف آخر میں اقامت ہو تاکہ مذہب صحیح پر قطع صف نہ لازم آئے اُس سے تحرز مستحب تھا یہاں واجب ہوگا توضیح یہ کہ یہاں تین ۳ صورتیں ہوں گی:

اوّل یہ کہ قائمین بقدر کمال صف ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہو جائیں کہ کر نہ آدمی زائد بچے نہ صف میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کاملہ قائمین سے کر لی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صف یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر رہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی۔

دوم قائمین سے اکمالِ صف نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صف پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں ان سے مکمل ہو گئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صف پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہو جائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صف میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیلِ صف کریں حتیٰ کہ اگر صفِ اوّل ہی ناقص تھی تو اسی کے کنارے پر انھیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی، ہاں ایک کنارے پر جمع کر دئے گئے۔

سوم تکمیلِ صف میں کاہلین کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لئے مطلوب ہیں قائمین کی صف آخر کے ایک کنارے پر انھیں رکھ کر باقی کی صف تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کر دی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صف کو تکمیل کی حاجت ہے تو اس سے ہٹا کر کاہلین کو صفِ دیگر میں رکھنا صف اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہرحال اگر اور قائمین آتے جائیں یا انھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصف ہوں اور کاہلین فی الطرف مؤخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورتِ اولیٰ کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولیٰ ہو جائے الیٰ غیر ذلک من الاحتمالات (اس کے علاوہ دیگر احتمالات) یہ سب اس صورت میں ہے کہ کاہلین دستِ شرع میں نرم ہوں ورنہ بحالِ فتنہ قدر میسور پر عمل چاہئے، وباللہ التوفیق ھذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم بالصواب۔

۹۲۱ مسئلہ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خان صاحب
۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ

marfat.com

عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو کہ مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرارِ جماعت و افراق
اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت
نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمۂ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین
سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس
یہ طعن نہ علمائے اہلِ حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ
تعالیٰ اعلم ۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر
قائم کئے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے صدہا علمائے کاملین و صلحائے مقبولین گزرے
کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اس کا لکھنا درست ہے یا خلاف؟
اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے؟ جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بینوا بالتفصیل جزاکم
اللہ الرب الجلیل۔

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حفظہم
اللہ تعالیٰ کے لوگ مجتمع ہیں اور اُن میں باہم طہارت و نماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ہے ، ایک بات
ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع ، ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ ، ایک کے نزدیک ایک
امر ناقضِ طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں ، ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے
یہاں نہیں ، تو جب امام کسی مذہب کا ہو اگر اس نے دوسرے مذہب کے فرائضِ طہارت و صلاۃ کی
رعایت اور ان کے نواقض و مفسدات سے مجانبت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اس کے
پیچھے باطل و فاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات و مجانبت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذاہب باجماع
جمہور ائمہ حرام و باطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور
ایک مذہب میں سنّت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجا لایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر
کراہت و لہذا غایت امکان قدر فرائض و مفسدات تک ہے، محققین نے تصریح فرمائی کہ بہر حال
موافق المذہب کی اقتدا اکمل و افضل، تو انتظار موافق کے لئے نوافل یا ذکر وغیرہما میں مشغول رہنا
جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل و اعلیٰ کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل و تحسین ہے
خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعتِ اولیٰ ہے اس لئے آٹھ سو برس یا
زائد سے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و بیت المقدس وجدہ و مصر و شام وغیرہا بلادِ اسلام میں عامہ مسلمین کا

marfat.com

عمل اس پر جاری وساری رہا اور بعض کا انکار شاذ و مہجور قرار پایا تو بعد وضوحِ حق و استقرارِ امر اسے زبون وحرام و بدعت کہنا باطل و جہل و سفاہت ہے، چار مصلّے ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظرِ مصالح جلیلہ مذکورہ پسند و مقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بنانا کریہ بھی صدہا سال سے معہود و مقبول ہے نہ اُس کے لئے ضرور نہ اُن میں مخل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل، درمختار میں ہے:

یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوٰۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذھبہ[1]۔

نماز فرض کی اقامت کے وقت نوافل مکروہ ہیں یعنی اقامت سے مراد اپنے ہم مذہب امام کی اقامت ہے (ت)

ردالمحتار میں:

لو انتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ[2]۔

اگر کوئی شخص صفوں سے دُور اپنے مذہب کے امام کا انتظار کرتا رہا تو یہ جماعت سے اعراض نہ ہوگا کیونکہ یقیناً معلوم ہے کہ وہ اس موجودہ جماعت سے اکمل جماعت کا ارادہ رکھتا ہے (ت)

شیخ علمائے مکہ معظمہ مولانا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رسالہ اہتداء میں فرماتے ہیں:

لو کان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمھور المومنین من اھل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرۃ بمن شذ منھم[3]۔

اگر ہر مذہب کا الگ امام موجود ہو جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو پھر اپنے موافق کی اقتدا افضل ہے خواہ وہ پہلے ہو یا بعد جیسا کہ اس کو عامہ مسلمین نے پسند کیا، جمہور مومنین اہل حرمین، قدس، مصر اور اہل شام کا اسی پر عمل ہے اس کی مخالفت کرنے والے شاذ و نادر کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار	کتاب الصلوٰۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۶۲
[2] ردالمحتار	باب ادراک الفریضہ	" مصطفی البابی مصر	۱/۵۲۵
[3] ردالمحتار بحوالہ رسالہ اہتداء	باب الامامۃ	" " "	۱/۴۱۷

marfat.com

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل بعض العلماء عن هذه المقامات المنصوبة حول الكعبة التى يصلون فيها الأن باربعة ائمة على مقتضى المذاهب الاربعة فاجاب بانها بدعة ولكنها بدعة حسنة لا سيئة لانها تدخل بدليل السنة الصحيحة و تقريرها فى السنة الحسنة لانها لم يحدث منها ضرر ولا حرج فى المسجد ولا فى المصلين من المسلمين لعامة اهل السنة والجماعة بل فيها عميم النفع فى المطر والحر الشديد والبرد وفيها وسيلة للقرب من الامام فى الجمعة وغيرها فهى بدعة حسنة و يسمون بفعلهم للسنة الحسنة و ان كانت بدعة اهل السنة لا اهل البدعة لان النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم قال من سن سنة حسنة الٰى اٰخرما اطال واطاب عليه رحمة الملك الوهاب والله تعالٰى اعلم۔

بعض علماء سے کعبہ معظمہ کے ارد گرد مقامات مخصوصہ میں مذاہبِ اربعہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے اسے بدعۃ کہا، لیکن یہ بدعتِ حسنہ ہے سیئہ نہیں کہ یہ سنت صحیحہ کی دلیل و تقریر پر سنّتِ حسنہ میں داخل ہے کیونکہ اس کی وجہ سے کوئی ضرر نہیں ہوتا نہ مسجد میں کوئی تنگی ہے اور عام اہل سنت کے نمازیوں میں کوئی حرج ہے بلکہ اس میں بارش اور سخت گرمی و سردی میں فائدہ و آسانی ہے اور اس میں جمعہ وغیرہ میں امام کا قرب بھی حاصل رہتا ہے لہذا یہ بدعتِ حسنہ ہے اور فقہاء اپنے اس فعل کا نام سنّتِ حسنہ رکھتے ہیں اگرچہ یہ اہلسنت کی بدعت ہے نہ کہ اہل بدعت کی، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "من سن سنة حسنة" (جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا) الٰی آخر العبارۃ، اللہ تعالٰی ان پر لطف و کرم فرمائے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۴۲: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر جج غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی

۱۴۶/۱

ل حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ وقد سئل بعض العلماء عن ہذہ المقامات المنصوبۃ حول الکعبۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد۔

marfat.com

کابعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے، اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے، پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں؟

الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم و اثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اُس کی اُن نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ شریر و موذی ہو اور اُس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تاحدِ امکان انتظار کرسکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الفتنۃ اشد من القتل[1] اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے، فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ (ت)

ملتزمانِ جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں،

وقد کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا تاخروا اخر۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا جب لوگ حاضر ہوتے آپ جلدی فرماتے جب لوگ تاخیر کرتے آپ تاخیر فرماتے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۴۳ ازشہر کہنہ مرسلہ رحیم بخش بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اوّل کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے؟

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اُس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اُسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/۱۹۱

marfat.com

مسئلہ ۹۴۴: مرسلہ اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقتِ ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لاکر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہو گئے اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو اُن صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہلِ جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو، جملہ نمازی کھڑے رہے، جب اُن صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آگئے اُن کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہو گئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار رہے، بینوا توجروا

الجواب

یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور اُن کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر یہ لوگ اہلِ محلہ سے نہ تھے اُنھیں اُس تعیینِ وقت پر جو اہلِ مسجد نے مقرر کر لی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کر لینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے، دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا، اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیرِ اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوٰی[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: نیکی اور تقوٰی پر لوگوں کے ساتھ تعاون کرو۔ ت) یہاں تک کہ عین نماز میں امام کو چاہئے کہ اگر رکوع میں کسی کی پہچل سُنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کر دے کہ وُہ شامل ہو جائے، دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے۔

احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور علی المسلم[2] او کما | فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۶۷
مجمع الزوائد باب فضل قضاء الحوائج " دار الکتاب بیروت ۸/۱۹۳

marfat.com

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ:

انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ۔[1] بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو۔

ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا، جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقتِ مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۵ از لگرالہ ضلع بدایوں مرسلہ لیسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دُوسرا آیا اُس کے برابر کھڑا ہوگیا، تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہوگیا، چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرکے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرلے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

آج کل بوجہ غلبہ جہل کھینچنا منع ہے پھر بھی نماز ہوگئی اگر ہٹنے والے حکمِ شرع ماننے کے لئے ہٹے ہوں، اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو اُن ہٹنے والوں کی نماز نہ ہُوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۶ از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مسئولہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء، شمس الفضلاء، مقتدائے اہلِ ایمان، پیشوائے اہلِ ایقان ادام اللہ تعالٰے فضلہم ومجدہم الٰی یوم الدین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیازمند مشتاقِ زیارت محتاجِ دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوف رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر وبالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں، پس کیا ایسی جماعت اس لئے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صفوف رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہوگی اس لئے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ بیچ میں سقف وجدار حائل ہیں باعثِ بطلان نماز رجال نہیں ہوسکتا کہ محاذات نہ ہوئی،

[1] صحیح بخاری باب السمر فی الفقہ والخیر بعد العشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۴-۹۰

marfat.com

تنویر الابصار میں ہے :

واذا حاذته امرأة ولاحائل بینهما فی صلاۃ مطلقة فسدت صلاته[1]

جب عورت نماز مطلقہ میں مرد کے محاذی ہوجائے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ (ت)

مگر یہ صورت بوجوہ کراہت وممانعت سے خالی نہ ہوگی ،

اولاً عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے ، تنویر الابصار میں ہے :

ویکرہ حضورھن الجماعة مطلقا علی المذھب[2]

مفتی بہ مذہب پر خواتین کا جماعت کے لئے حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے (ت)

ثانیاً بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لئے عذر نہ مانی گئی ، عالمگیریہ میں ہے :

الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه[3]

ہر مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہی وجہ ہے کہ جب گرمی سخت ہو تو مسجد کے اوپر با جماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (ت)

ثالثاً یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ[4] (ان کو مؤخر رکھو جیسا کہ اللہ تعالٰی نے انھیں مؤخر فرمایا ہے۔ ت) لہٰذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] درمختار	باب الامامۃ	مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	۱/۸۴
[2] درمختار	"	" "	۱/۸۳
[3] فتاوٰی ہندیۃ	الباب الخامس فی آداب المسجد الخ	" نورانی کتب خانہ پشاور	۵/۳۲۲
[4] فتح القدیر	باب الامامۃ	" مطبع نوریہ رضویہ سکھر	۱/۳۱۲

marfat.com

فَصْلُ الْمَسْبُوْق

(مسبوق کا بیان)

مسئلہ ۹۴۷: از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینئر ریلوے ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد و درحق قعود حکم آخر نماز (مسبوق کی باقیماندہ نماز) قرأت کے لحاظ سے اوّل اور بیٹھنے میں آخر کا حکم رکھتی ہے۔ت)
ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہوجائیں گی، پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول س کا صحیح ہے، ائمہ فتوٰی سے اُسی کا اختیار مفید ترجیح ہے، کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے، درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر

قراءۃ کے حق میں وُہ اپنی ابتدا نماز اور تشہد کے حق میں آخرِ نماز تصور کرکے ادا کرے فجر کے علاوہ

marfat.com

فجریاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ و تشہد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولایقعد قبلہا[1]

ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ ادا کرے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ (ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

لوادرک رکعۃ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات[2]

اگرکسی نے مغرب کی ایک رکعت پائی تووہ باقیماندہ دو بجالائے اور ان کے درمیان قعدہ کے ساتھ فاصلہ کرے تو یہاں تین قعدے ہوجائیں گے (ت)

یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگرایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص و واجب الاعادہ البتہ استحساناً حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لاقیاسا ولم یلزمہ سجود السہو لکون الرکعۃ اولی من وجہ[3]

شرح المنیہ میں فرمایا ہے اگراس نے ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو اگرچہ قیاساً نماز درست نہیں مگر استحساناً درست ہے اور اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں کیونکہ ایک لحاظ سے یہ پہلی رکعت ہے۔ (ت)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۴۸: حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۷ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کرکے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہئے یا بے باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہئے یا ایک ہی تکبیر اس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجّروا

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۶

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۱

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴۱

marfat.com

الجواب

ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہوجائے گی مگر سنّت یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہیے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحٰنک اللھم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھالے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبحٰنک اللھم پڑھ کر بھی شامل ہوجاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنّت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہوگئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کرلیا تو نماز نہ ہوگی، اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۲۹ ازبلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی

نمازِ ظہر کی جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہوگئیں چوتھی میں جا ملا، اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں؟

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہو کر سبحٰنک اللھم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہو کر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کرکے بغیر بیٹھے کھڑا ہوجائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے۔ درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا[1]

قراءت کے حق میں ابتدائے نماز اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت اور ان کے درمیان تشہد کے ساتھ ادا کرے اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت کو صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

marfat.com

مسئلہ ۹۵۰: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیازمنداں بسط اللہ ظلکم ابداً، مسبوق سجدۂ سہو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اُس کو علم ہو کہ امام اور اُس کے مقتدی سجدۂ سہو کر رہے ہیں یا تشہد بعد سجدۂ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اُس کی اقتدا درست ہے یا نادرست؟ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست وصحیح ہے، ردالمحتار میں زیر قول درمختار:

المسبوق یسجد مع امامه مطلقا سواء کان السهو قبل الاقتداء او بعده[1] کما شمل ایضا ما اذا سجد الامام واحدة ثم اقتدی به قال فی البحر فانه یتابعه فی الاخری ولا یقضی قضاء الاولی کما لا یقضیهما لو اقتدی به بعد ما سجدهما انتهی۔

مسبوق اپنے امام کے ساتھ ہر حال میں سجدۂ سہو کرے خواہ وہ سہو اقتدا سے پہلے ہو یا بعد میں۔ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب امام نے ایک سجدہ کرلیا تو پھر اس نے امام کی اقتدا کی، بحر میں ہے کہ مسبوق دُوسرے سجدے میں اقتدا کرے تو اس صورت میں پہلے سجدہ کی قضا نہیں، جیسا کہ ان دونوں سجدوں کی ادائیگی کے بعد شمولیت کرنے پر قضا نہیں انتہی۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۱: ۲۲ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کرکے فارغ ہُوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی تیار ہے اُس نے سنّت پڑھنا شروع کیا، بعد سنّت کے جماعت ثانی ہُوئی زید اس میں شریک ہوا، آیا یہ سنتیں اس کی ہُوئیں یا نہیں؟ اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہُوا یا نہیں؟ اور اُس التحیات میں شریک ہونا اُسے ضروری تھا یا نہیں؟

الجواب

سنتیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے۔

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

marfat.com

جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولٰی کی شرکت نہ چھوڑے، زید بالقصد بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولٰی فوت کر دینے سے گنہگار ہوا، درمختار میں ہے:

اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها[1] جب سنتوں میں مشغولیت سے فرائضِ فجر کے فوت ہونے کا خوف ہو تو سنن کو ترک کر دیا جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه یاثم بتفویتها اتفاقا[2] اھ وقد حققنا فی فتاوٰنا بتوفیق الله تعالٰی ان هذا الحکم للجماعة الاولٰی عینا۔ راجح اہلِ مذہب کے ہاں جماعت کا واجب ہونا ہے اور اس کا فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اھ۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے کہ یہ حکم صرف پہلی جماعت کے لئے ہے۔ (ت)

ہاں اگر جماعتِ اولٰی کا امام غلط خواں یا معاذ اللہ بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا، اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک، تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہئے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا، کما بیّنا کل ذٰلک فی فتاوٰنا والمسائل فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس بات کی خوب تحقیق کی ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں مسائل کی تفصیل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۲: از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب راندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدۂ اخیرہ میں تمامیت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دُہرایا کرے تا سلامِ امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہا النبی سے دُہرایا کرے تو کچھ حرج ہے؟

الجواب

فقہائے نے تکرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵۳: از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ وسلام دونوں میں کرے گا

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹
[2] ردالمحتار باب الاذان ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۲

marfat.com

یا فقط سجدہ میں؛ اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد؟ بینوا توجروا جزاکم اللہ تعالٰی۔

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں، اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباعِ امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہوجائے گی، ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلق نہ جائے گی اور سجدۂ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلامِ امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلامِ امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لئے سجدۂ سہو کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

المسبوق یسجد مع امامہٖ قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویتشھد فاذا سلّم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدًا فسدت والا لاولا سجود علیہ ان سلم سہوًا قبل الامام اومعہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردًا حینئذٍ بحر واراد بالمعیۃ المقارنۃ وھو نادر الوقوع کما فی شرح المنیۃ وفیہ لو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمد یمنع البناء[1]۔

مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ کرے، سجدہ کی قید اس لئے کہ سلام میں امام کی اتباع نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ سجدہ کرے اور تشہد پڑھے اور جب امام سلام پھیرے تو وہ بقیہ رکعتوں کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہوجائے، اگر اس نے سلام پھیرا اور اس کا سلام پھیرنا دانستہ تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی ورنہ نہیں، اگر اس نے بھول کر سلام پھیرا تو اس صورت میں سجدۂ سہو نہ ہوگا جب امام سے پہلے یا معاً امام کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر سلام پھیرا ہو، اور اگر سلامِ امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ لازم ہے کیونکہ اب وہ تنہا (منفرد) ہے بحر۔ اور یہاں معیت سے مراد مقارنت ہے اور اس کا وقوع بہت کم ہے اسی طرح شرح المنیۃ میں ہے کہ اگر اس نے یہ گمان کرتے ہوئے سلام پھیر دیا کہ اس پر سلام لازم تھا تو یہ عمداً سلام ہوگا جو کہ بنائے نماز سے مانع ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

marfat.com

مسئلہ ۹۵۳: مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلامِ امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت مسبوقِ لاحق کی ہے وہ پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقیم مقتدی لاحق ہے لانہ لم یدرکھما مع الامام بعد ما اقتدی بہ (اس لئے کہ اس نے اقتداء کے بعد امام کے ساتھ ان دو رکعتوں کو نہیں پایا۔ ت) اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اس میں مسبوق ہے لانہا فاتتہ قبل ان یقتدی (اقتدا سے قبل اس نے اسے فوت کیا ہے۔ ت) درمختار و ردالمحتار میں ہے:

مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا ایضاً اھ کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ المسافر[1]۔

اگر مقیم نے مسافر کی اقتداء کی تو وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہو سکتا ہے جبکہ مسافر امام کی اقتداء پہلی رکعت میں نہ کی ہو۔ (ت)

اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قراءت ادا کرے یعنی حالتِ قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورہ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ جتنی نماز میں مسبوق ہوا اُسے مع قراءت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے،

فی الدر المختار اللاحق یبدأ بقضاء مافاتہ بلا قراءۃ ثم ماسبق بہ بہا ان کان مسبوقا ایضاً[2] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ پہلے لاحق فوت شدہ رکعات بغیر قراءت کے ادا کرے پھر وہ رکعات جو امام کے ساتھ رہ گئی تھیں اگر مسبوق ہو اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ ماسبق بہ بہا الخ ای ثم صلی

پھر ماسبق رکعات الخ یعنی اگر مسبوق ہے تو لاحق

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۰

[2] درمختار ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

اللاحق ماسبق به بقراءة ان کان مسبوقا ایضا بان اقتدی فی اثناء صلاۃ الامام ثم نام مثلا وھذا بیان للقسم الرابع وھو المسبوق اللاحق الخ[1]

قرأت کے ساتھ سابقہ رکعات ادا کرے مثلاً اس نے امام کے ساتھ دورانِ نماز اقتداء کی پھر مثلاً سوگیا اور یہ چوتھی قسم کا بیان ہے جو مسبوق لاحق ہے الخ (ت)

پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلا قرأت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سُورت سے پڑھے، اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلا قرأت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی، پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلا قرأت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعاتِ فائتہ کو نمازِ امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمۂ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت بفاتحہ وسورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشہد نماز تمام کرے۔

فی رد المحتار عن شرح المنیۃ والمجمع انہ لو سبق برکعۃ من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعۃ مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانھا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری مما نام فیہ ویقعد لانھا ثانیتہ ثم یصلی التی انتبہ فیھا و یقعد متابعۃ لامامہ لانھا رابعۃ و کل ذلک بغیر قراءۃ لانہ مقتد ثم یصلی الرکعۃ التی سبق بھا بقراءۃ الفاتحۃ وسورۃ والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام

ردالمحتار میں شرح منیہ و مجمع سے ہے کہ اگر چار رکعات میں سے ایک رکعت گزر گئی اور پھر شریک ہوا پھر دو میں سوگیا تو اب جن میں سویا انھیں پہلے ادا کرے، پھر جس میں امام کے ساتھ اقتداء کی پھر چھوٹی ہوئی، پس وہ جس میں امام کے ساتھ سویا اس کی ایک رکعت پڑھے اور امام کی اتباع میں قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری رکعت تھی، پھر سونے والی دوسری رکعت ادا کرے اور قعدہ کرے کیونکہ اس کی دوسری ہے پھر وہ پڑھے جس میں بیدار رہا اور اتباعِ امام کی وجہ سے بیٹھے کیونکہ یہ اس کی چوتھی ہے اور یہ تمام بغیر قرأت کے ہوں گی پھر وہ قرأت وفاتحہ کے ساتھ وہ رکعات پڑھے جو گزر چکی تھیں، ضابطہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۴۰

marfat.com

والمسبوق یقضی ما سبق به بعد فراغ الامام[۱] اھ اقول فھذہ ھی الصورۃ المسئول عنھا بید ان ما نحن فیه اعنی اقتداء المقیم بالمسافر لایتحقق فیه الادراك بعد ماصار لاحقا لانه انما یصیر لاحقا فی الاخیرین وذلك انما یکون بعد سلام الامام فلا تتاتی ھنا صورۃ المتابعة بعد اداء ما ھو لاحق فیه کما لایخفی ولذلك تغیر بعض الترتیب واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ ہے کہ لاحق امام کی ترتیب پر نماز ادا کرے لیکن امام کی فراغت کے بعد ماسبق کی ادائیگی کرے۔[۱] اقول (میں کہتا ہوں) صورتِ مسئولہ یہی ہے علاوہ ازیں جس میں ہم بحث کررہے ہیں یعنی مقیم کا مسافر کی اقتدا کرنا اس میں لاحق سے ادراک امام پایا نہیں جاتا کیونکہ آخری رکعتوں میں وہ لاحق ہی ہے اور یہ بات سلامِ امام کے بعد ہی ہوگی لہذا یہاں ایسی صورت نہ ہوگی کہ وہ کچھ ادائیگی کے بعد لاحق ہو جیسا کہ واضح ہے اسی لئے کچھ ترتیب میں تبدیلی آجاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۵: از بگرام ضلع ہردوئی محلہ میدانی پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نمازِ ظہر یا عصر یا عشاء پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعاتِ باقیہ جو پڑھے تو اس میں فاتحہ وسورت قراءت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ وسورت کے ساکت رہ کر رکوع وسجود بجالائے تشریحاً لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نمازیں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرأت ساکت رہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورتِ اولٰی میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولٰی یا اولین قضا کرے فاتحہ وسورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنے رکعات میں مثل منفرد ہے اور منفرد پر قراءت لازم، اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قراءت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرأت ممنوع،

فی الدر المختار اللاحق من فاتته الرکعات کلھا او بعضھا

درمختار میں ہے لاحق وہ مقتدی ہوتا ہے جس کی اقتدا کے بعد تمام یا بعض رکعتیں (امام سے)

۱؎ ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۴

marfat.com

بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بمسافر و حکمہ کمؤتم فلا یأتی بقرأۃ ولا سھو والمسبوق من سبقہ الامام بھا او ببعضھا وھو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرؤ فیما یقضیہ فمدرک رکعۃ من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ و تشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط اھ[1] ملتقطا۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

رہ جائیں جیسے کہ کسی مقیم نے مسافر کی اقتداء کی، اس کا حکم مقتدی کی طرح ہی ہے وہ قرأت نہیں کرے گا اور نہ ہی سجدۂ سہو کرے گا، اور مسبوق وُہ ہوتا ہے جس سے پیشتر امام سب رکعتیں یا بعض رکعتیں ادا کرچکا ہو اس کے بعد شریک ہو وہ مسبوق منفرد کی طرح ہوتا ہے حتی کہ وہ ثناء سبحٰنک اللھم الخ اور تعوذ پڑھے گا بقیہ رکعتوں میں قرأت بھی کرے گا۔ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، اور چار رکعتی نماز میں چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ ہی پڑھے اھ ملتقطا۔ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۹۵۶ از پیلی بھیت و موضع بھنڈورہ علاقہ آنولہ یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی، وُہ باقی نماز کیونکر ادا کرے؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کے سلام کے بعد اُٹھ کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر التحیات کے لئے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ وسُورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کرکے سلام پھیر دے۔

ھذا ما اعتمدہ الائمۃ الجلۃ وعلیہ اقتصر فی الخلاصۃ وشرح الطحطاوی والاسبیجابی وفتح القدیر والبحر الرائق

یہ وُہ ہے جس پر اکابر ائمہ نے اعتماد کیا خلاصہ، شرح طحطاوی، اسبیجابی، فتح القدیر، بحر رائق، درر، درمختار،

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

والدرروالدرالمختاروالهندية وغيرها من معتمدات المذهب۔

ہندیہ اور دیگر معتبر کتبِ مذہب میں اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یقضی اول صلاته فی حق قراءة واٰخرها فی حق تشهد فمدرك رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین وفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها[1]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اور مسبوق قرأت کے حق میں اپنی نماز کو اول اور تشہد کے حق میں آخر نماز تصور کرکے نماز ادا کرے، فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعتوں کو فاتحہ اور سُورت کے ساتھ ادا کرے اور ان کے درمیان قعدہ بھی کرے، چار رکعتی نماز میں چوتھی میں صرف فاتحہ پڑھے اور اس سے پہلے قعدہ نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۵۷: از قصبہ میترانوالی ڈاک خانہ گھگر ریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ۔ از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیمات و آداب ماوجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہُوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتدائے مقیم کا مسافر کے ساتھ نمازِ رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کرچکا ہو اور مقیم آکر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تین۳ کس طرح پر ادا کرے، میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو۲ رکعت جو خالی قرأت سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرأت نہ پڑھے بعدہٗ ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے اور اس میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے۔ اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہوکر مسبوقانہ ادا کرتا ہے تو پہلے ابتداء سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہوجائے تو اوّل خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے، لہذا مہربانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل معہ حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہوجائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوئی، اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ؟ اور قرأت وسجدۂ سہو بھی ادا کرے یا نہ؟ از جانب نیازمند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سُن کر شائق ہُوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں، جو مسئلہ حافظ ولی اللہ شاہ صاحب نے اوپر لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہٖ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کُلّی حاصل ہو اور کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے اور دوسرا صرف نیازمند کو یہ شبہہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چہارگانہ میں دُوسری رکعت میں آکر اقتدا کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغِ امام اُٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا؟ کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کونسی رکعت ہوگی؟ آیا بالعموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی، اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخر کی ہے اور مقیم کی دوسری، اب وُہ دوسری رکعت میں الحمد وقُل پڑھے گا یا نہیں؟ ہر سہ رکعت میں جیسے قرأت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرمائیں مکلف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قرأت والی ہے اس کی بھی قرأت والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہوجائے یا کہ پہلی دو رکعت وُہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ شاہ صاحب کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بیان کیا صحیح ومطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قرأت میں اوّل نماز سے ابتدا کرتا ہے، درمختار میں ہے:

المسبوق یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ[1]۔ مسبوق قرأت کے حق میں اپنی پہلی رکعت تصور کرکے ادا کرے گا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

تو چاہئے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کو حکمِ قرأت ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورتِ مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق، درمختار میں ہے:

اللاحق من فاتتہ الرکعات کلھا او بعضھا بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بمسافر[1]۔

لاحق وہ ہوگا جس کی اقتداء کے بعد تمام یا بعض رکعات (امام سے) رہ گئی ہوں جیسا کہ وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتداء کی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا کما اذا فاتتہ اول صلاۃ امامہ المسافر[2]۔

یعنی وہ آخری رکعتوں کے لحاظ سے لاحق ہے اور کبھی مسبوق بھی ہوسکتا ہے جب مسافر امام کے ساتھ اس کی پہلی رکعت رہ گئی ہو۔ (ت)

اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قرأت ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضاء باقرأت کرے۔ درمختار میں ہے:

اللاحق یبدأ بقضاء ما فاتہ بلا قرأۃ ثم ما سبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضا[3]۔ (ملخصا)

لاحق پہلے بغیر قرأت کے فوت شدہ ادا کرے اور اگر مسبوق بھی ہو تو اس کے بعد وہ پڑھے جس میں مسبوق ہوا (یعنی اول رکعت جو باقی تھی اس کو قرأت کے ساتھ پڑھے)۔ (ت)

تو علماء کا فرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے، یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و متصف بسداد تمام کتب فقہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف وصریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہوا سے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضاء کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلی میں ثناء و تعوذ و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف و سورۃ، تیسری میں

---

[1] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۶
[2] ردالمحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۴۰۴
[3] درمختار | " | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۸۶

marfat.com

فقط فاتحہ، غرض حکم منکشف ہے اور شبہہ منکسف۔ یونہی دوسرا شبہہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعتِ قرأت رکعتِ قرأت سے ملحق ہو،

اوّلاً نصوصِ صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل!

ثانیاً جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو[۲] رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یُونہی بھری سے بھری کا۔

ثالثاً یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرأت کون سی ہے جس سے رکعتِ قرأت ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعتِ قرأت رکعتِ اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعتِ ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یُونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا، رہا حکمِ قعود وسجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہئے کہ اگر اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادا میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہئے، امام، منفرد، مقتدی، مدرک، لاحق، مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں، مسبوق کے لئے درمختار و خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

واللفظ لھا تین لو ادرك ركعة من المغرب قضی ركعتین وفصل بقعدة فتكون بثلث قعدات ولو ادرك ركعة من الرباعیة یقضی ركعة ویتشھد[۱] الخ

الفاظ ہندیہ وخلاصہ کے ہیں اگر مغرب کی ایک رکعت پائی تو دو ادا کرے اوران کے درمیان قعدہ کرے تو اب تین قعدے ہوجائیں گے، اور اگر چار میں سے ایک رکعت پائی تو ایک رکعت پڑھ کر تشہد بیٹھے الخ (ت)

لاحق کے لئے شرح مجمع وغنیہ وردالمحتار میں ہے:

لوسبق برکعة من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام

اگر چار میں سے ایک رکعت (امام سے) گزر گئی اور دو[۲] رکعتوں میں وہ سوگیا تو پہلے سونے والی رکعتیں ادا کرے پھر وُہ جو امام کے ساتھ پائی اور پھر فوت شدہ ادا کرے تو وہ ایک رکعت جو سوتے میں

---

[۱] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۹۱/۱

marfat.com

فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانہا ثانیۃ امامہ ثم یصلی اخری مما نام فیہ ویقعد لانہا ثانیتہ الخ۔[1]

امام کے ساتھ ہوئی، پڑھے گا اور اتباعاً قعدہ کرے کیونکہ امام کی دوسری تھی، پھر ایک اور رکعت سونے والی پڑھے اور قعدہ کرے کیونکہ وہ اس کی دوسری ہے الخ (ت)

دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) یہ عبارت بھی نص تصریح ہے کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا سے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدۂ سہو لازم لانہ فیہا مسبوق وعلی المسبوق السجود بسہوہ (کیونکہ اس میں وہ مسبوق ہے اور مسبوق پر سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ت) اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے۔ بحرالرائق[2] ہے:

المقیم اذا اقتدی بالمسافر ثم قام لاتمام صلاتہ وسہا ذکر فی الاصل انہ یلزمہ سجود السہو وصححہ فی البدائع اھ ملخصاً۔

وہ مقیم جس نے مسافر کی اقتدا کی جب وہ اتمام نماز کے لئے کھڑا ہوا اور بھول گیا تو اصل میں ہے کہ اس پر سجدۂ سہو لازم ہے، بدائع میں اس کی تصحیح کی اھ تلخیصاً (ت)

واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط۔

---

[1] ردالمحتار — باب الامامۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۴

[2] بحرالرائق — باب سجود السہو — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۰

marfat.com

فصل الاستخلاف

(خلیفہ بنانے کا بیان)

مسئلہ ۹۵۸ از کیمپ بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے میں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور ان کی نماز کیونکر درست رہے؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کر دے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کر دیں یا ان میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کر خلیفہ اس کی جگہ جا کھڑا ہو ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لئے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کرکے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کر دے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صور سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع، لہذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن و افضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں اُن کے لئے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں،

marfat.com

فی الدرالمختار اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جاز لہ ذٰلك مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء ومالم یخرج من المسجد لو فیہ ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستینافہ افضل تحرزا عن الخلاف[1] اھ ملتقطا۔

درمختار میں ہے آگاہ رہنا چاہئے کہ جوازِ بناء کی تیرہ شرائط ہیں، پھر فرمایا: امام کو ایسا حدث لاحق ہوگیا جو بناء سے مانع نہیں تو وہ کسی کو خلیفہ بنائے یعنی اس کے لئے یہ جائز ہے جب تک اس نے صفوں سے تجاوز نہیں کیا بشرطیکہ وہ صحرا میں ہو اور اگر مسجد میں ہو تو جب تک مسجد سے خارج نہیں ہوا خلیفہ بنا سکتا ہے، اور اگر مسجد میں پانی ہو تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں البتہ اختلاف سے بچنے کے لئے نئے سرے سے نماز ادا کرنا افضل ہے اھ تلخیصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ان قدم القوم واحدا او تقدم بنفسہ لعدم استخلاف الامام جاز ان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولو خرج منہ فسدت صلٰوۃ الکل دون الامام کذا فی الخانیۃ[2] انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم

امام کے خلیفہ نہ بنانے کی وجہ سے اگر قوم نے کسی ایک کو آگے کردیا یا کوئی خود آگے ہوگیا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ وہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے قائم مقام بن جائے اور اگر امام مسجد سے خارج ہوگیا تو امام کے علاوہ باقی تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جیسا کہ خانیہ میں ہے انتہی۔ (ت)

مسئلہ ۹۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہُوا اُس نے ایک اُمّی مقتدی کو خلیفہ کیا، اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کردیا، آیا یہ نماز صحیح ہُوئی یا فاسد؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جائے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کردیا اور وہ امام کے

---

[1] درمختار باب الاستخلاف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۷
[2] ردالمحتار " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۴۴

marfat.com

نکلنے سے پہلے اس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہو گئی کہ ہر چند اُمّی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ،

فی الھندیۃ وشرط جواز صلاۃ الخلیفۃ و القوم ان یصل الخلیفۃ الی المحراب قبل ان یخرج الامام عن المسجد کذا فی البحر الرائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفۃ غیرہ قال الفضلی ان لم یخرج الاول ولم یأخذ الخلیفۃ مکانہ حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسہ اوقدمہ الاول والالم یجز ھکذا فی الخلاصۃ[1]۔

ہندیہ میں ہے خلیفہ اور قوم کی نماز کے جواز کے لئے شرط ہے کہ امام کے مسجد سے خارج ہونے سے پہلے پہلے خلیفہ محراب میں پہنچ جائے جیسا کہ بحرالرائق میں ہے اور اگر خلیفہ نے اپنی جگہ اور خلیفہ بنا لیا تو فضلی کہتے ہیں کہ اگر اول نہیں نکلا اور خلیفہ نے امام کی جگہ لینے سے پہلے کوئی اور خلیفہ بنا لیا تو جائز ہے گویا دوسرا خود بنایا پہلے نے اسے بنایا ورنہ جائز نہ ہوگا جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ (ت)

اور جو امام نے اُسے تشہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصوّر نہیں،

فی الدرالمختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشہد اما بعدہ فتصح لخروجہ بصنعہ تفسد صلاتہم[2]۔

درمختار میں ہے اگر امی کو آخری دو رکعات حتی کہ تشہد میں خلیفہ بنایا (تو امام کی نماز فاسد ہوگی) لیکن اس کے بعد صحیح ہے کیونکہ اس کا خروج بالارادہ ہے، لوگوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہو گئی اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اس کی فاسد ہو گئی کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الھدایۃ فی مسئلۃ من الحدث (جیسا کہ ہدایہ میں مسئلہ حدث میں ہے۔ ت)، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ فصل فی الاستخلاف مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹۶

[2] درمختار باب الامامۃ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۶

marfat.com

مسئلہ ۹۶۰ از شہر بازار شہامت گنج نثار احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ات ابراھیم کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وُہ خلیفہ کوئی سُورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سُورت پڑھے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ہوجائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اُتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک ہوجائے، یہ نہیں کرسکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

marfat.com

باب مُفسدات الصّلوٰة

(مفسداتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۶۱ از بمبئی مسجد قصاباں کرافٹ مارکیٹ مرسلہ مولوی عمر الدین صاحب ۲۹ شعبان ۱۳۳۱ھ

مولٰنا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتکم العالیہ بعد تسلیمات بصد تعظیمات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانۂ طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلی کو غیر مصلی پنکھا کرے تو مصلی کو اگر اُس پر رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہوجائے گی، اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالۂ نفع المفتی والسائل میں ہے:

قلت فما فی مجمع البرکات من فساد صلوٰۃ من روحہ غیر المصلی بمروحۃ معللا بانہ رضی بفعل الغیر غیر معتمد علیہ فانہ مخالف للدرایۃ و الروایۃ وقد کان الوالد العلام افتی بہ مرۃ ثم رجع عنہ وحکم بکونہ غلطا وقد اغتربہ بعض معاصریہ فاصر علی الافتاء بہ

میں نے کہا پس جو مجمع البرکات میں ہے کہ غیر نمازی اگر نمازی کو پنکھے سے ہوا دے تو نمازی کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ وہ نمازی غیر کے فعل پر راضی ہے۔ یہ فسادِ نماز کا حکم فہم اور روایت کے مخالف ہے۔ میرے والدگرامی نے ایک دفعہ یہ فتوٰی دیا تھا، پھر اس سے اُنھوں نے رجوع فرما لیا اور فرمایا کہ یہ فتوٰی غلط ہے اور والد صاحب کو معاصرین میں سے ایک صاحب نے دھوکا دے کر اصرار کرتے ہوئے یہ

marfat.com

واعتمد علیہ عملا وافتاءً ولم یدرکونہ لغوا[1]

فتوٰی ان سے حاصل کیا۔ والد صاحب نے ان پر اعتماد کرتے ہُوئے عملاً فتوٰی دے دیا اور انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ یہ لغویات سے ہے۔ (ت)

مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف؟ بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں؟ چار چھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولٰنا المبجل المکرم المفخم جعلہ المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی کاسمہ عمر الدین آمین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع البرکات مولٰنا شیخ المحقق عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخۂ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نمازِ قلبی کا فساد ہوگا نہ نمازِ فقہی کا کہ ادائے فرض ودفع کبیرہ ترک کے لئے باذنہ تعالٰی کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عملِ قلیل بھی نہیں کثیر درکنار، تو فساد نمازِ فقہی ناممکن ہے ہاں نمازِ قلبی تذلل وتضرع وتخشع ہے کما فی الحدیث (جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ت) اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے لہذا اس میں مخل ہوسکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسدِ نمازِ قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبُودار چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاوٰیِ فقیر میں بہت مفصّل ہے فلیراجع (اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۲ مسئولہ شوکت علی ۲۳ ربیع الاخری شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دُور تک گزرنہ کرنا چاہئے؟

الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے، نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوارِ قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی

---

[1] نفع المفتی والسائل مایتعلق بما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۵

marfat.com

اجازت نہیں اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی ہیں کہ آدمی جب قیام میں اہلِ خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع میں ہے اس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اس سے باہر جائز۔ درمختار میں ہے :

مرور مارٍ فی الصحراء او فی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت و مسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ[1]۔

نمازی کے آگے سے صحرا اور بڑی مسجد میں گزرنا اصح قول کے مطابق اس کی سجدہ کی جگہ سے گزرنا ہے یا گھر یا چھوٹی مسجد میں دیوارِ قبلہ تک گزرنا ہے کیونکہ یہ ایک ہی جگہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ بموضع سجودہ کما فی الدرر وھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم و الا فالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع و اختارہ فخرالاسلام ورجحہ فی النہایۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ[2] اھ مختصرا۔

ماتن کا قول "نمازی کے سجدہ کی جگہ" جیساکہ درر میں ہے یہ بات ان قیودات کے ساتھ جو بعد میں ذکر کی گئی ہیں فقط گناہ کا سبب ہے ورنہ ہر حال میں نماز فاسد نہیں ہوتی، اس کا قول "اصح قول کے مطابق ہے" اسے تمرتاشی اور صاحبِ بدائع نے صحیح کہا اور اس کو فخر الاسلام نے اختیار کیا اور اس کو ترجیح دی۔ نہایہ اور فتح میں ہے کہ اس کی مقدار یہ ہے کہ خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نمازی کی نظر گزرنے والے پر پڑے، اور خشوع سے مراد یہ ہے کہ وہ سجدہ کی جگہ دیکھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہو اھ تلخیصاً (ت)

منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے :

الصحیح مقدار منتھی بصرہ وھو موضع سجودہ وقال ابونصر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مقدار ما بین الصف الاول وبین

صحیح یہ ہے کہ اس کی مقدار نمازی کی انتہا نگاہ ہے اور وہ اس کے سجدہ کی جگہ ہے۔ ابونصر نے فرمایا کہ اس کی مقدار صفِ اول اور امام کے درمیانی جگہ

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۱/ ۹۱

[2] ردالمحتار " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۹

marfat.com

مقام الامام وھذا عین الاول ولکن بعبارۃ اخری قال رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیما قرأنا علی شیخنا منھاج الائمۃ رحمہ اللہ تعالٰی ان یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلاۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح[1]۔

ہے اور یہ پہلے کے عین مطابق ہے البتہ دوسرے الفاظ میں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اپنے شیخ منہاج الائمہ رحمہ اللہ تعالٰی سے جو پڑھا وہ یہ ہے کہ نمازی خشوع والوں کی نماز ادا کر رہا ہے اور اس کی نگاہ گزرنے والے پر پڑ سکتی ہے، اور یہ عبارت نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

فانظر کیف جعل الکل قولا واحدا وانما الاختلاف فی العبارۃ لا فی المعنی[2]۔

آپ نے دیکھا کہ انھوں نے تمام اقوال کو ایک قول قرار دیا اور اختلاف فقط عبارت میں ہے معنی میں نہیں۔ (ت)

نیز ردالمحتار میں ہے:

(قولہ فی بیت) ظاھرہ ولوکبیرا وفی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت[3]۔

ماتن کا قول "فی بیت" اس کے ظاہر سے پتا چلتا ہے کہ خواہ وہ گھر بڑا ہو، قہستانی میں ہے مناسب یہ ہے کہ دار اور بیت کو مسجد صغیر کے حکم میں داخل کیا جائے۔ (ت)

رہا یہ کہ مسجد صغیر وکبیر میں کیا فرق ہے، فاضل قہستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس[40] گز مکسر سے کم ہو

ففی ردالمحتار (قولہ ومسجد صغیر) ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر[4]۔

ردالمحتار میں قہستانی سے ہے کہ چھوٹی مسجد سے مراد وہ ہے جو ساٹھ[60] ہاتھ سے کم ہو، بعض نے چالیس[40] ہاتھ کہا اور مختار یہی ہے جیسا کہ اس کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔ (ت)

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۵

[2] تقریرات الرافعی علی ردالمحتار مطلب اذا قرأ تعالٰی جدک الخ " مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۹

[3] ردالمحتار " " " " " " " " "

[4] ردالمحتار " " " " " " " " "

marfat.com

اقول یہاں گز سے گزِ مساحت مراد ہونا چاہئے

لانہ الالیق بالممسوحات کما قالہ الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھو المتعین بالاولی۔ (کیونکہ ممسوحات کے یہی زیادہ مناسب ہے جیسا کہ قاضی خاں نے پانی کے بارے میں کہا، پس یہاں بطریقِ اولٰی یہی متعین ہوگا۔ ت)

اور گزِ مساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بیناہ فی بعض فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے بعض فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) تو اس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوّن $\frac{54}{9}$ گز ساٹ گرہ اور گرہ کا نواں حصّہ ہوا کما لایخفی علی المحاسب (جیسا کہ حساب دان پر مخفی نہیں ہے۔ ت) تو اس زعمِ علامہ پر ہمارے گز سے چوّن $\frac{54}{9}$ گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چوّن ($\frac{1}{2}$ ۵۴) گز مسجد کبیر یہ ہے وُہ کہ انھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اُس میں اُن کا اتباع کیا۔

اقول مگر یہ شبہہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا، عبارتِ جواہر الفتاوٰی دربارۂ دار ہے نہ کہ دربارۂ مسجد۔ مسجد کبیر صرف وُہ ہے جس میں مثل صحرا اتصالِ صفوف شرط ہے جیسے مسجدِ خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوارِ قبلہ تک بلاحائل مرور ناجائز، کما بیناہ فی فتاونٰا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۳: از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر ربیع الاخری ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدۂ اولٰی میں اپنی عادت سے دیرلگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر بآوازِ بلند بنا بر اطلاعِ امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہُوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قرأت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء و اذکار نماز سے ہیں مگر معنیً کلام ہے کہ اس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اُسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تُو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہئے، پر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم، تو اس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورۃً قرآن یا ذکر، و لہٰذا اگر نماز میں کسی یحیٰی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیۂ کریمہ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ[1] پڑھی بالاتفاق نماز

---

[1] القرآن ۱۹/۱۲

marfat.com

جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے، اس بناء پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ برمحل ہو مفسدِ نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہرحال افسادِ نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلیٰ وجوہ سے نص وضرورت ہے جواز کا حکم دیا، و لہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قرأت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا روا اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورتِ اولیٰ میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رُکنے اُلجھنے کے سبب کوئی لفظ اس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسدِ نماز ہو، لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لئے بتانے کی حاجت ہے، بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو ایں آں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی اُن کی زبان سے نکلے اور فسادِ نماز کا باعث ہُوئے، اور صورتِ ثانیہ میں اگرچہ جب قرأت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فسادِ نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نص وارد،

وھو حدیث سورۃ المؤمنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخر واردۃ فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات، **اقول** والاحسن من کل ذٰلک التمسک بما اخرج ابوداود و عبد اللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن یزید المالکی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فترک اٰیۃ فقال لہ رجل یا رسول اللہ اٰیۃ کذا وکذا فقال فھلا اذکرتنیھا[1] و ذٰلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمۃ وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأ فی الصلٰوۃ سورۃ المؤمنین

اور وُہ سورۂ مومنین کے بارے میں حدیث وارد ہے، محقق نے فتح میں اور دیگر فقہائے نے مختلف کتب میں اسے ذکر کیا باوجودیکہ دیگر احادیث اس باب میں مطلق ہیں جیسا کہ حلیہ میں مفسداتِ صلوٰۃ کے باب میں بیان ہوا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) سب سے احسن تمسک کے لحاظ سے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤد اور عبد اللہ بن امام احمد نے زوائد مسند میں حضرت مسوّر بن یزید مالکی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آیت تو ایسے ہے، تو آپ نے فرمایا: تُو نے مجھے یاد کیوں نہ کرائی۔ اور وہ اس لئے کہ حدیث جو ایک کلمہ کے ترک پر لقمہ دینے

---

[1] سنن ابوداؤد باب الفتح علی الامام فی الصلاۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۱

marfat.com

فترك كلمة فلما فرغ قال الم يكن فيكم
أُبي قال بلى قال هلا فتحت علیّ[1] فظاهر
ان حكم ترك كلمة اضيق من حكم الانتقال
من اٰية الى اٰية۔ واثر علی كرم الله تعالٰى
وجهه اذا استطعمكم الامام فاطعموه[2]
رواه سعيد بن منصور فی سننه وذكره
فی الحلية والفتح فيما اذا سكت الامام
ينتظر الفتح، وحديث انس رضی الله
تعالٰی عنه كنا نفتح علی عهد رسول الله
صلی الله تعالٰی عليه وسلم علی الائمة[3]
رواه الدارقطنی والحاكم وصححه
مجمل بخلاف ما ذكرنا ففيه تصريح
ترك اٰية وان كان قد يقال علی هذا و
علی ما تمسك به فی الفتح من حديث
الكلمة انهما من وقائع العين ليس
فيهما ان ذلك كان بعد ثلاث او قبلها۔

کے بارے میں ہے یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں سورہ مومنون کی تلاوت فرمائی اور ایک کلمہ چھوڑ دیا جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم میں اُبی نہیں؟ عرض کیا: یارسول اللہ! موجود ہوں۔ فرمایا: مجھے لقمہ کیوں نہ دیا۔ اور یہ واضح ہے کہ کلمہ کا ترک کرنا ایک آیت سے دُوسری آیت کی طرف منتقل ہونے سے زیادہ تنگ ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کہنا ہے کہ جب امام تم سے لقمہ چاہے تو لقمہ دو، اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے، حلیہ اور فتح میں اسے اس صورت کے بارے میں کہ جب امام خاموش ہوجائے اور لقمہ کا انتظار کرے ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کہ ہم رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں اپنے ائمہ کو لقمہ دیا کرتے تھے اسے دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا، یہ حدیث مجمل ہے بخلاف اس حدیث کے جو ہم نے ذکر کی، اس میں ترکِ آیت کی تصریح ہے اگرچہ اس آیت کے ترک والی اور وہ حدیث جس میں کلمہ کا ترک مذکور ہے جس سے فتح القدیر میں استدلال کیا گیا ہے، پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ خاص واقعات ہیں اس میں اس بات کا تذکرہ نہیں کہ یہ تین آیات پڑھنے کے بعد ہوا یا پہلے ہُوا۔ (ت)

ولہٰذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہوجائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد،

۱؎ فتح القدیر باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۴۸
۲؎ فتح القدیر " " " " " "
۳؎ سنن الدارقطنی باب تلقین الماموم لامامہ الخ " نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۹۹

marfat.com

وھوعلی ماذکرعلمائنا فی الھدایۃ و الکافی والتبیین والفتح والحلیۃ والغنیۃ والبحروغیرھا حدیث سھل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نابہ شیئ فی صلاتہ فلیسبح[1] اخرجہ الشیخان وغیرھما اقول والاقرب ما اخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ قال کان لی ساعۃ من السحر ادخل فیھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سبح لی[2] الحدیث۔

یہ اس حدیث کے مطابق ہے جو ہمارے علماء نے ہدایہ، کافی، تبیین، فتح، حلیہ، غنیہ اور بحروغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ جس شخص کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو وہ تسبیح کہے۔ اسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) سب سے اقرب وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے مسند میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ میرے لئے سحری کے وقت میں ایک خاص وقت تھا جس میں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتا تو اگر آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو تسبیح پڑھ کر مجھے اندر آنے کی اجازت دیتے الخ الحدیث (ت)

پس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لئے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہوجائے گی کہ اس کی غلطی سے اس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہٖ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے، تبیین الحقائق میں ہے:

قولہ وفتحہ علی غیر امامہ) لانہ تعلیم وتعلم من غیر ضرورۃ فکان من کلام الناس وقولہ علی غیر امامہ یشمل فتح

ماتن کا قول (نمازی کا اپنے امام کے غیر کو لقمہ دینا) کیونکہ یہ بغیر ضرورت تعلیم و تعلم ہونے کی وجہ سے لوگوں کے کلام کی طرح ہوگا۔ اس کا قول "اپنے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب من دخل لیؤم الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۴
[2] مسند احمد بن حنبل مسند علی ابن ابی طالب دار الفکر بیروت ۱/۷۷

marfat.com

المقتدی علی المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحدہ وفتح الامام والمتفرد علی ای شخص کان وکل ذٰلک مفسد الا اذا قصد بہ التلاوۃ دون الفتح[1] اھ ملخصا

امام کے علاوہ" کے الفاظ" مقتدی کا مقتدی کو، غیر نمازی تنہا نمازی کے لقمہ کو اور امام اور منفرد کا کسی بھی دوسرے شخص کو لقمہ دینے کو شامل ہیں اور ان تمام صورتوں میں نماز فاسد ہوجاتی ہے لیکن اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی جب تلاوت مقصود ہو، لقمہ دینا مقصود نہ ہو اھ تلخیصاً (ت)

درمختار میں ہے:

یفسدھا کل ما قصد بہ الجواب او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیٰی، یایحیٰی خذ الکتٰب بقوۃ[2] اھ ملخصا

ہر وُہ شے نماز کو فاسد کردے گی جس سے جواب یا خطاب مقصود ہو جیسا کہ یحیٰی نامی شخص کو یہ کہنا یایحیٰی خذ الکتاب بقوۃ (اے یحیٰی! کتاب کو مضبوطی سے پکڑ) اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ او الخطاب الخ ھذا مفسد بالاتفاق وھو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانہ قراٰن لم یوضع خطابا لمن خاطبہ المصلی وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قراٰنا وجعلہ من کلام الناس[3]

اس کا قول "او الخطاب الخ" بالاتفاق مفسدِ نماز ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن سے امام ابو یوسف کے قاعدہ پر نقض وارد ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہے اس کی وضع اس لئے نہیں کہ کوئی شخص اس سے نمازی کو مخاطب کرے، حالانکہ (وجہ یہ ہے) کہ اس نے اسے قصد خطاب کے طور پر، قرآن ہونے سے خارج کیا اور اسے کلام الناس میں شامل کردیا ہے۔ (ت)

علامہ ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

الذی یفتح کانہ یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ

لقمہ دینے والا گویا کہہ رہا ہوتا ہے کہ "مجھ سے یہ لے لو"، اور سکھانا نماز کا حصہ نہیں اور ایسی

---

[1] تبیین الحقائق باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ امیریہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۱۵۶
[2] الدرالمختار " " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۹
[3] ردالمحتار " " " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۴۵۹

marfat.com

وادخال مالیس منها فیها یوجب فسادها وکان قضیة هذا المعنی ان تفسد صلاته اذا فتح علی امامه لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث و للحاجة الی اصلاح صلاة نفسه فما عدا ذلك یعمل فیه بقضیة القیاس[1] اھ ملخصا بالمعنی۔

شئی کا نماز میں داخل کرنا جو نماز میں سے نہیں نماز کے فساد کا سبب ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر ہونا یہی چاہیئے کہ جب امام کو لقمہ دیا جائے تو بھی نماز فاسد ہوجائے لیکن اس صورت میں نماز کے فساد کا حکم اس لئے جاری نہیں کیا جاتا کہ احادیث میں اس کی اجازت ہے اور نماز کی اصلاح کی بھی حاجت ہے البتہ اس کے علاوہ دیگر صورتوں میں قیاس پر عمل کیا جائے گا (یعنی نماز فاسد ہوجائیگی) ملخصاً بالمعنیٰ۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا قد استعمل فی موضع الجواب وقد ارید ذلك منه وفهم فیصیر من هذا الوجه کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغة فی الاصل من کلامهم فالقیاس فساد الصلوۃ الا انا ترکناه بالنص والمعدول به عن القیاس لایقاس علیه[2] اھ ملخصا۔

یہ جواب میں مستعمل ہے اور یہاں وہی مراد اور مفہوم ہے لہذا یہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کی وجہ سے مفسدِ نماز ہے اگرچہ الفاظ کے لحاظ سے لوگوں کے کلام میں سے نہیں۔ تو قیاس کا تقاضا ہے کہ نماز فاسد ہوجائے مگر نص کی بناء پر قیاس ترک کردیا اور جو خود خلافِ قیاس ہوں اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اھ ملخصاً (ت)

اُسی میں ہے:

(م) ان فتح بعد ماقرأ قدر ما تجوزبه الصلاۃ تفسد (ش) لانه لیس فیه اصلاح صلاته فیبقی تعلیما وجوابا له وان اخذ الامام بفتحه تفسد صلاۃ الکل (م)

(متن) اگر یہ لقمہ اتنی قرأت کے بعد دیا جس سے نماز ہوجاتی ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ اس میں اس کی نماز کی اصلاح نہیں ہے لہذا یہ تعلیم وجواب ہوگا اور اگر امام نے لقمہ لے لیا تو تمام کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] 〃 〃 〃 〃

marfat.com

الصحیح لا (ش) کذا فی الخانیة والخلاصة ونص القاضی فی شرح الجامع الصغیر انه الاصح وعلله هو وغیرہ بانه لولم یفتح ربما جری علی لسانه مایکون مفسدا فکانت بمنزلة الفتح والاولی فی التعلیل حدیث المسور بن یزید واطلاق ماروی عن علی و عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما (م) وان انتقل الامام الی اٰیة اخری ففتح علیه بعد الانتقال تفسد (ش) لوجود التلقین من غیر ضرورة کذا فی الهدایة وغیرها وجعل صاحب الذخیرة هذا محکیا عن القاضی الامام ابی بکر الزرنجری وان غیرہ من المشائخ قالوا لا تفسد کذا نقلوہ عن المحیط واخذ من هذا صاحب النهایة ان عدم الفساد قول عامة المشائخ ووافقه شیخنا رحمه اللہ تعالٰی علی ذلك وهو الاوفق لاطلاق الرخص الذی رویناہ[1] اھ ملخصا۔

نماز فاسد ہوجائے گی (متن) صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی (شرح) اسی طرح خانیہ اور خلاصہ میں ہے اور قاضی نے شرح جامع الصغیر میں کہا ہے کہ یہی اصح ہے اور انہوں نے اور دیگر لوگوں نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وہ لقمہ نہیں دے گا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسی چیز جاری ہو جاتی ہے جو نماز کے لئے مفسد ہوتی ہے اس لئے وہ لقمہ ہی ہوگا، حضرت مسور بن یزید سے مروی اور وہ جو حضرت علی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی روایات کا اطلاق علت کے بیان کے لئے بہتر ہے (متن) اور اگر امام کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا اور اسے انتقال کے بعد لقمہ دیا تو نماز فاسد ہوجائے گی (شرح) کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تلقین ہے، ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے، اور صاحبِ ذخیرہ نے اسے قاضی امام ابوبکر الزرنجری نے نقل کیا ہے اگرچہ ان کے علاوہ دیگر مشائخ کہتے ہیں کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، محیط سے اسی طرح منقول ہے ، اسی سے صاحبِ نہایہ نے لیا اور کہا کہ اکثر مشائخ کا قول عدمِ فساد ہے اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اسی کی موافقت کی ہے اور یہ ان رخصتوں کے اطلاق کے بھی زیادہ موافق ہے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اھ تلخیصاً (ت)

فتح القدیر میں ہے :

خرج قصد اعلام الصلاة بالحدیث لا لانه لم تتغیر بعزیمته فیبقی ماوراءہ علی

نماز میں ہونے کی قصداً اطلاع کرنا، حدیث کی وجہ سے مفسدات سے خارج ہے، نہ اس لئے کہ اس کے

---

[1] حلیة المحلی شرح منیة المصلی

marfat.com

المنع[1] اھ ملخصا

عزم وارادہ سے تغیّر نہیں ہوا لہٰذا اس کے علاوہ صُورتیں منع ہی رہیں گی اھ ملخصاً (ت)

جب یہ اصل ممہد ہولی حکم صورت مسئولہ واضح ہوگیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدۂ اولیٰ میں دیر ہُوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدۂ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدۂ اولیٰ ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہُوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسدِ نماز ہوا

لقول الحلیۃ ان ماوراء ذلک یعمل فیہ بقضیۃ القیاس ولقول المعدول بہ عن القیاس لایقاس علیہ ولقول الفتح یبقی ماوراءہ علی المنع ولقول التبیین لایقاس علیہ غیرہ وھذا واضح جدا۔

حلیہ کے ان الفاظ کی وجہ سے کہ "ان کے علاوہ میں قیاس پر عمل ہوگا" اور اس کے اس قول کے پیشِ نظر کہ "خلافِ قیاس پر قیاس نہیں ہوسکتا" اور فتح کے قول کہ "اس کے علاوہ ممنوع ہوں گے" اور تبیین کے قول کہ "اس پر غیر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا" اور یہ نہایت ہی واضح ہے (ت)

یا اس کا گمان صحیح تھا، غور کیجئے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو و بے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلاً تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدۂ اولیٰ میں اتنی تاخیر کرچکا جس سے مقتدی اس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہُوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترکِ واجب ولزوم سجدۂ سہو وہ ہوچکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہوسکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وُہ بھُول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا، ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اُس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہئے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل و فساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کرچکا، عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہوجائے، اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ، تو سوا فضول و بے فائدہ کے کیا باقی رہا، لہٰذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فسادِ نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر پورا کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پُورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدۂ اولیٰ کی طرف عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رُو سے

---

[1] فتح القدیر باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۹

marfat.com

کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا، بحر الرائق میں ہے:

لو عرض للامام شئ فسبح الماموم لا باس به لان المقصود به اصلاح الصلوٰة فسقط حکم الکلام عند الحاجة الی الاصلاح ولا یسبح للامام اذا قام الی الاخریین لانه لا یجوز له الرجوع اذا کان الی القیام اقرب فلم یکن التسبیح مفیدا کذا فی البدائع وینبغی فساد الصلوٰة به لان القیاس فسادها به عند قصد الاعلام وانما ترك للحدیث الصحیح من نابه شئ فی صلاته فلیسبح فللحاجة لم یعمل بالقیاس فعند عدمها یبقی الامر علی اصل القیاس ثم رأیته فی المجتبی قال ولو قام الی الثالثة فی الظهر قبل ان یقعد فقال المقتدی سبحٰن الله قیل لا تفسد و عن الکرخی تفسد عندهما[١] اھ وبه انتهی ما نقلناه عن البحر قلت وقوله عندهما یرید به الطرفین فان مذهبهما تغیر الذکر بتغیر العزیمة خلافا لابی یوسف فعنده ما کان ذکرا بصیغته لا تتغیر فیه النیة وکذا قوله اعنی المجتبی لو سبح او هلل یرید زجرا عن فعل او امرا به فسدت عندهما[٢] اھ فانما اراد الطرفین

اگر امام کو عارضہ پیش آگیا مقتدی نے لقمہ دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس سے مقصود نماز کی اصلاح ہے لہذا حاجتِ اصلاح کی وجہ سے اس سے حکمِ کلام ساقط ہوگیا، اگر امام آخری دو رکعات کی طرف اٹھ جائے تو اسے لقمہ نہ دیا جائے کیونکہ اگر وہ قیام کے زیادہ قریب ہے تو اب اس کے لئے لوٹنا جائز نہیں لہذا لقمہ اس کے لئے مفید نہیں۔ البدائع میں ایسے ہے، اور اس سے نماز فاسد ہو جانی چاہئے کیونکہ یہ قیاس کا تقاضا ہے کہ جب مقصود امام کو اطلاع ہو تو نماز فاسد ہو جائے البتہ اس حدیثِ صحیح کی بنا پر اس قیاس کو ترک کر دیں گے کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہ تسبیح کہے، توحاجت کے پیشِ نظر قیاس پر عمل نہ ہوگا اور جب حاجت نہ ہوگی تو معاملہ اصل قیاس پر ہی رہے گا پھر میں نے مجتبیٰ میں دیکھا اگر نمازِ ظہر میں امام قعدہ کئے بغیر تیسری رکعت کی طرف اٹھا اور مقتدی نے سبحان اللہ کہا تو بعض کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ امام کرخی سے منقول ہے کہ طرفین کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی، اور یہاں بحر سے منقول عبارت ختم ہوگئی قلت اس کا قول "عندھما" سے مراد طرفین ہیں کیونکہ انہی کا قول ہے کہ تبدیلیِ عزم سے ذکر تبدیل ہو جاتا ہے

---

[١] بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۷

[٢] " " " " " " " " " "

marfat.com

رضی اللہ تعالٰی عنہما ثم **اقول** وباللہ التوفیق لایبعد ان یکون قام فی القیل للارادۃ کقولہ تعالٰی یاایہا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلٰوۃ[1] وفی روایۃ الکرخی للحقیقۃ کقولہ تعالٰی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ[2] الآیۃ وھذا جمع کما تری حسن ان شاء اللہ تعالٰی والافلا شک ان الدلیل مع الکرخی وانہ ھو قضیۃ مذھب الامام والامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما فعلیہ فلیکن التعویل فان قیل فی القیل لو ارادالارادۃ فما الوجہ لتخصیص المسئلۃ بالذکر فانہا معلومۃ من اطلاق قولھم لو عرض للامام شیئ الخ **اقول** بلی کان لمتوھم ان یتوھم عدم الجواز ھھنا مطلقا کما یتوھم من ظاھر لفظ البدائع لایسبح للامام اذا قام

بخلاف امام ابویوسف کے، ان کے نزدیک الفاظِ ذکر میں نیت کا دخل نہیں ہوتا، اسی طرح اس یعنی المجتبٰی کا قول اگر اس نے سبحان اللہ کہا یا لا الٰہ الا اللہ، اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم ہو تو ان دونوں کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی اھ اس سے مراد طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں ثم **اقول** وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہ بھی ممکن ہے کہ مجتبٰی کی عبارت میں قام کا معنی ارادہ ہو جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشادِ گرامی میں ہے "اے اہل ایمان! جب تم نماز کا ارادہ کرو" اور روایتِ کرخی میں حقیقی معنٰی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے "جب اللہ کا بندہ کھڑا ہو کر اپنے رب کو پکارتا ہے"۔ آپ نے دیکھا یہ نہایت ہی اچھا تطابق ہے ان شاء اللہ تعالٰی، ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دلیل کرخی کا ساتھ دیتی ہے اور یہی ضابطہ ہے امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے مذہب کا، اس بنا پر اسی پر اعتماد کرنا چاہیئے، اگر سوال ہو کہ عبارت میں اگر ارادہ مراد ہے تو اس مسئلہ کا خصوصًا کیوں ذکر ہوا؟ کیونکہ اس کا علم تو فقہائے کے اس قول "اگر امام کو کوئی عارضہ لاحق ہو" کے اطلاق سے ہی ہو رہا ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) کیوں نہیں

---

[1] القرآن ۵/۶

[2] القرآن ۷۲/۱۹

marfat.com

الی الاخریین[1] حیث لم یفصل والحاوی علی الوھم ان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بفورہ بل یتاخر ذلک عن افاضتہ فی القیام ولو لحظات کما ھو معلوم مشاھد فعند ذلک یسبح ثم الامام لا ینبہ بفور ما بدأ المقتدی بحرف التسبیح بل یتاخر ولو لحظۃ ثم ھو ربما لا یتذکر بمجرد السماع والتنبہ علی تنبیھہ بل قد یحتاج الی شئ من التامل فھذہ ثلث وقفات و الامام اذا نھض نھض ولم یکن فیہ تدرج یقتضی مکثا معتدا بہ فربما لا یتنبہ بتسبیحہ الا بعد ما فات وقت العود لا سیما علی قول من قال بفواتہ اذ اقرب الی القیام کما ھو مختار صاحب البدائع و الھدایۃ والوقایۃ والکنز وغیرھم من الجلۃ الکرام وان کان الاصح العبرۃ بتمام القیام کما اعتمدہ فی مواھب الرحمٰن و نور الایضاح

گویا کوئی وہم کرنے والا یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہاں مطلقاً لقمہ ناجائز ہے جیسا کہ بدائع کے ان الفاظ کے ظاہر سے وہم کیا جا سکتا ہے کہ "امام جب آخری رکعتوں کی طرف کھڑا ہو جائے تو سبحان اللہ نہ کہا جائے" تو یہاں انھوں نے کوئی فرق نہیں کیا اور یہاں منشاءِ وہم یہ بات ہے کہ مقتدی فی الفور امام کے قیام پر مطلع نہیں ہوتا بلکہ قیام کی طرف مائل ہونے کے بعد مطلع ہوتا ہے اگرچہ کچھ لمحات ہی ہوں جیسا کہ معلوم ومشاہد ہے تو اس وقت مقتدی سبحان اللہ کہے گا، پھر امام بھی مقتدی کے لقمہ پر فی الفور متوجہ نہیں ہوتا بلکہ معاملہ متاخر ہوتا ہے خواہ ایک لمحہ بعد ہی ہو، پھر بعض اوقات اسے صرف سماع اور توجہ دلانے سے یاد نہیں آجاتا بلکہ کچھ نہ کچھ غور وفکر کا محتاج ہوتا ہے، تو یہ تین وقفے ہوئے، تو امام جب کھڑا ہوتا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اس میں ایسی تدریج نہیں جو قابلِ ذکر ٹھہرنے کا تقاضا کرے۔ بعض اوقات مقتدی کی تسبیح سے بھی متوجہ نہیں ہو پاتا مگر اس وقت جب لوٹنے کا وقت ختم ہو چکا ہو خصوصاً اس قول کے مطابق جو کہتے ہیں کہ جب قیام کے زیادہ قریب ہو تو رجوع فوت ہو جاتا ہے جیسا کہ صاحب بدائع، ہدایہ، وقایہ، کنز اور دیگر جلیل القدر فقہائے نے اختیار کیا ہے، اگرچہ اصح یہ ہے کہ اعتبار کامل قیام کا ہے جیسا کہ اس پر مواہب الرحمٰن، نور الایضاح، تنویر، فتح،

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان حکم الاستخلاف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۳۵

marfat.com

والتنویر والفتح والدر المختار وغیرها
وجعله فی الدر ظاهر المذهب واذا
کان الامر علی ما وصفنا لك فعسی
ان یتوهم کونه عبثا مطلقا فیحکم
بفساد الصلوٰة به علی الاطلاق فمست
الحاجة الی التصریح بذلك فان
المسموع هو کونه مفیدا حین وقوعه
وهو کذلك فی فور القیام ولربما یرجی
العود به بل ربما یقع وهذا حسبه
ولا یضره ان تعجل الامام ولم یلتفت
کما اذا فتح ولم یاخذ **فان قلت** یحتمل
ان الامام لما ظن ان صلاته تمت
لعله یتعمد الکلام او الذهاب
او الضحك قبل ان یسلم
قلت هذا فی غایة البعد ولا
یتوقع من المسلم بل هو
اساءة ظن به والفقه
لا یبنی علی نادر فضلا عما
عساه لم یقع قط بل
هو احتمال علی احتمال لان
ظن الامام تمام الصلوٰة
ایضا غیر معلوم کما قدمنا
فکان شبهة الشبهة
ولا عبرة بها اصلا، هذا
ما وقع فی الحلیة

درمختار وغیرہ میں اعتماد کیا گیا ہے اور در میں اسے
ظاہر مذہب قرار دیا ہے، اور جب معاملہ اس
طرح ہے جو ہم نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے
تو قریب ہے اس کے مطلقاً عبث ہونے کے وہم
پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم کر دیا جائے لہذا اس کی
تصریح کی حاجت وضرورت پیش آئی کیونکہ اس کے
وقوع کے وقت لقمہ کا مفید ہونا قابلِ اعتبار ہے
اور علی الفور قیام کے وقت لقمہ میں یہ صورت ہے اور
بسا اوقات لوٹنے کی امید کی جاتی بلکہ بعض دفعہ لوٹنے کا
وقوع ہوتا ہے اور مفید ہونے کے لئے یہی کافی ہے
اور امام کا جلدی کرنا اور متوجہ نہ ہونا نقصان دہ نہیں
جیسا کہ اس صورت میں جب لقمہ دیا مگر امام نے
نہ لیا۔ اگر آپ سوال کریں (قعدہ لمبا ہونے پر سلام
سے پہلے لقمہ دینے میں فائدہ ہے) کیونکہ ممکن ہے
امام نے گمان کیا ہو کہ نماز مکمل ہو گئی ہے پھر وہ دانستہ
طور پر قبل از سلام کلام کرنے یا چلے جانے یا ہنسنے کا
ارادہ کرلے۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) یہ نہایت
ہی بعید ہے اور اس بات کی کسی مسلمان سے توقع
نہیں بلکہ کسی مسلمان کے بارے میں ایسا گمان کرنا
بھی گناہ ہے اور کسی نادر معاملہ پر فتویٰ نہیں ہوا کرتا
چہ جائیکہ جس کا امکان کبھی واقع نہ ہو بلکہ یہ
احتمال در احتمال ہے کیونکہ امام کا اتمامِ نماز کا گمان
کرنا بھی معلوم نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہوا، گویا یہ اتمام
کے گمان کے بعد کلام وغیرہ کا گمان شبہ کا شبہ ہے لہذا
اس کا کوئی اعتبار نہیں، یہ وہ ہے جو حلیہ میں

marfat.com

نقلا عن المحیط الرضوی اذا فتح علی امامہ یجوز مطلقا لان الفتح وان کان تعلیما ولکن التعلیم لیس بعمل کثیر وانہ تلاوۃ حقیقۃ فلایکون مفسدا وان لم یکن محتاجا الیہ[1] اھ **فاقول** یجب ان یحمل فیہ لام "التعلیم" علی العھد ای ھذا التعلیم من المقتدی للامام کمثل لام "الفتح" فلیس المراد الا ھذا الفتح "لا مطلقا ولو من غیر مقتد علی امامہ وذٰلک لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداھۃ وتشھد بہ فروع فی المذھب متواترات بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئلۃ الفتح ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشترط للا فساد تکرار الفتح بل حکم بہ مطلقا قال وھو الصحیح وکذا صححہ فی الخانیۃ وقد علم ھذا من مذھب الامام فانہ اذا جعل کلاما فقلیلہ وکثیرہ سواء فاعرف وتثبت وباللہ التوفیق ھذا ما عندی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

محیط رضوی کے حوالے سے مذکور ہے کہ امام کو لقمہ دینا ہر حال میں جائز ہے کیونکہ لقمہ دینا اگرچہ تعلیم ہے لیکن تعلیم عملِ کثیر نہیں ہے اور یہ تو حقیقت میں تلاوت ہے لہذا یہ مفسدِ نماز نہیں، اگرچہ اس کی احتیاج نہ ہو ——

اقول یہاں پر لفظ تعلیم کے الف لام کو عہدِ خارجی ماننا ضروری ہے کیونکہ اس سے مراد وہی تعلیم ہے جو مقتدی کی امام کے لئے ہو جیسا کہ الفتح کے الف لام کا معاملہ ہے کیونکہ یہاں لقمہ سے بھی خصوصی لقمہ مراد ہوگا ہر لقمہ نہیں اگرچہ وہ غیر مقتدی کا امام کے لئے ہو، وہ اس لئے کہ ہر تعلیم کا عمل قلیل ہونا بداہۃً باطل ہے اور اس پر مذہب کی فروعات بڑی تواتر کے ساتھ گواہ ہیں بلکہ فتح میں اسی مسئلۂ لقمہ میں تصریح ہے کہ جامع میں تکرار کو شرط نہیں کیا یعنی جامع صغیر نے نماز فاسد ہونے کے لئے تکرارِ لقمہ کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ مطلقاً حکم جاری کیا اور کہا یہی صحیح ہے، اسی طرح اسے خانیہ نے بھی صحیح قرار دیا اور مذہب امام کے حوالے سے یہ معلوم ہے کہ جب انھوں نے اسے کلام قرار دیا ہے تو اب کلام کے قلیل اور کثیر کا ایک ہی حکم ہوگا، اسے اچھی طرح جان لو اور ثابت رہو، اور توفیق اللہ ہی سے ہے یہ ہے جو کچھ میرے پاس تھا اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہی زیادہ جاننے والا ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۴ از کلکتہ نل موتی گلی ۱۸ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر وعصر ومغرب وعشا کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتقالیہ بجہر اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کرلیں کہ یہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہوجائیں اس صورت میں جہر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں؟ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ یہ نمازی بجہر تکبیر کہے تو میں شریک ہوجاؤں، چنانچہ اس نے اُس کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جہر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا صحیح؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادائے سنّت و ذکرِ الٰہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جہر بہ نیتِ اطلاع کیا تو نماز میں کچھ فساد نہ آیا، ردالمحتار میں ہے:

وقال فی البحر ومما الحق بالجواب ما فی المجتبی لو سبح او هلل یرید زجرا عن فعل او امرا به فسدت عندهما اھ قلت والظاهر انه لو لم یسبح ولکن جهر بالقراءۃ لاتفسد لانه قاصد للقراءۃ وانما قصد الزجر او الامر بمجرد رفع الصوت تأمل[1] اھ

بحر میں ہے کہ ان چیزوں میں سے جن کا جواب سے تعلق ہے وہ ہیں جو مجتبٰی میں ہیں اگر مقتدی نے سبحان اللہ کہا یا لا الٰہ الا اللہ کہا اور اس سے مقصد کسی عمل پر زجر یا کسی عمل کا حکم تھا تو ان دونوں (طرفین) کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی اھ میں کہتا ہوں ظاہر یہی ہے کہ اگر اس نے سبحان اللہ نہیں کہا لیکن قرأت بلند آواز سے کی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے مقصد قرأت ہے اور آواز کی بلندی کے ذریعے تو صرف زجر یا حکم مقصود ہے تأمل اھ (ت)

اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو، ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا قصد کرے تو اس کی نماز ضرور فاسد ہوجائیگی علی قول الامام والامام محمد خلافا للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم (یہ امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق ہے بخلاف امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے۔ت) **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵۹

marfat.com

کلام ہوجاتا اور مفسدِ نماز قرار پاتا ہے اگرچہ لفظاً فی نفسہٖ ذکر الٰہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو، مثلاً کسی موسٰی نامی شخص سے نمازی نے کہا، ماتلك بیمینك یا موسٰی (اے موسٰی! تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟) نماز جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظِ آیۂ کریمہ ہیں۔ یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمۂ تشہد کے قریب پہنچا مؤذن نے اذان میں شہادتین کہیں اس نے نہ بہ نیت قراءت تشہد بلکہ بہ نیت اجابت مؤذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ کہا نماز جاتی رہی، اگرچہ یہ ذکر اپنے محل ہی میں تھا۔ بحر الرائق میں ہے:

اذا ذکر فی التشھد الشھادتین عند ذکر المؤذن الشھادتین تفسد ان قصد الاجابۃ[1] اھ

جب دورانِ تشہد شہادتین کا ذکر مؤذن کے ذکرِ شہادتین کے موقع پر کرتا ہے تو نماز فاسد ہوجائیگی اگر اذان کا جواب مقصود ہو اھ (ت)

مگر جبکہ ایسا قصد بضرورت اصلاحِ نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو اُس کو مطلع کرنے کے لئے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماوراء میں مطلقاً اسی اصل کلی پر عمل ہو کر فسادِ نماز کا حکم دیا جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

قلنا خرج قصد اعلام الصلاۃ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبۃ وھو فی الصلاۃ فلیسبح الحدیث اخرجہ الستۃ لا لانہ لم یتغیر بعزیمتہ کما لم یتغیر عند قصد اعلامہ فان مناط کونہ من کلام الناس کونہ لفظا افید بہ معنی لیس من اعمال الصلاۃ لا کونہ وضع لافادۃ ذٰلك فیبقی ماوراءہ علی المنع[2] الخ قلت وقد اوضحنا المسألۃ بنقولھا فیما تقدم من فتاوٰنا۔

ہم کہتے ہیں کہ نماز میں اصلاح کا قصد، حضور علیہ السلام کے ارشادِ مبارک کہ "جب کسی کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو وہ تسبیح کہے" کے تحت اس حکم سے خارج ہے۔ اس حدیث کو صحاح ستّہ نے بیان کیا ہے اس لئے نہیں کہ اس میں تبدیلی بالارادہ نہیں کیونکہ لوگوں کے کلام میں سے ہونے کا مدار اس پر ہے کہ وہ الفاظ ہوں جو ایسے معانی کا فائدہ دیں جو اعمالِ نماز میں سے نہیں، نہ کہ وہ الفاظ ان معانی کے افادہ کے لئے موضوع ہوں لہذا اس کے علاوہ ممنوع ہی رہیں گے الخ قلت ہم نے اس مسئلہ کو سابقہ گفتگو میں خوب واضح کیا ہے۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶
[2] فتح القدیر " " " " مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۹

marfat.com

اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لمن حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہو جاؤ، تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمالِ نماز سے نہیں کہ اعمالِ نماز اُس کے افعالِ مخصوصہ معلومہ ہیں نہ کسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ یہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے، یہ دونوں باتیں مجرد قصدِ اعلامِ صلوٰۃ سے زائد ہیں کہ اس قدر تو وُہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صورِ استثناء میں داخل نہیں اور حکم فسادِ نماز ہے مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امرِ بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفعِ صوت بقصدِ دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفعِ صوت کلام نہیں تو مناطِ فساد متحقق نہ ہوا و لہٰذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہٗ نے جبکہ اُن مکبّروں کی نسبت جو تکبیراتِ انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لئے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فسادِ نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے ان کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعتِ موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وُہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا، دُوسرے یہ کہ اس جزر و مد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلماتِ تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفسِ تکبیر سے اُن کا قصد وہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اُسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصدِ افادۂ معنی خارج ہوئے بہرصورت فسادِ نماز چاہیے۔ فتح القدیر میں درایہ سے مکبرین کے لئے رفعِ صوت کا جواز نقل کرکے اشارہ فرمایا:

مقصودہ اصل الرفع لابلاغ الانتقالات اما خصوص ھذا الذی تعارفوہ فی ھذا البلاد فلا یبعد انہ مفسد فلانھم یبالغون فی الصیاح زیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظھارا للصناعۃ النغمیۃ لااقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری

تکبیرات میں آواز بلند کرنے کا اصل مقصد انتقالات کی اطلاع ہے، رہا وہ مخصوص انداز جو ان شہروں میں معروف ہے اس کا مفسدِ نماز ہونا بعید نہیں کیونکہ یہ مکبرین حاجتِ ابلاغ سے بڑھ کر چیخنے میں مبالغہ کرتے ہیں اور نغمہ کو سجانے کے لئے مشغول ہونا نغمہ سرائی ہے عبادت کا قیام نہیں اور چیخنا بھی کلام کے ساتھ ملحق ہے اور یہاں تو واضح ہے کہ مکبر کا مقصد لوگوں کو تعجب میں ڈالنا ہے اگر وہ یہ کہتا کہ لوگو! میری اچھی آواز اور سُر پہ خوش ہو جاؤ، تو اس نے نماز فاسد

marfat.com

فیہ افسد وحصول الحروف لازم من التلحین[1] اھ مختصرا وقد اقرہ فی النھر واستحسنہ فی الحلیۃ فقال وقد اجاد فیما اوضح وافاد۔

کردی ہوتی اور اظہارِ لحن سے حروف کا حاصل ہونا لازمی ہے اھ اختصاراً۔ اسے نہر نے ثابت رکھا اور حلیہ میں اسے ان الفاظ سے سراہا گیا کہ وضاحت میں یہ نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے۔ (ت)

علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں:

ان المحقق لم یجعل مبنی الفساد مجرد الرفع بل زیادۃ الرفع ملحق بالکلام بالصیاح المشتمل علی النغم مع قصد اظھارہ لذلك والاعراض عن اقامۃ العبادۃ فقول المحقق والصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الکلام ولواحقہ الخ

محقق نے محض بلندیٔ آواز کو فساد کی علت قرار نہیں دیا بلکہ بلندی میں ایسی زیادتی کو جو نغمہ پر مشتمل چیخ سے مل جائے اور اس کے اظہار کا اور اقامتِ عبادت سے اعراض کا قصد بھی ہو لہذا محقق کا قول کہ "الصیاح ملحق بالکلام" سے وہی چیخنا مراد ہے جو مذکورہ امور پر مشتمل ہو اس پر سابق ولاحق کلام شاہد عادل ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجۃ لا لقصد القربۃ بل لیعجب الناس من حسن صوتہ ونغمہ مفسد من وجھین الاول ما یلزم من التلحین من حصول الحرف بالمفسد غالبا والثانی عدم قصد اقامۃ العبادۃ[2] الخ

کلام محقق کا حاصل یہ ہے کہ نغمہ، الحان اور ایسا چیخنا جو قدرِ حاجت سے زائد ہو، میں مشغول ہونا جس کا مقصد قربت وعبادت نہ ہو بلکہ لوگوں کو حسن آواز کی وجہ سے مسحور کرنا ہو تو یہ عمل دو وجہ سے مفسد نماز ہے اوّل یہ کہ الحان سے ایسے حروف کا حصول ہو جاتا ہے جو غالباً نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں، ثانی یہ کہ یہاں مقصود عبادت نہیں الخ (ت)

اقول وللعبد الضعیف فی بعض کلام العلامۃ الشامی ھنا کلام بینتہ علی ھامشہ ولکن المرمی۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس عبدِ ضعیف کو علامہ شامی کے اس مقام پر بعض کلام میں اعتراض ہے جسے میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۲۲

[2] رسائل ابن عابدین رسالہ تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۴۶

marfat.com

بالجملہ جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرد رفع صوت سے کسی معنی زائد کا ارادہ مفسد نہیں ولہذا علامہ حموی نے رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا :

فی کون الصیاح بما ھو ذکر ملحقا بالکلام نظر لان المفسد للصلاۃ الملفوظ لاعزیمۃ القلب[1] اھ ملخصا

مذکورہ چیخنے کو کلام کہنا محل نظر ہے کیونکہ مفسدِ نماز وُہ ہوگا جو ملفوظ ہو ارادۂ قلب مفسدِ نماز نہیں اھ ملخصاً (ت)

ردالمحتار سنن الصلاۃ میں حاشیۂ ابوالسعود ازہری سے ہے :

ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ المؤذن فسدت صلاتہ لعدم الاحتیاج الیہ فلا وجہ لہ اذ غایتہ انہ رفع صوتہ بما ھو ذکر بصیغتہ وقال الحموی واظن ان ھذا النقل مکذوب علی الطحاوی فانہ مخالف للقواعد[2] اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

طحاوی سے جو کچھ منقول ہے کہ لوگوں تک امام کی آواز پہنچ رہی ہو اس کے باوجود موذن بھی پہنچا رہا ہو تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہاں احتیاج ہی نہ تھی۔ اس (منقول) پر کوئی دلیل نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ رفعِ صوت جو ذکر کے الفاظ پر مشتمل ہے اور شیخ حموی کہتے ہیں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ قول امام طحاوی کی طرف غلط طور پر منسوب ہے کیونکہ یہ قواعد کے مخالف ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم اسی کا علم کامل واتم ہے (ت)

مسئلہ ۹۶۵ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اس کی ہُوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلاضرورت ایسی تاخیر سے گنہ گار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادۂ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعتِ امام جو مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل، ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعلِ امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلافصل واقع ہوتا رہے یہ عین طریقۂ مسنونہ ہے اور ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ

---

[1] رسالۃ القول البلیغ فی حکم التبلیغ

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۵۱

marfat.com

تعالیٰ عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم۔

دُوسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام کے بعد پیدا واقع ہو اگرچہ بعد فراغ امام فرض یُوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدۂ اولیٰ میں آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہو گیا اب اسے چاہئے کہ التحیات پُوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جا ملے، فرض کیجئے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیامِ امام کے بعد اختتام واقع ہو گا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلا ضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جا ملنا فوت نہ ہو ترکِ سنّت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعلِ امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پُورا کر کے اعادہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے مثلاً اس نے رکوعِ امام سے پہلے رکوع کر دیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہو گئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز و ممنوع ہے اور حدیث میں اُس پر وعیدِ شدید وارد، مگر نماز یُوں بھی صحیح ہو جائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہو لے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اُس فعل کا اعادہ نہ کیا تو نماز اصلاً نہ ہو گی کہ اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہُوا اور نماز باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

وتكون المتابعة فرضا بمعنى ان يأتي بالفرض مع امامه او بعده كما لو ركع امامه فركع معه مقارنا او معاقبا وشاركه فيه او بعد ما رفع منه فلو لم يركع اصلا او ركع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه او بعده بطلت صلاته والحاصل ان المتابعة في ذاتها ثلثة انواع مقارنة لفعل الامام مثل ان يقارن احرامه لاحرام امامه وركوعه

اور متابعتِ امام اس معنی میں فرض ہے کہ مقتدی فرض کو بجا لائے خواہ امام کے ساتھ یا اس کے بعد مثلاً امام نے رکوع کیا تو مقتدی اس کے ساتھ ہی رکوع کرے یا بعد میں کرے مگر اس کے ساتھ شریک ہو جائے اور یا اس کے سر اٹھانے کے بعد کرے، پس اگر مقتدی نے بالکل رکوع ہی نہ کیا یا رکوع کیا مگر امام کے رکوع جانے سے پہلے سر اٹھا لیا اور امام کے ساتھ دوبارہ شامل نہ ہُوا یا اس نے امام کے بعد رکوع نہ کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ الحاصل متابعتِ امام تین طرح کی ہے فعلِ امام سے مقارنت، مثلاً امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ تکبیر تحریمہ، اس کے رکوع

marfat.com

لركوعه وسلامه لسلامه ويدخل فيها مالو ركع قبل امامه ودام حتى ادركه امامه فيه، ومعاقبة لابتداء فعل امامه مع المشاركة فى باقيه، ومتراخية عنه فمطلق المتابعة الشامل لهذه الانواع الثلثة يكون فرضا فى الفرض و واجبا فى الواجب وسنة فى السنة عند عدم المعارض او عدم لزوم المخالفة كما قدمناه والمتابعة المقيدة بعدم التاخير والتراخى الشاملة للمقارنة والمعاقبة لاتكون فرضا بل تكون واجبة فى الواجب وسنة فى السنة عند عدم المعارض وعدم لزوم المخالفة ايضا والمتابعة المقارنة بلا تعقيب ولا تراخ سنة عنده لا عندهما[1] الى اٰخر ما افادوا جاد عليه رحمة الملك الجواد۔

اقول وفى التقسيم الذى ذكر المولى المحقق الفاضل والذى ابداه هذا العبد الظلوم الجاهل نوع تفنن ومآل الاقسام واحد فهو رحمه الله تعالٰى جعلها ثلثا مقارنة ومعاقبة ومتراخية وادخل المتقدمة التى اٰلت الى المشاركة فى المقارنة والعبد الضعيف قسم هكذا متصلة ومنفصلة ومتقدمة وادخل

کے ساتھ رکوع اور سلام کے ساتھ سلام، اس میں یہ صورت بھی شامل ہو جائے گی کہ جب امام سے پہلے رکوع کیا مگر طویل کیا حتی کہ امام نے اس کو رکوع میں پالیا اور فعلِ امام کی ابتداء سے معاقبت ہو اور آخر تک شرکت رہے اور امام سے متاخر ہو، عدمِ معارض اور عدمِ لزومِ مخالفت کے وقت مطلق متابعت جو ان تینوں اقسام کو شامل ہے، فرض میں فرض، واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور متابعت بلاتاخیر و تراخی جو مقارنت اور متابعت کو شامل ہے فرض نہیں بلکہ واجب میں واجب اور سنت میں سنت ہوگی جبکہ معارض نہ ہو اور لزومِ مخالفت بھی نہ ہو۔ اور متابعت بمعنی مقارنت بلا تعقیب و تراخی امام کے نزدیک سنّت ہے صاحبین کے نزدیک نہیں، آخر کلام تک جو نہایت ہی مفید اور عمدہ ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) فاضل محقق کی تقسیم اور اس عبدِ ضعیف اور ظلوم و جہول کی تقسیم میں صرف تفنن ہے کہ تمام اقسام کا مآل واحد ہے، فاضل رحمہ اللہ تعالٰی نے متابعت کی تین اقسام مقارنت، معاقبت اور متراخی کر کے متقدمہ کو جو مشارکت کی طرف راجع تھی مقارنت میں داخل کر دیا۔ عبدِ ضعیف نے تقسیم یوں کی ہے متصلہ، منفصلہ، متقدمہ۔ اور متراخیہ اور معاقبہ کو منفصلہ میں داخل کیا، اور

---

[1] رد المحتار باب صفۃ الصلاۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

marfat.com

المتراخية والمعاقبة فی المنفصلة وجعل المتقدمة قسما بحیالها وذلک لانی رأیت المتقدمة تباین المقارنة لانها مفاعلة من الطرفین فکما ان تاخر المقتدی یخرجه عن القران حتی جعل المعاقبة قسیما للمقارنة فکذلک تقدمه وایضا رأیت احکام المتابعة المجزئة ثلثة سنّة وکراهة الالضرورة وکراهة شدیدة مطلقا فاجبت ان تنفی زالاقسام بحسب الاحکام بخلاف ماصنع هو رحمه الله تعالٰی فان المقارنة علی ما افاد تشتمل اکمل مطلوب واشنع مهروب اعنی المتصلة والمتقدمة کما سمعت وعلی کل فالحاصل واحد والحمد لله۔

متقدمہ کو ایک مستقل قسم بنا دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے متقدمہ کو مقارنہ کے متبائن پایا کیونکہ یہ جانبین سے ہے، پس جیسا کہ مقتدی کا موخر ہونا اسے مقارنت سے خارج کر دیتا ہے اسی لئے معاقبہ کو مقارنہ کے مقابل قرار دیا گیا ہے اسی طرح مقتدی کا تقدم بھی اس کو مقارنت سے خارج کر دیتا ہے نیز جب متابعت کی قسموں کے کل احکام میں نے تین پائے سنّت، کراہت (جب بلا ضرورت ہو)، مطلق کراہت شدیدہ، تو میں نے احکام کی تعداد کے مطابق اقسام کی تعداد کو پسند کیا۔ اور فاضل محقق کی تقسیم میں ایسا نہیں ہے، کیونکہ ان کی مقارنت والی قسم (دو متضاد صورتوں) جن میں سے ایک انتہائی کامل مطلوب ہے اور دوسری انتہائی ناپسندیدہ، یعنی متصلہ اور متقدمہ پر مشتمل ہے جیسا کہ تو معلوم کر چکا ہے بہرصورت حاصل ایک ہے، الحمد للہ۔

اسی میں ہے:

قال فی شرح المنیة متابعة الامام من غیر تاخیر واجبة فان عارضها واجب یأتی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم[1] اھ ملخصا۔

شرح المنیہ میں فرمایا ہے متابعتِ امام بغیر کسی تاخیر کے واجب ہے اگر کسی واجب کا متابعت کے ساتھ تعارض ہو جائے تو اسے بجا لائے پھر متابعت کرے مثلاً مقتدی کے تشہد مکمل کرنے سے پہلے امام نے قیام کر لیا تو مقتدی تشہد مکمل کر کے قیام کرے اھ تلخیصاً (ت)

درمختار میں ہے:

لو رفع الامام رأسه من الرکوع او

اگر امام نے رکوع یا سجود سے سر اٹھا لیا حالانکہ

[1] رد المحتار باب صفة الصلوٰة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۷

marfat.com

السجود قبل ان يتم الماموم التسبيحات الثلث وجب متابعته بخلاف سلامه او قيامه لثالثة قبل تمام الموتم التشهد فانه لايتابعه بل يتمه لوجوبه[1]

مقتدی نے تین تین تسبیحات نہیں کہی تھیں تو مقتدی پر امام کی متابعت لازم ہے بخلاف مقتدی کے تشہد مکمل نہ کرنے کی صورت میں جب امام سلام پھیرے یا تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو جائے تو اب مقتدی متابعت نہ کرے کیونکہ تشہد واجب ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله فانه لايتابعه الخ ای ولو خاف ان تفوته الركعة الثالثة مع الامام كما صرح به فی الظهيرية[2]۔

قولہ فانہ لایتابعہ الخ یعنی اگرچہ اسے یہ خوف ہو کہ امام کے ساتھ تیسری رکعت فوت ہو جائیگی، جیسا کہ ظہیریہ میں اس پر تصریح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

سجود السهو يجب علی مقتد بسهو امامه لا بسهوه اصلا[3] (ملخصاً)

امام کے بھول جانے کی وجہ سے مقتدی پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے مگر مقتدی کے بھولنے کی وجہ سے سجدہ لازم نہیں ہوتا نہ مقتدی پر نہ امام پر (ملخصاً) (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال فی النهر ثم مقتضی کلامهم انه يعيدها لثبوت الكراهة مع تعذر الجابر[4] اه قلت فاذا كان هذا فی السهو فالعمد اولی بالاعادة مع تصريحهم بانها هی سبيل كل صلاة اديت مع كراهة التحريم والله تعالٰی اعلم۔

نہر میں ہے کہ کلامِ فقہاء کا تقاضا ہے کہ مقتدی نماز کو ثبوتِ کراہت کی وجہ سے لوٹائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ (امام کی متابعت کی وجہ سے) نقصان پُورا نہیں ہو سکتا اھ قلت جب یہ صورت سہو میں ہے تو عمد میں بطریقِ اولٰی اعادہ ہوگا اور اس پر تو فقہاء کی تصریح ہے کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی سے ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] الدرالمختار فصل اذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ کبر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵
[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۶
[3] الدرالمختار باب سجود السہو " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۲
[4] ردالمحتار " " " " مصطفی البابی مصر ۱/۵۴۹

marfat.com

مسئلہ ۹۶۶ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولانا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پڑھی مقتدی کے منہ سے عادۃً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں؟

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امتثال امر الٰہی، لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ ۹۶۷ ۔ ۹۶۸ از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مرسلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۹ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عمرو اسی مسجد کا مؤذن۔ مہتمان مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے، محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سہواً یا عمداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سہواً یا عمداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سہواً یا عمداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اس کو حالتِ قراءت میں کرنی چاہئے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہئے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اُس کے لئے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں؟

(۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سماعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لئے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت واذن دوسرا شخص امام کو فتح نہ کرسکے۔ کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن و اولٰی یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوخ اور تمکنت اور اعلٰی شخصیت کی وجہ سے حکماً بند کردینا یعنی درصورت خلاف ورزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوا دینا یا آئندہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً و اخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو اُنھیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کرچکا ہو، بینوا توجروا۔

marfat.com

الجواب

امام جب ایسی غلطی کرے جو موجبِ فسادِ نماز ہو تو اس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے اُن میں سے جو بتا دے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہو جائے گی،

وذلك لان الغلط لما كان مفسدا كان السكوت عن اصلاحه ابطالا للصلاة وھو حرام بقوله تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم[1]

وجہ یہ ہے کہ غلطی جب مفسد ہو تو اس کی اصلاح کرنے پر خاموشی نماز کے بطلان کا سبب ہے اور اللہ تعالٰی کے اس ارشاد مبارک کی وجہ سے حرام ہے کہ "تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو"۔ (ت)

اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتائے سے امام کا اپنی غلطیا دیر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے،

وذلك لان الاصلاح ھھنا فرض و مالا یتم الفرض الا به فهو فرض اقول ونظیرہ ان الشهادة فرض كفاية فان علم الشاهد انه اسرع قبولا عند القاضي وجب عليه الاداء عينا وان كان هناك من تقبل شهادته[2] كما في الخانية والفتح والوهبانية والبحر والدر وغيرها۔

اس لئے کہ یہاں اصلاح فرض ہے اور ہر وہ چیز جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو وہ فرض ہوتی ہے **اقول** اس کی نظیر گواہی ہے جو فرض کفایہ ہے اگر کوئی گواہ جانتا ہے کہ اس کی گواہی قاضی کے ہاں زیادہ مقبول ہے تو اس پر ادائیگی شہادت لازم ہے اگرچہ وہاں ایسے گواہ ہوں جن کی گواہی قبول کی جاسکتی ہو خانیہ، فتح، وہبانیہ، بحر اور درّ وغیرہ۔ (ت)

اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر

---

[1] القرآن ۴۷/۳۳

[2] بحر الرائق کتاب الشہادات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۵۷-۵۸

marfat.com

واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے،

فان قیل له مصلح اٰخر وهو سجود السهو فلا یجب الفتح عینا قلت بلی فان ترك الواجب معصیة وان لم یاثم بالسهو و دفع المعصیة واجب ولا یجوز التقریر علیها بناء علی جابریجرها کما لا یخفی۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں اصلاح کی دوسری صورت، بصورتِ سجدہ سہو موجود ہے تو یہاں لقمہ دینا واجب نہ ہوگا، قلت کیوں نہیں، کیونکہ ترکِ واجب گناہ ہے اگرچہ امام سہو سے گناہگار نہیں ہوتا، اور گناہ سے بچنا ضروری ہے تو معصیت پر اثبات اس لئے کہ کسی دوسرے سے اس کا ازالہ کرلیا جائے گا جائز نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

اور اگر اس غلطی میں نہ فسادِ نماز ہے نہ ترک واجب، جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے هو الصحیح[1] کما نص علیه فی الدر وغیره من الاسفار الغر (یہی صحیح ہے جیسا کہ اس پر درّ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب اقول مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کرکے خود متنبہ ہُوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لئے رُکا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر رُکے گا نماز میں کراہتِ تحریم آئے گی اور سجدۂ سہو واجب ہوگا،

فی الدر المختار اذا شغله الشك فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشك بقراءة وجب علیه سجود السهو[2]۔

درمختار میں ہے جب کوئی شک میں پڑجائے اور وہ ایک رکن کی ادائیگی کے مقدار غور کرتا رہے اور حالتِ شک میں قرأت میں مشغول نہ ہُوا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا (ت)

تو اس صورت میں جب اُسے رُکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے، دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور، اس سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رُکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے،

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰة ومایکره فیها مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۰

[2] درمختار باب سجود السهو " " " " ۱/۱۰۳

marfat.com

وذٰلک لانہ اذن یکون صیانتہ عن البطلان وھی فریضۃ غیران وقوعہ مظنون للعادۃ لامقطوع بہ فینزل فیما یظھر الی الوجوب۔

وجہ یہ ہے کہ اس وقت اس کا بطلان سے بچانا ہے جو کہ فریضہ ہے لیکن عادت کی بنا پر اس کا وقوع صرف ظنی ہے قطعی نہیں ہے تو موجودہ صورت میں یہ فرض سے مرتبہ وجوب پر آجائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے :

نص القاضی فی شرح الجامع الصغیر علی انہ الاصح وعللہ ھو وغیرہ بانہ لولم یفتح بما یجری لسانہ مایکون مفسدا[1] اھ **اقول** ولایرد علیہ مافی الحلیۃ انہ کما یکرہ للامام الجاء القوم الی الفتح علیہ، یکرہ للمقتدی ان یفتح علیہ من ساعتہ، قال فی الذخیرۃ لانہ ربما یتذکر الامام من ساعتہ فتکون قراءتہ خلفہ قراءۃ من غیرحاجۃ[2] اھ فان ھذا حیث لم یخش الفساد امااذا خشی کما ذکرنا فحاجۃ وای حاجۃ۔

قاضی نے شرح جامع صغیر میں اس کے اصح ہونے کی تصریح کی انھوں نے اور دیگر علماء نے علت یہ بیان کی ہے کہ اگر وُہ لقمہ نہیں دیتا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے الفاظ جاری ہوجاتے ہیں جو نماز کے لئے مفسد ہوتے ہیں **اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں وُہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا جو حلیہ میں ہے کہ جس طرح امام کا قوم کو لقمہ پر مجبور کرنا مکروہ ہے اسی طرح مقتدی کا فی الفور امام کو لقمہ دینا بھی مکروہ ہے۔ ذخیرہ میں ہے اس لئے کہ بعض اوقات امام کو اسی وقت یاد پڑتا ہے تو امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت بغیر حاجت کے ہوگی اھ لیکن یہ وہاں ہے کہ جہاں فساد کا خوف نہ ہو، اگر وہاں فساد کا خوف ہو جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے تو اب لقمہ کی حاجت ہوگی اور وُہ کوئی بھی ہوسکتی ہے۔ (ت)

اقول اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں ختم قرآنِ عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہئے جبکہ امام سے نہ نکلے یا وُہ آگے رواں ہوجائے اگرچہ اُس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتابِ عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پُورا نہ ہوگا، یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے مگر اولٰی ابھی بتانا ہے کہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] " " " "

marfat.com

حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو۔ خانیہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے:

اذا غلط فی القراءة فی التراویح فترك سورة او اٰیة وقرأ ما بعدها فالمستحب له ان یقرء المتروکة ثم المقروءة لیکون علی الترتیب[1]۔

جب تراویح میں قرأت میں غلطی ہو جائے سورت یا آیت چھوڑ دی اور اس کے بعد والی پڑھ لی تو مستحب یہ ہے کہ پہلے متروکہ پڑھے پھر تلاوت کردہ تاکہ ترتیب درست ہو جائے (ت)

اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں، ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال امرنا النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان نرد علی الامام[2]۔

ہم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اس کی غلطی رد کریں۔

ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابوعبدالرحمٰن سے روایت کی:

قال قال علی کرم اللہ تعالٰی وجهه من السنة ان تفتح علی الامام اذا استطعمك قیل لابی عبد الرحمٰن ما استطعام الامام قال اذا سکت[3]۔

فرمایا: امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، ابوعبدالرحمان سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا، کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ ہو جائے۔

کتب مذہب میں عموماً یجوز فتحه علی امامه فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علمائے نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے۔ بحرالرائق وغیرہ میں ہے:

لانه تعلق به اصلاح صلاته لانه لولم یفتح ربما یجری علی لسانه ما یکون مفسدا ولاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه اذا استطعمکم الامام فاطعموه

کیونکہ اس کے ساتھ اصلاحِ نماز کا تعلق ہے کیونکہ اگر لقمہ نہ دیا تو بعض اوقات امام کی زبان پر ایسے کلمات جاری ہو جاتے ہیں جو مفسدِ نماز ہیں، اور حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کا اطلاق بھی

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸
[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ " دار الفکر بیروت ۱/۲۷۰
[3] " " " " " " " "

marfat.com

واستطعامه سکوته ولهذا لو فتح علی امامه بعد ما انتقل الی اٰیۃ اخری لاتفسد صلاتہ وھو قول عامۃ المشائخ لاطلاق المرخص[1] اھ مختصرا۔

یہی تقاضا کرتا ہے جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اسے لقمہ دو، امام کا قرأت سے سکوت کرنا لقمہ طلب کرنا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اگر امام نے دوسری آیت کی طرف انتقال کرلیا پھر لقمہ دیا گیا تو نماز فاسد نہ ہو گی، اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے کیونکہ اجازت مرحمت فرمانے والی نصوص میں اطلاق ہے اھ اختصاراً (ت)

حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیز دار بچّہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے: وفتح المراھق کالبالغ[2] (تمیز دار بچّے کا لقمہ دینا بالغ کے لقمہ کے حکم میں ہے۔ ت) قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہوسکتا ہے اور اس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذ اللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ولا تعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین[3]۔

زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو۔

اور فرماتا ہے:

ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ[4]۔

اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نامِ خدا لینے سے روکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ[5] رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن

جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں

---

[1] بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۶
[2] فتاوٰی ہندیہ " فیہا " " " " " " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۹۹
[3] القرآن ۲/ ۱۹۰
[4] " ۲/ ۱۱۴
[5] الترغیب والترہیب من تخطی الرقاب یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۴
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب فیمن تخطی رقاب الناس الخ دار الکتاب بیروت ۲/ ۱۷۹

marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن روایت کیا۔ (ت)

اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون ٥ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون[1]

اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔

اس بیان سے جملہ مدارج سوال کا جواب منکشف ہوگیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاراً، جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصاً اس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم و کلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتانے میں نہ اصلاح نہ ضرورت. تو اصل پر رہنا چاہئے تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطے کو لے گا عام ازیں کہ امام نے غلط پڑھا ہو یا صحیح، تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اس سے تعلّم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی، لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب ہے، بحرالرائق میں ہے:

القیاس فسادھا بہ وانما ترک للحاجۃ فعند عدمھا یبقی الامر علی اصل القیاس[2] اھ مختصرا۔

قیاس کے مطابق نماز اس کے ساتھ فاسد ہوجائے گی البتہ حاجت کی بنا پر قیاس متروک ہے جب حاجت نہیں تو معاملہ اصل قیاس کے مطابق ہی ہوگا اھ اختصاراً (ت)

اور اگر سہواً غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقضیۂ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے **اقول** مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اسے لے لیتا یا اس کے امتثال کے لئے اوپر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص (دین میں تنگی کا مدفوع ہونا نص سے ثابت ہے۔ ت) بہرحال یہ حکم قابلِ غور و محتاج تحریر تام ہے تو اندیشۂ فساد سے تحفظ

---

[1] القرآن ۶۱/ ۳

[2] بحرالرائق باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۷

marfat.com

کے لئے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً مبادرت چاہئے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶۹ از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاء الدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کرتا ہے اور امام اس ششں و پنج میں پڑجاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرضکہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہو کر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے، چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے، علاوہ ازیں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہے پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور رٹنے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے، ان امور پر لحاظ فرماکر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفّاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دُہرائی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دُہرائی جائے؟ ایسی صورتوں میں ان حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورتیں میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو، بولنے کی اجازت بھی دے دی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کماحقہ آگاہی ہوجائے گی اور ایسے مواقع میں شبہۃً نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فسادِ نماز کا ہے بیّنوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا:

(۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے، ردالمحتار میں ہے:

یکرہ ان یفتح من ساعتہ[1] (فی الفور لقمہ دینا مکروہ ہے۔ ت) ہاں اگر وہ غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسدِ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان کا حق ہے کہ بتائے کہ اس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسدِ معنی نہیں تو بتانا کچھ

[1] ردالمحتار مطلب المواضع التی لایجب فیہا رد السلام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۲۳

marfat.com

ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف یسقط بلا یحاش کما فی الفتاوٰی العلمگیریۃ وغیرھا (وحشت پیدا کرنے والا امر بالمعروف ساقط ہوجاتا ہے جیسا کہ فتاوٰی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہوجاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فساد نماز ہوگا۔

(۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں،

بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا[1] لوگوں کو خوشخبریاں سناؤ نفرت نہ دلاؤ، آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو۔ (ت)

اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اس فعل میں داخل ہے لا تسمعوا لھذا القراٰن والغوا فیہ[2] (اس قرآن کو نہ سنو اس میں شور ڈالو۔ ت)

(۳) اپنا حفظ جتانے کے لئے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریاء ہے اور ریاء حرام ہے خصوصاً نماز میں۔

(۴) جبکہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو تو محض شبہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب، بعد سلام تحقیق کرلیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیلِ ختم کے لئے حافظ اُتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسدِ نماز، مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اُسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک واقع ہوا اور محرّم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی۔ تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا۔

(۵) غلطی کا مفسدِ معنی ہونا مبنائے افسادِ نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے، ہندوستان میں جو علماء گنے جاتے ہیں اُن میں چند ہی ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ وہ افساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوٰی کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا۔ صورتِ فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہ ہو تو بتانا سخت ناجائز، اور جو ریاء و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب۔

---

[1] صحیح البخاری باب ما کان علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

[2] القرآن ۴۱/ ۲۶

marfat.com

درمختار میں ہے: ویمنع کل موذ ولو بلسانہ[1] (ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان سے ایذا دے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷۰ از جلال پور ڈاک خانہ خداگنج ضلع شاہجہاں پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

ذات فیض سمات قبلہ ارباب علم وکعبہ اصحاب حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے، بعد سلام نیاز وشوق قدم بوسی کے عرض پرداز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بموجب شرع شریف وحدیث نبوی کے ہے کہ اس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک، ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے، وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قرأت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام لکھنؤ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قرأت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا معاً انھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کرکے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے، میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا کیا ثبوت۔ علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسری نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اس کی بابت بواپسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قرأت میں غلطی کرے تو اسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل، اور اس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں، ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحٰن اللہ کہنے کی دیر چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷۱ از بنگلور ڈاکخانہ گجادھر گنج لائن مین اسٹیشن بکسر مسئولہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۴

marfat.com

دینا چاہیے یا نہیں؛ اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدۂ سہو جائز ہے یا نہیں؛ بیّنوا توجروا

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز، بلکہ اگر اس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو گی تو لقمہ دینا فرض ہے، نہ دے گا اور اس کی تصحیح نہ ہو گی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدۂ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

marfat.com

باب مکروہات الصّلٰوۃ

(مکروہاتِ نماز کا بیان)

مسئلہ ۹۷۲ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ دکان ۶ نمبر ۳ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستونوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گرہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

امام کا دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ما روی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ۔[1]

معراج الدرایۃ کے باب الامامت میں ہے کہ اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: میں امام کا دوستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کی ایک جانب یا ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ جانتا ہوں کیونکہ یہ اُمتِ محمدیہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ۔ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا ام الرجل القوم فلایقم فی مکان ارفع من مقامھم او نحو ذٰلک[1]

یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اُونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو۔

ابوداؤد وابن حبان وحاکم حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

وھذا لفظ الحاکم فی مستدرکہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوق و یبقی الناس خلفہ[2]

حاکم کی اپنی مستدرک میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی نیچے رہیں،

پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی و پستی کو کسی مقدار معیّن مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام وقوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعثِ کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحبِ فتح القدیر وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد، تو اسی پر فتوٰی اور اسی پر اعتماد، ولہذا منیہ ونقایہ وجامع الرموز وغیرہا میں حکمِ کراہت کو مطلق رکھا۔ درمختار میں ہے:

کرہ انفراد الامام علی الدکان للنھی و قدر الارتفاع بذراع ولاباس بما دونہ وقیل مایقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ[3]

امام کا اونچی جگہ تنہا کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس پر نہی وارد ہے اور اونچائی کی مقدار ایک ذراع ہے اس سے کم ہو تو کوئی حرج نہیں، بعض کی رائے میں اتنی اونچائی مکروہ ہے جس سے امتیاز پیدا ہو، یہی مختار ہے کمال وغیرہ نے اسے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب الامام یقوم مکانا ارفع من مکان القوم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۸

[2] المستدرک علی الصحیحین نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام الخ المطبوعات الاسلامیہ بیروت ۱/۲۱۰

[3] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۲

marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

قوله وقيل الخ هو ظاهر الرواية كما في البدائع ثم قال في البحر والحاصل ان التصحيح قد اختلف والاولى العمل بظاهر الرواية واطلاق الحديث[1] اه و كذا رجحه في الحلية۔

قولہ وقیل الخ یہی ظاہر روایت ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ بحر میں کہا ہے الغرض تصحیح میں اختلاف ہے لیکن ظاہر روایت اور اطلاق حدیث پر عمل بہتر ہے اھ حلیہ میں اسی کو ترجیح ہے۔ (ت)

امام ملک العلماء ابوبکر بدائع میں فرماتے ہیں:

الصحيح جواب ظاهر الرواية لما روى ان حذيفة بن اليمان رضى الله تعالى عنهما قام بالمدائن يصلى بالناس على دكان فجذبه سلمان الفارسى رضى الله تعالى عنه ثم قال ما الذى اصابك اطال العهد ام نسيت اما سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول لايقوم الامام على مكان انشز مما عليه اصحابه وفى رواية اما علمت ان اصحابك يكرهون ذلك فقال تذكرت حين جذبتنى[2]۔

ظاہر الروایہ کا جواب صحیح ہے کیونکہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں مروی ہے کہ وہ مدائن میں نماز پڑھانے کے لئے اونچی جگہ کھڑے ہوتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں نیچے کھینچا اور فرمایا کیا ہوگیا کیا وقت زیادہ گزر گیا ہے یا آپ بھول گئے؟ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ امام ایسی جگہ کھڑا نہ ہو جہاں وہ اپنے ساتھیوں سے جُدا ہو جائے۔ دوسری روایت کے الفاظ میں ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھی اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا مجھے اس وقت یہ بات یاد آگئی جب تم نے مجھے کھینچا۔ (ت)

منیہ میں ہے:

يكره ان يقوم ينفرد فى مكان اعلى

یہ مکروہ ہے کہ امام اکیلا ایسی جگہ کھڑا ہو کہ قوم

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] بدائع الصنائع فصل واما بیان مایستحب فیہا و مایکرہ " " " " ۱/۲۱۶

marfat.com

من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معہ[1] | سے بلند ہو جبکہ اس کے ساتھ کچھ لوگ بھی نہ ہوں۔ (ت)

نقایہ کے مکروہات الصلاۃ میں ہے، وتخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت)

شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے:

(تخصیص الامام) ای انفرادہ (بمکان) اما بان یکون مقامہ اعلی او اسفل من مکان القوم[2] الخ ویأتی تمامہ۔ | (تخصیص امام سے مراد) اس کا الگ ہونا ہے (بمکان) یا تو اس کا مقام قوم سے اوپر ہو گا یا نیچے ہو گا الخ اس کی تفصیل آرہی ہے (ت)

ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتیا (جب فتوٰی میں اختلاف ہوت) ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے، بحر الرائق میں ہے:

اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا[3] | جب تصحیحِ اقوال میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش اور اس کی طرف رجوع واجب ہوتا ہے (ت)

اور علماء فرماتے ہیں جب روایت و درایت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں۔ علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا:

لا یعدل عن الدرایۃ ما وافقتہا روایۃ[4] | اس درایت سے اعراض نہیں کیا جائے گا جو روایت کے موافق ہو۔ (ت)

یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایۃ اور اسی کے مطابق دلیل و روایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنی ما بہ الامتیاز (جس سے کم از کم امتیاز پیدا ہو جائے۔ (ت) بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص (کیونکہ اس کے اعتبار کرنے میں حرج و تنگی ہے اور تنگی نصوص کی وجہ سے مدفوع ہے۔ ت) یونہی اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں

---

[1] منیۃ المصلی بحث یکرہ ان یصلی علی بساط فیہ تصاویر مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۶۶
[2] جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوٰۃ ؍ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۴
[3] بحر الرائق باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا ؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۶
[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ ؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

marfat.com

كما قدمنا عن المنية وغيرها وقال في الدر المختار لم يكره لوكان معه بعض القوم في الاصح[1] اھ۔ اقول وربما يشير اليه ما في حديث الحاكم ويبقى الناس خلفه فافهم۔

جیسا کہ ہم نے منیہ وغیرہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور درمختار میں فرمایا ہے کہ اصح قول کے مطابق اگر امام کے ساتھ کچھ لوگ ہوں تو کراہت نہ ہوگی اھ اقول اس کی طرف حدیث حاکم کے یہ الفاظ اشارہ کرتے ہیں" اور لوگ اس کے پیچھے ہوں" اس کو سمجھ۔ (ت)

اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی قطعاً ممتاز و باعثِ امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہِ اولیں فوراً تفاوت بیّن جان لے گا تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہہ نہیں بلکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لئے تخصیص مکانی کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان مسقف میں ہو اور مقتدی صحن میں، شرح نقایہ میں بعد عبارتِ مذکورہ ہے:

واما ان يكون في صُفّة، وهم في وسط الدار مثلا كما في الجوهر، واما ان يقوموا في المسجد والامام في طاق يتخذ في المحراب[2]۔

امام چھت میں ہو اور لوگ صحن کے درمیان، جیسا کہ جواہر میں ہے یا لوگ مسجد میں ہوں اور امام طاق میں ہو جو محراب میں بنایا گیا ہو۔ (ت)

یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعتِ مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا، علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

يدخل في تخصيص الامام بمكان قيامه في الطاق اي المحراب بحيث يكون قدماه فيه والتقدم على القوم وان كان تخصيصا له بمكان لكنه مستثنى شرعا[3]۔

امام کے لئے تخصیص مکان میں یہ صورت بھی شامل ہے جب وہ طاق یعنی محراب میں اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے قدم محراب کے اندر ہوں، امام کا قوم سے مقدم ہونا بھی اگرچہ تخصیص مکان میں شامل ہے مگر اس کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ (ت)

جب ایسے فرق کو بھی تخصیصِ مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے جس میں فی نفسہ اصلاً

---

[1] درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۲

[2] جامع الرموز فصل " " " " " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۴

[3] البرجندی شرح مختصر الوقایۃ فصل ما یکرہ فی الصلوٰۃ " مطبع منشی نولکشور لکھنؤ بھارت ۱/ ۱۳۰

marfat.com

کوئی فرق و امتیاز نہیں تو مثلاً کرسی، مکان یا چبوترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو یدرجۂ اولٰی تخصیص مکانی باعثِ کراہت ہوگی کہ یہاں نفسِ مکان میں تفرقہ وتفاوت موجود اور دالان وصحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں، ارشادِ امام علام صدرالشریعۃ قدس سرہٗ وتخصیص الامام بمکان (امام کا جگہ مخصوص کرنا۔ ت) میں داخل ہیں جزاہ اللہ خیر جزاء کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرمالیا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کردیا فالحمد للہ رب العٰلمین پس ثابت ہُوا کہ جہاں دالانِ مسجد کی کرسی صحنِ مسجد سے بلندیِ ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوامِ ہند میں مشاہد ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا:

اوّلاً یہی بین الساریتین قیام امام،

ثانیاً مقتدیوں پر بلندیِ ممتاز،

ثالثاً اُس کا زیرِ سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا۔

هکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وھو سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

یہی تحقیق مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے وہ پاک وبلند زیادہ جاننے والا اور اس کا علم اجل واعلٰی ہے۔ (ت)

مسئلہ ۹۶۳ تا ۹۶۴ از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد ظہور محمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پائچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھالیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے؟ کس درجہ کی وہ نماز ہوگی؟ زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہُوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہُوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلا دیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے۔

(۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی، اگر نہ پھیرے گا گنہگار رہے گا، درمختار، حلیہ وغیرہ۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

marfat.com

مسئلہ ۹۷۵ تا ۹۷۶: از بریلی مدرسہ منظرِ اسلام مسئولہ احسان علی مظفر پوری طالبعلم بتاریخ ۱۴ شوال ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :
(۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گرجائے تو اٹھانا چاہئے یا نہیں ؟
(۲) امام قرات یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کرسکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کر رہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

(۱) اٹھالینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذلل وانکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اٹھانا افضل ۔ درمختار میں ہے :

سقطت قلنسوتہ فاعادتھا افضل الا اذا احتاجت لتکویر او عمل کثیر[1]

نمازی کی ٹوپی گرجائے تو اس کا اٹھانا افضل ہے مگر اس صورت میں کہ جب باندھنے کی حاجت ہو یا عملِ کثیر لازم آرہا ہو ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الظاھر ان افضلیۃ اعادتھا حیث لم یقصد بترکھا التذلل[2]

ظاہر یہی ہے کہ اس کا اٹھانا تب افضل ہے جب اس کے ترک میں تذلل کا ارادہ نہ ہو ۔ (ت)

(۲) اگر کسی خاص شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ یخشی علیہ امر عظیم یعنی اس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اس نے غیر خدا کے لئے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اس صورت میں واضح ہے کہ یہ اُس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اُس کا کوئی تعلق خاص اُس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑجائے گا تو بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اُس کے لئے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱
[2] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ " مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۴

marfat.com

قدرِ مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقل حاضرینِ نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز، المسألة دوارة فی الکتب وبسطها الشامی من صفة الصلٰوة وما قلته عطر التحقیق (یہ مسئلہ کتبِ فقہ میں تحریر ہے، شامی نے اسے صفتِ صلوٰۃ میں تفصیلاً بیان کیا اور جو کچھ میں نے بیان کردیا ہے یہ تحقیق کا عطر و نچوڑ ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۷۷ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کرو آستین اُتار لیا کرو، جواب دیا کہ کس کا قول ہے، کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، صحیحین کی حدیث ہے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی ہیں، اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۷۸ از بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لائے تو اس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اس سے نماز مکروہِ تحریمی۔ جُوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لئے ضرور ہے، حدیث میں صاف نھی الرجل[۱] ہے، عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کفِ شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جُوڑے میں کیا حرج ہے، مرد کے لئے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اُس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاة وغیرہ (جیسا کہ مرقات وغیرہ میں ہے۔ت) اور عورت ہرگز اس کے مامور نہیں، لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا: ھو مختص بالرجال دون النساء (یہ مردوں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ عورتوں کے لئے۔ت) وھو تعالٰی اعلم

---

[۱] المعجم الکبیر حدیث ۵۱۳ مروی عن ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/ ۲۵۲
مسند احمد بن حنبل حدیث ابی رافع رضی اللہ عنہ ” دارالفکر بیروت ۶/ ۸
ف: حدیث کے الفاظ یوں ہیں: نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی الرجل و رأسه معقوص۔ نذیر احمد

marfat.com

مسئلہ ۹۷۹: از موضع مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پہ چادر اوڑھے ہوئے تھا اور چادر بدن پہ قائم رہی مگر سر پہ اُتر کر کندھے پر گر گئی تھی، میں نے یہ مسئلہ سُنا بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کر کے سر پہ رکھ لینی چاہئے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بہتر چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے دوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا ویسا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آ کر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر اوڑھتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے میں سر پہ سے اوڑھنی چاہئے اگر سر پہ گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہئے انھوں نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پہ رکھے گا نماز نہیں ہوگی، اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ابونعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاینظر اللہ الی قوم لایجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلوٰۃ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی اُس قوم کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۸۰: از سرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پہ رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہو گیا، اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے، اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہئے نہ کہ رومال، حدیث میں ہے:

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۷۷۰۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۴۶

marfat.com

فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس[1] ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۱ از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھنے میں کچھ شیطانی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دُور کیا اور نماز تمام کی اب اس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا مذی نکلی ہے ایک ذرا سا یہ خیال اس کو تھا لیکن پیشاب اس کو لگا ہے غسل کرنا ہوگا یا نہیں؟ اور اس کی نماز کیسی ہوئی؟ اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نمازیں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نمازیں پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف پڑھنا سب کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی، تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمۂ طیبہ و تسبیح و تہلیل و درود شریف وغیرہا تو حالتِ جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورتِ مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے ملا نہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی، باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہوجائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چہارم عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہِ زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اسی صورت میں ہے کہ واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائیگا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۲ از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیسے مسئولہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اُس میں نشست و برخاست

---

[1] سننِ ابو داؤد باب فی العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۸

marfat.com

پوری طور سے ہوتا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۸۳ گلوبند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۹۸۴ مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی، بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے در میں اور مقتدی باہر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

امام کا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کما فی رد المحتار عن معراج الدرایۃ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] (ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے ۔ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۸۵ جُرابیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ جبکہ اُن کے پہننے سے ٹخنے بند ہوگئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا قول غلط ہے، موزے پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۸۶ از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق، حق، حق۔ جناب مولنا! السلام علیکم، مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اُسی بزرگ صاحبِ مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کر کے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اخبار دبدبۂ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں۔ زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد باباصاحب رحمہ اللہ تعالٰی از درگاہ حضرت جناب

---

[1] ردالمحتار باب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

marfat.com

بابا صاحب رحمہ اللہ تعالٰی گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

الجواب

جناب شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صورتِ مذکورہ میں نماز جائز اور بلا کراہت جائز، اور قربِ مزار محبوبان کردگار کے باعث زیادہ مثمرِ برکات و انوار و موردِ رحمت جلیلہ غفار۔ خلاصہ و ذخیرہ ومحیط و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

واللفظ لھذین قال محمد اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج والحمام والقبر[1] (الی قولہ اعنی المحیط) ھذا کلہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع حائط او سترۃ اما اذا کان لایکرہ و یصیر الحائط فاصلا[2]۔

ان دونوں کی عبارت یہ ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ میں مسجد کے قبلہ کا بیت الخلاء، حمام اور قبر کی طرف ہونا مکروہ جانتا ہوں (محیط کے قول تک) یہ اس وقت ہے جب نمازی اور ان کے درمیان کوئی دیوار یا سُترہ نہ ہو لیکن اگر درمیان کوئی چیز ہے تو مکروہ نہیں اب دیوار ان کے درمیان فاصل ہوجائے گی۔ (ت)

سرکارِ اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علی من طیبھا وآلہ وسلم میں روضۂ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدۂ خاص روضۂ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیّت استقبالِ قبلہ کی ہے، نہ استقبالِ روضۂ اطہر کی۔ لہٰذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو، منسک متوسط اور اس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے:

(لا یستدبر القبر المقدس) ای فی صلاۃ ولا غیرھا الا لضرورۃ ملجئۃ الیہ[3]۔

(مزار اقدس کی طرف پشت نہ کرے) نماز اور غیر نماز میں البتہ جب کوئی مجبوری وضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں (ت)

نیز شرح مذکور میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۹

[2] " " " " " " " ۵/ ۳۲۰

[3] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۲

marfat.com

لا تکرہ الصلوٰۃ خلف الحجرۃ الشریفۃ الا اذا قصد التوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]

حجرہ شریف کے سامنے نماز ادا کرنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جب توجہ سے مقصود ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر شریف ہو۔ (ت)

امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح پھر علامہ قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

وھذا لفظ الاولین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح اوصلی فی مقبرۃ و قصد الاستظھار بروحہ اووصول اثر من اثار عبادتہ الیہ، لا للتعظیم لہ و التوجہ نحوہ، فلاحرج علیہ الاتری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلاۃ و السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم، ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلاتہ[2]

یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اس کی روح سے استمداد و استعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر پہنچے، نہ اس لئے کہ نماز سے اس کی تعظیم کرے یا نماز میں اس کی طرف منہ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لئے جس کا قصد کرے۔

اخیرین کے لفظ یہ ہیں:

خرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح والصلوٰۃ عند قبرہ لا لتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ

یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور ان کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا نہ اُن دو نیتوں سے بلکہ اس لئے کہ اُن کی مدد مجھے پہنچے اُن کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۲۲
[2] شرح طیبی علی مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۳۵

marfat.com

امتك الروح الطاهرة فلا حرج فی ذلك لما ورد ان قبر اسمعیل علیه الصلٰوة والسلام فی الحجر تحت میزاب وان فی الحطیم وبین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم ینہ احد عن الصلاۃ فیہ[1]۔

نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمعیل علیہ الصلٰوۃ والسلام کا مزارِ پاک حطیم میں میزاب الرحمۃ کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگِ اسود و زمزم کے درمیان ستر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام، اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا۔

شیخ محقق فرماتے ہیں، کلام الشارحین متطابق فی ذلك[2] تمام اصحابِ شرح اس بارے میں یک زبان ہیں۔

الحمدللہ ائمہ کرام کے اس اجماع واتفاق نے جانِ وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزاراتِ اولیائے کرام سے استمداد واستعانت کی ٹھہرادی، اب تو عجب نہیں کہ حضراتِ وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کا لقب بخشیں ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم پھر روضۂ مبارک کا دروازہ مبارک بند کرنے کی بھی ضرورت اُس حالت میں ہے کہ قبرِ انور نمازی کے خاص سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قبر اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالتِ قیام میں قبر پر نظر پڑے، اور اگر مزارِ مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کرلی ہو یا مزارِ مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دُور ہے کہ نمازی نیچی نظر کئے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہی نماز بلاکراہت جائز ہے۔ تاتارخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلٰوۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ[3]۔

اگر نمازی اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ آدمی نماز میں ہو اور اس کے آگے سے کسی آدمی کا گزرنا مکروہ نہ ہو تو یہاں بھی کراہت نہ ہوگی۔ (ت)

جامع مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح و ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

---

[1] لمعات التنقیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد ومواضع الصلاۃ مطبوعہ معارف علمیہ لاہور ۳/ ۵۲

[2] " " " " " " " " " "

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلٰوۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۷

marfat.com

لاتکرہ الصلوٰۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ[1]۔

قبر کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں مگر اس صورت میں جبکہ نمازی خشوع سے نماز پڑھ رہا ہو (جائے سجدہ پر نظر ہو) تو قبر پر نظر پڑے (ت)

یہ قلبِ وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلا حائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلاکراہت جائز، کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے، والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وُہ بہ نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبالِ قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیتِ عبادتِ قبر ہو تو صریح شرک و کفر مگر اس میں مزارِ مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبۂ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وُہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیمِ کعبہ کے لئے پڑھتا ہے ایسی نماز بیشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلبِ اسلام مگر اس میں کعبۂ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے، یونہی جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دُور ہے تو فاسد نیت سے ما زور ہے اور تبرک و استمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز و نیاز کا اجتماع نورٌ علیٰ نور ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۹۸۷ تا ۹۸۹ ازموضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نمازِ جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض، سنّت، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دُہرانے کے یا سجدۂ سہو کے قابل ہوجاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہوسکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہوسکتے ہیں، اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے۔

(۲) زید تمبا کو کھانے پینے کی اکثر اشیاء باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟

(۳) زید اکثر رزائی، کمبل، چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم از کم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہئے علم سیکھے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

marfat.com

یہ باتیں آجائیں گی، فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی، اور سنتِ مؤکدہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر مؤکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی، اور مستحب کے ترک سے غیر اولیٰ، فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلاً نہ ہُوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہو سکتے ہیں، اور واجب بُھول کر چھوٹا تو سجدۂ سہو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بُھول کر چھوٹا تھا مگر سجدۂ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنّت اور مستحب کے ترک میں مستحب، اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہو سکتے۔

(۲) ہاں نماز ہو جائے گی مگر بدبُو آئے تو کراہت ہے۔

(۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلّہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۹۰ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمی کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے؟ اور جب امام باوصف معلوم ہو جانے حُرمت کے لباسِ ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کی نماز میں کراہتِ تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں؟

الجواب

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لئے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اتار کر پھر پڑھنا واجب کما ھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع (جیسا کہ فقہ میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ ت) شرح مقدمۂ غزنویہ پھر فتاوٰی القرویہ میں ہے:

تکرہ الصلٰوۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلٰوۃ ففیھا اولی فان صلی فیھا صحت صلاتہ لان النھی لایختص بالصلٰوۃ[1] انتھی اقول وقولہ وعلیہ ایضا مبتن علی قولھما من حرمۃ افتراش الحریر والا فھو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی

ریشمی کپڑے میں اور اس کے اوپر نماز مکروہ ہے کیونکہ جب نماز کے علاوہ اسے پہننا حرام ہے تو نماز میں بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا، اگر ان میں نماز ادا کی تو صحیح ہوگی کیونکہ نہی نماز کے ساتھ ہی مخصوص نہیں انتہی اقول اس کا قول "ریشمی کپڑے پر بھی" صاحبین کے اس قول پر مبنی ہے کہ ریشم کا بچھونا بنانا بھی حرام ہے ورنہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک جائز

[1] فتاوٰی القرویہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالاشاعت قندھار، افغانستان ۱/۷

marfat.com

عنہ لان المحرم لبسہ لاسائر وجوہ الانتفاع کمافی ردالمحتار وغیرہ نعم تکرہ الصلاۃ علیہ وان جاز افتراشہ لان الصلوٰۃ لیست موضع الترفہ وھذہ الکراھۃ تنزیھیا۔

ہے کیونکہ ریشم کا پہننا حرام ہے باقی نفع کی صورتیں منع نہیں جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ ہاں اگرچہ اس کا بچھونا بنانا جائز ہے مگر اس پر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ نماز تعیش کا مقام نہیں اور یہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ (ت)

جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرنا تو قانونِ سلطانی میں جُرم ہو وہ خود بارگاہِ سلطانی میں اس کے حضور کھڑے ہو کر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالٰی اور پُر ظاہر کہ نمازِ امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو اُن سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ھمہ آفاق زد

(بے ادب تنہا اپنے آپ کو ہی تباہ نہیں کرتا بلکہ اس ایک کی بے ادبی تمام عالم کو برباد کردیتی ہے)

بعینہٖ یہی حکم اُن سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمربند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بُوٹا چار انگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام و ناجائز ہیں اور اُن سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو بھی حرام ہیں انھیں پہن کر اُن کی نماز بھی مکروہ تحریمی، ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۱ ازبدایوں کچہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا؟ اور ان کپڑوں سے نماز

---

[1] ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۳۵۴

marfat.com

ہوتی ہے یا نہیں؟ اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلاکسی فساد کے؟ بینوا توجروا

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام، اور انھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر پھر علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

مافعله بعض[1] ارباب الحرف بدمشق لما زینت البلدة بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسهم زی الافرنج فی رؤسهم وسائر بدنهم وجعلهم اساری فی القیود وعرض ذلك فی البلدة علی زعم انه حسن وهو والعیاذ باللّٰه کفر علی الصحیح وخطأ عظیم علی القول المرجوع[2] اعاذنا اللّٰه من الجهل المورد موارد السوء[1]۔

دمشق شہر کی خوبصورتی کے وقت بعض ارباب صنعت نے فرنگیوں سے شہر کو قبضہ میں لیتے وقت جشن مناتے ہوئے مذاق کے طور پر فرنگیوں کا لباس سر اور جسم پر پہناکر (کچھ لوگوں کو) قید میں ڈالا اور شہر میں پھرایا اور اس سے خوش ہوئے (اللہ کی پناہ) یہ صحیح قول کے مطابق کفر اور قول مرجوع پر خطأ عظیم ہے اللہ تعالٰی جہالت کے ایسے بُرے مواقع سے محفوظ رکھے۔ (ت)

عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے: تکرہ الصلاۃ مع البرنس[2] (ٹوپی والے جبّہ میں نماز مکروہ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثانی من الصنف الثانی أفات اللسان وھو نوع السخریہ ۱۲ منہ (م)

[2] ھکذا ھو بالعین فی نسختی الحدیقۃ ۱۲ منہ (م)

[1] اسے نابلسی نے مبحث اول کی قسم ثانی کی نوع ثامن میں آفاتِ زباں کی صنف ثانی کے تحت ذکر کیا ہے اور یہ مذاق کی قسم ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] میرے پاس جو حدیقہ کا نسخہ ہے اس میں یہ لفظ ع کے ساتھ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیہ النوع الثامن من الانواع الستین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فیمایکرہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ 〃 نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۶

marfat.com

مسئلہ ۹۹۲ از ملک اپر برہما چھاؤنی مثکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۶ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھاکر کُہنی سے اُوپر نماز پڑھتا ہے، کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بمع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے، درمختار میں ہے:

کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای رفعہ ولولتراب کمشمر کم اوذیل[1]۔

کپڑے کا لٹکانا اسی طرح کپڑے کا اٹھانا بھی مکروہ ہے اگرچہ کیچڑ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی آدمی آستین اور دامن اٹھالے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حرر الخیر الرملی مایفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ[2]۔

شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے۔ (ت)

حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لااکف شعرا ولا ثوبا رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما[3]۔

مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کا حکم ہے کہ بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ اس روایت کو صحاح ستّہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹۳ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ صفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کُہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے، صحاح ستّہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] الدرالمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۱
[2] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۳
[3] صحیح مسلم باب اعضاء السجود ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۳

marfat.com

وسلم فرماتے ہیں :

امرت ان اسجد علی سبعة اعضاء وان لا اکف شعرا ولا ثوبا[1]۔

مجھے سات اعضا پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا اٹھاؤں۔ (ت)

صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

امرت ان لا اکف الشعر والثیاب[2]

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بالوں اور کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔ (ت)

تمام متون مذہب میں ہے : کرہ کف ثوبہ (کپڑوں کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) فتح القدیر و بحرالرائق میں ہے :

یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ[3]۔

کپڑا اٹھانے میں آستینوں کا چڑھانا بھی داخل ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

کرہ کف ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل[4]

کپڑے کا اٹھانا اگرچہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

حرر الخیر الرملی مایفید ان الکراھة فیہ تحریمیة[5]۔

شیخ خیرالدین رملی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے (ت)

غنیہ میں ہے :

یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلٰوة بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیھا

عمل قلیل کے ساتھ نماز میں کپڑا چڑھانا مکروہ ہے بایں طور کہ پیچھے یا آگے سے سجدہ کے وقت اٹھائے یا نماز میں کپڑا اٹھائے ہوئے داخل ہونا

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۳
[2] " " " " " " " "
[3] بحرالرائق باب مایفسد الصلٰوة ومایکرہ فیھا " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۴
[4] الدرالمختار " " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱
[5] ردالمحتار مطلب مکروہات الصلٰوة " مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳

marfat.com

وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم اوالذیل[1]۔ جیساکہ نماز میں داخل ہوتے وقت اس نے آستین یا دامن چڑھایا ہوا تھا۔ (ت)

علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو۔ غنیہ میں ہے:

(و) یکرہ ایضا (ان یرفع کمہ) ای یشمرہ (الی المرفقین) وھذا قید اتفاقی فانہ لوشمر الی مادون المرفق یکرہ ایضا لانہ کف للثوب وھی منھی عنہ فی الصلاۃ لما مر وھذا اذا شمرہ خارج الصلوٰۃ وشرع فی الصلوٰۃ وھو کذلك اما لو شمرہ فی الصلاۃ تفسد لانہ عمل کثیر[2]۔ اور یہ بھی مکروہ ہے (کہ آستین اٹھائی) یعنی چڑھائی ہو (کہنیوں تک) اور یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ کہنیوں کے نیچے تک بھی چڑھائی ہوں تب بھی کراہت ہے کیونکہ یہ کپڑے کا اٹھانا ہے حالانکہ وہ نماز میں ممنوع ہے جیساکہ اس پر احادیث گزری ہیں اور یہ اس وقت ہے جب اس نے نماز سے باہر آستین کو چڑھایا تھا اور اسی حال میں نماز شروع کردی اور اگر دورانِ نماز آستین چڑھاتا ہے تو نماز فاسد ہوجائے گی کیونکہ یہ عملِ کثیر ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

ینبغی ان یکرہ تشمیرھما الی ما فوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا[3]۔ آستینوں کا نصف کلائی کے اوپر تک اٹھانا بھی مکروہ ہونا چاہئے کیونکہ اس پر بھی کپڑا اٹھانا صادق آرہا ہے (ت)

تولازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کما فی الدر وغیرہ (جیساکہ ہر اس نماز کا حکم ہے جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو جیساکہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴۴: غرۂ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اس نے کسی وجہ سے نماز

---

[1] غنیۃ المستملی یکرہ فصلہ فی الصلوٰۃ ومالایکرہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

[2] " " " " " " " ۳۵۷

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

دست کشا پڑھی تو وہ اس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اس کا اعادہ کرنا چاہئے یا کیا؟

الجواب

نماز ہوجائے گی مگر بکراہت لترك السنة (ترکِ سنت کی بناپر ۔ ت) اعادہ چاہئے علٰی وجہ الاستحباب ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۹۵ ازمارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کمبوہان مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں مَیں ساری بہت نیچی باندھتا ہُوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سیّد صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں ان کو کانچھ کھولنی ضرور ہے کہ سترپوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے، میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہُوں کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے، پس آں مخدوم کو تکلیف دیتا ہُوں حکم شرع بیان فرمائیے، اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاکِ مشرکین ہو تو میں موقوف کردوں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہُوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز ؎

ہمہ شہر پُر زخُوباں منم وخیال ماہے
چکنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے

(تمہارا شہر خوبصورت حضرات سے بھرا ہے، میرا ذوق اپنا ہے، میں کیا کروں کہ بدخُو آنکھ کسی پر بھی ایک نگاہ نہیں ڈالتی)

زیادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلمکم اللہ تعالٰی! جوابِ مسئلہ اُنہی لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے سے نہ کھولنا کراہتِ نماز کا موجب ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان لا اکف شعرا ولا ثوبا[1] (مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور کپڑا اٹھاؤں ۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم باب اعضاء السجود والنھی عن کف الثوب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۱۹۳

marfat.com

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل۔[1]

نماز میں عمل قلیل کے ساتھ کپڑا اٹھانا مکروہ ہے یوں کہ آگے یا پیچھے سے اپنا کپڑا اٹھائے یا نماز میں کپڑا چڑھائے ہُوئے داخل ہونا اور یہی حکم ہے جبکہ نمازی آستین یا دامن چڑھائے ہوئے ہو۔ (ت)

اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لئے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حققناہ فی کتاب الحظر من فتاونٰنا (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی کی کتاب الحظر میں کی ہے۔ت) اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباسِ کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے حرج پیچھے گھرسنے میں ہے ورنہ تہبند تو عین سنّت ہے اور گٹّوں سے اُوپر تک ہونا چاہئے اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے واللہ تعالٰی اعلم یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و وتر و سنّتِ فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلاً قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے، اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہُ اَکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے، تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے، آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہُوئے، یُوں نمازیں قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے، یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بیناہ فی فتاونٰنا وباللہ التوفیق ثم السلام۔

مسئلہ ۹۹۶ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقتِ نماز اپنی جُوتیاں سجدہ کے رُوبرو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے، اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چُھپا دی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہُوئیں یا نہیں؟ اور کس حدیث سے جُوتیوں کو سجدہ کے رُوبرو رکھنا منع آیا ہے؟ اور ایسے وقت میں نزولِ رحمت کا بند ہونا کیوں ہے؟ معمولی جوتیاں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی کراہیۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۸

marfat.com

جو شخص پہنے پھرتا ہے پہنے ہوئے مسجد میں چلا آئے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں؟ کن بزرگانِ دین نے ایسا فعل کیا تھا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون احد ولیضعھما بین رجلیہ[1] رواہ الحاکم ایضا والبیھقی۔

جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دائیں طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دُوسرا جو اُس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے، اسے بھی حاکم اور بیہقی نے روایت کیا۔

دوسری روایت میں اس ممانعت کے لئے یوں حدیث آئی:

فلا یؤذ بھما احدا[2]۔ رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کسی کو ایذا نہ دے۔ مذکورہ تینوں محدثین اور ابن حبان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں اس ایذا کی یُوں تصریح آئی:

لا تضعھما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملئکۃ والناس[3]۔ رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی، بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں انھیں ایذا ہوگی۔ اسے خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وفیہ نوع اھانۃ[4] جس کی طرف جُوتا رکھا جائے اُس کی

---

[1] سُنن ابو داؤد باب المصلی اذا خلع نعلیہ این یضعھما مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۶
[2] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلٰوۃ " دار الفکر بیروت ۱/۲۵۹
[3] تاریخ بغداد ترجمہ عبداللہ بن حمویہ نمبر ۱۵۰۷۸ " دار الکتاب العربیۃ بیروت ۹/۴۴۹
[4] مرقات المفاتیح حدیث ۷۶۷ کے تحت مذکور ہے مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۷۵

marfat.com

اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی المرقاۃ (یہ علامہ طیبی نے فرمایا اور مرقات میں نقل ہوا۔ ت) اعلیٰ درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اذا کان احدکم یصلی فلا یبصق قبل وجھہ فان اللہ تعالٰی قبل وجھہ اذا صلی[1] رواہ مالک فی الموطا عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وطریقہ الشیخان فی الصحیحین۔

جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھوکے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل و جلال و رحمت ہوتے ہیں۔ اسے امام مالک نے مؤطا میں امام نافع سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور اسی سند سے بخاری ومسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

ائمہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،

یجب علی المصلی اکرام قبلتہ بما یکرم بہ من یناجیہ من المخلوقین عند استقبالھم بوجھہ[2] ذکرہ ابن بطال ونقلہ فی ارشاد الساری۔

یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں ان کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے۔ اسے شیخ ابن بطال نے ذکر کیا اور ارشاد الساری میں مذکور ہے۔

ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دلالۃ النص اور اسی ارشاد علما کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیۂ عقلیۂ شرعیہ سے معلوم کہ توہین وتعظیم کا مدار عرف و عادتِ ناس وبلاد پر ہے

وقد حققہ المولی العلامۃ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی اصول الرشاد۔

اس کی تحقیق علامہ خاتمۃ المحققین سیدنا والدگرامی قدس سرہ الماجد نے اصول الرشاد میں فرمائی ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربارِ شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جُوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بچشمِ خود دیکھا ہے کہ کعبۂ معظمہ پر بھوہار برسی تھی میزابِ رحمت سے

---

[1] موطا امام مالک النہی عن البصاق فی القبلۃ مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲

[2] ارشاد الساری شرح البخاری باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۱/۴۱۹

marfat.com

بُوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمان حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے، ان میں کوئی ہندی شخص جُوتا ہاتھ میں لئے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی تناجی ربك و نعلاك بيدك جُوتیاں ہاتھ میں لئے ہُوئے اللہ تعالٰی سے مناجات کرتا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یوں ہے:

فاجعلهما بين رجليك ولا تجعلهما عن يمينك ولا عن يمين صاحبك ولا وراءك فتوذى من خلفك[1]

یعنی جُوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھو جو پیچھے ہے اس کے آگے ہوں گے اسے ایذا ہوگی۔

انجاح الحاجہ میں لکھا ہے:

لانك اذا وضعتهما وراءك تكونان قدام من كان فی الصف الموخر فيتاذى ورحمة الله تعالٰی تنزل عليهم فيكون هذا الفعل اساءة[2]۔

جب تُو ان کو اپنے پیچھے رکھے گا تو وُہ پچھلی صف میں کھڑے ہونے والے نمازی کے سامنے ہوں گی تو اسے اذیّت ہوگی حالانکہ ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو رہی ہوگی، لہذا یہ عمل بُرا ہے۔ (ت)

ولہذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جُوتیاں پہنے ہُوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے، امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

قد قيل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[3]۔

مسجد میں جُوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے:

دخول المسجد متنعلا من سوء الادب[4]۔

مسجد میں جُوتے پہنے ہوئے داخل ہونا بے ادبی ہے۔ (ت)

فتاوٰی سراجیہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے: دخول المسجد متنعلا مكروه[5] (مسجد میں جُوتے پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء این توضع النعل اذا خلعت فی الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۰۵

[2] انجاح الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ " " " " " " " " "

[3] بحرالرائق باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴

[4] ردالمحتار مطلب فی احکام المسجد " " " " " ۱/ ۶۵۷

[5] فتاوٰی سراجیہ باب المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

marfat.com

مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازۂ مسجد تک تشریف لاتے پھر دُوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے[۱]

ذکرہ ایضا فی البحر عن التجنیس واذا لامدار علی العرف فالحکم الحظر الاٰن مع ثبوتہ عن سید المتادبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وذلک کترک الکلاب تدور فی المسجد ووضع السریر وادخال البعیر وضرب الخیمۃ للمرضی وغیرھم فیہ ولنا رسالۃ فی الباب سمینا ھا "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال" واخری "نفیسۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد"۔

اسے بحر میں تجنیس کے حوالے سے ذکر کیا اور مسئلہ کا مدار عرف پر ہوتا ہے اس دَور میں یہ ممنوع ہے باوجودیکہ اس کا ثبوت سید المتادبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہے وہ اسی طرح ہے جیسے کُتوں کا مسجد میں آنا جانا، چارپائی کا بچھانا، اونٹوں کا داخل ہونا، بیمار لوگوں اور دیگر ضروریات کے لئے خیمہ نصب کرنے کا حکم متروک ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک رسالہ "جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال" اور دوسرا "نفیسۃ حافلۃ فیما تصان عنہ المساجد" لکھا ہے۔ (ت)

ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جُوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرجہ نماز میں ہوتا ہے یعنی چار انگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے

ھذا کلہ ما ظھر لی تفقھا وبما قررت ظھر ان لاورود لبقیۃ حدیث الخطیب المذکور وان سُلّم ان سَلِمَ من الضعف لان الاحکام ھھنا بالعرف۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ تمام وُہ جو مجھے ازراہِ تفقہ حاصل ہوا، جو ہم نے گفتگو کی اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ خطیب کی ذکر کردہ حدیث کا یہ محل نہیں اگرچہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ روایت ضعف سے خالی ہے کیونکہ ان احکام کا مدار عرف پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹۷

۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف، رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر، اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہِ تحریمی، حکمش چیست؟

---

[۱] بحرالرائق باب ما یفسد الصلٰوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴

marfat.com

الجواب

وُہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصاً جبکہ سجدہ بر درجہ مسنون سے مانع ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

او الخیاط اذا استؤجر علی خیاطۃ شیئ من زی الفساق ویعطی لہ فی ذلک کثیرا اجرا لایستحب لہ ان یعمل لانہ اعانۃ علی المعصیۃ[1]۔

جب کسی درزی کو فاسقوں کے لباس سینے پر اُجرت دی جائے اور اسے اس پر اجر کثیر دیا جائے تو یہ عمل اس کے لئے بہتر نہیں کیونکہ یہ گناہ پر معاونت ہے۔ (ت)

اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباسِ ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لئے بس ہے لنھیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کف ثوب او شعر (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کپڑے یا بال مجتمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ت) ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وُہ دھوتی نہیں تہ بند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنّت ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلافِ اولٰی اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۹۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در و محراب میں نماز پڑھنا وپڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اکثر آگے در کے چبوترہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں، اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ درِ بیچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جُدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۰

marfat.com

ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے:

کما نتقی ھذا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1] ہم اس عمل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بچا کرتے تھے (ت)

کما بیّناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے بیان کیا ہے۔ ت) یہ حکم منفرد مقتدی کے لئے تھا، رہا امام اُس کے لئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تاتارخانیہ و ردالمحتار میں امام سے ہے:

انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین۔[2] میں امام کے ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ (ت)

اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ عمل خلافِ امت ہے کما فی المعراج وغیرہ (جیسا کہ معراج وغیرہ میں ہے۔ ت) اور دوسرے یہ کہ امام و مقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تنہا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ القھستانی فی شرح النقایۃ (جیسا کہ قہستانی نے شرح نقایہ میں اس پر نص وارد کی ہے۔ ت) در کا آس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہوسکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام و مقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرۃ للقدم[3] کما نصوا علیہ (کیونکہ اعتبار قدم کا ہے جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے۔ ت) مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہُوا نیچے اور سجدہ بلندی پر کیا یہ بلندی اگر دو خشت بخارا یعنی ۱۲ انگل یعنی پاؤ گز کی قدر ہُوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدرالمختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص وارد کی گئی ہے۔ ت) اور اگر اس سے کم ہُوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں، لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کرسکے زمین کاٹ کر صحن کے برابر کردی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اس کٹی ہُوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چبوترہ بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ

---

[1] سنن ابوداؤد — باب الصفوف بین السواری — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۱/ ۹۸

[2] ردالمحتار — باب مکروہات الصلوٰۃ — ر مصطفی البابی مصر — ۱/ ۴۷۸

[3] درمختار — باب مایفسد الصلوٰۃ الخ — ر مطبع مجتبائی دہلی — ۱/ ۹۲

marfat.com

دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہُوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار وھو الاصح المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے اور یہی اصح و مختار ہے ۔ ت) اور مشابہت یہود ہے ، اور حدیث میں فرمایا :

لاتشبھوا بالیھود[1] وقد قالوا انھم یقیمون امامھم علی دکان ممتاز اعمن خلفہ ۔

یہود کے ساتھ مشابہت نہ کرو ، اور منقول ہے کہ یہود اپنے ائمہ کو بلند جگہ کھڑا کرتے تھے تاکہ وُہ مقتدیوں سے ممتاز ہو جائے ۔ (ت)

تو چارہ کار وہی ہے جو اُوپر بتایا گیا ۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ اشارۃ الید فی السلام مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۹۴

marfat.com

١٣ ٢٠

تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب ۱۳۲۰ھ

(محراب میں قیامِ امام سے متعلق درستگی کے تاج)

(محراب کے معنی اور امام کے محراب میں کھڑا ہونے پر نفیس بحث)

مسئلہ ۱۰۰۱: از جبل پور قریب مسجد کوتوالی مرسلہ مولٰنا مولوی شاہ محمد عبد السلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الاخری ۱۳۲۰ھ

اما بعد ما یقول سیدنا وسندنا ومولٰنا ومرشدنا والذخرلیومنا وغدنا ووسیلتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین اٰیۃ من اٰیات اللّٰہ رب العٰلمین نعمۃ اللّٰہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین سراج المدققین مالک ازمۃ الفتاوی والمفتین ذوالمقامات الفاخرۃ والکمالات الزاھرۃ الباھرۃ صاحب الحجۃ القاھرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ العلامۃ الاجل الابجل حلال عقدۃ مالا ینحل بحرالعلوم کاشف السر المکتوم صدر الشریعۃ محی السنۃ المحدث

حمد وصلٰوۃ کے بعد، کیا فرماتے ہیں ہمارے سربراہ و آقا، مرشد، ہمارے آج اور کل کے لئے ذخیرہ، دنیا و آخرت میں ہمارے وسیلہ، اللہ رب العالمین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، مسلمانوں پر اللہ کی نعمت، متبحر علمائے سے زیادہ صاحبِ علم فضلائے سے افضل، تاج المحققین، سراج المدققین، فتاوٰی اور اصحابِ فتاوٰی کے شیخ، صاحبِ مقاماتِ کاملہ اور کمالاتِ زاہرہ و باہرہ، صاحبِ حجتِ قاہرہ، مجدد مائۃ حاضرہ، علامہ اجل و ابجل، نہ کھلنے والے عقدوں کو کھولنے والے، علوم کے سمندر، مخفی رازوں کے واضح کرنے والے، صدر الشریعۃ، سنت کو زندہ کرنے والے، عظیم محدث و

marfat.com

الفقیه العدیم النظیر النحریر لازالت لوامع افکارہ توضح غوامض المشکلات وانوار اسرارہ تحل المعضلات فی ھذا المرام۔

سوال اوّل امام راتب اگر محراب را گزاشتہ در مسجد یا در صحن بازائے وسط قیام نماید آیا ایں ترک مقام معین و مقام در غیر محراب مکروہ باشد یا نہ برتقدیر اول انچہ در کتاب مستطاب رد المحتار در باب الامامۃ مذکور ست والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلک لایکرہ[1] فما لمراد منہ وبرتقدیر ثانی آنچہ درہماں کتاب در مکروہات الصلٰوۃ مسطور است ومقتضاہ ان الامام لوترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد[2] الخ فما المستفاد عنہ از عبارت اولٰی مفھوم می شود کہ ترکِ محراب سببِ کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعثِ کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نمودہ در غیر محراب بمحاذات وسط صف

فقیہ، جن کی مثالیں نہیں، آپ کے افکار عالیہ ہمیشہ نہایت ہی مشکل پیچیدگیوں کو واضح کرتے رہیں، اور آپ کے اسرار کے نور اس مقصد کی مشکلات روشن کرتے رہیں۔

سوال اوّل مقررہ امام اگر محراب چھوڑ کر مسجد یا صحنِ مسجد محراب کے مقابل درمیان میں کھڑا ہوا تو کیا مقامِ مقررہ کا چھوڑنا مکروہ ہے یا نہیں؟ اگر مکروہ ہے تو ردالمحتار کے باب الامامت کی اس عبارت کہ "ظاہر یہ ہے کہ یہ اس امام مقرر کے لئے ہے جو جماعتِ کثیرہ کا ہو تاکہ اس کا وسط میں کھڑا نہ ہونا لازم آئے، اور اگر ایسی صورت نہیں تو کراہت نہیں" کا کیا معنی ہوگا؟ اور مکروہ نہیں تو اس کتاب کے باب مکروہاتِ نماز میں تحریر ہے "اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام نے محراب چھوڑ دیا اور دوسری جگہ کھڑا ہوگیا تو مکروہ ہے اگرچہ اس کا قیام صف کے درمیان میں ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس کا یہ عمل اُمت کے عمل کے خلاف ہے اور یہ بات مقررہ امام میں واضح ہے مگر غیر مقرر امام اور منفرد میں نہیں" تو اس کا مفہوم کیا ہوگا؟ پہلی عبارت سے یہ سمجھ آرہا ہے کہ ترکِ محراب کراہت کا سبب نہیں بلکہ وسط میں کھڑا نہ ہونا سببِ کراہت ہے لہذا اگر مقرر امام بھی محراب ترک کردے اور کسی اور مقام پر اس کے محاذات میں صف کے درمیان

---

[1] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

[2] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۶۴۶

marfat.com

قیام نماید در مسجد باشد یا در صحنِ مسجد با جماعت قلیل کہ از و عدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد و از عبارت اخری مستفاد می شود کہ امام راتب را ترک محراب و قیام در غیر محراب مطلقاً اگرچہ بازائے وسط صف باشد و بہر کجا کہ بود اندرونِ مسجد یا بیرونِ مسجد در صحن وغیرہ مکروہ باشد لانہ خلاف عمل الامۃ وظاہرھما یدل علی التضارب و التنافی بینھما فکیف التطبیق۔

سوال دوم قیام امام در محراب بطوریکہ مصرح فقہائے کرام رحمہ اللہ تعالیٰ است یعنی قیامہ خارجہ و سجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ در جامع صغیر می فرمایند عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ لاباس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکرہ ان یقوم فی الطاق اھ[1] وھکذا فی الھدایۃ و در کتاب الآثار می نویسند واما نحن فلا نری باسا ان یقوم بحیال الطاق مالم یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منہ و سجودہ فیہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ[2] فیفھم من ھذہ العبارات

کھڑا ہو خواہ مسجد کے اندر ہو یا صحنِ مسجد میں یا جماعت قلیل ہو تاکہ وسط صف کی عدم محاذات لازم نہ آئے تو یہاں کراہت نہ ہو گی اور دوسری عبارت سے پتا چلتا ہے کہ مقرر امام کا محراب کو ترک کر کے غیر محراب میں کھڑا ہونا خواہ صف کے وسط میں ہو اندرونِ مسجد یا صحنِ مسجد میں ہر جگہ مکروہ ہے کیونکہ یہ عملِ اُمت کے خلاف ہے اور ان دونوں عبارات میں بظاہر تعارض و منافات ہے ان میں تطبیق کیسے ہو گی؟

سوال دوم امام کا محراب میں اس طرح کھڑا ہونا جو فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے یعنی خود خارج میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں کرے کیا حکم رکھتا ہے مباح یا سنت؟ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ امام یعقوب نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ امام کا مسجد میں کھڑا ہو کر محراب میں سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اور ہدایہ میں بھی اسی طرح ہے اور کتاب الآثار میں امام محمد لکھتے ہیں کہ رہا معاملہ ہمارا تو اگر امام محراب کے گوشے میں کھڑا ہو بشرطیکہ اس میں داخل نہ ہو اور اس کی قیام گاہ اس سے باہر ہو اور سجدہ اس کے اندر ہو تو ہمارے نزدیک کوئی حرج نہیں، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی موقف ہے، ان تمام عبارات سے

---

[1] الجامع الصغیر باب فی الامام این یستحب لہ ان یقوم الخ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۱
[2] کتاب الآثار باب الصلوٰۃ فی الطاق ” ادارۃ القرآن کراچی ص ۲۱

marfat.com

الاذن والرخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتمدۂ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون و شروح معتبرۂ مشہورہ یکرہ قیام الامام فی الطاق ولایکرہ سجودہ فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب[1] اھ ملخصا عینی کنز، لاسجود فیہ وقدماہ خارجۃ[2] الخ مختصرا درمختار، لایکرہ ان قام الامام فی المسجد و سجد فی الطاق الخ مختصرا قہستانی[3] وغیرہا من العبارات المتقاربۃ لہا مشعر ہمیں معنی خواہند شد ازایں تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام درمحراب بطور مذکور مباح جائزست نہ کہ سنت و مندوب پس از ترک محراب وقیام درغیر آں ہیچ کراہتے لازم نیاید اما علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در ردالمحتار از معراج الدرایہ ومبسوط نقل می فرمایند السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ[4] الخ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری

یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس میں اجازت و رخصت ہے، اور اکثر کتب فقہ جو معتمد ہیں ان سے بھی مطلق جواز مفہوم ہوتا ہے کیونکہ مشہور متون اور شروحات میں درج ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے مگر محراب میں سجدہ کرنا مکروہ نہیں جبکہ وہ خارج محراب کھڑا ہو اھ تلخیصا عینی کنز، محراب میں اس کا سجدہ مکروہ نہیں جبکہ اس کے قدم محراب سے خارج ہوں الخ اختصاراً"، درمختار میں ہے اگر امام مسجد میں کھڑا ہو اور سجدہ محراب میں ہو تو کراہت نہیں الخ اختصاراً"، قہستانی اور دیگر کتب میں ایسی ہی قریب المعنی عبارات ہیں جن سے یہی معنی مترشح ہوتا ہے، ان تمام تصریحات سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام کا محراب میں مذکورہ طریقہ پر کھڑا ہونا جائز و مباح ہے سنت و مندوب نہیں لہذا محراب کا ترک اور دوسری جگہ کھڑے ہونے سے کراہت لازم نہیں آتی۔ لیکن علامہ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمحتار میں معراج الدرایہ اور مبسوط سے نقل کیا کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں اعتدال ہو جائے، اگر کسی ایک جانب کھڑا ہوا تو کراہت ہوگی الخ وہاں یہ بھی ہے امام کا وسط صف کے مقابل کھڑا ہونا سنت ہے کیا آپ نے

---

[1] عینی علی الکنز — باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۴۳

[2] درمختار — باب ما یفسد الصلوٰۃ الخ — ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۹۲

[3] جامع الرموز للقہستانی — فصل ؍؍ ؍؍ ؍؍ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/۱۹۴

[4] ردالمحتار — مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب — ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۵۶۸

marfat.com

ان المحاریب ما نصبت الا وسط المساجد وھی عینت لمقام الامام[1] ایضا والاصح ما روی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین او فی زاویۃ او فی ناحیۃ المسجد او الی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوٰۃ و السلام توسطوا الامام[2] الخ واز تاتارخانیہ می آرند ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا بضرورۃ[3] ونیز می فرمایند یفہم من قولہ او الی ساریۃ کراھۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر والسنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف[4] الیٰ اٰخر ماھو المنقول والمذکور فیہ کل ذلک یدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب ویکرہ ان یقوم فی غیرہ فما صورۃ التطبیق بین ھذہ الاقوال المختلفۃ او الترجیح لواحد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب

نہیں دیکھا کہ محرابیں مساجد کے درمیان بنائی جاتی ہیں جو امام کے مقام کا بھی تعین کر دیتی ہیں اور اصح قول جو امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ میں امام کا دو ستونوں کے درمیان یا زاویہ یا مسجد کے گوشے یا ستون کی طرف کھڑا ہونے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ یہ عمل اُمت کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا: امام کو درمیان میں کھڑا کرو۔ تاتارخانیہ میں ہے کہ امام کا ضرورت کے بغیر محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام صاحب کے قول "یا ستون کی طرف" سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر محراب میں امام کا قیام مکروہ ہے اس کی تائید اس پہلے قول سے ہوتی ہے کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اسی طرح دوسرے مقام پر ہے کہ سنّت یہ ہے کہ امام وسطِ صف کے مقابل کھڑا ہو، اس بارے میں جو کچھ منقول و مذکور ہے وہ تمام اس پر دال ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنّت ہے اور غیر محراب میں قیام مکروہ ہے، تو اب ان مختلف اقوال میں تطبیق کیسے ہوگی یا ان میں سے کسی ایک کو ترجیح کیسے دی جائے تاکہ درست رائے اور حکم صحیح واضح و متعین ہوجائے، کیا امام کا

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶۸

[2] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا " " " " ۱/۶۴۶

[3] ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب " " " " ۱/۵۶۸

[4] " " " " " " " " "

marfat.com

را قیام در صحنِ مسجد بمحاذاۃ محراب در صف کما ھو المتعاد فی دیارنا بنا بر اعتبار فرق مسجد صیفی و شتوی جائز داشتہ شدہ یا بوجہے دیگر فالمسئول من الحضرۃ العلیۃ البھیۃ السنیۃ الرضیۃ المطھرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف بہ المشکل و ینحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوھام ۔

محراب کے محاذی صحنِ مسجد میں قیام جیسا کہ ہمارے علاقے میں متعارف ہے بنا بر اعتبار مسجد صیفی و شتوی جائز ہے یا کوئی اور صورت ہے، اس بارگاہ میں سوال ہے جو بلند، اعلیٰ، محبوب، پاکیزہ و مقدسہ ہے کہ ہمیں اس مقام کی ایسی تحقیق اور مقصد کی وضاحت عطا فرمائے جس سے مشکل حل ہو جائے اور ذہن مطمئن ہو جائیں۔ (ت)

بینوا توجروا ۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام الحضور عالی مقام احقر الطلبہ محمد عبد السلام سُنی حنفی قادری جبلپوری عفی عنہ ۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ۔ اما بعد بر ضمیر منیر ہدیٰ تخمیر مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل التقی النقی الحفی الوفی الصفی الزکی الذکی السُنی السنی الجمیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبد السلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمہ اللہ تعالٰی بالعز والاکرام و السلامۃ والسلام وحمایۃ الاسلام وجعلناہ و ایاہ دار السلام آمین آمین یا ذا الجلال والاکرام مستتر نیست کہ مسئلہ مرسلہ سامی بر چار سوال اشتمال دارد، یکے نفی تنافی از دو عبارت علامہ شامی کہ جائے بنائے کراہت درحق امام عدم توسط صف را داشتہ است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر میانہ صف ایستد کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گوید، و دگر جا نفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گو میانہ صف باشد دوم دفع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہم اس کی حمد بجالاتے ہیں اور اس کے رسول کریم کی خدمت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں، حمد وصلوٰۃ کے بعد، اے روشن ضمیر سراپا ہدایت، مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل تقی نقی لائق تام، پاکزہ ستھرا، سنی، قیمتی، جمیل، بزرگ، اللہ تعالٰی ان کو عزت واکرام سے زندہ رکھے، ہمیں اور ان کو جنت میں داخل کرے، یا ذا الجلال والاکرام آمین! ارسال کردہ مبارک مسئلہ چار سوالات پر مشتمل ہے ایک یہ ہے کہ علامہ شامی کی دو عبارات میں منافات کی نفی مقصود ہے کہ ایک جگہ امام کے صف میں عدم توسط کو علتِ کراہت قرار دیا ہے نہ کہ ترکِ محراب کو، حتی کہ اگر امام صف کے درمیان کھڑا ہو جاتا ہے اگرچہ محراب میں نہیں تو اب کراہت نہ ہوگی، دوسرے مقام پر ترکِ محراب کو مکروہ کہا ہے حتی کہ اگر امام محراب چھوڑ کر

marfat.com

تدافع از تنصیصات متون وغیرہا کہ قیام در نفس
محراب را مکروہ فرمودہ اند و بازائے اُو استادن
را چنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لا باس بہ کہ
مفید مجرد اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب
اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ ، و تصریحات
مبسوط امام خواہر زادہ و معراج الدرایہ و تاتارخانیہ
وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت است و ترکش
موجب کراہت و اسارت ، سوم آنکہ امام راتب
را ترک محراب با وصف توسط صف در مسجد
صیفی خواہ شتوی مکروہ باشد یا خیر ، چہارم
آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ
سجدہ درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت
ست یا محض مباح ، دو سوال پیش متشابہ و
متماثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب
را وجہ ایراث کراہت نداشت با نصوص متون
موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لا باس
بہ گفتند پیداست کہ ترک مباح کراہتے ندارد
و عبارت دومش با قوال مبسوط و ما معہ مشایعت
نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون ست نفس
ترکش ہر آئینہ مکروہ و زبون ست و سوال
سوم نیز از ہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ او نیز از
کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند
و اگر نیکو بنگرند سوال چہارم نیز از ہمیں گریبان
سر بر زدہ زیرا کہ چونکہ بتصریحات ائمہ مذہب قیام
در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت

دوسری جگہ کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے خواہ وہ درمیان
صف ہی کھڑا ہوا ہو، دوم متون وغیرہ کی
نصوص کے درمیان اختلاف کا تدافع ہے کہ بعض میں ہے
کہ محراب میں قیام مکروہ ہے اور اس کے سامنے کھڑا ہونا
اور سجدہ محراب میں کرنے کی صورت کو "اس میں کوئی حرج
نہیں" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جو اس بات پر دال ہے
کہ یہ مباح ہے اور فضیلت سے عاری ہے بلکہ اغلب
طور پر ان کا اطلاق کراہت پر ہوتا ہے ، دوسرے متون
مثلاً مبسوط امام خواہر زادہ ، معراج الدرایہ اور تاتارخانیہ
وغیرہ میں ہے کہ امام کا محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے
اور اس کا ترک کراہت و اساءت کا موجب ہے تیسرے
یہ کہ امام مقررہ کا محراب کو چھوڑنا خواہ مسجد صیفی ہو یا
شتوی، اگرچہ وہ صف کے درمیان ہی کھڑا ہو مکروہ ہے
یا نہیں۔ چہارم یہ کہ امام کا محراب کے سامنے اس طرح
کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب کے اندر ہو، سنت اور سبب
فضیلت ہے یا صرف مباح ، پہلے دونوں سوالات
ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ امام شامی کی
پہلی عبارت کہ امام کا ترکِ محراب مکروہ نہیں ان نصوصِ
متون کے موافق ہے کہ امام کا مقابلِ محراب کھڑا ہونے
میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ترکِ مباح میں کراہت
نہیں ہوتی ، دوسری عبارت شامی کی مبسوط وغیرہ
کتب کے مناسب و موافق ہے کہ جب امام کا محراب
میں کھڑا ہونا مسنون ہے تو اس کا ترک بہر طور مکروہ
ہوگا۔ تیسرا سوال بھی اسی تشابہ کی بنا پر پیدا ہوا کہ
ترکِ محراب کی کراہت و عدمِ کراہت ہے یا نہیں، اگر

marfat.com

یا سلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریباً پس سوال از دو شق فضیلت و اباحت محضہ راجح شود بتخالف ما فی المتون والمبسوط پس گرہے کہ ایں جا باید کشود ہمین ست کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش در حق امام از کراہت و اباحت و استحباب چیست و ہرچہ منقح شود در کلمات کرام ایں چہ تنافی ست۔

اسے مستحسن جانتے ہیں تو چوتھا سوال اسی سے جنم لے گا کیونکہ جب ائمۂ مذہب کی تصریحات ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے تو اب ہر صورت فضیلت یا عدمِ کراہت کا حکم نہیں ہوسکتا مگر اس صورت میں جب قیام محراب کے مقابل ہو پس ان دو شقوں کی وجہ سے، فضیلت و اباحت محضہ کا سوال متون اور مبسوط میں تخالف و تضاد کی طرف راجح ہوگیا، یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ امام کا محراب میں کھڑے ہونے کا معنی و مفہوم کیا ہے، امام کے حق میں اس کا کیا حکم ہے مکروہ، مباح یا مستحب ہے، جب ان بزرگوں کے کلمات سے یہ واضح ہوجائیگا تو (پھر دیکھنا ہے کہ) منافات کیا ہے!

فقیر گوید غفر اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت و تعبیر بلا باس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمۂ لا باس گاہے برائے دفع توہم باس آید گو آں کار خود سنت بلکہ واجب باشد قال اللہ تعالیٰ ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما[1] عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خالہ اش ام المومنین محبوبۂ محبوب رب العلمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیٰ بعلہا الکریم

فقیر (اللہ تعالیٰ اسے معاف کرے) کہتا ہے کہ اسے سنّت قرار دینا اور "اس میں کوئی حرج نہیں" کہنا اس پر منافات کا دور کرنا نہایت ہی آسان ہے کیونکہ "لاباس بہ" کے کلمات دفعِ وہم کے لئے بھی آجاتے ہیں اگرچہ وُہ کام سنّت بلکہ واجب بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے: "صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں پس جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف کرے"۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی خالہ ام المومنین محبوبۂ محبوبِ رب العلمین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق (اللہ تعالیٰ ان کے

[1] القرآن ۲/۱۵۸

marfat.com

وابیہا وعلیہا وسلم را ازیں آیت پرسید وگفت فواللہ ما علی احد جناح ان لایطوف بالصفا والمروۃ ام المومنین فرمود بئس ماقلت یا ابن اختی ان ھذہ لوکانت کما اولتھا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لایطوف بھما ولکنھا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یھلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونھا عند المشلل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سئلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذلک قالوا یارسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الآیۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطواف بینھما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینھما[1] نظر کردنی ست ام المومنین چساں نفی حرج را بر دفع توہم حرج فرود آورد وہم عروہ را بیک دم دلیل ساطع رد کرد کہ اگر چناں بودے لاجناح علیہ ان لایطوف بودے

مبارک خاوند، ان کے والد گرامی، خود ان کی ذات پر رحمت و سلام نازل فرمائے) سے اس آیت مبارکہ کے بارے میں پوچھتے ہوئے کہا اللہ کی قسم صفا و مروہ کا طواف نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں تو ام المومنین نے فرمایا اے بھتیجے! تو نے بہتر قول نہیں کیا اگر اس کا معنٰی یہی ہوتا جو تو نے کیا ہے تو اس کے الفاظ یوں ہوتے "نہیں گناہ اس پر اگر وہ ان کا طواف نہ کرے" لیکن یہ تو انصار کے بارے میں نازل ہوئی جو اسلام سے پہلے مقام مشلل میں "مناۃ" کی عبادت کیا کرتے تھے تو ان میں سے جو شخص حج کے لئے آتا وہ صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتا جب انصار اسلام لائے تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ ہم صفا و مروہ کے طواف میں حرج محسوس کرتے ہیں، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ "صفا و مروہ اللہ تعالٰی کی نشانیاں ہیں" (الآیۃ) تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفا و مروہ کے درمیان طواف کو سنت قرار دیا، تو اب کوئی ان کے طواف کو ترک نہیں کرسکتا۔ دیکھا ام المومنین نے نفی حرج کو دفع توہم پر چسپاں کرتے ہوئے حضرت عروہ کے وہم کو واضح دلیل سے رد کردیا اور کہا اگر معاملہ ایسے ہوتا تو الفاظ یہ ہوتے "نہیں گناہ اس پر کہ ان دونوں کا طواف نہ کرے" "ان کا طواف کرے" کے الفاظ

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲۲

marfat.com

نہ ان یطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ او خود لازم وجوب است زیراکہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج دراں مستلزم انتفائے آں از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت ملزوم نباشد بلکہ مؤکد و مقرر آں است ایں معنی شریف را بالطف و اخصر لفظے ادا فرمود ولہذا چوں عروہ ایں حکایت پیش ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام برد ابوبکر گفت ان ھذا لعلم و آیت را سببے دیگر از اہلِ علم آورد کہ ذکر اللہ تعالٰی الطواف بالبیت ولم یذکر الصفا والمروۃ فی القراٰن قالوا یارسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالٰی انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ قال ابوبکر فاسمع ھذہ الاٰیۃ نزلت فی الفریقین[1] الخ رواہ الشیخان ایں دگر نیز از ھماں وادی ست کما لایخفی در ردالمحتار باب ما یکرہ فی الصلوٰۃ قبیل احکام المسجد

نہ ہوتے یعنی وجوب کے منافی، ترک سے حرج کی نفی ہے، فعل سے حرج کی نفی منافی نہیں، فعل تو خود لازمِ واجب ہے کیونکہ ترکِ واجب میں حرج ہے اور اس میں ثبوتِ حرج اس بات کو مستلزم ہے کہ اس فعل کی نفی ہو اور کسی لازم کا اثبات ملزوم کے ثبوت کے منافی نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے مؤکد اور ثابت کرنے والا ہوتا ہے، اس مبارک معنی کو انھوں نے کتنے احسن اختصار کے ساتھ بیان فرمادیا، یہی وجہ ہے کہ جب یہ بات حضرت عروہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے سامنے رکھی تو انھوں نے کہا علم یہی ہوتا ہے، اس آیت کے نزول کا سبب اہلِ علم نے ایک اور بھی ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالٰی نے قرآن میں بیت اللہ کے طواف کا ذکر کیا مگر صفا و مروہ کے طواف کا ذکر نہ کیا تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہم صفا و مروہ کا طواف کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالٰی نے بیت اللہ کے طواف کا ذکر فرمایا اور صفا و مروہ کا ذکر نہیں کیا تو کیا ہمارا صفا و مروہ کا طواف کرنا صحیح نہیں؟ تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل فرمائی: "بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں" ابوبکر نے کہا اس آیت کو سنو جو دونوں فریقوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے الخ (بخاری و مسلم) یہ دوسرا بھی اسی (دفع وہم) معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ردالمحتار میں احکام مسجد سے تھوڑا سا

---

[1] صحیح البخاری باب وجوب الصفا والمروۃ وجعل من شعائر اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۲۳

marfat.com

است، قد یقال ان لاباس ھنا لدفع ما یتوھم ان علیہ باسا فی عدم الاجابۃ[1] نیز در اوائل ادراک الفریضۃ گوید لیس کلمۃ لاباس ھنا لخلاف الاولیٰ لان ذلک غیر مطرد فیھا بل قد تاتی بمعنی یجب[2] ہم در باب العیدین فرمود کلمۃ لاباس قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجھاد ومنہ ھذا الموضع[3] اینجا نیز از آنرو کہ قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بودند توہم می شود کہ شاید این چناں قیام کہ سجدہ در طاق افتد نیز مکروہ باشد دفع ایں التباس را لاباس آوردند ــــ اما نفی تنافی از دو کلام شامی فاقول محقق سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ در ہر دو باب کلام امام امام الکلام و کلمات علمائے کرام از مبسوط و درایہ و تاتارخانیہ آوردہ مقتضایش و انمود کہ قضیۂ ایں سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگرچہ میانۂ صف ایستد ایں اطلاق را بنظر او دو تخصیص بود، یکے مستفاد از حکم

پہلے "باب مایکرہ فی الصلوٰۃ" میں ہے یہ کہا گیا ہے کہ اس مقام پر "لاباس" کا ذکر اس وہم کے ازالے کے لئے، کہ یہاں حرج ہے، ادراک الفریضہ کی ابتداء میں ہے لاباس کا کلمہ یہاں خلافِ اولیٰ کے لئے نہیں ہے کیونکہ اس کا یہ معنیٰ غیر یقینی ہے بلکہ وہ تو بعض اوقات وجوب کا معنی دیتا ہے اور باب العیدین میں بھی فرمایا لاباس کا کلمہ مندوب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ بحر کے باب الجنائز اور باب الجھاد میں ہے اور مذکورہ مقام اس کے باب الجھاد سے ہے یہاں بھی فقہاء نے جو طاق میں قیام کو مکروہ فرمایا تو اس سے وہم پیدا ہوا شاید اس طرح کھڑا ہو کر سجدہ طاق میں کرنا بھی مکروہ ہے لہٰذا اس کو لاباس کے ساتھ دفع کر دیا ــ رہا معاملہ امام شامی کی دو عبارات میں منافات ہونے کا فاقول (تو میں کہتا ہوں) محقق سامی علامہ شامی نے دونوں مقامات پر امام کی گفتگو جو کلام کی امام ہے اور دیگر فقہاء کرام کی مبسوط، درایہ اور تاتارخانیہ کے حوالے سے جو عبارات نقل کی ہیں ان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ امام کے لئے محراب کا ترک ہر حال میں مکروہ ہے خواہ صف کے درمیان ہی میں کھڑا ہو، اس کے اطلاق کے لئے ان کی نظر میں دو تخصیصیں

---

[1] رد المحتار باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیھا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۴
[2] " " باب ادراک الفریضہ " " " " " ۱/۵۲۶
[3] " " باب العیدین " " " " " ۱/۶۲۱

marfat.com

منصوص وآں تخصیص امام غیر راتب ست اے در مسجد محلہ زیرا کہ فرق احکام راتب وغیر او ہمانجاست اما مساجد الشوارع والجوامع العامۃ وامثالھا فلا راتب لھا وان کان فلا فضل لہ علی غیرہ بل الکل فیھا سواء ولذا کانت کل جماعۃ فیھا جماعۃ اولٰی وکان الافضل فی کل جماعۃ ان تقام باذان واقامۃ جدیدین[1] کما نص علیہ فی الخانیۃ وغیرھا وبیناہ فی فتاوٰنا علماء تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولٰی در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** و لعل ذلك ابانۃ لشرف الاولٰی وتنبیھا علی ان من تاخر اُخر عن اشرف المقامات وایضا قد تأدی حق المسجد فلا یکرر فی صلوۃ مرتین لحدیث لایصلی بعد صلوۃ مثلھا[2] رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ و ظاھر کلام الامام محمد انہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح

ہیں، ایک تو حکم منصوص سے مستفاد ہے اور وہ تخصیص غیر مقررہ امام جب محلہ کی مسجد میں ہو، کے اعتبار سے ہے، کیونکہ مقرر اور غیر مقرر کے درمیان فرق مسجدِ محلہ ہی کے اعتبار سے ہے۔ رہا معاملہ مساجد شوارع یا عام جامع مسجد کا تو وہاں امام مقرر نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اُسے دوسرے پر فضیلت نہیں بلکہ اس میں تمام برابر ہیں اسی لئے وہاں کی ہر جماعت، جماعتِ اولٰی ہوتی ہے اور ہر جماعت میں افضل یہی ہے کہ وُہ نئی اذان وتکبیر کے ساتھ ہو، اس پر خانیہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ مقرر امام یعنی جماعت اولٰی کے بعد مسجدِ محلہ میں دوسرے امام کو محراب سے عدول کرنا چاہئے **اقول** شاید اس میں پہلی کے شرف کا اظہار ہے اور اس پر تنبیہ ہے کہ ہر وُہ شخص جو جماعت اولٰی سے مؤخر ہوجاتا ہے وہ اعلٰی مقامات سے بھی مؤخر رہ جاتا ہے، اور یہ بھی ہے کہ مسجد کا حق ادا ہوگیا تھا لہذا نماز میں دو دفعہ تکرار اس حدیث کی بنا پر مناسب نہیں کہ نماز کے بعد اس کی مثل نہ پڑھی جائے، ابن ابی شیبہ نے اسے امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کے طور پر نقل کیا ہے اور امام محمد کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے، محقق علی الاطلاق نے فتح میں

۱؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

۲؎ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ ؍؍ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۲۰۶

marfat.com

ومحمد اعلم بذلك منا[1] اھ وقد حملہ
علی الجماعۃ الثانیۃ الامامان الجلیلان
فخر الاسلام وفخر الدین قاضی خان قال فی
البحر فالحاصل ان تکرار الصلٰوۃ ان
کان مع الجماعۃ فی المسجد علی ھیأتہ
الاولٰی فمکروہ[2] الخ وفی رد المحتار عن
الغنیۃ عن البزازیۃ عن ابی یوسف
اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولٰی لاتکرہ
والاتکرہ قال وھو الصحیح وبالعدول
عن المحراب تختلف الھیأۃ وفیہ عن
التتارخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ[3]
ایں تخصیص چوں مبنی بر تنصیص بود ہر دو جا اورا بیان
نمود، و در مکروہات خود سخنے در آں نفرمود بلکہ در
آخرش بجملہ فاغتنم ھذہ الفائدۃ لب کشود
دوم آنکہ از حکمت وعلتش استنباط خواست
وتحقیقش علی ما اقول چنانست کہ معہود ومتوارث
از زمان برکت توامان حضور سید الانس والجان
وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسلام قیام امام در
محراب است فاما ظاہر ایں سنت مقصود لعینہا نیست
بلکہ لغیرہا واصل سنت توسط امام در صف است
لحکم بالغۃ سیأتیک بیان بعضہا ان شاء اللہ تعالٰی
ولہذا جائیکہ قیام در محراب

فرمایا امام محمد ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں، دو
بزرگ امام فخر الاسلام اور فخر الدین قاضی خاں نے
اسے دوسری جماعت پر محمول کیا ہے۔ بحر میں ہے حاصل
یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت محلہ کی مسجد میں پہلی حالت پر ہے
تو مکروہ ہے الخ رد المحتار میں غنیہ وہاں بزازیہ سے
امام ابو یوسف کے حوالے سے ہے کہ جب پہلی حالت
کے مطابق نہ ہو تو کراہت نہیں ورنہ کراہت ہوگی، فرمایا
یہی صحیح ہے اور محراب سے عدول کرلینے سے حالت
بدل جاتی ہے اور اس میں تاتارخانیہ وہاں ولوالجیہ
سے ہے کہ ہمارا عمل اسی پر ہے یہ تخصیص چونکہ دونوں
جگہ پر نصوص فقہاء پر مبنی تھی اس لئے اس کی تصریح
کردی اور مکروہات میں اس پر خود کچھ نہ فرمایا بلکہ اس
کے آخر میں یہ جملہ کہہ دیا" اس فائدہ کو غنیمت جان لو"
دوسری (تخصیص) اس کی حکمت اور علت سے
مستنبط ہوتی ہے اس کی تفصیل میرے نزدیک یہ ہے،
کہ حضور سید الانس والجن صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہ افضل
الصلٰوۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کا محراب
میں کھڑا ہونا آرہا ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت
بذاتہٖ مقصود نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے مقصود ہے بلکہ اصل
سنت امام کا صف کے درمیان کھڑا ہونا ہے ان
عظیم حکمتوں کی وجہ سے جن میں سے بعض کا تذکرہ
آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی، لہذا وہ جگہ جہاں محراب

۱؎ رد المحتار بحوالہ فتح القدیر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۱۶
۲؎ بحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۶۲
۳؎ رد المحتار مطلب فی کراہیۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد " مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۹۱

marfat.com

با توسط صف بر طرف افتد اعنی جمع میان ہر دو نتواں کرد آنجا توسط صف اختیار کنند و قیام محراب را ترک دہند مثلاً مسجد صیفی در جنب شتوی باشد و مردماں بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصفوف صلوٰۃ یکے شد آں گاہ را امام را حکم ست کہ محراب گزاشتہ بکنار دیوار ایستد تا میانہ صفہا باشد فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ عن مبسوط الامام بکر خواھر زادہ السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ و الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ الی قولہ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام توسطوا الامام[1] پس ایں استدلال بحدیث و آں فرع نفیس خاصہ بعد ازاں مقال کہ السنۃ ان یقوم فی المحراب و تعلیلش بآں کہ لیعتدل الطرفان و تعقیبش بقول او ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ[2] ایں ہمہ ہا دلیل روشن است بر آنکہ اصل مقصود توسیط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب

میں کھڑا ہونا اور وسط صف دونوں جمع نہ ہو سکتے ہوں تو وہاں امام وسط صف کو اختیار کرے اور محراب میں قیام کو ترک کردے مثلاً مسجد صیفی شتوی کے پہلو میں ہو اور لوگ کثیر ہوں اور دونوں مساجد کی دو صفیں ایک ہو جائیں تو امام کے لئے حکم ہے کہ وہ محراب کو چھوڑ کر دیوار کے پاس کھڑا ہو تاکہ صفوں کے درمیان ہو جائے، ردالمحتار میں معراج الدرایہ وہاں مبسوط امام بکر خواہر زادہ سے ہے کہ امام کے لئے محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے تاکہ دونوں اطراف میں برابری ہو جائے، اگر صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہے اور اگر مسجد صیفی، شتوی کے پہلو میں ہو، مسجد بھر جائے تو امام دیوار کی جانب کھڑا ہو تاکہ لوگ دونوں طرف برابر ہو جائیں اور اصح طور پر امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا امام کو درمیان میں کھڑا کرو، پس اس حدیث سے استدلال اور اس پر اس فرع کا ذکر کہ محراب میں کھڑا ہونا سنت ہے، اس کی علت یہ تاکہ دونوں اطراف برابر ہو جائیں اور اس کے بعد یہ قول ذکر کرنا کہ اگر امام کسی صف کی ایک جانب کھڑا ہوا تو یہ مکروہ ہوگا۔ یہ تمام کے تمام اس بات پر روشن دلیل ہیں کہ اصل مقصود امام کا درمیان میں کھڑا ہونا ہے محراب میں کھڑا ہونا مقصود نہیں،

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۴۲۰
[2] ایضاً

marfat.com

آرے غالب آنست کہ محراب مقام تعادل طرفین ست چوں صف کامل باشد خود ظاہر ست و آں گاہ بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل فقد وقت ست ورنہ در عامۂ مساجد استکمال صف بہ پس آیندگاں مرجو و متوقع می باشد و زیادتش بنحیکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب تعرض بترک سنت و مخالف عمل امت بود
و احکام فقہیہ بر امور غالبہ انسحاب یابد ازیں امر حکم بہ سنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد در جائے خامل بعید از ممر و مورد باشد کہ ہمیں چند کساں در و حاضر اند و آں بقدر زیادت اصلا متوقع نیست آں جا اگر امام راتب در گوشۂ از مسجد میانۂ صف موجود ایستد ظاہر مخالف سنت نباشد زیرا کہ سنت قولیہ وسطوا الامام خود ادا شد و سنت فعلیہ مبتنی بر ہمیں حکمت بود و ایں جا از عدم توقع زیادت مذکور خود را بمعرض مخالفت افگندن لازم نیست و فعل متوارث از زمان اقدس در مسجدے ست از اشہر و اعظم مساجد بود ہیچو مسجدے خامل را بر آں قیاس نتواں کرد و کراہت حکم شرعی ست بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیابد پس ظاہراً ایں صورت نادر تر باشد ایں ست مطمح نظر علامۂ شامی و ایں جملہ مطالب را باوجز کلام

ہاں اغلب یہی ہے کہ محراب ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں دونوں جانبوں میں برابری ہوتی ہے۔ جب صف مکمل ہو تو خود ظاہر ہے کہ اس وقت محراب کو چھوڑنا موقعہ پر سنتِ مقصودہ کو ترک کرنا یعنی وسط کا ترک لازم آئیگا، ورنہ عام مساجد میں بعد میں آنے والے حضرات سے صف کا مکمل ہونا متوقع ہوتا ہے اور صف سے زائد بھی ہو سکتے ہیں لیکن توسط موجود ہونے پر کوئی حرج نہیں پس اس صورت میں محراب کو ترک کرنا سنت کا ترک اور امت کی مخالفت ہوگی۔
اور احکامِ فقہیہ اکثر طور پر امور غالبہ پر جاری کیے جاتے ہیں اسی وجہ سے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت قرار دیا گیا ہے، اب اگر بے آباد مسجد ایسی جگہ پر ہے جو گزرگاہ اور جائے ورود سے دور ہے اس میں چند لوگ اکٹھے ہیں اب اس سے زیادہ افراد کی توقع بھی نہیں تو امام اس مسجد کے کسی کونے میں موجود صف کے درمیان کھڑا ہو سکتا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ سنت کے خلاف نہیں کیونکہ سنتِ قولیہ "امام کو درمیان میں کھڑا کرو" پر عمل ہو رہا ہے اور سنتِ فعلیہ بھی اسی حکمت پر مبنی ہے اور اس جگہ زیادہ کی عدم توقع سے مخالفت میں ڈالنا لازم نہیں آتا، اور آپ کی ظاہری حیات سے جو معمول چلا آرہا ہے وہ مشہور اور آباد مسجد میں ہے اس طرح کی گمنام مسجد کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کراہت حکم شرعی ہے جو کسی شرعی دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی تو ایسی صورت کا ظہور نادر تر ہے، علامہ شامی کا مطمح نظر یہی ہے اور ان تمام مطالب کو انھوں نے نہایت ہی اختصار

marfat.com

درین دو لفظ ادا فرمود والظاهر ان هذا
فی الامام الراتب لجماعة کثیرة[1]

فمعنی قوله الامام الراتب ای امام الجماعة الاولی دون الثانیة وهو فی مسجد المحلة ظاهر و فی غیره کل امام لان جمیع جماعاته اولی فالکل فی حکم الراتب فی مسجد المحلة ومعنی قوله لجماعة کثیرة ای واقعة او متوقعة وکذا قوله لئلا یلزم ای حالا او مالا ظنا واحتمالا هذا ما یعطیه الفقه فی تفسیر کلامه وتبیین مرامه واللّٰه تعالٰی اعلم باحکامه لکن ازانجا که برخلاف تخصیص اول اینجا نصے که مفید او باشد بدست نبود باستظهار خودش بودن او تصریح نمود ودر آخر امر بتأمل فرمود زیرا که می تواند که شارع علیه الصلٰوة والسلام را در نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتے باشد پس جزم بحکم نتواں نمود کما هو دأب العلماء فی ابحاثهم ایں را تنافی نتواں گفت که جائے برمنصوص ومفاد بر نصوص اقتصار ورزیده وجائے به رائے خود استظهار خصوصے وگر نموده نظائر ایں ترک و

کے ساتھ ان دو الفاظ میں بیان کر دیا ہے "اور ظاہر یہی ہے کہ یہ مقرر امام اور جماعت کثیرہ کے لئے ہے" امام راتب سے مراد پہلی جماعت کا امام ہے دوسری کا نہیں اور یہ بات مسجدِ محلہ میں ظاہر ہے، اس کے علاوہ مسجد میں ہر امام مراد ہے کیونکہ وہاں کی تمام جماعتیں اُولیٰ ہیں لہذا وہاں کا ہر امام مسجد محلہ کے امام مقرر کے حکم میں ہوگا، جماعت کثیرہ سے مراد نفس الامر میں لوگ کثیر موجود ہوں یا ان کی توقع ہو اسی طرح اس کا قول "تاکہ لازم نہ آئے" حالاً یا مآلاً، ظناً اور احتمالاً مراد ہے جو شامی کے کلام کی تفسیر و مقصد کی تفصیل کے بارے میں عطا ہوا، اللہ تعالٰی اپنے احکام کا سب سے زیادہ عالم ہے لیکن اس وجہ سے کہ تخصیص اول کے خلاف اس جگہ کوئی ایسی نص جو انھیں مفید ہوتی ان کے ہاتھ میں نہ تھی تاکہ اپنے اظہار کی صورت میں اس کی تصریح کرتے اور آخر میں "غور کرو" فرمایا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شارع علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ہاں محراب میں امام راتب کے نفسِ قیام میں کوئی حکمت ہو۔ لہذا اس پر جزماً حکم جاری نہیں کیا، علماء کا ایسے مقامات میں بحث کا یہی طریقہ رہا ہے۔ تو اسے منافات نہیں کہہ سکتے "ایک جگہ پر حکم منصوص اور نصوص سے مستفاد پر منحصر آہے اور دوسری جگہ خود اپنی رائے کا اظہار ہے اس ترک و

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/٤٢٠

marfat.com

اظہار و اقتصار و استظہار در کلام شراح و محشین وخود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانھم اذا لم یجزموا بما استظھر والم یبتات لھم المشی علیہ وانما یمشون علی المنصوص وینقطعون الیہ ویقفون لدیہ ۔

اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام

فاقول وباللہ التوفیق وبہ الاعتصام حضرت عزہ منزہ از صورت جلت آلائہ و توالت نعماؤہ دریں عالم ہر شئے را صورتے دادہ است وہر صورت را حقیقتے نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شئے را داشت و صورت را نیز مہمل نگزاشت اے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود وگاہے مجموع حقیقت وصورت بہیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود وکل ذلک جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثلکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتے ست وآں بقعۂ مخصوصہ موقوفہ للصلوٰۃ مفرزۃ فی جمیع الجہات عن حقوق العباد ست کہ ہیچ بنائے عمارت را در سنخ ماہیتش مدخلے نیست فی الخانیۃ و فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل لہ ساحۃ لا بناء

اظہار اور اقتصار و استظہار کے متعدد نظائر شارحین و محشین اور خود علامہ شامی کے ہاں کثرت کے ساتھ موجود ہیں کیونکہ جب تک فقہاء کو اپنی رائے پر جزم نہ ہو وہ اس پر عمل نہیں کرسکتے وہ احکامِ منصوصہ پر چلتے ہیں انھیں کی طرف انقطاع اور رجوع کرتے ہیں اور انھیں پر گامزن ہوجاتے ہیں ۔

اب رہ گیا معاملہ محراب و قیام کے احکام و تفسیر کا تو اللہ کی توفیق اور اس کے سہارے سے **میں کہتا ہوں** اس ذات اقدس نے جو صورت سے منزہ ہے اس کی قدرتیں اور نعمتیں مسلسل ہیں اس کائنات میں ہر شئے کو اس نے صورت بخشی ہے اور ہر صورت کو ایک حقیقت دے رکھی ہے شریعتِ مطہرہ کے احکام میں مطمح نظر اغلب طور پر شئے کی حقیقت ہے لیکن صورتِ شئے کو بھی بے فائدہ نہیں چھوڑا ، بہت دفعہ احکام صورت پر جاری ہوتے ہیں اور بعض اوقات حقیقت وصورت دونوں کے مجموعہ پر بحیثیت اجتماعی احکام لاگو ہوتے ہیں ، فاضل لوگوں کے ہاں یہ نہایت ہی واضح اور آپ جیسے لوگوں سے مخفی نہیں جیسا کہ مسجد کی حقیقت ہے جس سے مراد وہ بقعہ ہے جو نماز کے لئے مخصوص و وقف شدہ ہو اور ہر لحاظ سے بندوں کے حقوق سے علیحدہ کیا گیا ہو اس کی حقیقت میں عمارت کا کوئی دخل نہیں ، خانیہ اور ہندیہ میں ذخیرہ سے وہاں امام صدر الشہید کی واقعات کے حوالے سے ہے کہ ایک آدمی کی کھلی جگہ تھی جس میں کوئی

marfat.com

فیھا امرقوما ان یصلوا فیھا ابدا و
امرھم بالصلٰوۃ مطلقا ونوی الابد
صارت الساحۃ مسجدا لومات
لایورث عنہ[1] اھ مختصرا در آیہ کریمہ
انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ[2]
وکریمۂ ولاتباشروھن وانتم عاکفون
فی المسٰجد[3] وحدیث خیر البقاع المساجد
وشرا لبقاع الاسواق[4] رواہ
الطبرانی وابن حبان والحاکم
بسند صحیح عن ابن عمر
ومعناہ لمسلم عن ابی ھریرۃ
ولاحمد والحاکم عن جبیر بن
مطعم رضی اللہ تعالٰی عنھم عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث
لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[5]
رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ھریرۃ وفی
الباب عن امیرالمؤمنین علی وعن ام

تعمیر نہ تھی اس نے لوگوں سے کہا یہاں تم ہمیشہ نماز
پڑھا کرو یا صرف مطلق نماز کا حکم کیا اور ہمیشگی کی نیت کی
تو یہ جگہ مسجد قرار پائے گی اب وہ شخص اگر فوت ہوجاتا
ہے تو اس کے ورثا اس زمین کے مالک نہ ہوں گے اھ
آیت مبارکہ "اللہ کی مساجد وہی تعمیر کرتے ہیں جو اللہ
پر ایمان لاتے ہیں"۔ آیت کریمہ "جب تم مساجد میں
معتکف ہو تو اپنی بیویوں سے مباشرت نہ کرو"
اور یہ حدیث کہ "سب سے اعلٰی جگہ مساجد ہیں اور
بدتر جگہ بازار ہیں"۔ اسے طبرانی، ابن حبان اور حاکم
نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
تعالٰی عنہما سے اور مسلم نے اسی معنی کی روایت حضرت
ابوہریرہ سے امام احمد اور حاکم نے حضرت جبیر بن مطعم
سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
سے بیان کیا ہے۔ یہ اور حدیث کہ "مسجد کے پڑوسی
کی نماز مسجد کے علاوہ نہیں"۔ اسے دارقطنی نے
حضرت جابر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما
سے روایت کیا ہے، اس سلسلہ میں امیرالمومنین

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المسجد ومایتعلق بہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۴۵۵
[2] القرآن ۹/۱۸
[3] القرآن ۲/۱۸۷
[4] مجمع الزوائد بحوالہ طبرانی عن ابن عمر باب فضل المسجد مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۲/۶
الجامع الصغیر حدیث ۴۰۰۲ " دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰
کنز العمال فضائل المسجد مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۵۲-۶۴۸
[5] سنن الدارقطنی کتاب الصلٰوۃ " نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واکثر احادیث واحکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی بہمیں حقیقت است و او را صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص در آیۂ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا[1] وکریمۂ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا[2] وحدیث ابنوا المساجد واتخذوھا جما[3] رواہ البیہقی عن انس وابن ابی شیبة عنہ و عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحدیث ما امرت بتشیید المساجد[4] رواہ ابوداؤد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومسئلہ نقش ونگار مسجد بآب زر وغیرہا مراد ہمیں صورت

حضرت علی اور ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ یہ تمام اور دیگر احادیث اور احکام فقہیہ کا تعلق بنظر اصلی یا کلی مسجد کی حقیقت کے ساتھ ہے البتہ مسجد کی ایک صورت ہوتی ہے جو بنائے مخصوص بروجہ مخصوص سے عبارت ہے، درج ذیل آیات اور احادیث میں یہی صورت مراد ہے، "اگر اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور مساجد گرادی جاتیں جن میں اللہ کا ذکر کثیر کیا جاتا ہے" وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار کو بنایا' اور حدیث "مساجد منڈی بناؤ ان میں کنگرے نہ رکھو"۔ اسے بیہقی نے حضرت انس اور ابن شیبہ نے ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا' حدیث "مجھے مساجد مزین کرنے کا حکم نہیں دیا گیا" اسے ابوداؤد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ مسجد کو سونے کے پانی کے ساتھ نقش ونگار کرنا کا تعلق صورت مسجد کے ساتھ

۱؎ القرآن ۲۲/۴۰
۲؎ القرآن ۹/۱۰۷
۳؎ السنن الکبریٰ للبیہقی باب کیفیۃ بناء المسجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۴۳۹
۴؎ السنن ابو داؤد باب فی بناء المسجد ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۵

marfat.com

ست ہمچناں محراب صورتے دارد و آں طاق معین درجدار قبلہ است وحقیقتش کہ ایں صورت برآں علم باشد موضعے ست از مسجد برائے قیام امام ملحوظ بدو لحاظ یکے آنکہ درعرض مسجد (کہ خطِ عمود ست برخط مار از مصلی بقبلہ چنانکہ در دیارِ ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث وسّطوا الامام و سُدّوا الخلل[1] رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحکمت درآں تعدیل و اعتدال در قُرب وبُعد رجال وسماع قرارت واطلاع انتقال وسریان فیوض بہ یمین وشمال از امام ست دوم آنکہ در جہت قبلہ تاحد تیسر شرعی و عادی ہرچہ تمام تر اقرب بقبلہ باشد لحدیث کان بین مصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین الجدار ممرالشاۃ[2]، رواہ الائمۃ احمد والشیخان عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ و حدیث لایزال قوم یتأخرون حتی

ہی ہے۔ اسی طرح محراب کی ایک صورت ہے کہ وہ طاق جو قبلہ کی دیوار میں ہوتا ہے اور اس کی حقیقت جس پر یہ صورت علامت ہے وہ جگہ ہے جو قیامِ امام کے لئے دو لحاظ سے ہو، اس میں ایک لحاظ یہ ہو کہ عرضِ مسجد میں (کہ گزرنے والے خط پر خطِ عمود ہو جو نمازی سے قبلہ کی طرف گزرنے والے خط پر جیسا کہ ہمارے علاقے میں جنوباً شمالاً) وسط میں واقع ہے اس حدیث کی وجہ سے کہ " امام کو درمیان میں کھڑا کرو اور صفوں کے رخنے بند کرو" اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کے قرب وبُعد میں برابری ہو تاکہ قراءت سننے، امام کے اوپر نیچے انتقال پر اطلاع اور دائیں بائیں لوگوں پر فیضان میں آسانی ہو جائے، دوسرا لحاظ یہ کہ جہتِ قبلہ میں ہو تاکہ حدِ شرعی و عادی تمام تر قبلہ سے اقرب ہو اس حدیث کی بنا پر کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مصلّی اور دیوار کے درمیان بکری کے گزرنے کی جگہ ہوتی، اسے امام احمد، بخاری ومسلم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور یہ حدیث کہ "ہمیشہ لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے حتّٰی کہ

---

[1] سُنن ابو داؤد مقام الامام فی الصف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۹

[2] صحیح البخاری باب قدرکم ان ینبغی ان یکون بین المصلی والسترہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۱

marfat.com

یؤخرھم اللہ عز وجل[1] رواہ مسلم
وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ
عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ عن
النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
وحدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لایصلین
احدکم وبینہ وبین القبلۃ فجوۃ[2] رواہ
عبدالرزاق فی مصنفہ پس حکمت دروے
توسیع برائے مقتدیاں وپس آیندگان و
عدم تضییق بر ذاکران وگزرندگان و عدم تعطیل
پارۂ از قبلۂ مسجد باہمال آں و تفاؤل حسن
بقرب رحمت و نزدیکی رحمان ست جل وعلی
فان احدکم اذا قام فی صلوتہ فانہ
یناجی ربہ وان ربہ بینہ
وبین القبلۃ[3] کما رواہ الشیخان
وغیرھما عن انس رضی اللہ
تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم پیداست وتعیین ایں
موضع را بطاق معروف بلکہ بہ ہیچ بنا ہرگز نیاز نیست
تا آنکہ اگر مسجد ساحتے سادہ باشد ایں موضع
بتعیین وتحدید او خود متعین می شود در زبان عرب نیز معنی
محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفیع وصدر

اللہ تعالٰی انھیں مؤخر فرمادے گا"۔ اسے مسلم،
ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ حضرت ابن مسعود
کی یہ حدیث کہ "تم میں ہرگز کوئی نماز اس طرح ادا
نہ کرے کہ اس کے اور قبلہ کے درمیان بیکار خالی
جگہ رہے" اسے عبدالرزاق نے مصنّف میں ذکر
کیا ہے اس میں مقتدیوں اور بعد میں آنے والوں
کے لئے وسعت، ذاکرین اور گزرنے والوں کے لئے
عدم تنگی، مسجد کے قبلہ کی جانب کسی گوشے کا مہمل
نہ ہونا، اللہ تعالٰی کے قربِ رحمت کے لئے نیک
فال ہے کیونکہ جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو
وہ اپنے رب سے سرگوشی کررہا ہوتا ہے اس نمازی
اور قبلہ کے درمیان اس کا رب ہوتا ہے جیسا کہ
بخاری ومسلم وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی
عنہ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ذکر کیا"
محراب کو طاقِ معروف یا کسی اور تعمیر کی حاجت نہیں
بلکہ اگر مسجد سادہ میدان ہو تو بھی مسجد کی حدود
خود بخود متعین ہوجاتی ہیں اور عربی زبان میں محراب
کا اطلاق صرف طاق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ ہر بلند جگہ،
صدرِ مجلس اور گھر کی اعلٰی جگہ کو محراب کہا جاتا ہے

۱؎ صحیح مسلم تسویۃ الصفوف واقامتہا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۲
۲؎ المصنف لعبدالرزاق حدیث ۲۳۰۶ باب کم یکون بین الرجل وبین سترتہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۶
۳؎ صحیح البخاری حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۸

marfat.com

مجلس واشرف مواضع بیت رامحراب نامند لانه
ممایتنافس فیہ ویتنازع علیہ فربما
ادی الی حرب وقتال وفی الحدیث
اتقوا هذه المذابح یعنی المحاریب[1]
رواه الطبرانی فی الکبیر والبیهقی فی
السنن عن عبداللہ بن عمرو بن
العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المناوی
فی التیسیر ای تجنبوا تحری صدور
المجالس یعنی التنافس فیہا[2] ومحراب مسجد
حسب تصریح ائمہ لغت وتفسیر ازہمیں معنی ماخوذ ست
لانه صدر المقام ومقدمه واشرف
موضع فیہ لکونه مقام الامام اوسط قطعة
تلی القبلة لاجرم محراب رامطلق مقام فی المسجد
تفسیر کردہ اند درمجمع بحار الانوار ست دخل
محرابا لهم هو الموضع العالی المشرف وصدر
المجلس ایضا ومنه محراب المسجد وهو
صدره واشرف موضع فیه ومنه[3] ح انس
کان یکره المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس
فی صدر المجالس ویترفع علی الناس
درقاموس فرمود المحراب الغرفة وصدر البیت واکرم

کیونکہ اس میں ایک دوسرے پر رشک کرتے اور
اس حصول میں جھگڑتے ہیں بسا اوقات جنگ وقتال
تک نوبت جا پہنچتی ہے، اور حدیث میں ہے ان
مذابح یعنی محرابوں سے بچو، اسے طبرانی نے کبیر اور
بیہقی نے سُنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا، شیخ مناوی نے
تیسیر میں فرمایا یعنی صدورِ مجالس کی تلاش سے
بچو یعنی اس میں تنافس سے بچو۔ ائمہ لغت وتفسیر
کی تفسیر کے مطابق مسجد کا محراب بھی اسی معنی سے
ماخوذ ہے کیونکہ یہ صدر مقام اور اعلٰی جگہ ہوتی ہے
اس لئے کہ امام کی جگہ قبلہ سے متصل سب سے
وسط میں ہے اسی لئے محراب کی تفسیر مسجد میں مطلق
مقام سے کی ہے، مجمع بحار الانوار میں ہے وہ ان
کے محراب میں داخل ہُوا اور وہ محراب بلند و
عالی جگہ ہے، صدرِ مجلس کو بھی کہا جاتا ہے اسی سے
محرابِ مسجد ہے اور یہ صدر اور اعلٰی جگہ ہے، اسی
پر حدیث دال ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی
عنہ محاریب کو پسند نہ کرتے یعنی لوگوں پر بلند اور
صدر مجلس کے طور پر بیٹھنا پسند نہ کرتے۔ قاموس
میں ہے محراب المارى، صدر گھر، گھر کا اعلٰی مقام،

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب فی کیفیۃ بناء المساجد مطبوعہ دار صادر بیروت ۲/۴۳۹
[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ۱۵۲ " دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۴۴
[3] مجمع بحار الانوار باب الحاء مع الراء " منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۲۴۹

marfat.com

مواضعه ومقام الامام من المسجد و الموضع ینفرد به الملك فیتباعد عن الناس[1] درمختار رازی منتخب صحاح ست المحراب صدر المجلس ومنه محراب المسجد[2] درصراح ست محاریب پیشگاه ہائے مجالس ومنه محراب المسجد[3] درمصباح المنیر ست المحراب صدر المجلس ویقال ھو اشرف المجالس وھو حیث یجلس الملوك والسادات و العظماء ومنه محراب المصلی[4] درتاج العروس ست المحراب الغرفة وموضع العالی نقله الهروی فی غریبه عن الاصمعی وقال الزجاج المحراب ارفع بیت فی الدار وارفع مکان فی المسجد وقال ابو عبیدة المحراب اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمی محراب المسجد لانفراد الامام فیه وبعده من القوم[5] وفی لسان العرب المحاریب صدور المجالس ومنه محراب المسجد ومنه محاریب غمدان بالیمن والمحراب القبلة ومحراب

مسجد میں امام کی جگہ، اور اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں بادشاہ تنہا بیٹھتا ہو تاکہ لوگ دور رہیں، مختار رازی منتخب صحاح میں ہے کہ محراب صدرِ مجلس کو کہا جاتا ہے، اور اسی سے محرابِ مسجد ہے۔ صراح میں ہے محاریب مجالس کی اگلی جگہ، اسی سے محرابِ مسجد ہے۔ مصباح المنیر میں ہے محراب مجلس کے لئے اونچی جگہ کو کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ جگہ ہے کہ وہاں بادشاہ، سادات اور بڑے لوگ بیٹھتے ہیں، اسی سے عیدگاہ کا محراب ہے۔ تاج العروس میں ہے لفظ محراب کو ہروی نے غریب میں اصمعی سے نقل کیا اور زجاج نے کہا کہ گھر کا سب سے بلند مقام محراب کہلاتا ہے اور مسجد میں بلند جگہ۔ ابوعبیدہ نے کہا محراب بزرگ جگہ ہے۔ ابن الانباری کہتے ہیں کہ محراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں امام اکیلا کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں سے دور ہوتا ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ محاریب سے مراد جائے صدور ہے اسی سے محرابِ مسجد ہے، اسی سے محرابِ مسجد ہے، اسی سے یمن میں غمدان کے محراب اور محراب قبلہ ہے،

---

[1] القاموس	باب الباء فصل الحاء	مطبوعہ مصطفی البابی مصر	۱/ ۵۵
[2] الصحاح	" "	" دار العلم للملایین بیروت	۱/ ۸۸
[3] الصراح	" "	" مجیدی کانپور	ص ۲۴
[4] مصباح المنیر	تحت لفظ الحرب	" منشورات دار الہجرۃ قم ایران	۱/ ۱۲۸
[5] تاج العروس	فصل الحاء من باب الباء	" احیاء التراث بیروت	۱/ ۲۰۷

marfat.com

المسجد ایضاصدرہ واشرف موضع
فیہ والمحراب اکرم مجالس الملوک عن
ابی حنیفۃ وقال ابوعبیدۃ المحراب سید
المجالس ومقدمها واشرفها قال وکذلک
هومن المساجد[1] اھ ملخصاً درمعالم التنزیل
فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدمها و
کذلک هومن المسجد[2] درانوار التنزیل ست
(المحراب) ای الغرفۃ او المسجد او اشرف
مواضعہ ومقدمها سمی بہ لانہ
محل محاربۃ الشیطان کانها
(ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف
موضع من بیت المقدس[3] درشرح او
عنایۃ القاضی ست ذکر للمحراب معانی
المشهور منها الاخیر ولذا اقتصر
علیہ اخیرا فی قولہ کانها[4] الخ درجلالین ست
(المحراب) الغرفۃ وهی اشرف
المجالس[5] درتفسیر کبیر ست
المحراب الموضع العالی الشریف
وقیل المحراب اشرف المجالس

مسجد کا محراب بھی اس کی اعلیٰ واشرف جگہ
ہوتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ سے ہے۔ ابوعبیدہ
کہتے ہیں کہ محراب مجالس کی اعلیٰ واشرف جگہ ہوتی
ہے اور اسی طرح مساجد کے محراب ہیں اھ تلخیصاً۔
معالم التنزیل میں ہے محراب سے مراد مجالس
کی اعلیٰ اور مقدم جگہ ہے اور مسجد میں بھی محراب کا
معاملہ ایسا ہی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے
(محراب) یعنی کمرہ یا مسجد یا کمرہ ومسجد کی اعلیٰ و
اشرف جگہ مراد ہے یہ نام رکھنے کی وجہ یہ ہے
کہ یہ شیطان سے محاربہ کی جگہ ہوتی ہے گویا
(سیدہ مریم علیہا السلام) بیت المقدس
کی اعلیٰ جگہ پر پیدا ہوئیں، اس کی شرح
عنایۃ القاضی میں ہے کہ محراب کے متعدد معانی
ہیں ان میں سے مشہور آخری ہے اسی لئے
ماتن نے اس آخری معنی پر "کانها وضعت الخ"
کے الفاظ سے اقتصار کیا۔ جلالین میں ہے
(محراب) کمرہ، یہ مجالس کی اعلیٰ جگہ ہوتی ہے۔
تفسیر کبیر میں ہے محراب سے مراد بلند و اعلیٰ
جگہ ہے، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے

۱؎ لسان العرب — فصل الحاء المہملہ — مطبوعہ دارصادر بیروت — ۱/۳۰۵
۲؎ معالم التنزیل علی ہامش الخازن — سورہ آل عمران — مطبوعہ مصطفی البابی بیروت — ۱/۳۴۲
۳؎ انوار التنزیل (بیضاوی) — " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۲/۸
۴؎ حاشیۃ الشہاب المعروف عنایۃ القاضی — " — " دارصادر بیروت — ۳/۳۳
۵؎ تفسیر جلالین — " — " مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۴۸

marfat.com

وارفعها[1] در کشاف ست غرفة و قیل اشرف المجالس و مقدمها[2] این ست معظم عبارات ائمۂ فن کہ از ہماں نفس موضع نشان می دہد نہ از صورت طاق و چپاں از و نشان دہند کہ او خود حادث ست در مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد و ہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازاں خالیست و در مسجد اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز نہ بزمان اقدس بود نہ بعہد خلفائے راشدین نہ بعہد امیر معاویہ و عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی زمانۂ امارتِ خود احداث کردہ است و ماناکہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلامتے ظاہرہ متبینہ باشد کہ در توسط صف خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظر و آزمودن نیفتد و لشب نیز بے روشنی مدرک شود و برائے مقتدیاں لسجدۂ امام در طاق فراخی فراغ ہم نماید چوں کار مشتمل مصالح بود رواج گرفت و زاں باز در عامہ بلادِ اسلام معہود شد پس اطلاق محراب بر آں نام مُعَیَّن برائے مُعَیِّن ست اعنی تسمیۃ الدال باسم المدلول سید سمہودی[ع]

اعلیٰ وارفع جگہ ہے۔ کشاف میں ہے محراب کا معنی کمرہ، بعض کے نزدیک مجالس کے لئے اعلیٰ واشرف جگہ مراد ہوتی ہے۔ محراب کے بارے یہ ہیں تمام ائمۂ فن کی عبارات جن سے واضح ہو رہا ہے کہ اس سے مراد جگہ ہے طاق وغیرہ کی صورت کا نام نہیں بلکہ اٹھاسی ہجری سے پہلے مساجد قدیمہ میں اس کا وجود نہ ہوتا تھا سب سے افضل مسجد مسجد حرام اس سے اب تک خالی ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات، خلفاء راشدین، امیر معاویہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں مسجد نبوی میں صورت محراب نہیں تھی بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی نے اپنے دَورِ امارت میں محراب بنایا اور یہ تسلیم ہے کہ زینت کے علاوہ امام کی جگہ پر علامت کے طور پر محراب کا ہونا بہتر ہے خصوصاً بڑی مساجد میں تاکہ ہر دفعہ غور و فکر نہ کرنا پڑے اور رات کو بغیر روشنی کے امام کو پایا جاسکے اور امام کے محراب میں سجدہ کی وجہ سے مقتدیوں کو وسعت بھی مل جاتی ہے تو جب محراب میں یہ مصالح تھے تو اس کا رواج ہوگیا اور تمام بلادِ اسلامیہ میں یہ معروف ہُوا تو یہ یہاں مدلول کا نام دال کو دیا گیا ہے۔ سید سمہودی قدس سرہ نے

ع بتصریحات ھؤلاء الکبراء رحمھم اللہ

اکابر رحمہم اللہ تعالےٰ کی ان تصریحات سے یہ بات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] التفسیر الکبیر سورۂ آل عمران میں مذکور ہے مطبوعہ البہیۃ المصریۃ مصر ۸ / ۳۱

[2] تفسیر الکشاف 〃 〃 انتشارات آفتاب تہران ایران ۱ / ۴۲۷

marfat.com

قدس سرہٗ در خلاصۃ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم
فرماید یحیٰی عن عبد المهیمن بن عباس
عن ابیہ مات عثمٰن ولیس فی المسجد
شرفات ولا محراب فاول من احدث
المحراب والشرفات عمر بن عبد العزیز[1]
ہم در فصل دوم ازاں فرمود لم یکن للمسجد
محراب فی عهدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم ولا فی عهد الخلفاء بعدہ حتی
اتخذ عمر بن عبد العزیز فی امارۃ
الولید[2] امام عسقلانی در فتح الباری شرح صحیح بخاری
آورد قال الکرمانی من حیث انہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم
بجنب المنبر ای ولم یکن لمسجدہ محراب[3]
امام عینی در عمدۃ القاری شرح بخاری فرمود

خلاصۃ الوفا کے باب چہارم کی آٹھویں فصل میں فرمایا
یحیٰی نے عبد المہیمن بن عباس سے انھوں نے اپنے والد
سے بیان کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید
ہُوئے تو مسجد میں کنگرے اور محراب نہ تھے سب سے
پہلے محراب اور کنگرے بنانے والے حضرت عمر بن
عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اسی کی دوسری
فصل میں ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
کی ظاہری حیات اور خلفائے راشدین کے دَور
میں محراب نہ تھا حتی کہ امارتِ ولید بن عبد الملک
میں عمر بن عبد العزیز نے بنوایا۔ امام عسقلانی فتح الباری
شرح البخاری میں فرماتے ہیں کہ امام کرمانی نے لکھا ہے
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر کی ایک جانب
کھڑے ہوتے یعنی اس وقت مسجد میں محراب نہ تھا۔
امام عینی نے عمدۃ القاری شرح البخاری میں فرمایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی ظهر ان ما وقع فی الفتح مسألۃ
القیام فی الطاق انہ بنی فی المساجد
المحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم[4] اھ سهو فلیتنبہ
۱۲ منہ غفر لہ (م)

واضح ہوگئی کہ فتح القدیر میں امام کے محراب میں
کھڑا ہونے کے بیان میں جو کہا گیا کہ یہ محراب
مساجد میں رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی
ظاہری حیات سے ہیں سہو و بھول ہے[4] اس پر
متنبہ رہنا چاہیے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] وفاء الوفاء — الفصل السابع عشر — مطبوعہ احیاء التراث بیروت — ۲/۵۲۵
[2] وفاء الوفاء — محراب المسجد النبوی ومن صنع — " " " " — ۱/۳۷۰
[3] فتح الباری شرح بخاری — قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۲/۱۲۱
[4] فتح القدیر — باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا — نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۶۰

marfat.com

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقوم بجنب المنبر لانہ لم یکن لمسجد محراب[1] علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان آں سرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتداء آں از وقت عمر بن عبدالعزیز ست در وقتیکہ امیر مدینہ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی[2] اھ ہمدرآں ست طولِ مسجد در زمانِ ولید دو بیست ذراع بود و عرض آں یکصد و شصت و ہفت ذراع دوی در تکلف و تصنع عمارت باقصی الغایۃ کوشید و علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست اوساخت و پیش ازاں نبود[3] اھ مختصراً ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہیچ مسجد شتوی خواہ صیفی تا آنکہ بقعۂ سادہ موقوفہ للصلوٰۃ نیز از محراب حقیقی تہی نتواں بود و ہموں ست مقام امام متوارث از زمان امام الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب راسنت گفتہ اند مراد ہمیں ست و نہ قیام در محراب صوری یا باز آئے آں کہ او خود در زمان سنت بود وجائیکہ

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے پہلو میں قیام فرماتے کیونکہ اُس وقت مسجد میں محراب نہ تھا علامہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جذب القلوب میں فرماتے ہیں یہ محراب جو آج متعارف ہے رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں نہ تھا اس کی ابتداء ولید بن عبدالملک اُموی کے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کی جبکہ وُہ مدینہ طیبہ کے گورنر تھے اھ اور اسی میں ہے کہ ولید کے دور میں مسجد کا طول چالیس[؟] ہاتھ اور عرض ایک سو سٹرسٹھ[۱۶۷] ہاتھ تھا اور عمارت بنانے میں تکلف و تصنع سے انھوں نے کام لیا اور علامت محراب جو آج کل مساجد میں متعارف ہے اُس دور میں نہ تھا اھ المختصر اس پُر نور تقریر سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ کوئی بھی مسجد خواہ شتوی ہو یا صیفی جب سے وُہ وقف ہُوئی ہے وہ محراب حقیقی سے خالی نہیں ہوتی اور یہی وُہ مقام ہے جو امام الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے امام کی جگہ بنتا رہا لہٰذا جس جگہ بھی علماء نے امام کے محراب میں کھڑے ہونے کو سنت کہا ہے وہاں یہی محراب حقیقی مراد ہے نہ کہ محراب صوری میں قیام مراد ہے یا اُس کے برابر جو اُس وقت

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری قدرکم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/۲۸۰

[2] جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب باب ششم دربیان عمارت مسجد شریف نبوی مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۳۷

[3] جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب باب ہفتم دربیان تغیرات و زیادات کہ بعد از وصلت الخ " " " ص ۸۸

marfat.com

مکروہ گفتند مراد در محراب صوری استادن ست بوجہیکہ پائے اندر قضائے او باشد بدلیل و آں اشتباہ حال امام ست بر قولے و تشبہ بہ یہود و شبہہ اختلاف مکان بر قول اصح و وجہ اطلاق محمد۔

بھی سنت تھا، اور جہاں علماء نے محراب میں امام کے قیام کو مکروہ قرار دیا ہے وہاں محراب صوری میں کھڑا ہونا ہے اس طریقہ پر کہ اس کے پاؤں محراب کے اندر ہوں، اس پر دلیل، ایک قول کے مطابق امام کے حال کا مشتبہ ہونا اور ایک قول پر یہود کے ساتھ تشابہ، لیکن اصح قول کے مطابق مکان کا مختلف ہوجانا ہے اور ایک وجہ امام محمد کے قول کا اطلاق ہے۔

اقول وفی تعلیل الاشتباہ نظر واشتباہ فانہ لایحصل غالبا الا اذا ازداد طول الصف وھو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب والبناء اصلا وایضا ان ارید اطلاع الکل بنظر نفسہ فان النظر لہ حد لایتجاوزہ فکما یعجز عند قیام الامام فی المحراب لبعد مایعجز ایضا بدونہ علی بعد اخرون اکتفی بالاطلاع ولو بواسطۃ من معہ فی الصلوٰۃ فلا معنی للاشتباہ بالقیام فی المحراب ولا شك ان الاخیر ھو المعتبر و الا لم یکن لکل من بعد الصف الاول بد من الاشتباہ ولا لمن فی طرفی الاول علی بعد

اقول مشتبہ ہونے کی علت میں نظر و اشتباہ ہے کیونکہ یہ اکثر طور پر حاصل نہیں ہوتا مگر اس صورت میں جب صف زیادہ لمبی ہو اور یہ اشتباہ قیام فی المحراب کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے بلکہ اس وقت بھی جب محراب اور عمارت نہ ہو اور یہ بھی معاملہ ہے کہ کیا تمام مقتدیوں کا امام کو اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے کیونکہ نظر کی ایک حد ہے جس سے متجاوز نہیں ہوتی، تو جس طرح محراب کے اندر کھڑے ہونے پر امام کے بُعد کی وجہ سے وہ نظر نہیں آتا اسی طرح اس کے بغیر بھی بُعد کی وجہ سے ممکن ہے کہ وُہ نظر نہ آئے اور اگر محض اطلاع کافی ہے خواہ وہ بالواسطہ کسی مقتدی کے ذریعے ہو تو محراب میں کھڑے ہونے سے اشتباہ کا پیدا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور بلاشُبہ آخری بات (وجہ) ہی معتبر ہے ورنہ ہر وُہ شخص جو صفِ اوّل کے بعد والی صف میں ہو اسے اشتباہ کے بغیر کوئی چارہ نہیں، اسی طرح

marfat.com

يمنع النظر الا بالتفات عن القبلة و در رد المحتار صرح محمد فى الجامع الصغير بالكراهة ولم يفصل فاختلف المشائخ فى سببها فقيل كونه يصير ممتازا عنهم فى المكان المحراب فى معنى بيت أخر وذلك صنيع اهل الكتب واقتصر عليه فى الهداية و اختاره الامام السرخسى و قال انه الاوجه وقيل اشتباه حاله على من فى يمينه ويساره فعلى الاول يكره مطلقا وعلى الثانى لا يكره عند عدم الاشتباه وايد الثانى فى الفتح بان امتياز الامام فى المكان مطلوب و تقدمه واجب وغاية اتفاق الملتين فى ذلك وارتضاه فى الحلية وايده لكن نازعه فى البحر بان مقتضى ظاهر الرواية الكراهة مطلقا بان امتياز الامام المطلوب حاصل بتقدمه بلا وقوف فى مكان أخر ولهذا قال فى الولوالجية وغيرها اذا لم يضق المسجد

اس کو بھی جو صف اوّل کے اطراف میں اِتنا دور کھڑا ہو کہ نظر سے دیکھ نہ پائے ۔ اشتباہ کو دور کرنے کے لئے ان کو اپنے قبلہ سے انحراف ضروری ہو گا۔

ردالمحتار میں ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں اس محراب میں ہونے پر کراہت کا حکم لگایا ہے اور کوئی تفصیل نہیں دی اس لئے سبب کے بیان میں مشائخ کا اختلاف ہوا ، ایک یہ ہے کہ امام ایسی صورت میں ممتاز ہو کر یوں ہو جاتا ہے جیسے وُہ کسی دوسرے کمرے میں ہے اور یہ اہلِ کتاب کا طریقہ ہے۔ ہدایہ میں اسی پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ امام سرخسی نے اسے ہی پسند کیا اور کہا یہی مختار ہے ۔بعض نے کہا کہ امام اپنے دائیں بائیں مقتدیوں پر مشتبہ ہو جاتا ہے ، پہلی صورت میں ہر حال میں کراہت ہے اور دوسری صورت میں جب اشتباہ نہ ہو کراہت نہ ہو گی ۔ فتح میں یہ کہتے ہوئے دُوسری کی تائید کی اور کہا کہ امام کا ممتاز مقام پر کھڑا ہونا تو مطلوب ہے اور اس کا مقدم ہونا واجب ہے اور اس میں دونوں فریق متفق ہیں اسے حلیہ میں پسند کیا گیا اور اس کی تائید کی لیکن بحر میں یہ کہتے ہوئے اس سے اختلاف کیا کہ ظاہر روایت کا تقاضا یہی ہے کہ ہر حال میں کراہت ہو اور یہ کہ امام کا مطلوبہ امتیاز آگے ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یہ اس کے دوسرے مقام پر کھڑے ہونے پر موقوف نہیں ہے اسی لئے ولوالجیہ وغیرہ میں ہے کہ جب مقتدیوں پہ مسجد

marfat.com

بمن خلف الامام لاینبغی له ذلك
لانه یشبه تباین المکانین اھ یعنی
وحقیقة اختلاف المکان تمنع الجواز
فشبهة الاختلاف توجب الکراهة
والمحراب وان کان من المسجد
فصورته وهیأته اقتضت شبهة
الاختلاف اھ ملخصا قلت ای لان المحراب
انما بنی علامة لمحل قیام الامام لیکون
قیامه وسط الصف کما هو السنة
لا لان یقوم فی داخله فهو وان کان
من بقاع المسجد لکن اشبه مکانا
اٰخر فاورث الکراهة ولا یخفی حسن
هذا الکلام فافهم لکن تقدم ان
التشبه انما یکرہ فی المذموم وفیما
قصد به التشبه لا مطلقا ولعل هذا
من المذموم تامل[۱] اھ
کلام الشامی۔

اقول ولامحل المترجی بعد
ما افادنا قلا عن الولوالجیة وغیرها
انه یشبه تباین المکانین وحقیقته
تفسد فشبهته تکره بل لوعد
هذا دلیلا براسه
لکفی وشفی کما

تنگ نہ ہو تو امام کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ
دونوں مقامات کا جُدا ہونا لازم آتا ہے اھ اور
حقیقۃً جگہ کا اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور
جہاں اختلاف کا شُبہ ہو وہاں کراہت ہوگی اور
محراب اگرچہ مسجد میں ہی ہے لیکن اس صورت و
ہیئت سے شبہۂ اختلاف پیدا ہوتا ہے اھ تلخیصاً
قلت (میں (شامی) کہتا ہوں) محراب کا
مقصد یہ ہے کہ وہ قیامِ امام کی علامت ہو تاکہ
اس کا قیام صف کے درمیان ہو یہ مقصد نہیں کہ
امام محراب کے اندر کھڑا ہو۔ محراب اگرچہ مسجد
کا ہی حصّہ ہے لیکن ایک دوسرے مقام کے مشابہ
ہے لہٰذا اس سے کراہت ہوگی۔ اس کلام کا حسن
واضح ہے اسے اچھی طرح محفوظ کر لو، لیکن پیچھے
گزرا کہ تشبّہ بُری بات میں مکروہ ہوتا ہے اور
اس صورت میں جب تشبّہ مقصد ہو ہر حال میں
مکروہ نہیں اور ممکن ہے یہ مذموم میں سے ہو۔
(کلام شامی ختم ہوا)

اقول (میں کہتا ہُوں) یہ "شاید"
کہنے کا محل نہیں کیونکہ اس نے ولوالجیہ وغیرہ سے
نقل کر دیا ہے کہ یہ عمل دو جگہوں کے متخالف
ہونے کے مشابہ ہے اور اگر تباین حقیقۃً ہو تو
اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تباین
کا تشابہ ہو تو نماز میں کراہت آئے گی بلکہ اگر اسے

---

[۱] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا   مطبوعہ مصطفی البابی مصر   ۱/۴۷۷

marfat.com

لا یخفی پیداست کہ ایں شبہہ و تشبہ و اشتباہ ہمہ ہا ہمیں در محراب صوری ست نہ حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچناں کہ سجدہ در طاق افتد پس فی نفسہ نہ کراہتے دارد لعدم الوجوہ المذکورۃ من الشبہۃ و التشبہ والاشتباہ فیہ نہ فضیلتے لما قدمنا انہ لم یکن فی اصل السنۃ محراب صوری ولا محاذاتہ پس نظر بذات خودش نباشد جز مباح از ینجاست کہ ایں را سنت نگفتہ اند و چوں مکروہ ہم نبود دفع توہم را لا باس آوردند آرے اگر قیام بمحل محرابِ حقیقی موافق آید کما ھو الغالب لاجرم سنت باشد نہ ازاں رو کہ محاذات محراب صوری ست بل ازاں جہت کہ موافات محراب حقیقی ست ازیں تحقیق انیق بحمد اللہ روشن شد کہ اگر امام در مسجد صیفی بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافتہ باشد و ہیچ کراہتے برو نبود گو محراب صوری را محاذی ہم مباش چنانکہ صیفی در عرض ازید از شتوی باشد آنگاہ باید کہ از محاذاتِ طاق بجانب زیادت میل کنند و بوسط صیفی بایستند

مستقل دلیل بنایا جائے تو یہ کافی وشافی ہے جیسا کہ واضح ہے اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ شبہ، تشبہ اور اشتباہ وغیرہ تمام صورتیں محراب صوری میں ہیں، نہ کہ حقیقی میں، محراب صوری کی محاذات میں اس طرح کھڑا ہونا کہ سجدہ محراب میں ہو فی نفسہ مکروہ نہیں کیونکہ وجوہِ مذکورہ یعنی شبہ، تشبہ اور اشتباہ یہاں نہیں ہیں اور نہ اس میں کوئی فضیلت ہے کیونکہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے کہ اصلِ سنت میں نہ محراب صوری ہے اور نہ اس کی محاذات پس وہ اپنی ذات کے حوالے سے سوائے مباح کے کچھ نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے سنت نہیں کہا گیا، چونکہ مکروہ بھی نہیں تو علماء دفعِ توہم کے لئے لفظ "لا باس" لے آئے ہیں، اگر اس کی محاذات کا قیام محرابِ حقیقی کے موافق ہو جاتا ہے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو اب یہ سنت ہوگا مگر اس کی وجہ محرابِ صوری کے محاذی ہونا نہیں بلکہ محرابِ حقیقی کے موافق ہونا ہے، بحمد اللہ اس شفاف تحقیق سے واضح ہوگیا کہ اگر امام مسجد صیفی میں محراب حقیقی میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ یقیناً سنت کو پانے والا ہے اور اس پہ ہرگز کوئی کراہت نہ ہوگی اگرچہ وہ محراب صوری کے محاذی نہ ہو، کیونکہ جب مسجد صیفی عرض میں شتوی سے زیادہ ہو تو اس وقت محراب کی محاذات میں جانب زیادت کی طرف ہو کر صیفی کے درمیان میں

marfat.com

بمحراب حقیقی قیام کردہ باشد و بدستور در شتوی
نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشتہ
بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست
آید در ولایت افغانستان از علماے زمان کہ
قیام امام را در مسجد صیفی مکروہ گویند دلیل بر آں
از ہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چوں در
سوالیکہ نزد فقیر از آں ولایت آمدہ بود وانمود
ناشی از اشتباہ معنی محراب است عزیزان
او را محراب صوری گماشتند و از حقیقی غفلت
کردہ اند و دانستہ شد کہ قیام در صوری سنّت
نیست بلکہ بمعنی حقیقتش خود مکروہ ہست وانکہ
سنّت است بہ مسجد صیفی نیز نقد وقت ست
پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح ایں معنی
را رنگ ایضاح داد کہ فرمود لولم
تبن (ای المحاریب) کانت
السنۃ ان یتقدم فی محاذاۃ ذلك
المکان لانہ یحاذی وسط
الصف وھو المطلوب اذ قیامہ
فی غیر محاذاتہ مکروہ[1]
اھ و اگر چناں باشد کہ صیفی
مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت
بدر رود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتواں یافت
و مجرد محاذات اگرچہ از دور بسندہ نیست کما

کھڑا ہونا چاہیے تاکہ محرابِ حقیقی میں قیام ہو جائے
اسی طرح شتوی میں بھی اگر طاق وسط میں نہیں
تو امام طاق چھوڑ کر شتوی کے وسط میں ہو جائے
تاکہ محرابِ حقیقی کو پایا جا سکے، افغانستان کے
علاقے میں اس وقت کے علماء مسجد صیفی میں امام
کے قیام کو مکروہ قرار دیتے ہوئے یہی دلیل
دیتے ہیں کہ محراب میں کھڑا ہونا سنّت ہے کیونکہ
اس ملک سے فقیر کے پاس جو سوال آیا ہے اس سے
واضح ہوتا ہے کہ انھیں معنیٰ محراب میں اشتباہ ہے
اور انھوں نے محراب صوری مقرر کئے ہیں مگر محرابِ
حقیقی سے غافل ہو گئے ہیں اور معلوم ہوا کہ
صوری میں قیام سنّت نہیں بلکہ اسے حقیقی سمجھنا
بذاتِ خود مکروہ ہے اور جو سنّت ہے
وُہ صیفی مسجد میں بھی درست ہے، پس یہاں
کراہت کہاں! امام ابن الہمام نے فتح القدیر
میں اسے واضح کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ بنے ہوئے
نہیں (یعنی محاریب) تو سنّت یہ ہے کہ اس
جگہ کے محاذی کھڑا ہوا جائے کیونکہ وہ وسط صف
کے محاذی ہے اور یہی مطلوب ہے کیونکہ محاذات کے
علاوہ امام کا قیام مکروہ ہے اھ اور اگر ایسے ہو
کہ صیفی اقامت جماعت کی صلاحیت نہ رکھتی کیونکہ
وہاں محراب صوری نہیں اور صرف محاذات اگرچہ
دُور سے ہو محراب کی نشانی نہیں ہے جیسا کہ تو نے

---

[1] فتح القدیر فصل یکرہ المصلی مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۶۰

marfat.com

علمت وقد اعترفوا بہ والا لم یحکموا بکراھۃ قیام الامام فی الصیفی مطلقا وایں برخلاف عمل ونیت جملہ امت ست مسجد را بردو درجہ سرما وگرما از ہمیں رو بخش میکنند کہ بہر موسم اقامت جماعت بہ مسجد نتوانند اگر ایں پارہ از قیامِ امام معطل ماند لاجرم جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارۂ شتوی صفہا بستن کہ انفراد امام بدرجۂ خود مکروہ ست پس از صیفی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان آنگاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود وایں یقیناً مخالف نیت وقصد جملہ بانیان وعمل وتوارثِ عامہ مومنان ست باز در ہندیہ وبزازیہ وخلاصہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ ست قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم قال من سبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم[1] چرا بلائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرا نگویند کہ امام مسجد صیفی ومقتدیانش بہرحال درگرد کراہت اند زیرا کہ قیام

سمجھا اور جیسا کہ انھوں نے اس کا اعتراف کیا ہے ورنہ وہ صیفی میں مطلقاً قیامِ امام کو مکروہ قرار نہ دیتے حالانکہ یہ بات تمام امت کے عمل کے خلاف ہے کیونکہ مسجد کے دو درجے موسم گرما وسرما کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں کہ ہر موسم میں ایک جگہ جماعت نہیں کرائی جاسکتی تو اگر یہ حصہ قیامِ امام سے معطل ہو تو لازم ہوگا کہ جماعت بھی شتوی حصے میں صفیں بنائے کیونکہ امام کا تنہا ہونا بذاتِ خود مکروہ ہے تو اس طرح صیفی حصہ سے فائدہ صرف بعض اوقات بعض لوگ اس وقت ہی اٹھاسکیں گے جب شتوی حصہ پُر ہوجائے گا، اور یہ بات تمام بانیانِ مساجد کی نیت اور عمل اور توارثِ اُمت کے خلاف ہے ہندیہ، بزازیہ، خلاصہ، ظہیریہ، خزانۃ المفتین وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے کہ کچھ لوگ مسجد کے اندر اور کچھ مسجد کے صحن میں تھے مؤذن نے اذان کہی اہلِ خارج میں سے امام نے جماعت کرائی اسی طرح اندر والوں میں سے امام نے جماعت کرائی تو جس نے پہل کر دی وہ امام ہوگا اور تمام لوگ اس کے مقتدی ہوں گے ان کے حق میں کوئی کراہت نہ ہوگی کیونکہ یہاں لا نفی جنس انھوں نے استعمال کیا ہے جو مطلق سلب کا احاطہ کرتا ہے انھوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ مسجد صیفی کا امام اس کے مقتدی بہرحال کراہت میں مبتلا ہونگے کیونکہ انھوں نے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۵

marfat.com

فی المحراب را ترک گفتند بالجملہ ایں خطائے فاحش ست کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اند ازیں باخبر باید بود۔

سخن راندن ماند از استظہار علامہ شامی عاملہ اللہ باللطف النامی **اقول** انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آں فاضل علام بود وہنوز گل نظرے دمیدن دارد ماثور وموروث چنانکہ دانی ہماں قیامِ امام در محراب حقیقی ست وآں مقام اشرف موضع وصدرِ مسجد ست چنانکہ شنیدی پس ترک او بے عذر شرعی عدول از افضل وخلاف متوارث العمل وفرع مبسوط دلالت برآں ندارد کہ اینجا فی نفسہٖ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ مہم تر از آں ست چوں ہر دو دست وگریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچہ بدل می چسپد کلمات ائمہ را بر اطلاق آنہا داشتن اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلۃ را محراب حقیقی گزاشتن ست ھذا اٰخر الکلام فی ھذا المقام وقد اتضح بہ کل مرام وانکشف بہ جمیع الاوھام والتأمت کلمات الائمۃ الکرام وما توفیقی الا باللہ الملک العلام و السلام مع الاکرام علی مولٰنا عبد السلام واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

محراب میں قیام کو ترک کیا ہے، حاصل کلام یہ کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے جو اس دَور میں ان علاقوں میں پیدا ہوتی ہے اس سے باخبر ہونا چاہئے۔

رہا معاملہ علّامہ شامی کے مختار قرار دینے کا تو **میں کہتا ہوں** کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا اس فاضل علام کے کلام کی غایت توجیہ ہے اور جو کچھ منقول و متوارث ہے وہ امام کا محرابِ حقیقی میں قیام ہے اور وہ مقام سب سے اعلٰی اور صدرِ مسجد ہوتا ہے جیساکہ آپ پڑھ چکے لہذا اس کا ترک بغیر کسی عذر کے افضل سے اعراض اور متوارث عمل کے خلاف ہے اور مبسوط کا جزئیہ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ مقام فی نفسہٖ مقصود نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہ صف کے درمیان کھڑا ہونا سنّتِ عظیمہ ہے کیونکہ جب دونوں میں تعارض ہو تو وسط میں کھڑا ہونا سنّت اور مختار ہوگا، دل لگتی بات یہ ہے کہ ائمہ کے کلام کو اپنے اطلاق پر رکھیں اگرچہ یہ کمزور سی بات ہے تاہم اس سے محلہ کی مسجد میں پہلے امام کا حقیقی محراب کو چھوڑنا مراد ہے، یہ اس مقام میں آخری کلام ہے اور اس سے پورا مقصد واضح ہوگیا اور تمام ائمہ کا کلام موافق ہوگیا وما توفیقی الا باللہ الملک العلام والسلام مع الاکرام علٰی مولٰنا عبد السلام واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۰۲: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھرا مرسلہ مولوی سمٰعیل صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین وفضلائے شرع متین

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور فضلائے شرع متین

marfat.com

اندریں صورت کہ شخصے مصلی ردائے خود را بدیں نوع پوشد کہ اوّلا وسط ردا را بر پشت نہادہ و ہر دو سرش را تحت الابطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست و طرف راست را بر منکب چپ افگند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت و سریں رسند ایں صورت در حالت صلوٰۃ شرعاً جائزست یا نہ ؟

اس مسئلہ میں کہ نمازی ایک چادر اس طرح پہنتا ہے کہ پہلے اس کا نصف حصہ اپنی پشت پر ڈالتا ہے اور اس کے دونوں کونوں کو بغلوں کے نیچے سے باہر لاکر اس کی بائیں جانب کو دائیں کاندھے اور اس کے دائیں حصہ کو بائیں کاندھے پر ڈالتا ہے حتّٰی کہ اس کے دونوں کونے بھی پشت و سرین تک پہنچ رہے ہوتے ہیں اس حالت میں نماز جائز ہے یا نہیں ؟

الجواب

جائزست فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا بہ فی بیت ام سلمۃ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ[1] وللبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ[2] شیخ محقق دہلوی قدس سرہ در اشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتمال آن ست کہ طرفے راست از جامہ کہ بر دوش راست است گرفتہ بر دوش چپ بندد از دو طرف چپ

جائز ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضرت عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ میں نے بیتِ حضرت ام سلمہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ اس کی دونوں اطراف آپ کے کاندھوں پر تھیں ۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ میں نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جو آدمی ایک کپڑے میں نماز ادا کرے اسے چاہیے کہ وہ اس کی دونوں اطراف کو مخالف سمت میں ڈال لے ۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ اشعۃ اللمعات میں صورتِ اشتمال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کپڑے کی دائیں طرف جو کپڑا دائیں کاندھے پر ہے بائیں پر ڈال دے اور بائیں کاندھے

---

[1] صحیح مسلم باب الصلوٰۃ فی ثوبِ واحد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۸

[2] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ " " " " " " " " " ۱/ ۵۲

marfat.com

که بردوش چپ است از زیر دست چپ گرفته بردوش راست ببندد و پستر بندد هر دو طرف را برسینه و غالباً احتیاج به بستن هر دو طرف برسینه بر تقدیر یست که گوشهاۓ جامه دراز نباشد و بیم واشدن بود و اگر دراز بسیار باشد احتیاج به بستن نباشد چنانکه از لباس فقراۓ یمن ظاهر میگردد ولهذا در عبارت بعض شارحان ایں قید واقع نشده[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کی طرف کو بائیں کے نیچے سے نکال کر دائیں کاندھے پر ڈال دے اس کے بعد دونوں اطراف کو سینہ پر باندھ لے، غالباً دونوں کو سینہ پر باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ کپڑے کے کنارے طویل نہ تھے اور اس کے بگر جانے کا خطرہ تھا، اور اگر اطراف لمبے ہوں تو باندھنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ فقرائے یمن کا لباس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بعض شارحین کی عبارت میں اس قید کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۳: از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چبوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے در میں جو کچھ بلندی ہوتی ہے اُس پر نمازِ جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دُور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے،

لمشابھۃ الیھود فانھم یجعلون لامامھم علی دکان ممتازاً عمن خلفہ والاصح ان لاتقدیر، بل کل مایقع بہ الامتیاز یکرہ کما فی الدر[2]۔

یہ یہود کے ساتھ مشابہت ہے کیونکہ امام کے لئے اونچی جگہ بناتے ہیں اور اصح یہ ہے کہ اس کی مقدار کا تعین نہیں بلکہ اتنی اونچائی جس سے امتیاز ہو جائے مکروہ ہے جیسا کہ دُر میں ہے۔ (ت)

اور اگر اسے دُور کر دیں تو امام اگر در میں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے

لقول امامنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین[3]

ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ امام کے دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہونے کو

۱؎ اشعۃ اللمعات باب الستر الفصل الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۴۴
۲؎ درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۲
۳؎ ردالمحتار مطلب فی کراہۃ قیام الامام فی غیر المحراب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۲۰

marfat.com

كما في المعراج۔ ناپسند جانتا ہوں، جیسا کہ معراج میں ہے (ت)

اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی كما في در المختار وغیرہ (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) تو جب صحن میں صفوں کے لئے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر طاق کے مثل بنائیں اور اتنا ٹکڑا صحن سے ہموار کردیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۴: اناترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس

۸ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے، دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب میں فرق آیا اُلٹا قرآن پڑھنے سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیب اُلٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو نہ سجدۂ سہو آئے، ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصداً کرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا زبان سے اُوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلافِ ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اس کا حرف نکل جانے سے اُس کا حق ہوگیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے:

ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ وانما جوز للصغار تسهيلا لضرورة التعليم ط التنكيس او الفصل بالقصيرة انما يكره اذا كان عن قصد فلو سهوا فلا، شرح المنية، واذا انتفت الكراهة فاعراضه عن التی شرع فیها لاینبغی، وفی الخلاصة افتتح سورة و قصده سورة اخرى فلما قرأ اٰية او اٰيتين اراد ان يترك تلك السورة ويفتتح التی ارادها يكره الخ

قراءت میں سورتوں کے درمیان ترتیب رکھنا واجب ہے، چھوٹے بچّوں کے لئے ضرورتِ تعلیم کے پیشِ نظر جائز ہے تاکہ آسانی ہو ط، خلافِ ترتیب یا تھوڑا فاصلہ اس وقت مکروہ ہے جب دانستہ ہو اگر بھول کر ہو تو مکروہ نہیں شرح المنیہ، اور جب کراہت ختم ہو تو مشروع سے اعراض مناسب نہیں۔ خلاصہ میں ہے کسی ایک نے سورت شروع کی اور دُوسری کا ارادہ کیا جب ایک آیت یا دُو آیات تلاوت کیں تو اس نے چاہا کہ یہ سُورت چھوڑ دے اور وُہ شروع کرے جس کا ارادہ تھا تو یہ مکروہ ہے الخ

marfat.com

وفی الفتح ولوکان ای المقرؤ حرفا واحدا[1] الخ

فی ردالمحتار انھم قالوا یجب الترتیب فی سورۃ القرأن فلو قرأ منکوسا اثم لکن لایلزمہ سجود السھو لان ذلک من واجبات القراءۃ لامن واجبات الصلوۃ کما فی البحر باب السھو[2] الخ شامی اقول وبہ یظھر ما فی افتاء الشیخ الملا نظام الدین والد ملک العلما بحر العلوم رحمھما اللہ تعالٰی بایجاب السجود فیہ بناءً علی وجوبہ فانہ خلاف المنقول المنصوص علیہ فی کتب المذھب وقدکان یتوقف فیہ المولی بحرالعلوم قدس سرہٗ، واللہ تعالٰی اعلم۔

اور فتح میں ہے کہ اگرچہ پڑھا ہوا محض ایک حرف ہو الخ

ردالمحتار میں ہے کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ قرآنی سورتوں میں ترتیب ضروری ہے اگر کسی نے خلافِ ترتیب پڑھا تو وہ گنہگار ہوگا لیکن اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا کیونکہ یہ واجباتِ قراءت میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں جیساکہ بحر کے باب السہو میں ہے الخ شامی، اقول (میں کہتا ہوں) اسی کے ساتھ یہ بھی واضح ہوگیا کہ شیخ ملّا نظام الدین والد گرامی ملک العلماء بحرالعلوم رحمہما اللہ تعالٰی نے جو فتوٰی دیا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے کیونکہ یہ عمل واجب ہے یہ کتبِ مذہب میں منقول نصوص کے خلاف ہے اور اس میں بحرالعلوم قدس سرہٗ نے توقف سے کام لیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۵: ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اُلٹی دُلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب

واجب الاعادہ اور مکروہِ تحریمی ایک چیز ہے، کپڑا اُلٹا پہننا اوڑھنا خلافِ معتاد میں داخل ہے اور خلافِ معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربارِ عزت احق بادب وتعظیم ہے۔

واصلہ کراھۃ الصلوۃ فی ثیاب مھنۃ قال فی الدر وکرہ صلوتہ فی ثیاب

اصل یہ ہے کہ کام ومشقت کے لباس میں نماز مکروہ ہے درمیں ہے نمازی کا کام کے کپڑوں میں نماز ادا کرنا

---

[1] ردالمحتار فصل ویجہر الامام قبیل باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۴

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ " " " ۱/ ۳۳۷

marfat.com

مهنة[۱] قال الشامی وفسرها فی شرح الوقایۃ بمایلبسہ فی بیتہ ولایذھب بہ الی الاکابر[۲]

مکروہ ہے، شامی نے فرمایا اور اس کی تفسیر شرح وقایہ میں ہے وُہ کپڑے جو آدمی گھر پہنتا ہے مگر ان کے ساتھ اکابر کے پاس نہیں جاتا۔ (ت)

اور ظاہر کراہت تنزیہی

فان کراھۃ التحریم لابد لھا من نھی غیر مصروف عن الظاھر کما قال ش فی ثیاب المھنۃ والظاھر ان الکراھۃ تنزیھیۃ[۳]۔

کیونکہ کراہتِ تحریمی کے لئے ایسی نہی کا ہونا ضروری ہے جو ظاہر سے مؤول نہ ہو، جیسا کہ علامہ شامی نے کام کے کپڑوں کے بارے میں کہا کہ ظاہر کراہت تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اس سے نہی وارد، دخل نہیں کہ وہ بر لبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین لٹکتی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دو بالا نہ مارا یا انگرکھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا[۴] کما فی الدر وغیرہ (جیسا کہ دُر وغیرہ میں ہے۔ ت) اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلافِ معتاد ضرور ہے، ہاں امام ابوجعفر ہندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہرا کر فرمایا کہ بُرا کیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کُرتا نہ ہو ورنہ حرج نہیں، اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے

قال فی ردالمحتار قال فی الخزائن بل ذکر ابوجعفر انہ لوادخل یدیہ فی کمیہ ولم یشد وسطہ اولم یزرازارہ فھو مسیئ لانہ یشبہ السدل اھ قلت لکن قال فی الحلیۃ فیہ نظر ظاھر بعد ان یکون تحتہ قمیص اونحوہ

ردالمحتار میں ہے کہ خزائن میں ہے بلکہ ابوجعفر نے ذکر کیا کہ اگر نمازی نے اپنے بازوؤں کو آستینوں میں داخل کردیا اور درمیان کو نہیں باندھا یا اس نے اس کے بٹن بند نہ کئے تو خطا کار ہے کیونکہ سدل کی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں حلیہ میں ہے کہ اس میں واضح اعتراض ہے جبکہ اس کے نیچے قمیص یا ایسا کپڑا

---

[۱] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۱
[۲] ردالمحتار " " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۶۱
[۳] " " " " " " " " " "
[۴] درمختار " " " " " مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۱

marfat.com

ممایستر البدن[1] اھ **اقول** وفیہ نظر ظاھر فان انکشاف شیئ من صدر الرجل وبطنہ لااساءۃ فیہ اذا کان عاتقاہ مستورین وانما نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عما اذا صلی فی ثوب واحد ولیس علی عاتقہ منہ شیئ[2] ولا شك ان ارسال اطراف مثل الشایۃ من دون ان یزرازرھا انما یشبہ السدل بنفس ھیأۃ ولامدخل فیہ لوجود القمیص تحتہ وعدمہ لماان السدل سدل وان کان فوق القمیص ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ **اقول** النظران کان ففی کراھۃ التحریم اما التنزیہی فلاشك فی ثبوتہ[3]۔

ہو جو بدن ڈھانپ دے اھ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس میں نظر ہے کیونکہ انسان کے سینے اور بطن کے کسی حصّے کا ظاہر ہونا اس میں کوئی برائی نہیں جبکہ اس کے کاندھے مستور ہوں اور رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت میں ایک کپڑے میں نماز سے منع فرمایا ہے جبکہ اس کے کاندھے پر کوئی شیئ نہ ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اطراف کا کُھلا ہونا بٹن باندھنے کے بغیر سدل کے مشابہ ہے اس میں نیچے قمیص اور عدم قمیص کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سدل، سدل ہی ہوتا ہے اگرچہ قمیص پر ہو اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے **اقول** نظر تب ہے کہ اگر کراہت تحریمی ہو اور اگر تنزیہی ہو تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

ہاں اگر قصداً ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اس کا ادب واجلال ہلکا مانا تو کراہت وحرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا۔ کما قالوا فی الصلٰوۃ حاسر الراس اذا کان للاستھانۃ (جیسا کہ علماء نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو سُستی وکاہلی کی وجہ سے ننگے سر نماز ادا کرتا ہے۔ت) والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے، تو یہ نماز مکروہِ تحریمی یا تنزیہی ہُوئی یا نہیں؟

الجواب

مخالفِ سنّت ہُوا، حدیث میں ہے:

الفرق بیننا وبین المشرکین العمائم — ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر

---

[1] ردالمحتار — باب مایفسد الصلٰوۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۶۴۰

[2] صحیح بخاری — باب اذا صلی فی ثوب واحد الخ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۵۲

[3] جد الممتار علی ردالمحتار — مکروہات الصلٰوۃ — المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا — ۱/۳۰۴

marfat.com

علی القلانس[1]۔ — عمامہ باندھنا ہے۔ (ت)

وقرر الشیخ قدس سرہ فی اللمعات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وھم یتعممون بدونھا۔

اور شیخ قدس سرہ نے لمعات میں ثابت کیا ہے کہ مشرکینِ عرب کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، اب معنٰی یہ ہوگا کہ ہم ٹوپیوں پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین ٹوپیوں کے بغیر۔ (ت)

پھر اگر گلو بند چھوٹا ہو کہ ایک دو پیچ سے زائد نہ کرسکے تو یہ سنتِ عمامہ کا بھی ترک ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۰۷: از رام پور مرسلہ جناب مولٰنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

(مع رسالہ نعم الجواب فی مسئلۃ المحراب)

خلاصۂ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفا کو اس تکلیف وگرمی سے قے بھی ہوجاتی ہے اور بیہوشی ہوتی خوفِ ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

الجواب

تحریرِ فقیر بر جواب مولوی معز اللہ خاں صاحب وتائید مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المجیب خیرا وثیب وایدی الفاضل المؤید بنصرہ القریب (جواب دینے والے کو اللہ جزائے خیر دے اور اس فاضل کو مدد قریب سے نوازے۔ ت) فی الواقع زید کا قول محض باطل وجہالت اور اس پر ایسا اصرار اور اس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز وجماعتِ نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے، فقیر نے اپنے فتاوٰی میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی وصوری اقسام اور حدیثاً وفقہاً اُن کے احکام اور تحقیق مرام وازالۂ اوہام بفضلہ تعالٰی بروجہ کافی وشافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ وبزازیہ وخلاصہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے:

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام

کچھ لوگ داخل مسجد اور کچھ خارج مسجد ہیں مؤذن نے تکبیر کہی اہلِ خارج میں سے امام نے جماعت کرائی

---

[1] سنن ابوداؤد — باب فی العمائم — مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/ ۲۰۸
مشکوٰۃ المصابیح — کتاب اللباس — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۳۷۴

marfat.com

امام من اهل الخارج فامهم وقام امام من اهل الداخل فامهم من یسبق بالشروع فهو والمقتدون به لاکراهۃ فی حقہم[1]۔

اور اسی طرح اہل داخل میں سے ایک نے جماعت کروائی تو جس نے سبقت لی وہ امام ہے اور لوگ اس کے مقتدی، ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[2] (مسجد خارج سے صحنِ مسجد مراد ہے۔ ت) دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحنِ مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلاً کسی طرح مکروہ نہیں

لان السابق بالشروع فی الصورۃ المذکورۃ انکان امام الخارج وھوالذی ھو و مقتدوہ کلھم فی الصحن کان ھوالمحکوم لہ بقول الائمۃ ھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم ولاھذہ لنفی الجنس فتفید نفی کل کراھۃ عنھم وھو المقصود۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کیونکہ صورتِ مذکورہ میں شروع میں سبقت کرنے والا اگر امام خارج ہے تو وُہ امام اور اس کے مقتدی تمام صحن میں ہوں گے اور ائمہ کا یہ بیان کردہ حکم کہ وہ امام اور لوگ اس کے مقتدی ہوں گے اور ان پر کوئی کراہت نہیں اسی پر لاگو ہوگا اور یہ "لا" نفی جنس کے لئے ہے جس سے ہر کراہت کی نفی ہوجاتی ہے اور یہی مقصود ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۰۸: از مارہرہ مطہرہ کمبوہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۲۸ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

جُوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جُوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے؟ انھوں نے کہا

حدثنا ادم ابن ابی ایاس قال انا ابو مسلمۃ سعید بن یزید الازدی قال سألت انس بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم

آدم ابن ابی ایاس بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابو مسلمہ سعید بن یزید الازدی نے بتایا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعلین میں نماز ادا کی ہے؟ انھوں نے فرمایا ہاں۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی بیان من ھو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴
خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

marfat.com

ابن بطال نے کہا جب جُوتے پاک ہوں تو ان میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابوداؤد اور حاکم کی حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو وہ جُوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں جُوتے اتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیبانی کوئی نماز میں جُوتا اتارے تو اُس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابو حنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے۔ شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جُوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی قسم کی نجاست ہو، تر یا خشک، جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق

(اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے **اقول** اور اللہ ہی توفیق دینے والا اور وہ ہے جو تحقیق کی منزل پر پہنچانے والا ہے۔ ت) سخت اور تنگ پنجے کا جُوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اُس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جُوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت واساءت درکنار مذہب مشہور و مفتی بہ کی رُو سے راساً مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہُوئی، امام ابوبکر جصاص وامام کرخی وامام قدوری وامام برہان الدین صاحبِ ہدایہ وغیرہم اجلّہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی، محیط وخلاصہ وبزازیہ وکافی وفتح القدیر وسراج وکفایہ ومجتبٰی وشرح المجمع للمصنف ومنیہ وغنیہ شرح منیہ وفیض المولی الکریم وجوہرہ نیرہ ونورالایضاح ومراقی الفلاح ودرمنتقی ودرمختار وعلمگیریہ وفتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری وحواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایۃ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتوٰی ہے، جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے، درمختار میں ہے:

فیہ (ای فی شرح الملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون وشرط طہارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون[1] اھ ملخصاً

اس (شراح الملتقی) میں ہے قدم کی انگلیوں کا زمین پر جانبِ قبلہ رکھنا فرض ہے خواہ وہ ایک ہی کیوں نہ ہو ورنہ جائز نہیں اور لوگ اس سے غافل ہیں اور مکان کا پاک ہونا بھی شرط ہے اور حجم زمین کو پانا اور لوگ اس سے بھی غافل ہیں اھ تلخیصاً۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوۃ کبّر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۷۲

marfat.com

اسی میں ہے :

منها (ای من الفرائض) السجود بجبهته وقدمیه ووضع اصبع واحدة منهما شرط[1]۔

ان میں سے (یعنی فرائض میں سے) پیشانی اور قدمین پر سجدہ کرنا ہے اور ان دونوں پاؤں میں سے ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے :

لو سجد ولم یضع قدمیه علی الارض لایجوز ولو وضع احدهما جاز[2]۔

اگر سجدہ کیا لیکن قدم زمین پر نہ لگے تو وہ جائز نہ ہوگا اور اگر ان سے ایک قدم لگ گیا تو جائز ہوگا (ت)

غنیہ میں ہے :

المراد من وضع القدم وضع اصابعها قال الزاهدی ووضع رؤس القدمین حالة السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیه عن الارض لاتجوز وکذا فی الخلاصة والبزازی وضع القدم بوضع اصابعه وان وضع اصبعا واحدة اووضع ظهر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذلك احدی قدمیه صح والا فلا فهم من هذا ان المراد بوضع الاصابع توجیهها نحو القبلة لیکون الاعتماد علیها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جعله غیر معتبر وهذا مما یجب التنبیه له فان اکثر الناس عنه غافلون[3]۔

قدم رکھنے سے مراد اس کی انگلیوں کو رکھنا ہے، زاہدی نے کہا حالتِ سجدہ میں دونوں قدموں کی انگلیوں کے سروں کا زمین پر رکھنا فرض ہے۔ مختصر کرخی میں ہے اگر کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین سے اُٹھی رہیں تو سجدہ نہ ہوگا۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ بزازیہ میں قدم رکھنے سے مراد انگلیوں کا رکھنا ہے اور اگر قدم کی پشت انگلیوں کے بغیر لگائی تو اگر اس کے ساتھ کسی ایک قدم کو بھی لگایا تو صحیح ورنہ نہیں، اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے رکھنے سے مراد انھیں قبلہ کی طرف کرنا ہے تاکہ ان پر ٹیک ہو ورنہ قدم کی پشت پر ہوگا اور اسے تو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے اور اس پر متنبہ ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ اکثر لوگ اس سے غافل ہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۰

[2] منیۃ المصلی باب فرائض صلوٰۃ مبحث السجود " مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۲۶۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فرائض صلوٰۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۸۵

marfat.com

بحرالرائق و شرنبلالیہ میں ہے:

السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجہ مما لاسخریۃ فیہ وخرج بقولنا لاسخریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانہ لایصح لان السجود مع رفعھما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ فلولم یضع الاصابع اصلا ووضع ظھر القدم فانہ لایجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع اھ ملتقطا[1]

شریعت میں سجدہ یہ ہے چہرہ کا زمین پر رکھنا اور اس میں سخریت نہ ہو" لاسخریۃ فیہ" سے وہ صورت خارج ہوجاتی ہے جس میں دونوں قدم حالتِ سجدہ میں زمین پر نہ ہوں کیونکہ حالتِ سجدہ میں ان کا زمین سے اٹھا ہوا ہونا تعظیم و عزّت کے بجائے مذاق پر دلالت کرتا ہے اور اس میں ایک انگلی کا زمین پر لگ جانا کافی ہوتا ہے۔ پس اگر کسی نے انگلیاں بالکل نہیں لگائیں مگر پشتِ قدم کو لگایا تو یہ جائز نہیں کیونکہ قدم کے رکھنے سے مراد انگلی کا لگانا ہے اھ تلخیصاً (ت)

جوہرہ نیرہ میں ہے:

من شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیہ فان رفعھما فی حال سجودہ لاتجزیہ السجدۃ وان رفع احدٰھما قال فی المرتبۃ یجزیہ مع الکراھۃ ولوصلی علی الدکان وادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لایجوز وکذا علی السریر اذا ادلی رجلیہ عنھا لایجوز[2]

جوازِ سجدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ دونوں قدم زمین سے اُٹھے ہُوئے نہ ہوں اگر حالتِ سجدہ میں اُٹھے ہوئے رہے تو سجدہ جائز نہیں ہوگا، اور اگر ان میں ایک رکھا ہُوا تھا تو مرتبہ میں ہے کہ سجدہ جائز مگر مکروہ ہوگا، اگر کسی نے اونچی جگہ نماز پڑھی اور سجدہ کے وقت پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو جائز نہیں، اسی طرح چارپائی سے اگر پاؤں نیچے لڑھکا دیئے تو سجدہ نہ ہوگا۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اما افتراض وضع القدم فلان السجود

قدم کا زمین پر لگنا اس لئے ضروری ہے کہ ان کا

---

[1] بحرالرائق باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۹۳

[2] جوہرہ نیرہ شرح قدوری " " " " مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱/۶۳

marfat.com

معرفعهما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ وفی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احدھما دون الاخری جاز ویکرہ[1]

اٹھا ہوا ہونا تعظیم وعزت کے بجائے مذاق کے زیادہ قریب ہے البتہ ایک انگلی کا لگ جانا بھی کافی ہوتا ہے وجیز میں ہے کہ دونوں قدموں کا لگانا فرض ہے اگر ایک لگا رہا اور دوسرا اُٹھ گیا تو جائز مگر مکروہ ہے۔ (ت)

شرح نقایہ قہستانی میں ہے :

الصحیح ان رفع القدمین مفسد کما فی القنیۃ[2]

صحیح یہی ہے کہ قدمین کا زمین سے اٹھ جانا نماز کو فاسد کر دیتا ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے :

وضع اصبع واحدۃ من القدمین شرط[3]

قدمین کی ایک انگلی کا لگنا شرط ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

یفترض وضع واحدۃ من اصابع القدم[4]

قدم کی انگلیوں میں سے ایک کا لگنا فرض ہے۔ (ت)

اُسی میں زیرِ قولِ کنز وجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ (پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرکے زمین پر لگایا جائے۔ ت) فرمایا :

خص اصابع الرجلین بالذکر مع ان اصابع الیدین کذلك حتی یکرہ تحویلھا عن القبلۃ انما خصھا وضعھا موجھۃ کما ذکرہ نوح أفندی و نصہ

یہاں پاؤں کی انگلیوں کا ذکر ہوا ہے حالانکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا لگنا بھی اسی طرح ہے حتی کہ ان کا قبلہ سے پھر جانا بھی مکروہ ہے مگر مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا فرض ہے جیسا کہ نوح آفندی نے ذکر کیا اور اس کے الفاظ

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۵
[2] جامع الرموز فصل فی فرائض الصلوٰۃ " مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۴۰
[3] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۹
[4] " " " " " " " " " " " ۱/۱۹۱

marfat.com

قال الزاهدی ووضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیہ عن الارض لایجوز قال وفہم من ھذا ان المراد بوضع الاصابع توجیھھا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیھا والا فھو وضع لظہر القدم وھو غیر معتبر الخ وکذا الحلبی عن المنیۃ الخ۔[1]

یہ ہیں زاہدی نے کہا حالتِ سجدہ میں قدمین کی انگلیوں کے سروں کا لگانا فرض ہے، مختصر کرخی میں ہے کسی نے سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں زمین پر نہ لگیں تو یہ جائز نہیں، اور فرمایا اس سے یہ بھی سمجھ آرہا ہے کہ انگلیوں کے لگانے سے مراد انھیں قبلہ کی طرف متوجہ کرنا ہے تاکہ اعتماد ان پر ہو ورنہ تو پُشتِ قدم پر ہوگا جو معتبر نہیں الخ حلبی میں منیہ سے یہی ہے۔ (ت)

نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

من شرط صحۃ السجود وضع شیئ من اصابع الرجلین موجھا بباطنہ نحو القبلۃ ولایکفی لصحۃ السجود وضع ظاھر القدم۔[2]

صحتِ سجدہ کے لئے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر زمین پر لگنا شرط ہے فقط ظاہر قدم کا زمین پر لگنا کافی نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وکذا قال فی الھدایۃ واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انہ فرض فی السجود اھ فاذا سجد ورفع اصابع رجلیہ لایجوز کذا ذکرہ الکرخی والجصاص ولو وضع احدھما جاز قال القاضی خان و یکرہ قال فی المجتبی قلت ظاھر ما فی مختصر الکرخی والمحیط والقدوری انہ اذا رفع احدھما دون الاخری لایجوز وقد رأیت فی

ہدایہ میں اسی طرح ہے، رہا قدمین کا لگنا تو قدوری نے کہا کہ یہ سجدہ میں فرض ہے پس جب سجدہ کیا مگر پاؤں کی انگلیاں نہ لگیں تو سجدہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح کرخی اور جصاص نے کہا اور اگر ایک انگلی لگ گئی تو جائز ہے، قاضی نے کہا مگر کراہت ہے۔ مجتبٰی میں ہے مختصر، کرخی، محیط اور قدوری کا ظاہر بتا رہا ہے کہ جب ایک پاؤں اٹھا ہوا ہو تو یہ جائز نہیں اور میں نے اس کے بعض نسخوں

---

[1] فتح اللہ المعین   باب صفۃ الصلوٰۃ   مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۹۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی   باب شروط الصلوٰۃ   مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷

marfat.com

بعض النسخ فيه روايتان اھ ومشى على رواية
الجواز برفع احدهما في الفيض والخلاصة
وغيرهما، وذهب شيخ الاسلام الى ان
وضعهما سنة واختار في العناية هذه
الرواية وقال انها الحق واقره في الدرر ووجهه
ان السجود لا يتوقف تحققه على وضع
القدمين فيكون افتراض وضعهما زيادة
على الكتاب بخبر الواحد لكن رده
في شرح المنية وقال ان قوله هو
الحق بعيد عن الحق وبضده احق
اذ لا رواية تساعده والدراية تنفيه لان
ما لا يتوصل الى الفرض الا به فهو فرض و
حيث تظافرت الروايات عن ائمتنا بان
وضع اليدين والركبتين سنة ولم ترد رواية
بانه فرض تعين وضع القدمين او احدهما
للفرضية ضرورة التوصل الى وضع الجبهة
وهذا لو لم ترد به عنهم رواية كيف و
الروايات فيه متوافرة اھ ويؤيده ما في شرح
المجمع لمصنفه حيث استدل على ان وضع
اليدين والركبتين سنة بان ماهية السجدة
حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الارض الخ
وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من ان
ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي وبه
جزم في السراج وفي الفيض وبه يفتى هذا وقال في الحلية
والاوجه على منوال ما سبق هو الوجوب

میں دو روایتیں دیکھی ہیں اھ فیض اور خلاصہ
وغیرہ میں روایتِ جواز پر عمل کیا ہے۔ شیخ الاسلام
کہتے ہیں کہ دونوں پاؤں کا رکھنا سنت ہے عنایہ
میں اسی روایت کو مختار کہا ہے اور کہا یہی حق
ہے اور درر میں اسے ہی ثابت رکھا، وجہ یہ ہے
کہ سجدہ قدمین کے لگنے پر موقوف نہیں لہٰذا ان
کے لگنے کو فرض قرار دینے سے خبرِ واحد سے کتاب اللہ
پر زیادتی لازم آئے گی لیکن شرح منیہ میں اس کی
تردید ہے کہ اسے حق کہنا حق سے بعید ہے بلکہ
اس کا خلاف احق ہے کیونکہ کوئی روایت تائید
نہیں کرتی اور درایت اس کی نفی کرتی کیونکہ
جو فرض تک پہنچائے وہ بھی فرض ہوتا ہے، اور
اس مقام پر اپنے ائمہ سے کثرت کے ساتھ روایات
ہیں کہ قدمین اور ہاتھوں کا زمین پر لگانا سنت ہے اور
فرض کی روایت نہیں تاہم پیشانی لگانے کیلئے دو یا ایک قدم کا
لگانا فرض متعین ہے اگر کوئی روایت نہ ہوتی تب بھی یہ حکم تھا حالانکہ اس بارے
میں روایات کثیر ہیں اھ اسکی تائید خود ماتن کی شرح مجمع کے اس استدلال سے بھی ہوتی ہے
ہاتھوں اور قدموں کا زمین پر لگانا سنت ہے کیونکہ
سجدہ کی ماہیت چہرہ اور قدمین زمین پر رکھنے سے
حاصل ہوجاتی ہے الخ اسی طرح کفایہ میں زاہدی
کے حوالے سے ہے کہ ظاہر الروایۃ وہی ہے جس کا
ذکر مختصر الکرخی میں ہے اور اسی پر سراج میں جزم فرمایا اور فیض میں ہے
اسی پر فتوٰی ہے، حلیہ میں ہے گزشتہ طریقہ کے
مطابق سابقہ حدیث کے پیشِ نظر وجوب ہی مختار
ہے اھ یعنی اس طریقہ پر جو ان کے شیخ نے ہاتھوں اور

marfat.com

لما سبق من الحديث اه اى على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين وتقدم انه اعدل الاقوال فكذا هنا واختاره فى البحر والشرنبلالية قلت ويمكن حمل كل من الروايتين السابقتين عليه بحمل عدم الجواز على عدم الحل لاعدم الصحة ونفى شيخ الاسلام فرضية وضعهما لاينافى الوجوب وتصريح القدورى بالفرضية يمكن تاويله فان الفرض قد يطلق على الواجب تامل، وما مر عن شرح المنية للبحث فيه مجال لان وضع الجبهة لايتوقف على وضع القدمين بل توقفه على الركبتين واليدين ابلغ فدعوى فرضية وضع القدمين دون غيرهما ترجيح بلا مرجح والروايات التظافرة انما هى فى عدم الجواز كما يظهر من كلامهم لا فى الفرضية و عدم الجواز صادق بالوجوب كما ذكرنا والحاصل ان المشهور فى كتب المذهب اعتماد الفرضية والارجح من حيث الدليل والقواعد عدم الفرضية (ملخصاً) و الله تعالى اعلم۔

قوله ولو واحدة صرح به فى

قدموں کے رکھنے پر یہ استدلال کیا تھا اور یہ گزر چکا کہ یہ معتدل قول ہے پس یہاں بھی یہی معاملہ ہے اور اسے بحر اور شرنبلالیہ میں مختار کہا میں کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ سابقہ دونوں روایات میں عدمِ جواز کو عدمِ حلت پر محمول کریں نہ کہ عدمِ صحت پر، شیخ الاسلام کی ان کے زمین پر لگنے کی فرضیت کی نفی کرنا وجوب کے منافی نہیں، قدوری کی تصریح کہ یہ فرض ہے اس کی تاویل ممکن ہے کیونکہ بعض اوقات فرض کا اطلاق وجوب پر ہوتا ہے، تامل۔ شرح المنیہ کے حوالے سے جو کچھ گزرا ہے وہ قابلِ بحث ہے کیونکہ پیشانی کا رکھنا قدمین کے رکھنے پر موقوف نہیں بلکہ ہاتھوں اور گھٹنوں پر موقوف ہونا زیادہ واضح ہے لہذا قدمین کو زمین پر رکھنے کو فرض قرار دینا اور دوسروں کو نہ قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے اور روایات کثیرہ اس کے عدمِ جواز میں ہیں جیسا کہ علماء کے کلام سے واضح ہے نہ کہ عدمِ فرضیت میں، اور عدمِ جواز، وجوب کی صورت میں بھی صادق آتا ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے، حاصل یہ کہ مشہور کتبِ مذہب میں فرضیت ہے اور قواعد کے مطابق راجح وجوب ہے (ملخصاً) واللہ تعالٰی اعلم

قولہ اگرچہ ایک انگلی ہو، فیض میں

له ردالمحتار فصل اى فى بيان تاليف الصلوٰة مطبوعه مصطفے البابی مصر ۱/ ۳۶۹

marfat.com

الفیض **قولہ** نحو القبلۃ **اقول** وفیہ نظر فقد قال فی الفیض ولو وضع ظھر القدم دون الاصابع بان کان المکان ضیقا او وضع احدھما دون الاخری لضیقہ جاز کما لو قام علٰی قدم واحد و ان لم یکن المکان ضیقا یکرہ اھ فھذا صریح فی اعتبار وضع ظاھر القدم وانما الکلام فی الکراھۃ بلا عذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع احدھما بان الشرطیۃ بدل او العاطفۃ اھ لکن ھذا لیس صریحا فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح بہ ان توجیھھا نحو القبلۃ سنۃ یکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقھستانی[1] (ملخصًا)

اسی کی تصریح ہے **قولہ** قبلہ کی طرف **اقول** اس میں نظر ہے فیض میں ہے اگر قدم کی پشت لگی اور انگلیاں نہ لگیں مثلاً جگہ تنگ ہے یا تنگی کی وجہ سے ایک قدم لگا دوسرا نہ لگ سکا تو جائز ہے جیسا کہ کوئی ایک قدم پر کھڑا ہوتا ہے اگر مکان تنگ نہ ہو تو کراہت ہے اھ یہ عبارت اس بات پر تصریح کہ پشتِ قدم کا اعتبار ہے کلام اس میں ہے کہ بلا عذر یہ مکروہ ہے لیکن میں نے خلاصہ میں دیکھا ہے کہ وہاں او وضع کی بجائے ان وضع احدھما ہے (یعنی ان شرطیہ کے ساتھ) لیکن یہ بات انگلیوں کے متوجہ کرنے کو شرط قرار دینے میں صریح نہیں بلکہ تصریح یہ ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ، جیسا کہ برجندی اور قہستانی میں ہے۔ (ملخصاً)

یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا۔

انا **اقول** وباللہ العون حمل عدم الجواز علی عدم الحل فی الصلاۃ بعید ولھذا اعترفتم ان المشھور فی کتب المذھب اعتماد الفرضیۃ مع قولکم ان تظافر الروایات انما ھو فی عدم الجواز فلولا ان مرادہ الشائع الذائع ھو الافتراض فمن این یکون اعتماد الفرضیۃ

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں نماز میں عدمِ جواز کو عدمِ حلت پر محمول کرنا بعید ہے اسی لئے تم نے اعتراف کیا کہ مشہور کتبِ مذہب میں فرضیت ہے با وجود اس کے کہ تمہارا قول ہے کہ اکثر روایات عدمِ جواز پر ہیں اگر ان کی مراد مشہور و معروف فرض قرار دینا نہیں تو فرضیت پر اعتماد کتبِ مشہورہ میں کیسے ہوگیا؟ پھر حمل میں گنجائش ہے کہ "لم یجز" کہا گیا اور ضمیر مثلاً رفع قدمین کی طرف لوٹ رہی ہو جب

---

[1] ردالمحتار فصل ای فی بیان تالیف الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۹

marfat.com

مشهورا فی کتب المذهب ثم للحمل مساغ حيث يقال لم يجز والضمير لرفع القدمين مثلا اما اذا قيل لم تجز والضمير للصلاة تعين مفيد العدم الصحة وثبوت الفرضية بالمعنى المقابل للوجوب وهو كذلك فى غير ما كتاب منها مختصر الكرخى كما تقدم هذا وجه والثانى مثله اضافة عدم الجواز للسجود كما مضى عن الجوهرة والثالث اظهر منه التعبير بعدم الاجزاء كما سلف عنها ايضا فهو مفسر لا يقبل التاويل والرابع كذا الحكم بالفساد كما سمعت عن جامع الرموز عن القنية والخامس مقابلتهم عدم الجواز هذا بحكم الجواز على ما اذا رفع احدى القدمين كما فى الفتح والوجيز والجوهرة وغيرها نص ايضا فى ارادة الجواز بمعنى الصحة الا ترى انهم حكموا عليه بالكراهة والمراد كراهة التحريم كما هو المحمل عند الاطلاق و كما هو قضية الدليل هنا فالجواز بمعنى الحل منتف فيه ايضا و السادس قد عبر فى عدة كتب كالخلاصة و البزازية والغنية والبحر الرائق ونور الايضاح ومراقى الفلاح وغيرها كما سبق بعدم الصحة وهو صريح فى المراد والسابع مثله الحكم بالشرطية كما فى الدر والجوهرة وابى السعود نور الايضاح ومراقى الفلاح وغيرها والثامن

"لم تجز" کہا جائے تو ضمیر نماز کی طرف لوٹے جس سے عدمِ صحت کا تعین ہو جاتا اور اس فرضیت کا بھی جو معنیٰ وجوب کے مقابل ہے اور متعدد کتب میں اسی طرح ہے ان میں سے مختصر الکرخی بھی ہے جیسا کہ پہلے گزرا، یہ ایک صورت ہے، دوسری اس کے مثل کہ عدمِ جواز کی سجدہ کی طرف اضافت جیسا کہ جوہرہ کے حوالے سے گزرا ہے، تیسری جو کہ واضح ہے کہ عدم اجزاء سے تعبیر کرنا جیسا کہ پیچھے آیا یہ بھی مفسر ہے اور یہ تاویل کو قبول نہیں کرتا۔ چوتھی اسی طرح حکم بالفساد جیسا کہ آپ نے جامع الرموز سے قنیہ کے حوالے سے پڑھا ہے۔ پانچویں یہ کہ انھوں نے مقابلہ عدمِ جواز کا جواز کے ساتھ کیا ہے اور جواز کا حکم اس صورت میں ہوگا جب ایک قدم اٹھا ہُوا ہو جیسا کہ فتح، وجیز، جوہرہ وغیرہ میں ہے اس پر بھی تصریح ہے کہ جواز بمعنی صحت مراد ہے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ انھوں نے اسے مکروہ کہا ہے اور کراہت سے مراد تحریمی ہے جیسا کہ اطلاق کے وقت ہُوا کرتا ہے اور یہاں دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے تو جواز بمعنی حلت یہاں بھی نہ ہُوا، چھٹی کہ بہت سی کتب مثلاً خلاصہ، بزازیہ، غنیہ، بحر الرائق، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ میں اسے عدمِ صحت کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور یہ مراد پر واضح تصریح ہے۔ ساتویں اسی کی مثل حکم بالشرطیۃ ہے جیسا کہ در، جوہرہ، ابو سعود، نور الایضاح اور مراقی الفلاح میں ہے۔ آٹھویں شرح مجمع، کافی، فتح، بحر وغیرہ میں ہے

marfat.com

صرح فی شرح المجمع والکافی والفتح و
البحر وغیرہ کما مر بدخول ذلك فی حقیقة
السجود شرعا وکل قاض بالافتراض بالمعنی
الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابدیتموہ
فکیف یمکن ارجاع جمیع تلك الصرائح الی
ما تاباہ بالاباء الواضح فانی یتأتی التوفیق و
من این یسوغ ترك النصوص المذهب الی
بحث ابداہ العلامة ابن امیر الحاج وان
تبعه البحر والشرنبلالی علی مناقضة منهما
لانفسهما رحمهم الله تعالی والبحر صرح
ھھنا وقبله بان السجود مع رفع القدمین
تلاعب والشرنبلالی قد جزم فی متنه وشرحه
بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی
الاطلاق اعلم وافقه من تلمیذہ ابن امیر الحاج
وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلك ثم النظر
فی دلیل العلامة ابراهیم الحلبی مدفوع بما
قدمنا عن الفتح والبحر والشرنبلالی ان السجود
مع رفع القدمین بالتلاعب اشبه منه بالتعظیم
ولا نسلم ان کذلك الیدان والرکبتان وکون
توقف وضع الوجه علی وضعهما تین ابلغ
من توقفه علی وضع القدمین مع ظهور
ضعفه فی الیدین فلا حاجة فی وضعه الی
وضعهما اصلا وکذا فی الرکبتین فان
الواقع ھھنا التساوی لا الابلغیة
نحن لا نبنی الکلام علی توقف

جیسا کہ گزرا کہ یہ ماہیت سجدہ میں شرعاً داخل ہے
اور یہ تمام امور یہاں فرض بمعنی خاص کیلئے فیصلہ کن
ہیں جو قابلِ تاویل نہیں ہیں تو یہ تصریحات جس سے واضح
انکاری ہیں اس پر ان کو کیسے محمول کیا جا سکتا ہے یہ
توفیق کہاں ہوئی اور مذہب کی نصوص کو چھوڑ کر علامہ
ابن امیر الحاج کی بحث کی گنجائش کہاں سے
نکلی اگرچہ بحر اور شرنبلالی میں اس کی اتباع کی گئی ہے
علاوہ ازیں ان کا خود اپنا تضاد ہے بحر نے یہاں
اور اس سے پہلے تصریح کی ہے کہ قدموں کے
اٹھائے ہوئے سجدہ مذاق ہے۔ شرنبلالی
نے متن اور شرح میں کچھ انگلیوں کے لگانے پر جزم
کیا ہے، اور محقق علی الاطلاق اپنے شاگرد
ابن امیر الحاج سے زیادہ صاحبِ علم و فقہ ہیں
اور انھوں نے اسی پر جزم کیا جس پر کرنا تھا اور
وہ تمام آپ نے پڑھ لیا ہے پھر علامہ ابراہیم حلبی کی
دلیل پر اعتراض اس سے ختم ہو جاتا ہے جو ہم نے پہلے فتح،
بحر، شرنبلالی کے حوالے سے بیان کیا کہ قدم اٹھائے
ہوئے سجدہ کرنا تعظیم کے بجائے مذاق کے زیادہ
قریب ہے اور ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ ہاتھوں اور
گھٹنوں کا یہی معاملہ ہے اور چہرے کا لگنا
قدمین کے لگنے سے ان پر زیادہ موقوف ہے
باوجود اس کے اس کا ضعف ہاتھوں میں ظاہر ہے
کیونکہ چہرے کے رکھنے میں ان دونوں کی ضرورت
اصلاً نہیں اسی طرح گھٹنوں کا معاملہ ہے کیونکہ
یہاں مساوات ہے زیادتی نہیں اور ہم کلام کی

marfat.com

وضع الوجه بل على توقف السجود المطلوب الشرعي عليه وهو الذي يكون على جهة التعظيم و الاجلال ولا تعظيم اذا وضع الوجه و رفع القدمين كما افاد المحقق على الاطلاق فعن هذا كان وضع القدم مما لا يتوصل الى الفرض الا به فكان فرضا لاجرم لم يتفرد العلامة الحلبي بهذا التعليل بل سبقه اليه امام جليل وهو الامام ابو البركات النسفي قال في شرح وافية الكافي وضع القدمين فرض في السجود لانه لايمكن تحقيق السجود الا بوضع القدمين[1] اه فلم يقل لايمكن وضع الوجه بل تحقيق السجود اما قول الغنية نحو القبلة وقد تبعه عليه العلامة الشرنبلالي في مراقي الفلاح والمدقق العلائي و العلامة نوح افندي والعلامة ابو السعود الازهري وقد تلونا عليك نصوصهم جميعا **فاقول** حمله على ما فهمتم بعيد من مرامهم كل البعد وكيف يرومونه وهم مصرحون بانفسهم ان توجيه الاصابع سنة يكره تركه فلم يحتج عليهم بالبرجندي و القهستاني لم لا يحتج عليهم بهم

بنیاد چہرے کے رکھنے کے موقوف پر نہیں رکھتے بلکہ سجدہ کے موقوف ہونے پر رکھتے ہیں جو مطلوب شرعی ہو اور اس میں تعظیم وتوقیر ہو نہ کہ اس صورت میں جب چہرہ رکھا ہو اور قدم اُٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فرمایا تو اب قدموں کا رکھنا فرض کی تکمیل کے لئے ضروری ہُوا تو وہ لامحالہ فرض ہوگا اور علامہ حلبی اس تعلیل کے بیان کرنے میں تنہا نہیں بلکہ اس سے پہلے ایک امام جلیل جن کا اسم گرامی ابوالبرکات نسفی ہے نے بیان کی ہے، شرح وافیہ الکافی میں فرمایا سجدے میں قدموں کا لگانا فرض ہے کیونکہ سجدہ کا وجود قدمین کے رکھنے کے بغیر ممکن نہیں اھ انھوں نے یہ نہیں کہا کہ چہرے کا رکھنا ممکن نہیں بلکہ کہا کہ سجدے کا وجود ممکن نہیں۔ رہا غنیہ کا قول " قبلہ کی طرف " تو اس کی علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں، مدقق علائی، علامہ نوح آفندی، علامہ ابوالسعود ازہری نے اتباع کی ہے، اور ہم نے ان کی عبارات کا تذکرہ کردیا ہے **فاقول** ان کی عبارات کو جو تم نے سمجھا ہے وہ ان کے مقصود سے کہیں دُور ہے اور یہ مراد لے بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ خود انھوں نے تصریح کی ہے کہ انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ کرنا سنّت اور اس کا ترک مکروہ ہے۔ پس برجندی اور قہستانی کے حوالے سے ان کے خلاف احتجاج کیوں کیا ہے، کیوں نہ ان کے

---

[1] کافی شرح وافی

marfat.com

قال الحلبی قبیل فصل النوافل یعنی کل
شئ لم یذکر انه فرض او واجب قد ذکرنا
فی صفة الصلوٰة مما سوی ما عینا ھھنا انه
سنة فھو آدب لکن ھذا التعمیم فیہ نظر و
فان من جملة ذلک وضع الیدین والرکبتین
فی السجود وھو سنة وکذا ابداء الضبعین
ومجافاة البطن عن الفخذین وتوجیہ
الاصابع نحو القبلة فیہ فان کل ذلک سنة
لما تقدم من ادلته ھناک[1] وقال الشرنبلالی
متنا وشرحا یکرہ تحویل اصابع یدیہ
او رجلیہ عن القبلة فی السجود وغیرہ لما
فیہ من ان التھا عن الموضع المسنون[2]
وقال العلائی یستقبل باطراف اصابع
رجلیہ القبلة ویکرہ ان لم یفعل ذلک[3]
بل انما ارادوا رحمھم اللہ تعالیٰ علی ما الھمنی
الملک المنعام عز جلاله ان یقولوا یفترض
وضع بطن الاصبع ولا یکفی وضع ظھرھا
ولا رأسھا الکائن عند ظفرھا لان
علی الاول یکون وضع ظھر
القدم وقد اسقطوہ عن
الاعتبار وعلی الثانی

خلاف خود ان کی عبارات سے احتجاج کیا ــــ
حلبی نے فصل النوافل سے تھوڑا پہلے فرمایا کہ
نوافل سے مراد ہر وہ شئ ہے جس کا فرض یا واجب
ہونا مذکور نہ ہوا اور جن اشیاء کو ہم نے صفة الصلوٰة
میں سنت ہونا معین کیا ہے ان کے سوا تمام آداب
ہیں لیکن یہ تعمیم محلِ نظر ہے کیونکہ ان میں حالت سجود
میں ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا بھی ہے حالانکہ وہ
سنت ہے اسی طرح پہلوؤں کا رانوں کا پیٹ سے
دور رکھنا، حالتِ سجدہ میں انگلیوں کو قبلہ کی طرف
متوجہ کرنا بھی ہے کیونکہ یہ سابقہ دلائل کی بنا پر
سنت ہیں شرنبلالی نے متن اور شرح میں کہا حالتِ
سجود وغیرہ میں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا
قبلہ سے پھیرنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں طریقہ سنت
کی خلاف ورزی ہے۔ علائی نے کہا پاؤں کی
انگلیوں کو قبلہ رخ کیا جائے اور اگر نہ کیا تو کراہت
ہوگی، اللہ تعالیٰ نے مجھے جو آگاہ فرمایا ہے اس کے
مطابق یہ سمجھا ہوں کہ وہ تمام بزرگ رحمہم اللہ تعالیٰ
یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایک انگلی کا باطن لگانا فرض ہے
اس کا ظاہر اور اس کا سر جو ناخن والا حصہ ہے لگالینا
کافی نہیں کیونکہ پہلی صورت میں قدم کی پشت پر سجدہ
ہوگا جس کا وہ اعتبار ہی نہیں کرتے، دوسری صورت میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۳
[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی المکروہات " نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۴
[3] درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۶

marfat.com

يكون وضعها مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بين هذا بقوله ليكون الاعتماد عليها والا فهو وضع ظهر القدم وقد جعله غير معتبر وانما عبر عنه بالتوجيه نحو القبلة لان المصلى ان اراد فی سجوده الاعتماد علی بطن اصبع قدمه لم يمكنه ذلك الا بتوجيهها نحو القبلة اعنى بالمعنى المفترض فى الاستقبال ممتدا بين الجنوب والشمال، لا بالمعنى المسنون المنافی للانحراف، وكذلك ان اراد توجيهها للقبلة بالمعنى العام لم يتأت له الا باصابة بطنها الارض، وهذا ظاهر جدا فبينهما تلازم فى الصلوٰة، وان كان يمكن خارجها لمن سجد غلطا او عمدا لغير القبلة ان يعتمد على بطنها وهى على خلاف جهة القبلة، فكان هذا من باب اطلاق اللازم وارادة الملزوم، اما السنة فجعلها على مسامتة القبلة من دون انحراف، وهذا الذی ليس فی تركه الا الكراهة والاساءة، هكذا ينبغی ان يفهم هذا المقام والحمد لله الملك المنعام وذلك ما نقل الامام ابن امير الحاج فی الحلية عن التحقيق مقرا عليه المعتبر فی القدمين بطون الاصابع الخ اما ما نقلتم عن الفيض فی العبارة فی الخلاصة والوجيز والحلية والغنية و

اعتماد نہیں ہوگا حالانکہ مقصود اعتماد ہے جسے ان الفاظ سے بیان کیا گیا ہے تاکہ ان پر اعتماد ہو ورنہ سجدہ قدم کی پشت پر ہوگا حالانکہ اسے معتبر تسلیم نہیں کیا گیا، یہاں فقہاء نے قبلہ کی طرف متوجہ کرنا کہا ہے کیونکہ نمازی اگر حالتِ سجدہ میں قدم کی ایک انگلی کے باطن پر اعتماد چاہے تو یہ ممکن نہیں مگر اس وقت جب اسے قبلہ کی طرف متوجہ کرے میری مراد جنوباً و شمالاً استقبالِ قبلہ کے لئے اسے بچھانا ہے نہ کہ وہ معنیٰ مسنون جو انحراف کے منافی ہے اور اسی طرح اگر متوجہ ہونے کا عام معنیٰ لیا جائے تو بھی انگلیوں کے باطن کا زمین پر لگنا ضروری ہوگا اور یہ بالکل واضح ہے پس ان دونوں کے درمیان نماز میں تلازم ہے اگرچہ نماز سے باہر یہ ممکن ہے اس شخص کے لئے جس نے غیر قبلہ کی طرف غلطی سے یا عمداً سجدہ کیا کہ وہ انگلیوں کو قبلہ رُو کئے بغیر ان پر ٹیک لگائے تو یہاں اطلاق لازم اور مراد ملزوم ہے، رہا معاملہ سنّت ہونے کا تو وہ قبلہ کی جانب ہے بغیر کسی انحراف کے، اور وہ یہ ہے جس کے ترک میں کراہت واساءت کے علاوہ کچھ نہیں اس مقام کو اس طریقہ سے سمجھنا چاہئے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو حامد و منعم ہے اور یہی وہ ہے جو امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ثابت رکھتے ہوئے تحقیق سے نقل کیا کہ معتبر قدمین میں انگلیوں کا باطن ہے الخ اور جو تم نے فیض سے نقل کیا ہے کہ خلاصہ، وجیز، حلیہ، غنیہ، ہندیہ

marfat.com

وغیرھا بلا خلاف بان الشرطیۃ دون او العاطفۃ فاو فی نسخۃ الفیض تصحیف و قد اغتربہ العلامۃ البرجندی فی شرح النقایۃ فلیتنبہ وبالجملۃ **فتحرر** مما تقرران الاعتماد فی السجود علی بطن احدی اصابع القدم العشر فریضۃ فی المذھب المعتمد المفتی بہ والاعتماد علی بطون کلھا او اکثرھا من کلتا القدمین لایبعد ان یجب لما حررہ فی الحلیۃ وتوجیھھا نحو القبلۃ من دون انحراف سنۃ اغتنم ھذا التحریر المفرد المنیر فلعلک لا تجدہ من غیر الفقیر وللہ الحمد والمنۃ۔

وغیرہ میں بالاتفاق ہے "ان" شرطیہ ہے "او" عاطفہ نہیں ہے پس "او" نسخہ فیض میں تحریف ہے اور اس سے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں دھوکا کھایا ہے اس پر متنبہ رہنا چاہئے۔ اس تمام گفتگو سے آشکار ہوگیا کہ حالتِ سجدہ میں قدم کی دس انگلیوں میں سے ایک کے باطن پر اعتماد مذہب معتمد اور مفتی بہ میں فرض ہے اور دونوں پاؤں کی تمام یا اکثر انگلیوں پر اعتماد بعید نہیں کہ واجب ہو اس بنا پر جو حلیہ میں ہے اور قبلہ کی طرف متوجہ کرنا بغیر کسی انحراف کے سنّت ہے اس یکتا، منفرد اور روشن گفتگو کو غنیمت جانو شاید اس فقیر کے علاوہ کسی اور کے ہاں تم کو نہ ملے، اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد و احسان ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خورد نوک کے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصاً جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے تو ان جُوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لئے تسمہ جسے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے، مجمع بحار الانوار میں زیرِ حدیث:

ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد، والفرد ھی التی تخصف ولم تطارق وانما ھی طارق واحد والعرب یمدح برقۃ النعال ویجعلھا من لباس الملوک[1]۔

ایک آدمی نے رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں ایک انصاری کی شکایت کرتے ہوئے کہا: اے ایک پرت والے جُوتے پہننے والوں میں افضل ترین ذات۔ فرد اس نعل کو کہتے ہیں جس کا ایک پرت ہو، اور عرب جُوتے کی نرمی کو پسند کرتے ہیں اور یہ ملوک کا لباس ہے (ت)

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ نعل کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۳۷۳

marfat.com

تو وُہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض وواجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جُوتیوں کا قیاس صحیح نہیں، پھر اگر اُسی طرح کے جُوتے ہوں کہ سنّت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وُہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو اُنھیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو۔ درمختار میں ہے:
صلاتہ فیھما افضل[1] (ان میں نماز افضل ہے۔ ت) مگر عند التحقیق استعمالی جُوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نمازکو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عزجلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جُوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہوگیا تو صریح کفر ہے پھر بےنیت استخفاف نری کراہت بھی اُس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جُوتے پہنے جانا ہی ممنوع و ناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جُوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخولِ مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالٰی دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہذا چند کلمات نافع وسُودمند باذن اللہ تعالٰی القا کریں کہ بعونہ تعالٰی احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں
فاقول وباللہ استعین (پس میں اللہ تعالٰی سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں۔ ت)

افادۂ اوّل متون و شروح و فتاوٰی تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت و مہنت یعنی وُہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنھیں میل کچیل سے بچایا نہیں جاتا اُنھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے، تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

کرہ صلوتہ فی ثیاب بذلۃ (یلبسھا فی بیتہ) (ومھنۃ) ای خدمۃ ان لہ غیرھا[2]۔

کام کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے (وہ کپڑے جو گھر میں پہنتا ہے) (اور صنعت کے کپڑوں میں یعنی خدمت والے اگر اس کے پاس دوسرے کپڑے ہوں (ت)

درر و غرر و شرح وقایہ و شرح نقایہ و مجمع الانہر و بحرالرائق و ردالمحتار میں ان کی تفسیر کی:

مایلبسہ فی بیتہ ولایذھب بہ الی الاکابر[3]۔

جو کپڑے صرف گھر میں پہنتا ہو وُہ پہن کر اکابر کے ہاں نہ جاتا ہو۔ (ت)

غنیہ میں اُن کی تفسیر کی: مالایصان ولایحفظ من الدنس ونحوہ[4] (جن کپڑوں کو وہ میل کچیل سے محفوظ

[1] درمختار | باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیھا | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۳
[2] ؍؍ | ؍؍ ؍؍ ؍؍ | ؍؍ ؍؍ | ۱/ ۹۱
[3] ردالمحتار | مطلب مکروہات الصلٰوۃ | ؍؍ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۷۴
[4] غنیۃ المستملی | فصل کراہیۃ الصلٰوۃ | ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۳۴۹

marfat.com

نہ رکھتا ہو۔ ت) اُسی میں ہے:

یکرہ تکمیلا لرعایۃ الادب فی الوقوف بین یدیہ تعالٰی بما امکن من تجمیل الظاھر والباطن وفی قولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلک وان کان المراد بھا ستر العورۃ علی ما ذکرہ اھل التفسیر کما تقدم[1]

اللہ تعالٰی کی بارگاہِ اقدس میں ظاہری و باطنی جمال کا حصول اس بارگاہ کے آداب میں سے ہے اور اللہ تعالٰی کے ارشادِ گرامی "تم ہر مسجد میں جانے کے وقت زینت اختیار کرو" میں اسی طرف اشارہ ہے اگرچہ اس سے مراد سترِ عورت ہے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا (ت)

امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا: بھلا بتاؤ تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انھیں کپڑوں سے چلا جائے گا؟ کہا نہ۔ فرمایا: تو اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اس کے دربار میں زینت و ادب کے ساتھ حاضر ہو۔ حلیہ پھر بحر الرائق میں ہے:

احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ روی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا فعل ذلک فقال ارأیت لو ارسلتک الی بعض الناس اکنت تمر فی ثیابک ھذہ فقال لا فقال عمر فاللہ احق ان یتزین لہ[2]

ذخیرہ میں اس پر یوں استدلال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کیا خیال ہے اگر تجھے میں کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو تُو انھیں کپڑوں میں چلا جائے گا؟ عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ اس کے ہاں حاضری کے لئے زینت اختیار کی جائے۔ (ت)

سبحٰن اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں اُنھیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جُوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں انھیں پہن کر نماز مکروہ نہ ہو، معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جُوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خونِ انصاف ہے ولیس ھذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفحوی الخطاب لایحوم حولہ شک ولا ارتیاب (یہ مسئلہ قیاسی نہیں بلکہ انداز و خطاب سے آپ

---

[1] غنیۃ المستملی فصل کراہیۃ الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۹

[2] بحر الرائق آخر مکروہات الصلٰوۃ ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳

marfat.com

استدلال دیکھ رہے ہیں اس میں نہ کوئی شک ہے نہ ریب۔ ت)

افادہ دوم متون و شروح و فتاوٰی تمام کتبِ مذہب میں بلا خلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے، ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ[1]۔
نابینا کا امام بنانا مکروہ ہے کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

کافی امام نسفی میں ہے:

الاعمی لایصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر اولی بالامامۃ[2]۔
نابینا اپنے کپڑوں کو نجاسات سے محفوظ نہیں رکھ سکتا لہذا امامت کے لئے بینا ہونا بہتر ہے (ت)

درمختار میں ہے:

ونحوہ الاعشی، نہر[3] (اس کی مثل اعشی ہے، نہر۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

الاعشی ھو سیئ البصر لیلا و نہارا قاموس و ھذا ذکرہ فی النہر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانہ لایتوقی النجاسۃ[4]۔
اعشی سے مراد وُہ شخص ہے جس کی دن یا رات کو نظر کم ہوجائے، قاموس۔ نہر میں نابینا کی علت یہی بیان ہُوئی ہے کہ وُہ نجاست سے نہیں بچ سکتا۔ (ت)

ابوالسعود علی الکنز میں ہے:

والاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ وھذا یقتضی کراھۃ امامۃ الاعشی[5]۔
نابینا کیونکہ وہ نجاست سے نہیں بچ سکتا اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ اعشی کی امامت بھی مکروہ ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایہ — باب الامامۃ — مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۱
[2] کافی شرح وافی
[3] الدرالمختار — باب الاحق بالامامۃ — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳
[4] ردالمحتار — باب الامامۃ — ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴
[5] فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز — باب الامامۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

marfat.com

طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے : وھو الذی لا یبصر لیلاً[1] (وہ شخص جسے رات کو دکھائی نہ دے ۔ ت)

محلِ انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ و مظنۂ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جُوتوں پر جنھیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے۔

افادۂ سوم علمائے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے !

اقول اور اگر نادراً کوئی شَے واقع ہو تو جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حاضر ہو کر عرض کر دیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوٰۃ سے ثابت ہے ۔ مجمع بحار الانوار میں برمز "ن" فرمایا :

یصلی فی النعلین لا یوخذ منہ لغیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لا یلحق بہ[2]	حضور علیہ السلام نے نعلین میں نماز ادا کی اس سے کوئی دُوسرا استدلال نہیں کرسکتا کیونکہ کوئی دوسرا آپ کی طرح حفاظت نہیں کرسکتا ۔ (ت)

افادۂ چہارم بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسبِ تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمۂ مذہب کے خلاف ہے، امام محمد کے نزدیک تو نعل وخف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہوسکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار اور خشک ہوگئی ہو اس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اس کا اثر زائل ہوجائے اُس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے ، اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہوجانا شرط نہیں تر بھی ملنے ولنے اثر زائل کر دینے سے پاک ہوسکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے اکثر مشائخ نے قولِ امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتوی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمۂ ثلثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتوی کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لا عبرۃ بالبحث علی خلاف المنقول (اس کی تصریح کی ہے کہ خلافِ منقول بحث کا اعتبار نہیں ۔ ت) ہدایہ میں ہے :

---

[1] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] مجمع بحار الانوار تحت لفظ نعل مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۳۷۳/۴

marfat.com

اذا اصاب الخف نجاسۃ لہا جرم کالروث والعذرۃ والدم فجفت فدلکہ بالارض جاز وھذا استحسان وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لا یجوز وھو القیاس وفی الرطب لا یجوز حتی یغسلہ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ اذا مسحہ بالارض حتی لم یبق اثر النجاسۃ یطھر لعموم البلوی واطلاق مایروی وعلیہ مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی فان اصابہ بول فیبس لم یجز حتی یغسلہ وکذا کل مالا جرم لہ کالخمر[1] (مختصراً)

جب موزے پر ایسی نجاست لگ جائے جس کا جسم ہو مثلاً لید، پاخانہ، خون اور خشک ہو جائے تو زمین پر رگڑ لیا جائے تو جائز ہے اور یہ استحساناً ہے۔ امام محمد نے فرمایا یہ جائز نہیں قیاس کا تقاضا یہی ہے اور اگر نجاست تر ہو تو دھونے سے پہلے جائز نہیں۔ امام ابو یوسف نے کہا جب زمین پر رگڑا حتی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا تو عمومی ضرورت کے پیش نظر یہ پاک ہو جائے گا اور مروی کا اطلاق یہی ہے اور ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی اسی پر ہیں اور اگر پیشاب موزے پر لگ گیا اور خشک ہو گیا تو دھوئے بغیر جائز نہیں اور یہی حکم ہر اس نجاست کا ہے جس کا جسم نہیں مثلاً شراب۔ (مختصراً) (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وعلی قول ابی یوسف اکثر المشائخ وھو المختار[2]

اکثر مشائخ قولِ ابو یوسف پر ہیں اور یہی مختار ہے (ت)

عنایہ میں ہے:

علیہ اکثر مشائخنا قال شمس الائمۃ السرخسی وھو صحیح وعلیہ الفتوی[3]

ہمارے اکثر مشائخ اسی پر ہیں، شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے (ت)

حلیہ میں ہے:

فی الخلاصۃ وعلیہ عامۃ المشائخ وھو الصحیح ونص فی الفتاوی الخانیۃ والکافی والحاوی

خلاصہ میں ہے اسی پر عام مشائخ ہیں اور یہی صحیح ہے اور خانیہ، کافی اور حاوی میں تصریح ہے کہ

---

[1] الہدایہ باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۵۶
[2] فتح القدیر " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۷۲
[3] عنایۃ شرح ہدایۃ علی حاشیۃ فتح القدیر باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر "

marfat.com

علی ان الفتوی علیہ[1]۔

فتوٰی اسی پر ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

علی قولہ اکثرالمشائخ وفی النہایۃ والعنایۃ والخانیۃ والخلاصۃ وعلیہ الفتوٰی وفی فتح القدیر وھوالمختار[2]۔

اکثر مشائخ اسی قول پر ہیں نہایہ، عنایہ، خانیہ اور خلاصہ میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے، فتح القدیر میں ہے یہی مختار ہے۔(ت)

تنویرالابصار میں ہے:

یطھر خف ونحوہ تنجس بذی جرم بدلك والا فیغسل[3]۔

اگر موزہ یا اس کی مانند کوئی شیئ صاحبِ جسم نجاست سے ناپاک ہوجائے تو وہ رگڑنے سے پاک ہوجائے گی ورنہ دھونا ضروری ہوگا۔(ت)

طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے:

واحترز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ یغسل اتفاقا ذکرہ العینی[4]۔

اس سے اس نجاست سے احتراز ہے جو جسم والی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ اسے عینی نے ذکر کیا۔(ت)

بحر میں ہے:

ان لم یکن لھا جرم فلا بد من غسلہ واشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجزہ حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق

اگر جسم والی نجاست نہ ہو تو اس کا دھونا ضروری ہے اور جسم کا شرط ہونا تمام کا قول ہے اس لئے کہ اگر پیشاب لگ گیا اور خشک ہوگیا تو دھونے کے سوا جواز نہ ہوگا کیونکہ اس کے اجزاء اس شیئ میں داخل ہوچکے ہیں تو سب کا اتفاق ہے اس بات پر

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] بحرالرائق | باب الانجاس | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۲۲۳

[3] درمختار | " | " مطبع مجتبائی دہلی | ۱/۵۳

[4] طحطاوی علی المراقی الفلاح | " | مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی | ص ۸۷

marfat.com

مقید الخ[1] مختصرا۔ | کہ مطلق مقید ہے الخ تلخیصاً (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم[2]۔ | خلاصہ یہ ہے کہ تمام فقہاء کا اس قید پر اتفاق ہے کہ وہ نجاست جسم والی ہو۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

ان لم یکن لھا ای للنجاسۃ التی اصابت الخف جرم کالبول والخمر ونحوھما فلابد من الغسل بالاتفاق رطبا کان او یابسا[3]۔ | اگر اس نجاست کے لئے جسم نہیں جو موزے کو لگی مثلاً بول وشراب وغیرہ تو وہ خشک ہو گی یا ابھی تر ہے اسے بالاتفاق دھونا ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے: البحث لایقضی علی المذھب[4] (اختلاف، مذہب پر فائق نہیں۔ ت) اُسی میں ہے:

الفرض فی اشواط الطواف اکثر السبع لاکلھا وان قال المحقق ابن الھمام ان الذی ندین اللہ تعالٰی بہ ان لا یجزئ اقل من السبع ولا یجبر بعضہ بشیئ فانہ من ابحاثہ المخالفۃ لاھل المذھب قاطبۃ کما فی البحر وقد قال تلمیذہ العلامۃ قاسم ان ابحاثہ المخالفۃ المذھب لاتعتبر[5]۔ | طواف میں فرض سات چکروں کا اکثر ہے نہ کہ تمام، اگرچہ محقق ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی ہمیں تب جزا دے گا جب سات سے کم نہ کریں اور اس کی کا ازالہ کسی اور شَی سے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ابحاث اہل مذہب کے مخالف ہیں جیسا کہ بحر میں ہے ان کے شاگرد علامہ قاسم نے کہا کہ مذہب کے مخالف ابحاث کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جُوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] بحرالرائق | باب الانجاس | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲۲۳/۱
[2] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحرالرائق | باب الانجاس | " " " | ۲۲۳/۱
[3] غنیۃ المستملی | فصل فی آسار | مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۱۷۸
[4] ردالمحتار | باب نکاح الرقیق | مصطفی البابی مصر | ۴۱۰/۲
[5] ردالمحتار | باب الجنایات | " مصطفی البابی مصر | ۲۲۴/۲

marfat.com

مسئلہ ۹ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقّہ تمباکو پینے والے کے منہ کی بُو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہُوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے؟ بیّنوا توجّروا۔

الجواب

مُنہ میں بدبُو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے، اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملائکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملئکۃ تتأذی ممایتاذی منہ بنوادم[1]۔ ملائکہ کو ہراس شئ سے اذیّت ہوتی ہے جس سے بنی آدم کو اذیت پہنچتی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ نماز میں کسی مقام پر کھجلی چلے تو کھجاوے یا نہیں، اور اگر کھجاوے تو کتنی مرتبہ؟

الجواب

ضبط کرے، اور نہ ہوسکے یا اس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجالے مگر ایک رُکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھجاوے دو بار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱ تا ۱۶ مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِن مسائل میں:

(۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) تہبند کا پیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں؟

(۳) داڑھی میں ڈاٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

(۵) کسی چیز کی مُورت (تصویر) اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز درست ہے یا نہیں؟

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوماً او بصلاً اوکراثاً الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۰۹

marfat.com

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گھرسنے سے منع فرمایا ہے[۱] واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے[۲] واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) درست ہے مگر دامن اس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ وناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۱۷ ازشہر کہنہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوٹ میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے؟ اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ وہ گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھلی رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ ان کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں ان میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانے پر ڈال لیا اور بایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلافِ عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا

---

[۱] صحیح بخاری باب لایکف شعراً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۳

[۲] " " باب لایکف ثوبہ " " " " "

marfat.com

یا ایسا کُرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کُھلا رہے جبکہ اُوپر سے انگرکھا نہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگرکھا پہنا ہے یا اتنے بوتام لگالئے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اُوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصّہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کُرتا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں، اسی طرح انگرکھے پر جو صدری یا چُغہ پہنتے ہیں اور عرفِ عام میں اُن کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہئے کہ یہ خلافِ معتاد نہیں ھذا ما ظھرلی من کلماتھم والعلم بالحق عند ربی (یہ وُہ ہے جو عباراتِ فقہاء سے بھرپور واضح ہُوا باقی حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) دُرِمختار میں ہے:

کرہ تحریما سدل ثوبہ ای ارسالہ بلا لبس معتاد وکذا القباء بکم الی وراء ذکرہ الحلبی کشد ومندیل یرسلہ کتفیہ فلو من احدھما لم یکرہ کحالۃ عذر وخارج صلٰوۃ فی الاصح[1]

کپڑے کو لٹکانا مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسا لٹکانا جو معتاد پہننے کے خلاف ہو اسی طرح آستین والی قبا کا پیچھے کی طرف ڈالنا اسے حلبی نے ذکر کیا مثلاً پٹکا یا رومال دونوں کاندھوں سے لٹکانا، اگر ایک طرف سے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ اصح قول کے مطابق حالت عذر اور نماز سے باہر کا معاملہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ظاھر کلامھم انہ لافرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع اولا فعلی ھذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس وقد صرح بہ فی شرح الوقایۃ اھ ای اذا لم یدرہ علی عنقہ والا فلا سدل، والاقبیۃ الرومیۃ التی تجعل لاکمامھا خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکم یکرہ لصدق السدل لانہ

ان کے کلام کے ظاہر سے پتا چلتا ہے اس میں کوئی فرق نہیں کہ کپڑا گرنے سے محفوظ ہو یا نہ ہو لہذا اس صورت میں ٹوپی والے کوٹ میں کراہت نہیں ہوگی جو سر پر ہو، اس کی تصریح شرح وقایہ میں ہے اھ یعنی جب اس نے گردن کو نہ باندھا ہو ورنہ کوئی سدل نہ ہوگا وہ رومی قبائیں جن کی آستینوں میں کندھوں کے پاس سوراخ ہوتے ہیں، اگر نمازی اس پھٹی ہوئی جگہ سے ہاتھ نکالے اور آستین کو ویسے ہی ڈال لے تو یہ مکروہ ہے اس پر سدل کا صدق ہے کیونکہ یہ

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

اھ خاء من غیر لبس لان لبس الکم بادخال الید وتمامہ فی شرح المنیۃ، والشد شیئ یعتاد وضعہ علی الکتفتین کما فی البحر و ذلک نحو الشال فاذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظھرہ یکرہ، وفی الخزائن بل ذکر ابوجعفر انہ لوادخل یدیہ فی کیسہ ولم یزر ازرارہ فھو مسیئ لانہ یشبہ السدل اھ لکن فی الحلیۃ فیہ نظر ظاھر بعد ان یکون تحت قمیص او نحوہ مما یستر البدن[1] اھ مختصرا ولنا فی ماقال فی الحلیۃ نظر قدمناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

بغیر پہننے کے چھوڑنا ہے اور آستین کا پہننا ہاتھ داخل کرکے ہوتا ہے اس کی تفصیل شرح منیہ میں ہے، بحر میں ہے شد (صافا یا پرنا) عادی شیئ ہے اسے کاندھے پر رکھا جاتا ہے اس کی مثل شال ہے جب اس کی ایک طرف اپنے سینے پر اور ایک طرف اپنی پُشت پر رکھی تو یہ مکروہ ہے، خزائن میں ابوجعفر نے ذکر کیا اگر کسی نے دونوں ہاتھ آستینوں میں ڈالے اور ان کے بٹن بند نہ کئے تو یہ گنہ گار ہوگا کیونکہ یہ سدل کے مشابہ ہے لیکن حلیہ میں کہا کہ جب وُہ قمیص یا ایسے کپڑے کے تحت ہو جو بدن کو ڈھانپ رہا ہو تو اس میں نظر ہے اھ اختصاراً جبکہ خود حلیہ کی گفتگو میں نظر ہے جیسا کہ پیچھے ہم نے بیان کردیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۸: از کالج علی گڑھ کمرہ ۶؍۱ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ؟ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وُہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جائیں، دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمہ تن مصروف ہوکر ہونا چاہئے لہذا کیا مضائقہ ہوسکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیا اس قدر کافی نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑسکے تصاویر ہٹادی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وُہ رہیں اور نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوجائے گی یا کیا نقص پیدا ہوجائے گا؟ فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھیں تو اعضاء بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۲-۴۷۳

marfat.com

مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانبِ قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہنے بائیں، پھر پیچھے اور اس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبدِ کفار سے مشابہ ہونا، تصویر کا بطورِ اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا، آگے یا جائے سجود پر ہو تو اس کی عبادت سے مشابہ ہو، ملائکہ رحمت کا اُس مکان میں نہ آنا متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

ان الملئکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولا صورۃ[1] — بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کُتا یا تصویر ہو۔

یہ وجہ اُن تمام صورِ مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السوال کا علاج کامل ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۱۹ از بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی ؟ قبلہ رُخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلافِ سنّت اور مکروہِ تنزیہی ہے ؟ براہِ ہمدردی استفتا بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر برائے تکبّر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہِ تنزیہی، اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلافِ اولٰی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی : یارسول اللہ ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص خیال نہ رکھوں۔ فرمایا : لست ممن یصنعہ خیلاء[2] (تم ان میں نہیں ہو جو براہِ تکبّر ایسا کریں) فتاوٰی علمگیریہ میں ہے :

اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ — کسی آدمی کا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکا کر چلنا اگر تکبّر کی بنا پر نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ غرائب میں یونہی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابی طلحۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۰

[2] صحیح بخاری باب فی جر ازارہ من غیر خیلاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۰

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع فی اللبس ؍ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳

marfat.com

دونوں باتیں خلافِ سنّت و مکروہ ہیں، ہاں تراوح بین القدمین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنّت ہے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاوٰنا (حلیہ میں اس کی تفصیل ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بھی اسے بیان کیا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲۰۱: از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سیّد ظہور الحسن صاحب قادری رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کرکے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی انکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی و انکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرورِ کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات امامین مطہرین یا حضرات صحابہ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں، اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں؟ اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیب اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ و فقہ سے اس کی کراہت ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بہ نیتِ تواضع و عاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ، اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر، جب مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اُسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ کرام سب سے ثابت، بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ و بازار میں اسی طرح پھرنا نہ ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اُٹھیں شرعاً مکروہ، مجمع البحار وغیرہ میں ہے:

الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ ومکروہ[1] اہلِ شہر کے معمول سے نکلنا شہرت اور مکروہ ہے۔ (ت)

صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع البحار

marfat.com

مسئلہ ۱۰۲۱ ازشہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مسئولہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۱۱ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے منہ سے سہواً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہئے نہ عمداً، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللہ عزوجل کا نام پاک سُن کر حکم ہے کہ عزوجل یا جل جلالہٗ یا اس کی مثل کلماتِ تعظیمی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نامِ پاک سُن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب بیرونِ نماز ہیں نماز میں سوا ان کلمات کے جو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرما دئے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً جہریہ نماز میں وقت قراءت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یونہی امام کے خطبہ پڑھتے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلماتِ تقدیس و درود کہیں، زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں، نماز میں نامِ الٰہی سن کر جل وعلا یا نامِ مبارک سُن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً ہو یا قصداً، اور اگر بلاقصد جواب تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں، درمختار میں ہے:

سمع اسم اللہ تعالٰی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی علیہ اوقراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ لفسد ان قصد جوابہ[1] اھ قال العلامۃ الشامی ذکر فی البحر انہ لو قال مثل ما قال المؤذن ان اراد جوابہ تفسد وکذا لولم تکن نیۃ لان الظاھر انہ اراد الاجابۃ وکذلک اذا سمع اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی

اگر اللہ تعالٰی کا نام سُن کر جل جلالہٗ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سُن کر درود شریف، امام کی قراءت سُن کر صدق اللہ ورسولہٗ کہا تو مقصود جواب تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اھ علامہ شامی نے فرمایا بحر میں ہے کہ اگر نمازی نے اذان کا جواب دیتے ہوئے اذان کے کلمات کہے تو نماز فاسد ہوجائے گی، اسی طرح اس صورت کا حکم ہے جب کوئی نیت نہ تھی کیونکہ ظاہر جواب دینا ہی ہے اسی طرح جب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ و مایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۹

marfat.com

علیہ فھذا اجابۃ اھ ویشکل علی ھذا الکلمۃ ما مر من التفصیل فیمن سمع العاطس فقال الحمد للہ تأمل ۔ استفید انہ لولم یقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظیم لاتفسد لان نفس تعظیم اللہ تعالٰی والصلٰوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاینافی الصلٰوۃ کما شرح المنیۃ[1] اھ کلام العلامۃ ش۔

اقول والذی من التفصیل ات سامع عطسۃ غیرہ ، لوقال الحمد للہ فان عنی الجواب اختلف المشائخ اوالتعلیم فسدت اولم یرد واحدا منہما لاتفسد نہر وصحح فی شرح المنیۃ عدم الفساد مطلقا لانہ لم یتعارف جوابا قال بخلاف جواب السار بالحمد لہ التعارف[2] اھ اھ ش ورأیتنی کتبت علی قولہ عدم الفساد مطلقا مانصہ ۔

اقول لابد من استثناء ارادۃ التعلیم کما لایخفی

کا اسم گرامی سُنا اور درود شریف پڑھا تو یہ بھی جواب ہی ہے اھ اور اس پر گزشتہ گفتگو کے ساتھ اعتراض ہوگا جس میں فرق کیا گیا تھا مثلاً کسی نے چھینک سُن کر الحمد للہ کہا غور کرو، جو واضح کر رہا ہے کہ اگر مقصود جواب نہ ہو بلکہ اللہ کی ثنا و تعظیم ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالٰی کی تعظیم اور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں سلام، نماز کے منافی نہیں شرح المنیہ اھ علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر غیر کی چھینک سننے والے نے الحمد للہ کہا تو اگر مقصود جواب تھا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے یا مقصود تعلیم تھا تو نماز فاسد ہوجائے گی یا دونوں میں سے کوئی بھی مقصود نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی نہر، اور شرح منیہ میں اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ جواب متعارف نہیں بخلاف اس صورت کے جب خوش کن بات پر الحمد للہ کہے تو یہ جواب متعارف ہے اھ ش۔ مجھے یاد آتا ہے کہ اس کے قول "عدم الفساد مطلقا" پر یہ لکھا تھا **اقول** یہاں ارادہ تعلیم کو مستثنٰی کرنا ضروری ہے جیسا کہ واضح ہے اور تعلیل اس سے متعلق نہیں

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵۹

[2] ایضاً " " ۱/ ۴۵۸

marfat.com

والتعلیل لایمسه فان العلة فیه شیئ اخر غیرکونه جوابا وھوکونه خطاء فھذا مامرمن التفصیل وانت تعلم انه لامساس له بانھا من الفروع فان الحمد ﷲ لیس جوابا للعطاس وانماھو سنة العاطس فاذا لم یرد به التعلیم لم یکن الا انشاء حمد بخلاف ماھنا فکله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشکال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہو سکتی کیونکہ اس میں علّت اور شیئ ہے اور وہ جواب ہونا نہیں بلکہ وہ اس کا خطاء ہونا ہے یہی گزشتہ تفصیل تھی اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس کا کوئی تعلق نہیں کہ یہ اس کی فروعات میں سے ہے کیونکہ الحمدﷲ چھینک کا جواب نہیں بلکہ وہ چھینک والے کے لئے سنت ہے تو جب اس سے مقصود تعلیم نہیں تو اب حمد کرنا ہی ہوگا بخلاف مذکورہ صورتوں کے کہ یہ بہرصورت جواب ہیں کیونکہ ان کا جواب ہونا معروف ہے تو اس سے اشکال کا جواب معلوم ہوگیا ـــــــ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۲: از داتا گنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

جُوتا پہن کر یعنی فل بُوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا، نماز جائز ہے یا نہیں؟ یہ اور بات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جُوتا اتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پہن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بُوٹ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے؟ ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بُوٹ نیا ہو یا پُرانا، خشک ہو، غلاظت نہ لگی ہو پہن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا۔

الجواب

مسجد میں جُوتا پہن کر جانا خلافِ ادب ہے ردالمحتار میں ہے دخول المسجد متنعلا سوء الادب[2] (مسجد میں جُوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) ادب کی بنا عرف و رواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک و قوم سے بدلتا ہے، عرب میں باپ سے اَنْتَ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تو۔ زمانۂ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی یُونہی خطاب ہوتا تھا، سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیاء خلیل کبریا علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ! تُو کر جس بات کا تجھے

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب مایفسد الصلوۃ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۱/۲۸۵

[2] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۶

marfat.com

حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بناکر اپنے باپ کو تُو تُو کہا کرے ضرور گستاخ مستحقِ سزا ہے نمازحاضریِ بارگاہِ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جُوتا پہن کر جاتے، یہ تو ادب کا حکم ہے اور آجکل لوگوں کے جُوتے صحابہ کرام کے جُوتوں کی طرح نہیں ہوتے، ردالمحتار میں ہے: نعالھم المتنجسة[1] (لوگوں کے جُوتے ناپاک ہوتے ہیں۔ت) پھر بُوٹ غالباً ایسا پھنسا ہُوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھلنے نہ دے گا تو آداب درکنار سرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ وھوتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۳: از نگرالہ ضلع بدایوں مرسلہ تسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا پڑھی اور دُوسری میں سُورۂ دہر، اُس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف اُلٹا پڑھا دوسرا پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی، کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو۲ کراہتیں ہُوئیں: ایک دُوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل، اور دوسری سخت اشد کراہت ہے۔ قرآن مجید کو معکوس پڑھنا یہ گناہ وسخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اس کا دل اُلٹ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۲۴: از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل وبعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل صلٰوۃ المرء فی بیتہ الاالمکتوبۃ۔[2] فرض نماز کے علاوہ آدمی کی نماز گھر میں افضل ہے۔(ت)

مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد میں نہ آئے گنہگار ہے، چندبار ایسا ہو تو فاسق

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۵۴
[2] صحیح مسلم باب صلٰوۃ النافلۃ ،، نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۶۶

marfat.com

مردود الشہادۃ ہوگا، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاصلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1]۔ مسجد کے پڑوسی کی نماز صرف مسجد میں ہوتی ہے (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۵ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہوجائیگا لان الفساد مجاور (کیونکہ فساد نماز سے باہر ہے۔ ت) مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی للاشتمال علی المحرم (حرام چیز اٹھائے ہوئے ہونے کی وجہ سے) کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کالصلٰوۃ فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء (جس طرح مغصوبہ زمین پر نماز کا حکم اور یہ برابر ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو توکسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کچھ خلل آتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے؟ اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں، عمامہ مستحباتِ نماز سے ہے اور ترکِ مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی،

وذلك لان التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمها حکم المستحب۔ اس لئے کہ عمامہ باندھنا سنن زوائد میں سے ہے اور سنن زوائد کا حکم مستحب والا ہوتا ہے (ت)

درمختار میں ہے:

لها اٰداب ترکه لایوجب اساءۃ ولا عتابا کترك سنۃ الزوائد لکن فعله افضل[2]۔ نماز کے آداب ہیں جن کا ترک اساءت وعتاب لازم نہیں کرتا مثلاً سنن زوائد کا ترک، لیکن ان کا بجالانا افضل ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

السنۃ نوعان سنۃ الهدی و ترکها سنت کی دو اقسام ہیں، سنتِ ہدٰی، اس کے

---

[1] سنن الدارقطنی باب البحث لجار المسجد علی الصلٰوۃ فیہ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۴۲۰

[2] درمختار آخر باب صفۃ الصلٰوۃ ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۳

marfat.com

یوجب اساءة وکراھة کالجماعة و الاذان والاقامة ونحوھا وسنة الزوائد وترکھا لایوجب ذلك کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ والنفل و منہ المندوب یثاب فاعلہ ولا یسیئ تارکہ کذا حققہ العلامة ابن کمال فی تغییر التنقیح وشرحہ فلافرق بین النفل و سنن الزوائد من حیث الحکم لانہ لایکرہ ترك کل منھما وقد مثلوا السنة الزوائد بتطویلہ علیہ الصلوٰة والسلام القراءة و الرکوع والسجود ولما لم تکن مکملات الدین وشعائرہ سمیت سنة الزوائد بخلاف سنة الھدی وھی السنن المؤکدة القریبة من الواجب التی یضلل تارکھا[1] اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

ترک سے اساءت وکراہت لازم آتی ہے مثلاً جماعت، اذان اور تکبیر وغیرہ، سنّت زوائد اس کے ترک سے اساءت وکراہت لازم نہیں آتی مثلاً آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لباس پہننا، نفل و مندوب کا معاملہ بھی یہی ہے اس کے کرنے والے کو ثواب ہوگا مگر تارک گنہگار نہیں۔ علامہ ابن کمال نے تغییر التنقیح اور اس کی شرح میں اسی طرح تحقیق کی ہے پس نفل اور سنن زوائد میں حکم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیونکہ کسی کا بھی ترک مکروہ نہیں، فقہا نے بعض اوقات سنّت زوائد کی مثال نماز میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قرأت، رکوع اور سجود کو لمبا کرنا بھی دی ہے جب وہ دین اور شعائر دین کا حصہ نہیں تو انھیں سنّتِ زوائد کہا جاتا ہے بخلاف سنّتِ ہدٰی کے، وہ سنن مؤکدہ ہوتی ہیں جو واجب کے قریب ہیں ان کا تارک گمراہ ہے اھ تلخیصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۲۷: مرسلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اس سے کُرتا یا کچھ اور کپڑا بنوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو اُس سے جو نمازِ مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائیگی یا نہیں؟ اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں؟ با دلیل و حوالہ کتب تحریر کریں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں، ایک یہ اکثر نمازِ جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف و پاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نمازِ جنازہ منع ہے تو بغرضِ احتیاط امام کے نیچے جائے نماز

---

[1] ردالمحتار مطلب فی السنة وتعریفھا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

marfat.com

بچھادی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لئے اُس کا مہیّا کرنا دشوار ہوتا ہے، اور اگر فرض کیجئے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمہ کے لئے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں، دوسری نفعِ فقیر کہ وہ جانماز بعد از نماز کسی طالب علم اور فقیر پر تصدق کردی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدیق کی گئی اُس کی ملک ہے کُرتا وغیرہ جو چاہے بنالے اس میں نماز مکروہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجتِ اعادہ کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

marfat.com

باب الوتر والنوافل

(وتر اور نوافل کا بیان)

مسئلہ ۱۰۲۸: ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر و عشاء باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریکِ جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نفل کی نیت چاہیے،

فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر، وفی الحدیث لایصلی بعد صلٰوۃ مثلھا[1] کیونکہ وقتی فریضہ میں تکرار نہیں، حدیث میں ہے نماز کی مثل نماز کے بعد ادا نہ کی جائے۔ (ت)

اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر (کیونکہ فریضہ ایک وقت میں متکرر نہیں ہوا کرتا۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۲۹: از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے، یونہی نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من کرہ ان یصلی بعد الصلٰوۃ مثلھا مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۰۶

marfat.com

پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۳۰ از بریلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر با جماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقتِ تہجد بھی بہتر ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثلِ نماز گھر میں تنہا، دونوں قول باقوت ہیں اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامۂ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے، ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے، ردالمحتار میں زیرِ قولِ درمختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول (ایک قول کے مطابق رمضان میں وتر کی جماعت مستحب ہے۔ ت) فرمایا:

وغیر مستحبۃ علی قول اٰخر بل یصلیھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل ادراک الفریضۃ ترجیح الثانی بانہ المذہب[1]۔

ایک اور قول کے مطابق مستحب نہیں ہے بلکہ انھیں گھر میں تنہا ادا کرے، اور یہ دونوں اقوال صحیح قرار دئے گئے ہیں عنقریب ادراک فریضہ سے تھوڑا سا پہلے آئے گا کہ دوسرے قول کو ترجیح ہے کہ یہی مذہب ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ[2]۔

کیا وتر میں جماعت افضل یا گھر میں ادا کرنا دونوں کی تصحیح ہے لیکن شارح وہبانیہ نے جو نقل کیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ دوسرا قول مذہب ہے اور اسے مصنف وغیرہ نے بھی ثابت رکھا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اوتر بھم

کمال نے اس بنا پر جماعت کو ترجیح دی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کو وتر پڑھائے،

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۸
[2] درمختار " " " مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ما صنع فی التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیھا سنۃ فکذلک الوتر بحر وفی شرح المنیۃ الصحیح ان الجماعۃ فیھا افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانہ مقتضی ما مر من ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ[1] اھ ما فی رد المحتار **اقول** فی ھذہ التقویۃ عندی نظر ظاھر فانہ لو کان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ مالم یکن علی سبیل التداعی مع ان الافضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ما ندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ھذا اول المسئلۃ فالاستناد بہ صریح المصادرۃ فلیتأمل۔

پھر جماعت چھوٹنے پر وہی حکمت بیان کی جو نمازِ تراویح میں تھی تو وتر کا حکم تراویح والا ہے جس طرح ان میں جماعت سنّت ہے اسی طرح وتروں میں بھی، بحر۔ شرح المنیہ میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت وتروں میں افضل مگر اس کی سنیّت تراویح کی جماعت کی طرح نہیں اھ خیر رملی نے فرمایا اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے اھ محشی نے بھی یہ کہتے ہوئے اس کی تائید کی گزشتہ اصول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہر وُہ نماز جو جماعت کے ساتھ مشروع ہے وُہ مسجد میں افضل ہے اھ ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی **اقول** اس کی تائید میں میرے نزدیک نظر ظاہر ہے اگر یہ مراد ہو کہ ہر وُہ نماز جو جماعت کے ساتھ جائز ہے اس میں مسجد افضل ہے تو یہ ممنوع ہے کیونکہ جن نوافل کی علٰی سبیل التداعی جماعت نہ ہو ان کی جماعت جائز ہے حالانکہ ان کی ادائیگی بالاتفاق گھر میں افضل ہے، اور اگر مراد یہ ہو کہ جس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا شریعت نے مستحب قرار دیا ہو تو یہ مسلم ہے لیکن یہ بعینہٖ سوال ہے اسی کے ساتھ استناد کرنا صراحۃً مصادرہ علی المطلوب ہے۔ پس غور کیجئے۔ (ت)

بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت وحالت اور اپنی قوم وجماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۹

marfat.com

مسئلہ ۱۰۳۱ از کلکتہ دھرم تلا ۲/۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشاء کی نماز فرض جس میں مصلی تہجد گزار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اُس کو نمازِ وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے، ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے، اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدر وحواشیہ[1] وبیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ در اور اس کے حواشی میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت) بہر حال ضروری کسی کے نزدیک نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۲ از سورون ضلع ایٹہ محلہ ملک زادان مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب

۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نمازِ تہجد واجب ہے یا سنّت؟ اگر سنّت ہے تو موکدہ یا غیر مؤکدہ؟ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصداً ترک کرنے والا؟ مفصل مع احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

تہجد سنّتِ مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم و اہم، قرآن و احادیث حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کی ترغیب سے مالا مال۔ عامۂ کتبِ مذہب میں اُسے مندوبات و مستحبات سے گنا اور سنّتِ مؤکدہ سے جُدا ذکر کیا، تو اُس کا تارک اگرچہ فضلِ کبیر و خیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں۔ بحر الرائق و عالمگیری و درمختار و فتح اللہ المعین السید ابو السعود الازہری میں ہے: المندوبات صلٰوۃ اللیل[1] (رات کی نماز مندوبات میں سے ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے: سن تحیۃ المسجد و ندب صلٰوۃ اللیل[2] (تحیۃ المسجد سنّت اور رات کی نماز مستحب ہے۔ ت) غنیہ شرح منیہ میں ہے: من النوافل المستحبۃ قیام اللیل[3] (نوافل مستحبہ میں سے رات کی نماز ہے۔ ت)

---

[1] فتح المعین حاشیہ علی شرح الکنز باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۴

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان النوافل ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۶-۲۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل من النوافل بحث قیام اللیل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۳۲

marfat.com

حلیہ میں ہے :

مشی صاحب الحاوی القدسی علی انھا مندوبۃ۔[1]

صاحب الحاوی القدسی کی رائے یہی ہے کہ رات کی نماز مستحب ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

الاحسن انتمام السنن المؤقتۃ بذکو صلوٰۃ الضحی والمستحبات بذکرالتھجد[2] اھ ملخصا۔

وقتی سنن میں چاشت کی نماز اور مستحبات میں تہجد کا ذکر ان کا اچھا اتمام ہے اھ ملخصا (ت)

غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علی جہۃ النفل میں اس کا استحباب ہی مصرح، ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابوعمر ابن عبدالبر وامام ابوزکریا نووی جانب سنیت گئے۔ اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری وعبیدہ سلمانی ومحمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے کما یظھر بمطالعۃ عمدۃ القاری وشرح المؤطا للزرقانی وغیرھما (جیساکہ عمدۃ القاری، شرح المؤطا للزرقانی وغیرہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے۔ ت) قولِ وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف اجماع بتاتے ہیں کما فیھما وفی شرح مسلم للنووی والبخاری للقسطلانی والمواھب للزرقانی وغیرھما (جیساکہ ان دونوں میں ہے اور شرح مسلم للنووی، شرح بخاری للقسطلانی اور مواہب للزرقانی وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے :

ثمان رکعات بتسلیمۃ اوتسلیمتین للتھجد وقیل لہ رکعتان سنۃ وقیل فرض کما فی المحیط۔[3]

تہجد کی ایک یا دو سلاموں کے ساتھ آٹھ رکعات ہیں بعض کے نزدیک دو رکعات سنت ہیں بعض کے نزدیک یہ فرض ہے جیساکہ محیط میں ہے (ت)

البتہ ہمارے علماء متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انھیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اسے اشبہ فرمایا، یہ ان

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] جامع الرموز فصل الوتر مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۰۷

[3] ایضاً

marfat.com

امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص با آنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں۔ مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والاصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو، تو اس مسئلہ کی بناء حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت اُمت کے لئے سنت ہوگا ورنہ مستحب۔

قال قدس سرہ بقی ان صفۃ صلوٰۃ اللیل فی حقنا السنیۃ او الاستحباب یتوقف علی صفتھا فی حقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کانت فرضا فی حقہ فھی مندوبۃ فی حقنا لان الادلۃ القولیۃ فیھا انما تفید الندب والمواظبۃ الفعلیۃ لیست علی تطوع لتکون سنۃ فی حقنا وان کانت تطوعا فسنۃ لنا[1]

امام ابن ہمام قدس سرہٗ نے فرمایا کہ باقی رہا معاملہ رات کی نماز کا کہ آیا ہمارے حق میں سنت ہے یا مستحب، تو یہ بات اس پر موقوف ہے کہ وہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں کیا تھی، اگر وہ آپ پر فرض تھی تو ہمارے حق میں مستحب ہے کیونکہ ادلہ قولیہ اس کے بارے میں مستحب ہونے کا فائدہ دیتی ہیں اور مواظبت فعلیہ نفل پر نہیں کہ وہ ہمارے حق میں سنّت بن جائے، اور اگر آپ کے لئے یہ نفل تھی تو ہمارے لئے یہ سنّت ہوگی۔ (ت)

اب اسی مبنٰی کو دیکھئے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار و منصور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد۔

قال اللہ تعالٰی یٰایھا المزمل قم الیل[2]
وقال تعالٰی ومن الیل فتھجد بہٖ[3]

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اے چادر اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو۔ دوسرے مقام پر فرمایا: رات کو تہجد ادا کیا کرو۔ (ت)

ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امرِ الٰہی ہے اور امرِ الٰہی مفید وجوب،

ولاینافیہ قولہ تعالٰی نافلۃ فالنافلۃ

اللہ تعالٰی کا نافلہ فرمانا اس وجوب کے منافی نہیں

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱
[2] القرآن ۷۳/۱-۲
[3] القرآن ۱۷/۷۹

marfat.com

الزیادة ای زائدة فی فرائضك او فی درجاتك بتخصیص ایجابه بك فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیده قوله تعالٰی لك قال الامام ابن الهمام ؒ بما یعطی التقیید بالمجرور ذلك فانه اذا کان النفل المتعارف یکون کذلك له ولغیره[1] اھ

کیونکہ نافلہ کا معنی زائدہ ہے اب معنی ہوگا کہ آپ کے فرائض یا درجات میں یہ اضافہ ہے کہ آپ پر یہ لازم و واجب ہے کیونکہ فرائض سب سے بڑے درجے و فضیلت پر فائز کرنے کا سبب بنتے ہیں بلکہ اس کی تائید اللہ تعالٰی کے اس ارشاد "لك" سے ہو رہی ہے۔ امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ بعض اوقات مجرور "لك" کے ساتھ مقید کرنا اسی بات کا فائدہ دیتا ہے (یعنی یہ فرائض میں آپ کے لئے اضافہ ہے) کیونکہ متعارف نوافل صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ اس میں آپ اور دیگر لوگ مشترک ہیں (ت)

طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلث ھن علیّ فرائض وھن لکم سنة الوتر والسواك وقیام اللیل[2]

تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمہارے لئے سنّت ہیں: وتر و مسواک و قیامِ شب۔

اقول والحدیث ان لم یصلح حجة فقد استظھر بظاھر الکتاب العزیز، وقد نص المحقق نفسه فی الفتح القدیر مسئلة امرأة المفقود ان الحدیث الضعیف یصلح مرجحا لامثبتا بالاصالة قال و موافقة ابن مسعود مرجح اٰخر[3]

اقول (میں کہتا ہوں) اگرچہ یہ حدیث حجت نہیں بن سکتی مگر قرآن عزیز کے ظاہر سے اس کی تائید ہو رہی ہے اور خود محقق نے فتح القدیر میں مسئلہ مفقود کی بیوی کے تحت لکھا ہے کہ حدیث ضعیف کسی شَیَ کی اصل کو ثابت نہیں کر سکتی البتہ مرجح

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۱

[2] تفسیر درمنثور بحوالہ معجم اوسط وسنن بیہقی زیر آیہ ومن الیل فتہجد بہ نافلة لك مطبوعہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۴/۱۹۶
تفسیر خازن سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۴/۱۷۴
کنز العمال بحوالہ بیہقی الاکمال من وقت الوتر ۱۹۵۰۴ " مکتبۃ التراث الاسلامی موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۴۰۰
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط باب ماجاء فی الخصائص مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۸/۲۶۴
المعجم الاوسط حدیث ۳۲۹۰ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۱۶۵

[3] فتح القدیر کتاب المفقود مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۳۷۲

marfat.com

بن سکتی ہے اور کہا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی موافقت دوسرا مرجح ہے (ت)

اقول وھھنا موافقۃ سلطان المفسرین مرجح اٰخر (اور یہاں سلطان المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی موافقت ایک دوسرا مرجح ہے۔ ت) ابوجعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی،

اُمر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ[1]

حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا اُمت پر نہیں۔

امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں:

کانت صلٰوۃ اللیل فریضۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الابتداء وعلی الامۃ، ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامۃ، وبقی فی حق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ ملخصا[2]

ابتداءً قیام شب سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کی امت دونوں پر فرض تھا پھر اُمت کے حق میں وجوب منسوخ ہوگیا لیکن رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں وجوب باقی رہا اھ تلخیصاً (ت)

فتح القدیر میں ہے: علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا[3] (ہمارے مشائخ اصولیین کی رائے یہی ہے۔ ت) شرح مواہب زرقانی میں ہے: ھو قول الاکثر ومالک[4] (اکثر علماء اور امام مالک کا یہی قول ہے۔ ت) مواہب میں ہے: ھذا ما صححہ الرافعی ونقلہ النووی عن الجمہور[5] (رافعی نے اسی کی تصحیح کی اور نووی نے اسے جمہور سے نقل کیا ہے۔ ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

مختار آن ست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت

مختار یہی ہے کہ اُمت سے یہ منسوخ ہے اور

---

[1] تفسیر ابن جریر طبری المسمّی جامع البیان مطبوعہ مطبعۃ میمنۃ مصر ۱۵/ ۹۰
المواہب اللدنیۃ بحوالہ طبری الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۷۸
[2] معالم التنزیل علٰی حاشیۃ الخازن زیر آیۃ ومن الیل فتہجد بہ الخ ۴/ ۱۷۴
[3] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۹۱
[4] شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/ ۴۵۵
[5] مواہب اللدنیہ

marfat.com

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك فی موضعہ[1]

سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں یہ وجوب تمام عمر باقی رہا اور اس کی تحقیق اس کے مقام پر ہوئی ہے۔ (ت)

تو یوں بھی سنیتِ تہجد ثابت نہ ہوئی، اور وہی مذہب واستحباب مؤید بقول جمہور و مشرب و مختار و منصور رہا۔

اقول شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اور حضور کی اُمت سب پر فرض تھا کما شھدت بہ سورۃ المزمل "صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" (جیسا کہ اس پر سورہ مزمل (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) گواہ ہے۔ ت) تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف، امت کے حق میں ناسخ بدلیلِ اجماعِ اُمت ثابت وان لم نعلم سند الاجماع (اگرچہ ہم اس اجماع کی سند سے آگاہ نہیں۔ ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں دعوٰی نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزّہ ہوں فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجۃ (کیونکہ احتمال استدلال کو ختم کر دیتا ہے اور امر محتمل حجت نہیں ہو سکتا۔ ت) حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا:

ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھذہ السورۃ فقام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسك اللہ خاتمتھا اثنی عشر شھرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[2] رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی۔

اللہ عزوجل نے اس سورہ کی ابتدا میں قیامِ شب فرض فرمایا تو سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین نے ایک سال تک قیام کیا اور اس سورۃ کے آخری حصہ کو اللہ تعالٰی نے بارہ ماہ تک آسمان پر روکے رکھا حتی کہ اس سورۃ کے آخر میں تخفیف نازل ہوئی تو فرض ہونے کے بعد اب قیامِ شب نفل بن گیا۔ اس کو مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولہذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا: دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ[3] (اس کی دلالت احتمال کی وجہ سے (حضور اکرم کے حق

---

[1] اشعۃ اللمعات | باب صلٰوۃ اللیل | مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ۵۰۶
[2] صحیح مسلم | " | " نور محمد اصح المطابع کراچی | ۱/ ۲۵۶
سُنن نسائی | باب قیام اللیل | " نور محمد کارخانہ آرام باغ کراچی | ۱/ ۲۳۷
[3] شرح الزرقانی علی المواہب | الباب الثالث فی ذکر تہجدہ صلی اللہ علیہ وسلم | مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر | ۷/ ۴۵۷

marfat.com

میں نسخ پر) قوی نہیں۔ ت) رسائل الارکان مولٰنا بحر العلوم میں ہے:

هذا لا يقنع به القائل بالفريضة لانه يقول لعل ام المؤمنين ارادت ان صلٰوة الليل كانت فريضة على الامة ثم نسخها الله تعالٰى عن الامة وصارت نفلا واما عليه صلى الله تعالٰى عليه وسلم فبقيت الفريضة كما كانت يظهر من خاتمة سورة المزمل[1] اھ اقول كانه يريد قوله تعالٰى علم ان لم تحصوه فتاب عليكم وقوله تعالٰى علم ان سيكون منكم مرضى و اٰخرون يضربون فى الارض يبتغون من فضل الله[2] فان الظاهر ان الخطاب فيه للامة۔

جو حضور پر فرضیتِ تہجد کا قائل ہے وہ ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس فرمان سے قانع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے آپ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ پہلے قیامِ شب اُمت پر فرض تھا پھر فرض منسوخ ہو کر نفل ہوگیا۔ رہا معاملہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تو وہاں یہ فرض ہی باقی رہا جیسا کہ خاتمۂ سورۃ سے ظاہر ہورہا ہے اھ **اقول** شاید اس سے ان کی مراد خاتمہ سورۃ کے یہ الفاظ ہوں کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا "وہ جانتا ہے اے مسلمانو! تم سے رات کا شمار نہ ہوسکے گا تو اس نے اپنے کرم سے تم پر رجوع فرمایا"۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان "وہ جانتا ہے کہ عنقریب تم میں کچھ بیمار ہوں گے اور کچھ زمین پر سفر کریں گے، اللہ کا فضل تلاش کریں گے"۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں خطاب اُمت کے لئے ہے (ت)

ثم اقول ہمیں احتمال کافی خصوصاً جبکہ بوجوہ عدیدہ اُس کا پتا چلتا ہو **اوّلاً** اسی حدیث میں لفظِ ابوداؤد یوں ہیں:

قال (اى سعد بن هشام) قلت حدثنى عن قيام الليل قالت الست تقرأ يايها المزمل قال قلت بلى قالت فان اول هذه السورة نزلت فقام اصحاب رسول الله صلى الله

اس (یعنی سعد بن ہشام) نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے قیامِ شب کے بارے میں بیان کیجئے تو اُمّ المومنین نے فرمایا کیا تُو نے سورۃ یایہا المزمل نہیں پڑھی؟ عرض کیا ہاں پڑھی ہے۔ فرمایا اس سورۃ کا ابتدائی حصہ جب نازل ہوا تو حضور کے اصحاب

---

[1] رسائل الارکان فصل فی صلوۃ اللیل مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۳۵

[2] القرآن ۷۳/ ۲۰

تعالیٰ علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل اٰخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ[1]

نے یہاں تک قیام کیا کہ ان کے پاؤں سُوج گئے، لیکن اس کا آخری حصہ بارہ۱۲ ماہ تک آسمان پر روک لیا، پھر جب آخری حصّہ نازل فرمایا تو قیامِ شب فرض ہونے کے بعد نفل بن گیا (ت)،

ثانیًا خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیامِ لیل حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض، اُمت کے لئے سنّت تھا۔

ثالثًا اسی طرح ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نسخ ذکر فرمایا[2] کما رواہ ابوداؤد (جیسا کہ ابوداؤد نے اسے روایت کیا ہے۔ت) حالانکہ وُہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت)

رابعًا جب ام المومنین کا ارشاد ان تک پہنچا فرمایا: صدقت، کما بیّنہ مسلم والنسائی (انھوں نے سچ فرمایا، جیسا کہ اسے مسلم اور نسائی نے بیان کیا ہے۔ت) اور فرمایا ھذا واللہ ھو الحدیث[3] کما عند ابی داؤد (اللہ کی قسم یہ وہی حدیث ہے جیسا کہ ابوداؤد کے ہاں ہے۔ت) اگر اس کے معنے وُہ اپنے خلاف سمجھتے بیان فرماتے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورۃ نے مطلق قیامِ لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اوّل سُورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرماکر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالیٰ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القراٰن[4] (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنے کرم سے رجوع فرمایا ہے کہ اب تم اتنا قرآن پڑھو جو تم پر آسان ہو۔ت) اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہوکر استحباب رہا ہے، جلالین شریف میں ہے:

خفف عنھم بقیام ما تیسر منہ ثم نسخ ذٰلک بالصلوات الخمس[5]

اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرماتے ہُوئے آسانی کے ساتھ بندوں پر قیام رکھا پھر یہ قیام پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد منسوخ ہوگیا (ت)

---

[1] سُنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقرأۃ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹۰

[2] سنن ابوداؤد باب نسخ قیام اللیل الخ 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۸۵

[3] 〃 〃 باب رفع الصوت بالقرأۃ الخ 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۹۰

[4] القرآن ۷۳/۲۰

[5] تفسیر جلالین سورۃ مزمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۴۷۷

marfat.com

کشاف وارشاد العقل وغیرہما میں ہے :

عبرعن الصلوٰۃ بالقراءۃ لانھا بعض ارکانھا کما عبرعنھا بالقیام والرکوع والسجود یرید فصلوا ما تیسر علیکم ولم یعذر من صلوٰۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم نسخا جمیعا بالصلوات الخمس[1]

یہاں نماز کو قرأت سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ قرأت نماز کا رکن ہے جیسا کہ نماز کو قیام، رکوع اور سجود کے ساتھ تعبیر کیا ہے مقصد یہ بتا کہ تم اتنی نماز پڑھتے رہو جو تم پر آسان ہو لیکن قیامِ شب نہیں چھوڑ سکتے، اور یہ حکم ابتدائے سورۃ کے لئے ناسخ پھر پانچ نمازوں کا حکم ان سب کے لئے ناسخ قرار پایا۔ (ت)

تفسیر کرخی وفتوحاتِ الٰہیہ میں ہے : ھذا ھو الاصح[2] (یہی اصح ہے۔ ت) ام المومنین یقیناً ناسخ اول کا ذکر فرمارہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل، پھر اس سے انتفائے فرضیت کہاں حاصل، ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہُوا، نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل، تو حدیث مذکور سے انتفائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل،

وھھنا تحقیقات اخر اجل واعز اتینا بھا بتوفیق اللہ العلی الاکبر فی رسالۃ لنا صنفنا ھا بعد ورود ھذا السؤال فی تحقیق ھذا المقال سمیناھا "رعایۃ المنۃ فی ان التھجد نفل ام سنۃ ۱۳۱۲ھ" فلینظر ثمہ والحمد للہ علی کشف الغمۃ۔

یہاں دیگر نہایت اہم تحقیقات ہیں اللہ کی توفیق سے ان کا ذکر ہم نے اس سوال کے ورود کے بعد اپنے ایک رسالے (جس کو ہم نے اسی مقال کی تحقیق میں تصنیف کیا ہے) میں کیا ہے اس کا نام "رعایۃ المنۃ فی ان التہجد فضل ام سنۃ ۱۳۱۲ھ" اس کا مطالعہ کیجئے، اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے عقدے کھول دئے۔ (ت)

ثم اقول وباللہ التوفیق فقیر کے نزدیک اسی مبحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلوٰۃِ لیل ونمازِ تہجد، صلوٰۃ لیل ہر وہ نمازِ نفل کہ بعد فرضِ عشاء رات میں پڑھی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

---

[1] تفسیر الکشاف سورۃ مزمل مطبوعہ انتشارات آفتاب تہران، ایران ۴/۱۷۹

[2] تفسیر الفتوحات الالٰہیہ الشہیر بالجمل مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۴/۴۳۳

marfat.com

ماکان بعد صلوٰۃ العشاء فھو من اللیل[1] رواہ الطبرانی عن ایاس بن معٰویۃ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔

جو نماز بعد عشاء پڑھی جائے وہ سب نمازِ شب ہے اسے طبرانی نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت ایاس بن معاویہ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یہ بیشک سنّتِ مؤکدہ ہے کہ اس میں عشاء کی سنّتِ بعدیہ بلکہ سنّتِ فجر بھی داخل، صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے:

کانت صلوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شھر رمضان وغیرہ ثلث عشرۃ رکعۃ باللیل و منھا رکعتا الفجر[2]۔

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نمازِ شب رمضان وغیرہ میں تیرہ ۱۳ رکعتیں تھیں، ان میں دو ۲ رکعات فجر کی بھی ہیں (ت)

اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلوٰۃِ لیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا،

کما لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ افضل الصلوٰۃ بعد الفریضۃ صلوٰۃ اللیل[3]۔

جیسا کہ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ فرائض کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے (ت)

ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سُننِ راتبہ سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنّتِ فجر سُننِ راتبہ سے بھی اعلٰی واجل، اور نمازِ تہجد وُہ نفل کہ بعد فرضِ عشا قدرے سو کر طلوعِ فجر سے پہلے پڑھے جائیں، طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انما تھجّد المرء یصلی الصلوٰۃ بعد رقدۃ[4]۔

قدرے سو کر آدمی جو نماز ادا کرے اسے تہجد کہا جاتا ہے (ت)

معالم میں ہے: التھجد لایکون الا بعد النوم[5] (تہجد سونے کے بعد ہی ہوتی ہے۔ت)

---

[1] المعجم الکبیر ترجمہ ۵۵ حدیث ۷۸۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۷۱
[2] صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل ؎ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۵۵
[3] ؎ باب فضل صوم المحرم ؎ ؎ ؎ ؎ ۱/۳۶۸
[4] المعجم الکبیر ترجمہ ۲۵۸ حدیث ۳۲۱۶ ؎ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/۲۲۵
[5] معالم التنزیل علی حاشیۃ الخازن تحت قولہ تعالٰی ومن الیل فتھجد بہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/۱۷۴

marfat.com

حلیہ میں قاضی حسین سے ہے:

انہ فی الاصطلاح صلوٰۃ التطوع فی اللیل بعد النوم[1]۔ | اصطلاح میں رات کو سونے کے بعد نوافل کی ادائیگی کو تہجّد کہا جاتا ہے (ت)

ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

صلوٰۃ اللیل وقیام اللیل اعم من التہجد[2]۔ | رات کی نماز اور قیامِ لیل تہجد سے عام ہے۔ (ت)

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنتِ موکدہ ہوجائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجّد سنتِ موکدہ ہُوئی اور وُہ بے نوم حاصل نہیں ہوسکتی اور سنّتِ مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وُہ سنّت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمتہ (کیونکہ مقدمہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو اس پر موقوف ہونے والے کا ہے۔ت) اور سنّتِ مؤکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ، شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی، مکروہ و ممنوع ہونی لازم، کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنّتِ مؤکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہوسکتا مذموم ہوگا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پینتالیس[۴۵] برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس[۴۵] سال کامل ترک سنتِ مؤکدہ پر اصرار فرمایا فقد ظھر الحق واسفر الفلق وبقیۃ الکلام فی تلک الرسالۃ والحمد للہ رب الجلالۃ (حق واضح ہوگیا صبح طلوع ہوگئی اور بقیہ کلام ہمارے اس مذکورہ رسالہ میں ہے، حمد ہے صاحبِ جلال رب کی۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں؟ اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی؟ بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں؟ اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور و لازم ہے یا نہیں؟ اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہُوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی؟

الجواب

ومن اللہ سبحٰنہ توفیق الصدق والصواب تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] ردالمحتار مطلب فی صلوٰۃ اللیل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴

marfat.com

سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعثِ ثوابِ اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالصلٰوۃ فی بیوتکم فان خیر صلٰوۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔[1] رواہ البخاری ومسلم۔

تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کیلئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلٰوۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ۔[2] رواہ ابوداؤد۔

نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین کی اسی طرح تھی، احادیثِ صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہوکر دو رکعتیں پڑھتے، اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشا کی امامت کرکے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نمازِ فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ وابوداؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبداللہ بن شقیق قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن صلٰوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا، ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نفلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب صلٰوۃ النافلۃ فی بیتہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۶۶

[2] سنن ابوداؤد باب صلٰوۃ الرجل التطوع فی بیتہ ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۴۹

marfat.com

فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء ویدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکرت صلوٰۃ اللیل والوتر الیٰ ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین[1] زاد ابوداؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلوٰۃ الفجر[2]۔

لوگوں کو جماعت کرواتے پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرہ میں تشریف لاکر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انھوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا جب طلوعِ فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے۔ (ت)

اسی طرح سننِ جمعہ کا مکانِ جنت نشان میں پڑھنا۔ صحیحین میں مروی زمانۂ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں،

فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لایبقی فی المسجد احد کانھم لایصلون بعد المغرب حتی یصیروا الی اھلیھم[3]۔

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دورِ فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتی کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔ (ت)

سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب

---

[1] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً وقاعداً الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۲

[2] سنن ابوداؤد باب تفریع ابواب التطوع ورکعات السنۃ ،، آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۷۸

[3] فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ ،، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۱۶

marfat.com

عن کعب بن عجرۃ وابن ماجۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبد الاشہل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلٰوتھم راھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلٰوۃ البیوت[1] ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلٰوۃ فی البیوت[2]، وابن ماجۃ ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم[3]۔

بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا کی جب لوگ فرائض پڑھ چکے تو آپ نے انھیں نوافل پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ گھروں کی نماز ہے۔ ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ (ت)

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایشاں را کہ نماز نفل می گزارند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایں یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عملے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصاً سنتِ مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنتِ مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کرلی تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے انھیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سُننِ مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلقاً نماز نفل گھروں کی نماز ہے انھیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہی عمل تھا البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنٰی ہے خصوصاً نمازِ مغرب کی سنن مسجد میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سننِ مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی

---

[1] سنن ابوداؤد باب رکعتی المغرب این تصلیان مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۴

[2] کنز العمال، حدیث ۱۹۴۲۳، موسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۳۸۶ [3] سنن ابن ماجہ، باب ماجاء فی الرکعتین بعد المغرب، سعید کمپنی کراچی ص۸۳

marfat.com

گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہرش در وجوب است وجمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است[1] الخ

گنہ گار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ (ت)

گا ہے اگر بعض سُنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہُوا تو علماء فرماتے ہیں وُہ کسی عذر وسبب سے تھا کما مر عن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ (جیسا کہ شیخ کے حوالے سے گزرا اسی کی مثل علامہ ابن امیر الحاج نے شرح منیہ میں فرمایا۔ت) معہذا ترک احیاناً منافی سنیت و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر وموکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب کما فی البحر وغیرہ (جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے۔ت) علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دائماً سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمھیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجدِ مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں پڑھا کرو" کما مر کل ذلك (جیسا کہ یہ سب کچھ پیچھے گزرا ہے۔ت) تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سُنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سننِ مغرب میں تھا کما سبق (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ت) اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

والافضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

تمام سُنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

عامتھم علی اطلاق الجواب کعبارۃ الکتاب وبہ افتی

عام فقہا نے عبارتِ کتاب (ہدایہ) کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے، اور فقیہ ابوجعفر نے اسی پر

---

[1] اشعۃ اللمعات باب من صلی صلوٰۃ مرتین فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۵۰۳

[2] الہدایۃ جزء اول باب ادراک الفریضہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۳۲

marfat.com

الفقیہ ابوجعفر قال الا ان یخشی ان یشتغل عنھا اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت[۱]

یہ کہتے ہُوئے فتوٰی دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو (تو مسجد میں ہی پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے (ت)۔

شرح صغیر میں ہے :

ثم السنۃ فی سنۃ الفجروکذا فی سائر السنن ان یاتی بھا امافی بیتہ و ھو الافضل، اوعند باب المسجد و اما السنن التی بعد الفریضۃ فانہ ان تطوع بھا فی المسجد فحسن وتطوعہ بھا فی البیت افضل، وھذا غیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیۃ المسجد الافضل فیھا المنزل لماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت[۲] اھ ملخصا۔

پھر سنّت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سُنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح وتحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے اھ تلخیصاً (ت)

اورجب ثابت ہوچکا کہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یُونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہلِ بدعت کا خلاف اُن کی بدعت یا شعارِ خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امورِ خیر سے جوبات وُہ اختیار کریں ہم اُسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکمِ استحبابی یہی ہے کہ سُننِ قبلیہ مثل رکعتینِ فجر و رباعیِ ظہر وعصر وعشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سُننِ بعدیہ مثل رکعتینِ ظہر ومغرب وعشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینانِ کامل حاصل ہو

---

[۱] فتح القدیر باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۴۱۶

[۲] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۵-۲۰۴

marfat.com

کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سُنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادتِ ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ بادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے،

قال تبارك وتعالٰی ونکتب ماقدموا و اٰثارھم وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین[1]

اللہ تبارک وتعالٰی کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو اُنھوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شئی کو ہم نے کتابِ مبین میں شمار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوٰۃ فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ (جیسا کہ کتبِ فقہ میں ہے۔ ت) مگر اب عام عملِ اہلِ اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادتِ قوم کی مخالفت موجبِ طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمۂ دین فرماتے ہیں: الخروج عن العادۃ شھرۃ و مکروہ (معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳۴ تا ۱۰۳۵ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح و نماز کسوف و خسوف بجماعت منسوخ ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثلاً صلوٰۃ قضائے عمری (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شبِ برات بجماعت ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے، جواز کس بنا پر ہے اور ممانعت کیوں ہے، جن فتاوٰی کی رُو سے جواز نکالا ہے وُہ کہاں تک معتبر ہے؟

(۲) نفل یومِ عاشورا ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں

---

[1] القرآن ۳۶/ ۱۲

marfat.com

نمازِ خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امامِ جمعہ حاضر ہو[1] کما فی الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی (جیسے کہ شامی نے اسمٰعیل سے اور انھوں نے برجندی سے نقل کیا ہے۔ ت) حلیہ میں ہے:

اما الجماعۃ فی صلٰوۃ الخسوف فظاھر کلام الجم الغفیر من اھل المذھب کراھتھا[2] الخ

رہا صلٰوۃِ خسوف کی جماعت کے بارے میں حکم تو اہلِ مذہب کے جمِ غفیر کے کلام سے یہی ظاہر ہے کہ یہ مکروہ ہے الخ (ت)

صرف تراویح وصلٰوۃ الکسوف وصلٰوۃ الاستسقاء مستثنیٰ ہیں

وذلك بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الاخیر فی الاستنان دون الجواز[3] کما صرح به فی الدر المختار۔

اصح مذہب کے مطابق ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے، اختلاف آخری (صلٰوۃ الاستسقاء) کے مسنون ہونے میں ہے نہ کہ جواز میں، جیسے کہ درمختار میں تصریح ہے (ت)

تداعی مذہب اصح میں اُس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں،

فی الدر یکرہ ذلك لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر[4] اھ فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراھۃ[5]

درمختار میں ہے یہ مکروہ ہے اگر علی سبیل التداعی ہو مثلاً چار آدمی ایک کی اقتداء کریں جیسا کہ درر میں ہے اھ، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے اگر تین نے ایک کی اقتداء کی تو اصح یہی ہے کہ یہ مکروہ نہیں۔ (ت)

نمازِ قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہِ مبارک رمضان میں اُس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اُس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی اپنی اور ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل و

---

[1] ردالمحتار باب الکسوف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] درمختار باب الاستسقاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۸

[4] ” آخر باب الوتر والنوافل ” ” ” ۱/ ۹۹

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ” نور محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ص ۲۱۱

marfat.com

بدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلاً اس کا نشان نہیں، نمازِ شب برات اگرچہ مشائخ کرام قدست اسرارہم نے بجماعت بھی پڑھی، قوت القلوب شریف میں ہے:

یستحب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان وقد کانوا یصلون فی ھذہ اللیلۃ مأتہ رکعۃ بالف مرۃ قل ھو اللہ احد عشرا فی کل رکعۃ ویسمون ھذہ الصلٰوۃ صلٰوۃ الخیر ویتعرفون برکتہا ویجتمعون فیہا وربما صلوھا جماعۃ۔[1]

پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے (آگے چل کر فرمایا) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے کہ اس میں شب بیدار رہنا مستحب ہے کہ اس میں مشائخ کرام سَو رکعت ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد کے ساتھ ادا کرتے ہر رکعت میں دس دفعہ قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ اس نماز کا نام انھوں نے صلٰوۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلّمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔ (ت)

اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر و خالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے

کما نص علیہ فی البزازیۃ والتتارخانیۃ والحاوی القدسی والحلیۃ والغنیۃ ونورالایضاح ومراقی الفلاح والاشباہ وشروحہا والدرالمختار وحواشیہ وغیرذلک من الکتب المعتمدۃ۔

جیسا کہ اس پر بزازیہ، تتارخانیہ، الحاوی القدسی، حلیہ، غنیہ، نورالایضاح، مراقی الفلاح، الاشباہ اور اس کی شروح، درمختار اور اس کے حواشی، اور اس کے علاوہ دیگر معتمد کتب میں تصریح ہے (ت)

(۲) عاشورا ایامِ فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب و مندوب مگر اس دن نوافل معیّنہ بطرق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاتہ واقرہ علیہ فی اللاٰلی (اس کی تصریح ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں کی اور امام سیوطی نے اللاٰلی میں

---

[1] قوت القلوب فصل العشرون فی ذکر احیاء اللیالی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۶۲

marfat.com

اسے ثابت رکھا ہے۔ت) موضوعاتِ کبیر ملّا علی قاری میں ہے، صلٰوۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق[1]
(عاشورا کی نماز بالاتفاق موضوع ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۶: از علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ
۱۷ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب کی یا سنت کی یا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔

فی الدرالمختار لابد من التعیین عند النیۃ لفرض انہ ظہر او عصر وواجب انہ وتر او نذر[2] اھ مختصرا وفی ردالمحتار ای لایلزمہ تعیین الوجوب وان کان حنفیا ینبغی ان ینویہ لیطابق اعتقادہ[3] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں ہے نیّت کے وقت اس بات کا تعیّن کہ یہ فرض ہے مثلاً یہ ظہر و عصر کی نماز ہے یا واجب مثلاً وتر یا نذر کی نماز ہے ضروری ہے اھ اختصاراً، اور ردالمحتار میں ہے کہ تعیّنِ وجوب لازم نہیں، ہاں اگر وہ حنفی ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس کی نیت کرے تاکہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق ہوجائے الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۷: از ملک بنگالہ ضلع چاٹگام ڈاکخانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب
۸ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب در مالابدمنہ آوردہ اندکہ

اس مسئلہ میں علماء کی کیا رائے ہے کہ مالابدمنہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ذکر کیا ہے کہ

---

[1] الاسرار المرفوعۃ لملا علی قاری حدیث ۱۱۳۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۹
[2] درمختار باب شروط الصلٰوۃ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۶۷
[3] ردالمحتار " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱۹

marfat.com

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صلوٰۃ تہجد قیام بسیار می فرمودند حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورم ومنشق شدہ است؛ قول مذکور قابلِ اعتبار است یا نہ و ورم و منشق در صحاح ستہ ثابت است یا خارج از صحاح بعض عالم میگویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صحاح ثابت است و منشق ثابت نیست قول کدام کس معتبر است بینوا بسند الکتاب و توجروا من اللہ الوھاب۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازِ تہجد میں قیام طویل فرماتے حتی کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے اور پھٹ جاتے، یہ قول قابلِ اعتبار ہے یا نہیں، متورم ہونا اور پھٹنا دونوں صحاح ستہ سے ثابت ہیں یا صحاح کے علاوہ سے؛ بعض علماء کا یہ کہنا ہے کہ مبارک قدموں کا متورم ہونا تو صحاح سے ثابت ہے مگر پھٹ جانا ثابت نہیں، کس کا قول معتبر ہے، مسئلہ کتاب کے ساتھ بیان کریں اور عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں۔

الجواب

ایں جا سخن قاضی درست وسوی ست انکارش از نادیدہ روی ست، تورم و انشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر ایں سنن ابی داؤد مروی ست و در جامع صحیح امام بخاری ست حدثنا صدقۃ بن فضل اخبرنا ابن عیینۃ ثنا زیاد انہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا[1]۔ حدثنا الحسن بن عبد العزیز ثنا عبد اللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود

قاضی صاحب کا کلام درست وصحیح ہے اس کا انکار ناواقفیت ہے، پاؤں کا متورم ہونا اور پھٹ جانا دونوں ہی صحاح ستّہ سے ثابت ہیں، یہ خبر سُنن ابی داؤد اور جامع صحیح امام بخاری میں مروی ہے کہ ہمیں صدقہ بن فضل انھیں ابن عُیینہ انھیں زیاد نے بتایا کہ میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا حتی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک قدم متورم ہو گئے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان الفاظ کے ذریعے مغفرت و بخشش کی خوشخبری دی ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر، تو

---

[1] صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۱۶

marfat.com

انه سمع عروة عن عائشة رضی اللہ تعالٰی عنها ان نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشة لم تصنع هذا یا رسول اللہ وقد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا[1] الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلٰوۃ تفطر قدماہ الفطور الشقوق انفطرت انشقت[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

آپ نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں! حسن بن عبدالعزیز انھیں عبداللہ بن یحیٰی انھیں حیوۃ انھیں ابوالاسود نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات کو قیام فرماتے حتی کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم مبارک پھٹ جاتے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہو حالانکہ اللہ تعالٰی نے آپ کے اگلے اور پچھلے معاملات پر مغفرت وبخشش کی ضمانت فراہم کر دی ہے۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کرکے فرمایا: تفطر قدماہ الفطور کا معنٰی پھٹ جانا ہے کیونکہ انفطرت اور انشقت دونوں کا معنٰی "پھٹ جانا" ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۸: از بریلی محلہ صندل خاں کی بزریہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشاء میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہوکر؟ سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعثِ زیادتیِ ثواب ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے مگر ساتھ ہی فرما دیا کہ میں تمھارے مثل

---

[1] صحیح البخاری سورۃ الفتح زیر قول لیغفر لک اللہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۱۶

[2] " " باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل الخ " " " " " ۱/ ۱۵۲

marfat.com

نہیں، میرا ثواب قیام وقعود دونوں میں یکساں ہے تو اُمت کے لئے کھڑے ہوکر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۳۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فراغتِ تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے بعد تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

الجواب

تہجّد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے، جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد، اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۴۰ از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سُنّتیں اگر قضا ہوجائیں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنّت وقت کے اندر قضا کرلے یا نہیں ؟ اس میں بھی صاحبِ ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنّت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علماء سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انھیں ادا کرلے وُہ ادا ہوگی نہ کہ قضا، درمختار میں ہے :

بخلاف سنۃ الظھر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکھا ویقتدی ثم یاتی بھا علی انہ سنۃ فی وقتہ ای الظھر[1]

بخلاف ظہر کی سنّت کے، اسی طرح جمعہ کا معاملہ ہے، پس اگر نماز کی ایک رکعت نکل جانے کا خطرہ ہو تو سنن ترک کرکے جماعت میں شامل ہوجانا چاہئے پھر ان سنتوں کو اپنے وقت یعنی ظہر میں ادا کرے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے :

وحکم الاربع قبل الجمعۃ کالاربع

جمعہ کی پہلی چار سنتوں کا حکم وہی ہے جو ظہر سے

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۰۰

marfat.com

قبل الظھر کمالا یخفی[1] — پہلی چار سنتوں کا ہے جیسا کہ واضح ہے (ت)

حاشیہ علامہ خیر الدین الرملی علی البحر الرائق میں فتاوٰی علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے:

فعلی ما قالوہ فی المتون وغیرھا من ان سنۃ الظھر تقضی، یقتضی ان تقضی سنۃ الجمعۃ اذ لا فرق اھ[2] ثم نقل عن روضۃ العلماء ما ردہ فی منحۃ الخالق ورد المحتار۔

اس بنا پر کہ جو فقہا نے کہا ہے کہ متون وغیرہ میں ہے کہ ظہر کی سنتیں ادا کی جائیں اس کا تقاضا ہے کہ جمعہ کی سنتیں بھی ادا کی جائیں کیونکہ ان میں کوئی فرق نہیں اھ پھر انھوں نے روضۃ العلماء سے وہ نقل کیا جسے منحۃ الخالق اور رد المحتار میں رد کیا ہے (ت)

جامع الرموز میں ہے:

یترك سنۃ الظھر ولو حکما فیدخل فیہ سنۃ الجمعۃ فتقضی علی الخلاف سنۃ الظھر[3]۔

ظہر کی سنتیں چھوڑ دی جائیں اگرچہ ظہر حکمی ہو تو جوازِ ترک میں جمعہ کی سنتیں بھی داخل ہوں گی تو انھیں برخلافِ سنّت ظہر ادا کیا جائے (ت)

رہا علامہ شامی کا استدلال کہ:

قد یستدل للفرق بینھما بان القیاس فی السنن، عدم القضاء وقد استدل قاضی خاں لقضاء سنۃ الظھر بما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظھر قضاھن بعدہ فیکون قضاؤھا ثبت بالحدیث علی خلاف القیاس[4]۔

بعض اوقات ان کے درمیان فرق کے لئے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ سنن میں قضا نہیں، اور قاضی خاں نے ظہر کی سنتوں کی قضا پر اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اگر ظہر سے پہلے کی چار رکعات حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے رہ جاتیں تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظہر کے بعد انھیں ادا فرمایا کرتے تھے پس ان کی ادا خلافِ قیاس حدیث سے ثابت ہوئی (ت)

---

[1] بحر الرائق — باب ادراک الفریضۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۲/ ۷۵

[2] حاشیۃ منحۃ الخالق علی البحر الرائق — قول حکم الاربع قبل الجمعۃ کے تحت — " " " — ۲/ ۷۵

[3] جامع الرموز — فصل ادراک الفریضۃ — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران — ۱/ ۲۲۳

[4] رد المحتار — باب " " — " مصطفی البابی مصر — ۱/ ۵۳۱

marfat.com

اس پر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا :

اقول فیہ ان الحاق سنۃ الجمعۃ بسنۃ الظھر بدلیل المساواۃ فلا یضر کون القضاء فیھن علی خلاف القیاس لان الالحاق دلالۃ لایختص بمعقول المعنی کما نص علیہ الامام ابن الھمام وغیرہ من الاعلام بل لقائل ان یقول ان سنۃ الجمعۃ من افراد سنۃ الظھر فلا الحاق فافھم وبالجملۃ فالاحوط الاتیان بھا خروجا عن العھدۃ بیقین۔[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول جمعہ کی سنتوں کو ظہر کی سنتوں کے ساتھ مساوات کی بناء پر لاحق کرنے میں ان کو خلافِ قیاس قضا کرنے میں کوئی ضرر نہیں کیونکہ دلالۃً الحاق کے لئے معقول المعنی ہونا ضروری نہیں جس طرح اس پر امام ابن ہمام وغیرہ نے تصریح کی ہے بلکہ قائل کے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ جمعہ کی سنتیں ظہر کی سنتوں کا ہی فرد ہیں تو پھر کوئی الحاق نہ ہوگا اسے سمجھو، الغرض احتیاط یہی ہے کہ انھیں بجالایا جائے تاکہ ذمہ داری سے بالیقین عہدہ برآ ہوا جاسکے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۱ : ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوتِ جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے، ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ ردالمحتار میں ہے :

اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح، واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندھما وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر۔[2]

جب اکیلی سنن رہ گئی ہوں تو بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے انھیں قضا نہ کرے کیونکہ اس وقت نفل نماز مکروہ ہے۔ رہا طلوعِ آفتاب کے بعد تو شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے مگر امام محمد فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے پہلے ان کا ادا کرلینا مجھے پسند ہے جیساکہ درر میں ہے (ت)

---

[1] جدالممتار علی ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ المجمع الاسلامی مبارکپور (انڈیا) ۱/ ۲۴۳

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۷

marfat.com

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کرانا ہے ناواقفی سے ناشی، یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہوگئیں، اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سُورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلٰوتھا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء (آپ نہیں دیکھتے کہ انھوں نے کہا بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے قضا نہ کرے، اس میں فرض کے بعد طلوع سے پہلے نماز کو قضا کہا گیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں، لہٰذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہٰذا اجازت دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۲ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نمازِ فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنّت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے؟ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم و آکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہوچکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختمِ نماز ہے اس میں کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

فی الدرالمختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکھا لکون الجماعۃ اکمل[1] الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے کہ سنتوں میں مصروفیت کی بنا پر فجر کے فرائض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انھیں چھوڑ دیا جائے کیونکہ جماعت ان سے اکمل ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

مسئلہ ۱۰۴۳ از مقام یومد قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسمعیل خاں رجمنٹ ۸۲ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب سوار ۱۳ صفر ۱۳۲۰ھ

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

(آپ سے ملاقات بھی ہر سوال کا جواب ہے اور بغیر قیل وقال آپ سے سوال حل ہو جاتا ہے)

بعد تمنائے قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظِ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سنائیں سب کی صلاح سے بعد نمازِ عشاء پچھلی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کی رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سنا ہوگا کہ بعض نے کہا تمھاری نماز درست نہ ہوئی اب آپ لکھئے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست ہے یا نہیں؟ اب سب کہتے ہیں وتروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے؟ اور جو نماز اس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں؟ یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نمازِ نفل وتراویح وکسوف کے سوا ہر نمازِ سنّت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور وتروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہو جائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ وہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قراءت طویل قدرِ سنّت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز وگناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قراءت قدرِ سنّت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہوگا اور قدرِ سنت سے بڑھانا گناہ ہوگا، درمختار میں ہے:

یصلی بالناس من یملك اقامة الجمعة رکعتین کالنفل وصلوة الکسوف سنة واختار فی الاسرار وجوبها واختلف فی استنان صلوٰة	وہ شخص جو جمعہ قائم کرسکتا ہے لوگوں کو مثل نفل کے دو رکعات نماز پڑھا سکتا ہے اور صلوٰۃ کسوف سنت ہے، اور اسرار میں اس کے وجوب کو مختار کہا ہے، نمازِ استسقاء کے سنّت ہونے

marfat.com

الاستسقاء[1] وھو بلاجماعۃ مسنونۃ بل ھی جائزۃ[2] اھ ملتقطا۔

میں اختلاف ہے اور یہ بلا جماعت مسنون بلکہ جائز ہے اھ تلخیصاً (ت)

اُسی میں ہے :

لایصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر[3]۔

رمضان کے علاوہ وتر اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کیا جائے یعنی یہ عمل مکروہ ہے اگر علٰی سبیل التداعی ہو بایں طور کہ چار آدمی کسی ایک کی اقتداء کریں جیساکہ درر میں ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ یکرہ ذلک اشار الی ماقالوا ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لایجوز الکراھۃ لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انہ لایکرہ وایدہ فی الحلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر

ان کا قول "یکرہ ذلک" علماء کے اس قول کی طرف اشارہ ہے جو انھوں نے فرمایا کہ قدوری کے اپنی مختصر میں قول "لایجوز" کا معنی یہ ہے کہ کراہت ہے نہ کہ اصلِ جواز معدوم ہے لیکن خلاصہ میں قدوری سے ہے کہ یہ مکروہ نہیں، اور اس کی تائید حلیہ میں اس روایت سے کی ہے جو طحاوی نے حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رات کو دفن کیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: میں نے ابھی وتر نہیں پڑھے، آپ کھڑے ہوئے تو ہم نے ان کے پیچھے صف بنالی تو انھوں نے ہمیں تین رکعات پڑھائیں اور ان کے آخر میں سلام پھیرا، پھر کہا کہ یہ کہنا

---

[1] درمختار باب الکسوف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۸-۱۱۷

[2] " باب الاستسقاء " " " " " ۱/۱۱۸

[3] " آخر باب الوتر والنوافل " " " " " ۱/۹۹

marfat.com

ان الجماعة فیہ غیر مستحبۃ، ثم ان کان ذلک احیانا کما فعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مباحا غیر مکروہ، وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث وعلیہ یحمل ما ذکرہ القدوری فی مختصرہ وماذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی الاول[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

ممکن ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ وتروں میں جماعت غیر مستحب ہے، اور اگر یہ بعض اوقات ہو تو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا تو یہ مباح غیر مکروہ ہے، اور اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہے کیونکہ منقول کے خلاف ہے اور مختصر قدوری میں جو مذکور ہے اسے بھی اسی پر محمول کیا جائیگا اور مختصر کے علاوہ میں جو مذکور ہے اسے پہلی صورت پر محمول کیا جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

درمختار میں ہے:

یکرہ تحریما تطویل الصلٰوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ[2] الخ وتمام الکلام علیہ فی رد المحتار والحلیۃ وغیرھما وبالبحث والتنقیر یظھر ما ذکرنا۔

نماز کا مقتدیوں پر قدرِ سنّت سے زیادہ لمبا کرنا مکروہِ تحریمی ہے الخ اس پر تفصیلی کلام رد المحتار اور حلیہ وغیرہ میں موجود ہے اور بحث و تمحیص سے وہ ظاہر ہو گا جو ہم نے ذکر کیا ہے (ت)

پس اگر اس کا بندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گنے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے،

فان اللہ لا یمل حتی تملوا[3] کما فی الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ تعالٰی ملال نہیں دیتا یہاں تک کہ تم ملال میں ہو جاؤ، جیسا کہ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے (ت)

اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی آکر شریک ہو جاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہو گا حذرا عن الوقوع فی الحرام (حرام میں واقع ہونے

---

[1] رد المحتار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/ ۴۸
[2] درمختار | باب الامامۃ | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت | ۱/ ۸۳
[3] سُنن ابو داؤد | باب ما یؤمر بہ من القصد فی الصلٰوۃ | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | ۱/ ۱۹۴

marfat.com

سے بچنے کے لئے۔ت)

(۲) سنتوں، نفلوں، وتروں میں حافظ قراءت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشاء کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہو گئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قراءت طویل میں شرکت پہنچ گئی۔

(۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قراءت سب سنیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں، دُرمختار میں ہے:

في الاشباه عن البزازية يكره الاقتداء في صلوة رغائب وبراءة وقدر الا اذا قال نذرت كذا ركعة بهذا الامام جماعة اھ قلت وتتمة عبارة البزازية من الامامة ولا ينبغي ان يتكلف كل هذا التكلف لامر مكروه[1] اھ - والله تعالٰى اعلم

اشباہ میں بزازیہ کے حوالہ سے ہے کہ نمازِ رغائب اور براءۃ (شبِ براءت کی نماز) اور قدر (شبِ قدر کی نماز) میں اقتداء مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب کوئی یوں کہے کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لئے نذر کی ہے کہ میں اس امام کی اقتداء میں یہ رکعتیں ادا کروں گا اھ قلت بزازیہ کے باب الامامت میں اختتامی عبارت یوں ہے کہ اس امرِ مکروہ کے لئے یہ تمام تکلّفات مناسب نہیں اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۰۴۳: از احمد آباد گجرات دکن محلہ مرزا پور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر ایام مخصوصہ مثلاً یومِ عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یا نہیں؟ اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیثِ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

[1] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

منصوص کتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں، آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنّت کیا ہے؟ اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے یا کیا ہے؟ اللھم اھدنا بینوا بحکم الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

تراویح وکسوف و استسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلاتداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرتِ جماعت لازم عادی ہے اور اس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلاکراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ، یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے:

(لایصلی تطوع بجماعۃ الاقیام رمضان وعن شمس الائمۃ ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ واذا اقتدی ثلثۃ بواحد اختلف فیہ وان اقتدی اربعۃ بواحد کرہ اتفاقا۔[1]

(نفل جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں مگر رمضان کا قیام) شمس الائمہ سے یوں منقول ہے کہ نوافل کی جماعت اس صورت میں مکروہ ہے جب علٰی سبیل التداعی ہو، اگر ایک نے ایک کی اقتداء کی یا دو نے ایک کی تو کراہت نہیں، اور جب تین ایک کی اقتداء کریں تو اس میں اختلاف ہے اور اگر چار نے ایک کی اقتداء کی تو یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ (ت)

اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

قولہ اختلف فیہ والاصح عدم الکراھۃ۔[2]

ان کا قول "اختلف فیہ" اس میں اصح یہ ہے کہ کراہت نہیں۔ (ت)

مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں

---

[1] بحوالہ خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ والاقتداء مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۳

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۱۱

marfat.com

چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت۔ فتاوٰی خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوٰۃ فصل خامس عشر[۱۵] میں یہ ہے:

اصل ھذا ان التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصدر الشھید اما اذا صلی بجماعۃ بغیر اذان واقامۃ فی ناحیۃ المسجد لا یکرہ وقال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی ان کان سوی الامام ثلثۃ لا یکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ۔[۱]

اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جب نوافل کی جماعت علی سبیل التداعی ہو تو صدر شہید کی اصل میں ہے کہ یہ مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کے گوشے میں بغیر اذان و تکبیر نفل کی جماعت ہوئی تو کراہت نہیں، اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں اور اگر مقتدی چار ہوں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح کراہت ہے (ت)

بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ، اور تین اور چار میں اختلاف نقل ومشائخ، اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے، تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں، ولہذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا:

یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد۔[۲]

اگر نفل کی جماعت علٰی سبیل التداعی ہو بایں طور پر کہ چار آدمی ایک کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے (ت)

پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلافِ اولٰی لمخالفۃ التوارث (کیونکہ یہ طریقہ توارث کے خلاف ہے۔ ت) نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو، ردالمحتار میں ہے:

فی الحلیۃ الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذلک احیانا کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث اھ ویؤیدہ ایضا ما فی البدائع من قولہ

حلیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نفل میں جماعت مستحب نہیں پھر اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو یہ مباح ہے مکروہ نہیں اور اس میں دوام ہو تو طریقہ متوارث کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت مکروہہ ہے اھ اس کی تائید بدائع کے اس قول سے

---

[۱] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر الخ مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۴

[۲] درمختار آخر باب الوتر والنوافل ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الا فی قیام رمضان اھ فان نفی السنیۃ لایستلزم الکراھۃ ثم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنھایۃ بان الوتر نفل من وجہ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیہ تامل اھ[1] اھ مختصرا۔

بھی ہوتی ہے کہ جماعت، قیام رمضان کے علاوہ نوافل میں سنت نہیں اھ کیونکہ نفیِ سنیت کراہت کو مستلزم نہیں پھر اگر اس میں دوام ہو تو یہ بدعت و مکروہ ہوگی، خیر رملی نے حاشیۂ بحر میں کہا کہ ضیاء اور نہایہ میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے کہ وتر من وجہ نفل ہیں اور نوافل کی جماعت مستحب نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے رمضان کے علاوہ وتر کی جماعت نہیں کرائی اھ یہ گویا اس بات کی تصریح ہی ہے کہ جماعت مکروہ تنزیہی ہے تامل اھ اھ اختصارًا (ت)

صلٰوۃ الرغائب وصلٰوۃ البراءۃ وصلٰوۃ القدر کہ جماعات کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلادِ اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا اُن پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں ولہذا وجیز کردری میں بعد بحث کلام فرمایا:

فلو ترك امثال ھذہ الصلوات تارك لیعلم الناس انہ لیس من الشعار فحسن[2]۔

اگر ان نمازوں کو کوئی اس لئے ترک کرتا ہے کہ لوگ جان لیں کہ یہ شعارِ اسلام نہیں تو یہ اچھا کام ہے۔ (ت)

اور بعض ناس کا غلو و افراط مسموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجبِ وضع نہیں نہ وضعِ حدیث موجبِ منعِ عمل ہے، عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بما فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلك فی منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (جیسا کہ ہم نے اس کی پوری تحقیق رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں کی ہے۔ ت) خصوصاً ان کا فعل بجماعت اجلّہ اعاظم اولیائے کبار و علمائے ابرار حتّٰی کہ ایک جماعت تابعین کرام و ائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت و منقول ہے، لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابنِ رجب میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

[2] فتاوٰی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوٰی ہندیہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۵۴

marfat.com

وليلة النصف من شعبان كان التابعون من اهل الشام كخالد بن معدان و مكحول ولقمان بن عامر و غيرهم يعظمونها و يجتهدون فيها فى العبادة وعنهم اخذ الناس فضلها و تعظيمها، وقد قيل انه بلغهم فى ذلك آثار اسرائيلية، فلما اشتهر ذلك عنهم فى البلدان اختلف الناس فى ذلك، فمنهم من قبله و وافقهم على تعظيمها منهم طائفة من عباد اهل البصرة و غيرهم، و انكر ذلك اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء و ابن ابى مليكة و عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن فقهاء المدينة وهو قول اصحاب مالك وغيرهم و ذلك كله بدعة، و اختلف علماء اهل الشام فى صفة احيائها على قولين احدهما انه يستحب احياؤها جماعة فى المساجد كان خالد بن معدان و لقمان بن عامر وغيرهما يلبسون فيها احسن ثيابهم ويتبخرون ويكتحلون و يقومون فى المساجد ليلتهم ذلك و وافقهم اسحق بن راهوية على ذلك الخ[1] وقد ذكر بعده القول الاخر وهو كراهة الجماعة دون الانفراد وان عليه امام الشام الاوزاعى، لكن فيه سقط فى نسختى

یعنی اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان و امام مکحول ولقمان بن عامر وغیرہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور انھیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور اُس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے، کوئی کہتا ہے انھیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے، خیر جب ان سے یہ امر شہروں میں پھیلا علماء اس میں مختلف ہو گئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے موافق ہوئے اُن میں سے ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں، اور اکثر علماء نے اس کا انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطاء و ابن ابی ملیکہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے ہیں اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے، علمائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے، خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغیرہما اکابر تابعین اس رات اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے، بخور کا استعمال کرتے، سُرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے۔ امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں اُن کی موافقت فرمائی الخ، دُوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام وفقیہ وعالم امام اوزاعی کا ہے۔ لیکن میرے پاس موجود نسخہ سے

---

[1] لطائف المعارف المجلس الثانی فی ذکر نصف شعبان دار ابن کثیر بیروت ص ۲۶۳

marfat.com

فلو يتيسر لی نقله ويتضح بما اذكره عن الشرنبلالی فانه انما اخذه عنه۔

کچھ عبارت ساقط ہے اس کی عبارت نقل کرنا میسر نہیں اس کی وضاحت اس سے ہو جائے گی جسے میں شرنبلالی کے حوالے سے ذکر کر رہا ہوں کیونکہ انہوں نے اس سے اخذ کیا ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

انكره اكثر العلماء من اهل الحجاز منهم عطاء وابن ابی مليكة وفقهاء اهل مدينة واصحاب مالك وغيرهم وقالوا ذلك كله بدعة ولم ينقل عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم ولا عن اصحابه احياء ليلتی العيد جماعة واختلف علماء الشام فی صفة احياء ليلة النصف من شعبان علی قولين احدهما انه استحب احياؤه بجماعة فی المسجد طائفة من اعيان التابعين كخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقهم اسحق بن راهوية والقول الثانی انه يكره الاجتماع لها فی المساجد للصلٰوة وهذا قول الاوزاعی امام اهل الشام وفقيههم وعالمهم۔[1]

اہلِ حجاز میں سے اکثر علماء نے اس کا انکار کیا ہے ان میں سے ہیں امام عطاء وابن ابی ملیکہ و فقہاء مدینہ اور اصحاب امام مالک وغیرہم۔ یہ علماء کہتے یہ سب نو پیدا ہے۔ نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عیدین کی دونوں راتوں کی باجماعت شب بیداری منقول ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے مروی ہے، اور علماء شام بیداری شب براءت میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے، ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ بیداری مستحب ہے یہ قول اکابر تابعین مثل خالد بن معدان اور لقمان بن عامر کا ہے، امام مجتہد اسحٰق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں ان کی موافقت فرمائی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے یہ قول اہلِ شام کے امام و فقیہ و عالم امام اوزاعی کا ہے۔ (ت)

شیخ محقق اعلم علماء الہند مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلٰوۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں:

هذا ما ذكره المحدثون علی طريقهم فی تحقيق

یعنی یہ وُہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح آخر باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۰-۲۱۹

marfat.com

الاسانید ونقد الاحادیث وعجبا منهم ان یبالغوا فی هذا الباب هذه المبالغة و یکفیهم ان یقولوا لم یصح عندنا ذلك و واعجب من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکه طریق الانصاف فی الابواب الفقهیة وعدم تعصبه مع الحنفیة کما هو داب الشافعیة فما نحن فیه اولی بذلك لنسبته الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس اسرارهم[1]

وتنقید آثار پر ذکر کیا اور ان سے اس قدر مبالغہ کا تعجب ہے انھیں اتنا کہنا کافی نہ تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجۂ صحت کو نہ پہنچی، اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائلِ فقہ میں راہِ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے، تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لئے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے۔

پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ نے دربارہ صلوٰۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لئے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا:

هذا الحدیث مما وجدته فی کتاب رزین ولم اجده فی واحد من الکتب الستة و الحدیث مطعون فیه[2]

یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے۔

پھر فرمایا:

وقد وقع فی کتاب بهجة الاسرار ذکر لیلة الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب الربانی وغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبد القادر الحسینی الجیلانی رضی الله تعالیٰ عنه قال اجتمع المشائخ وکانت لیلة الرغائب الیٰ اٰخر ما ذکر من الحکایة

یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوٰۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شبِ رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الیٰ آخر کلماتہ، نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ نے بسندِ خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا

---

[1] ماثبت بالسنۃ حدیث صلوٰۃ الرغائب مطبوعہ ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۴۶
[2] ایضاً

marfat.com

وذکر ایضا انه نقل عن الشیخین القدوتین
الشیخ عبد الوهاب والشیخ عبد الرزاق
قالا بکر الشیخ بقا بن بطو سحر یوم الجمعة
الخامس من رجب السنة ثلث واربعین
وخمسمائة الی مدرسة والدنا الشیخ محی
الدین عبد القادر رضی الله تعالیٰ عنه و
قال لنا الا سألتمونی عن سبب بکوری الیوم
انی رأیت البارحة نورا اضاءت به الافاق
وعم اقطار الوجود ورأیت اسرار ذوی
الاسرار فمنها ما یتصل به
ومنها ما یمنعه مانع من الاتصال به وما
اتصل به سرالا تضاعف نوره فطلبت ینبوع
ذلك النور فاذا هو صادر عن الشیخ عبد القادر
فاردت الکشف عن حقیقته فاذا هو نور
شهوده قابل نور قلبه وتقادح هذان
النوران وانعکس ضیاؤهما علی مرأة
حاله واتصلت اشعة المتقادحات من
محط جمعه الی وصف قربه فاشرق به
الکون ولم یبق ملك نزل اللیلة الا اتاه
وصافحه واسمه عندهم الشاهد والمشهود
قالا فاتیناه رضی الله تعالیٰ عنه وقلنا
له اصلیت اللیلة صلوة الرغائب
فانشد ؎

اذا نظرت عینی وجوه حبائبی
فتلك صلاتی فی لیالی الرغائب

تاج الدین ابوبکر عبد الرزاق ابنائے حضور پرُ نور
سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی
کہ روزِ جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو
قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسۂ انور حضور پرُنور رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے
نہیں کہ اس قدر اوّل وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات
ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہوگئے اور
جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہلِ اسرار کے
اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور
کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رُک گئے ہیں جو اس
سے اتصال پاتا ہے اُس کا نور دوبالا ہوجاتا ہے تو
میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے کہاں
سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ
عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے اب
میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ
یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نورِ قلب سے
مقابل ہوکر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں
کی روشنی حضور کے آئینۂ حال پر منعکس ہوئی اور یہ
آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے
نوروں کے بُقعے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب
تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اٹھا
اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس
آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں
فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات
زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ

marfat.com

وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالھا
اضاءت لھا الاکوان من کل جانب
ومن لم یوف الحب ما یستحقہ
فذالك الذی لم یأت قط بواجب[1] اھ

نہ کیا ہو یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کئے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے قال تعالٰی ان قرآن الفجر کان مشہودا[1] ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم یہ سُن کر حضور پُرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلٰوۃ الرغائب

مانقلہ الشیخ قدس سرہ والذی رأاہ العبد الضعیف غفر اللہ لہ فی البھجۃ الکریمۃ نصہ ھکذا ولم یبق ملك انزل اللیلۃ الی الارض واتاہ وصافحہ[2] الخ

پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب شبِ رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شبِ جمعہ تھی) حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے، جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے، وُہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پُورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلّیاں ہیں) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۵: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر؟ کتاب مالابدمنہ ہندی میں صفحہ ۵۴ سطر ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان صلی قائما فھو افضل ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم[3] رواہ البخاری عن عمران بن حصین

اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اس کے لئے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے۔ اسے بخاری نے حضرت

[1] ماثبت من السنۃ حدیث صلٰوۃ الرغائب ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۲۴۸
[2] المبھج الکلی ۱۷/۸ مصطفی البابی مصر ص ۵۸
[3] صحیح البخاری باب صلٰوۃ القاعد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۵۰

marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن الصحابۃ جمیعا۔

عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور جمیع صحابہ سے اللہ راضی ہو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں

کما عند مسلم عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت بعد ما ذکرت وترہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد[1] ولاحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلیھما بعد الوتر وھو جالس[2]

جیسے کہ مسلم میں ہے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نمازِ وتر ذکر کرنے کے بعد فرماتی ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد بیٹھ کر دو۲ رکعات نماز ادا کرتے۔ اور امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وتروں کے بعد بیٹھ کر دو۲ رکعات نماز ادا فرماتے تھے (ت)

اور کبھی ان میں قعود وقیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا

فلابن ماجۃ عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع[3]

ابن ماجہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتروں کے بعد دو۲ رکعات نماز اختصار کے ساتھ بیٹھ کر ادا کرتے تھے اور جب آپ رکوع کا ارادہ فرماتے تو قیام فرماتے پھر رکوع کرتے (ت)

مگر بیٹھ کر پڑھنا دواماً نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لئے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولٰی یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا اٰخر صلوٰتکم باللیل وترا[4]۔ رواہ اپنی نمازِ شب میں سب سے آخر وتر رکھو۔ اسے

---

[1] صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۶
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث عائشۃ الصدیقہ رضی اللہ عنہا " دارالفکر بیروت ۶/ ۵۴
[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی رکعتین بعد الوتر جالساً " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۵
[4] صحیح مسلم باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی الخ " اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۷

marfat.com

مسلم عن ام المؤمنين رضی اللہ تعالٰی عنھا۔

مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ھاتان الرکعتان فعلھما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا لبیان جواز الصلٰوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک[1]

ان دو رکعات کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس لئے بیٹھ کر ادا فرماتے تھے تاکہ وتر کے بعد جوازِ نماز اور بیٹھ کر جوازِ نفل کا اظہار ہو جائے، البتہ آپ نے اس پر ہمیشگی نہیں فرمائی (ت)

بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لئے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے لئے فعل ہوتا اور ہمارے لئے صاف وہ ارشاد قولی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے، اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحًا بیانِ خصوصیت فرمایا ہے۔ صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے: "مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے، میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھا[عہ] (اقول یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں)

وھذا بحمد اللہ منزع نفیس واضح یستغنی بہ عما اطال الطیبی[عہ] وابن حجر و

الحمدللہ یہ بات عمدہ، نفیس اور واضح ہونے کے ساتھ ساتھ اس طویل گفتگو سے مستغنی کر دیتی ہے جو علامہ طیبی، ابن حجر اور

عہ (فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی) لعلہ بعد الفراغ من الصلٰوۃ ثم رأیت

(تو میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے ہُوئے پایا تو میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھ دیا) شاید یہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کا معاملہ ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] المرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل اول مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۶۳

[2] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائما وقاعداً الخ ” نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۳

marfat.com

والقاری ووقعوا فیما کان لھم منه وحة

ملا علی قاری نے کی اور یہ حضرات طوالت کے باعث

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ابن حجر جزم به وقال بعد فراغه اذ لایظن به الوضع قبله (علی رأسه) ای لیتوجه الیه وکانه کان هناك مانع من ان یحضر بین یدیه ومثل هذا لایسمی خلاف الادب عند طائفة العرب لعدم تکلفهم وکمال تألفهم وکذلك فی قولهم له انت دون انتم الذی هو مقتضی حسن الآداب فی معرض الخطاب لایتوجه علی قائله العتاب وتکلف الطیبی هنا فی شرح الکتاب واورد السؤال والجواب ونسب قلة الادب الی الاصحاب وقال علی وجه الاطناب فان قلت الیس یجب علیه خلاف ذلك توقیراله علیه الصلوٰة والسلام قلت لعله صدر عنه لاعن قصد اولعله استغرب کونه علی خلاف ماحدث عنه واستبعده فاراد تحقیق ذلك فوضع

پھر میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے یہ کہتے ہوئے اس پر جزم کا اظہار کیا کہ یہ معاملہ فراغت کے بعد ہوا کیونکہ اس سے پہلے ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں جاسکتا (آپ کے سراقدس پر) یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسکی طرف متوجہ ہوں اور گویا آپ کے سامنے آنے سے وہاں کوئی رکاوٹ تھی اور ایسے طریقے کو بعض عربوں کے ہاں عدمِ تکلف اور کمالِ محبت کی وجہ سے خلافِ ادب تصور نہیں کیا جاتا اور اسی طرح بعض عربوں کا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے "اَنْتَ" (تُو) استعمال کرنا نہ کہ "انتم" (تم) جو کہ خطاب کے موقع پر حُسنِ آداب کا مقتضی ہے اس کے قائل پر عتاب کا موجب نہیں بنتا۔ علامہ طیبی نے کتاب کی شرح میں اس مقام پر تکلف کرتے ہوئے سوال وجواب وارد کیا اور صحابہ کی طرف قلتِ ادب کی نسبت کی اور طوالت سے کام لیتے ہوئے سوالاً کہا اگر تو کہے کیا ان پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتوقیر کے پیشِ نظر اس کے خلاف عمل لازم نہ تھا؟ جواباً کہا میں کہتا ہوں شاید ان سے یہ معاملہ عدمِ دانستگی میں ہوا ہو یا ممکن ہے کہ انھوں نے ان سے حادث شدہ واقعہ کے خلاف معاملہ کو نہایت ہی اجنبی اور بعید تصور کیا اور اس کی تحقیق کا

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

عنہ وباللہ التوفیق۔

ایسی چیز میں واقع ہوئے جس سے محفوظ رہنا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے لئے مفید تھا (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! کیا ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ!

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یدہ علی رأسہ ولذلک انکر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فسماہ ونسبہ الی ابیہ وکذا اقول عبداللہ وانت تصلی قاعدا فانہ حال مقررۃ لجھۃ الاشکال، ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادتھم یفعلہ المستغرب الشیئ المتعجب من وقوعہ مع من استغرب منہ ذلک فلاینافی المتعارف الا ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما لمس لحیۃ الشریفۃ عند مفاوضتہ معہ او وقد شوھد فی زماننا ان بعض اجلاف العرب یمسک لحیۃ شریف مکۃ ویقول انا فداک یا حسن والحال انہ قد یکون نعلہ معلق فی اصبعہ ۱۲ منہ (م)

ارادہ کرتے ہوئے اپنا ہاتھ سر اقدس پر رکھ دیا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناپسند کیا اور فرمایا تجھے کیا ہوگیا ہے؟ الخ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام لیا اور ان کی نسبت ان کے باپ کی طرف کی۔ اور اسی طرح حضرت عبداللہ کا قول کہ آپ بیٹھ کر نماز ادا فرمارہے ہیں کیونکہ یہ حال جہت اشکال کو پختہ کر رہا ہے پھر میں نے ابن حجر کو دیکھا کہ انھوں نے یہاں یہ لکھا ہے کہ عربوں کی عادات میں سے ہے کہ جب کوئی ان میں سے کسی سے ایسی چیز دیکھتا ہے جو نہایت اجنبی ہو تو وہ ایسا ہی کرتا ہے تو یہ متعارف کے منافی نہیں الخ خلاف ادب ہے جو خلافِ ادب ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ بعض عرب گفتگو و ملاقات کے وقت آپ کی داڑھی مبارک کو مس کرتے تھے اھ اور ہمارے دور میں اس کا مشاہدہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بزرگ عرب شریف مکہ کی داڑھی پکڑ کر یہ کہتے ہیں اے حسن میں تجھ پر فدا۔ حالانکہ اس کا جوتا اسکی انگلیوں کے ساتھ لٹک رہا ہوتا ہے ۱۲ منہ (ت)

ف: حاشیہ کی یہ عبارت مرقاۃ شرح مشکوۃ سے نقل کی گئی ہے مطالعہ کے لئے باب القصد فی العمل جلد سوم مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ص ۱۵۹ ملاحظہ ہو۔

نذیر احمد سعیدی

marfat.com

میں نے سُنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے اور خود حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا: اجل ولکن لست کاحد منکم[1] ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمھاری مثل نہیں میرے لئے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے یہ میرے لئے خصوصیت و فضلِ رب الارباب ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

یعنی هذا من خصوصیاتی ان لاینقص ثواب صلواتی علی ای وجهه تکون من جلواتی و ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء قال تعالی وکان فضل الله علیك عظیما[2] - والله تعالٰی اعلم۔

آپ کی مراد یہ ہے کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ میری نماز جس طریقہ پر بھی ہو اس کے ثواب میں کمی نہیں کی جاتی کہ میری نماز میرے خاص تعلق سے ہے اور یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے وُہ چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے آپ کی ذاتِ اقدس پر اللہ تعالٰی کا فضلِ عظیم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۶ از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ ننھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلٰوۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب اور اس کا کیا وقت ہے؟

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب، اور اُس میں بڑی معافی کی اُمید ہے وُہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں، اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اُس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اُس وقت جائز نہیں، نمازِ عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اُس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے[3] کما فی الهندیة عن المضمرات عن المعلی (جیسا کہ ہندیہ میں مضمرات اور معلی کے حوالے سے ہے۔ت) اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اُس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمۂ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحٰنك اللهم پڑھ کر پندرہ ۱۵ بار سُبحٰن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ

---

[1] صحیح مسلم باب جواز النافلۃ قائماً و قاعداً مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۵۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القصد فی العمل فصل ثالث مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۶۰

[3] فتاوٰی ہندیہ باب التاسع فی النوافل ” نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۳

marfat.com

الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار پھر رکوع میں تسبیحاتِ رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا ولك الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار، یہ ایک رکعت میں پچھتر[۷۵] بار ہُوا، پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ[۱۵] بار پھر الحمد وسورت کے بعد دس بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر[۷۵] ہوئے، اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو[۳۰۰] بار ہو جائیں گے، سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھٰکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یاایھا الکٰفرون چوتھی میں قل ھواللہ، یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر مہینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۷: از اروہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف و دُعا اور تیسری رکعت میں سبحٰنك اللھم پڑھے یا نہیں؟

الجواب

پڑھنا بہتر ہے، درمختار میں ہے:

لا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی القعدۃ الاولٰی فی الاربع قبل الظھر والجمعۃ وبعدھا لایستفتح اذا قام الی الثالثۃ منھا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلٰوۃ۔[۱]

ظہر اور جمعہ کی پہلی چار سنتوں اور بعد کی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں درود شریف نہ پڑھا جائے اور تیسری رکعت میں ثناء بھی نہ پڑھی جائے اور باقی چار رکعتوں والی سنتوں اور نفلوں میں درود شریف پڑھا جائے، تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ بھی پڑھا جائے گا اگرچہ اس نے نوافل کی نذر مانی ہو کیونکہ یہ جوڑا جوڑا نماز ہے۔ (ت)

مگر تراویح خود ہی دو[۲] رکعت بہتر ہے لانہ ھو المتوارث (کیونکہ طریقہ متوارثہ یہی ہے۔ ت) تنویر میں ہے: عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات[۲] (بیس[۲۰] رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ پڑھائی جائیں۔ ت)

---

[۱] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۵

[۲] " " " " " ۱/ ۹۸

marfat.com

سراجیہ میں ہے :

کل ترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین[1] ہر ترویحہ چار رکعتوں کا دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہونگی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو۔ عالمگیری میں ہے :

ان قعد فی الثانیۃ قدر التشھد اختلفوا فیہ فعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھکذا فی فتاوی قاضی خان[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اگر دوسری رکعت میں تشہد کی مقدار نمازی بیٹھ گیا تو اس میں اختلاف ہے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ دو سلاموں کے قائم مقام ہے اور یہی صحیح ہے، فتاوٰی قاضی خاں میں اسی طرح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۸ مسئولہ علی حسین صاحب از آنولہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب

۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہا نماز کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں؟ بظاہر کتب فقہیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں سراً پڑھنا واجب ہے بموجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کردے گا تو اجماعاً اس کے ذمے قضا نہ آئے گی اور یہ اقتدا لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارت کتب فقہیہ تحریر فرمایئے، اجر جزیل کے عنداللہ مستحق ہو جئے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع وممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لئے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف (کیونکہ بالغ کے نوافل اس کے ذمہ لازم ہو جاتے ہیں لہذا اقوی کی بناء اضعف پر صحیح نہیں۔ ت) اور درمختار میں ہے :

---

[1] فتاوٰی سراجیہ باب التراویح مطبوعہ نولکشور لکھنؤ بھارت ص ۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸

marfat.com

صلوٰۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح[1]

دیہاتوں میں نمازِ عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل کا ارتکاب ہے جو صحیح نہیں۔ (ت)

اور مذہب ضعیف پر اس لئے کہ دن کے نفل میں اخفا واجب ہے، حدیث میں ہے: صلوٰۃ النہار عجماء[2] (دن کی نماز سرّی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

یجھر الامام وجوبا فی الفجر و اولی العشائین الی قولہ ویُسِرُّ فی غیرھا کمتنفل بالنہار[3] واللہ تعالٰی اعلم

امام فجر اور عشائین کی پہلی دو رکعتوں میں جہر کرے (آگے چل کر لکھا) ان کے علاوہ میں امام سرّاً پڑھے جیسا کہ دن کے نوافل کا معاملہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۴۹: از قصبہ اتر ولی ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحق صاحب رسالدار مسئولہ شیخ عبدالحمید صاحب زاہد نعمانی قادری ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وصوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نمازِ فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پہر دن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوٰۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضحٰی لکھا ہے، لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضحٰی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتاتے ہیں اور خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضحٰی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضحٰی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علما سے تصدیق کرلینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوگیا ہے اس لئے استفتاء ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضحٰی، اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

نماز ضحٰی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدّت نکالنا ضرور شنیع ومعیوب ہے ہر شخص

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۴

[2] الہدایہ کتاب الصلوٰۃ فصل فی القرأۃ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۹۶

[3] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ فصل یجہر الامام " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۹

marfat.com

جانتا ہے کہ ضحٰی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلٰوۃ الضحٰی نہیں مگر نمازِ چاشت ۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلاً کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعوٰی کرتا ہے وہ دلیل لائے ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۰ تا ۱۰۵۵ از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئولہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حصن حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے ، ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہو اللہ شریف دوسری میں دو بار بارھویں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھا جائے ، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کے رکعت پڑھنا چاہئے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے، خیر متین میں قل ہو اللہ پڑھنے کا قاعدہ مسطورہ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں ان کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہئے مثل وتر کے یا عشاء کے وقت ادا کرنا چاہئے ؟ اور (۲) نماز صلٰوۃ التسبیح میں کلمۂ تمجید سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہئے ۔(۳) چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی ؟ (۴) دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے، دعائے تہجد لغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیك یا مصرف القلوب صرف قلبی علی دینك وطاعتك اور (۵) خیر متین میں سنت فجر میں قل یایھا الکفرون اور قل ھو اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنتِ فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں ؟ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جن میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہو اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھا ہے جو فرض و وتر میں لغرض فلاحیت لکھا ہے اور (۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی ؟ بینوا توجروا

الجواب

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اُس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ

marfat.com

دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے، غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا:

احب الاعمال الی اللہ ادومها وان قل [۱] — اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرات کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار، دوسری میں دو بار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا، اور پہلی صورت میں بیس کا ہوتا۔ اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔

(۲) صلوٰۃ التسبیح میں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہئے، گیارہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قرات سے پہلے پندرہ ۱۵ بار ہے۔

(۳) صلوٰۃ التسبیح میں چار رکعت کی نیت کی جائے۔

(۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے:

اللھم انی اسألك توفیق اھل الھدیٰ واعمال الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافك۔ اللھم انی اسألك مخافۃ تحجزنی عن معاصیك حتی اعمل

اے اللہ! میں تجھ سے اہلِ ہدیٰ جیسی توفیق، اہلِ یقین جیسے اعمال، اہلِ توبہ جیسی نصیحت، اہلِ صبر کا عزم، اہلِ خشیت کی محنت، اہلِ رغبت کی طلب، اہلِ ورع کی عبادت، اہلِ علم کا عرفان مانگتا ہوں کہ مجھے تیرا خوف نصیب ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایسا خوف عطا فرما جو تیری نافرمانی سے روک لے

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح باب القصد فی العمل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۱۱۰

marfat.com

بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتی انا صحك بالتوبۃ خوفا منك وحتی اخلص لك النصیحۃ حیالك وحتی اتوکل علیك فی الامور حسن ظن بك سبحٰن خالق النور[1]

حتی کہ میں ایسے عمل کروں جو مجھے تیری رضا کا مستحق بنادے اور حتی کہ میں تیرے خوف کی بنا پر خالصۃً توبہ کروں اور تیرے ساتھ محبت کی بنا پر مخلصانہ تیرے حقوق ادا کروں، حتی کہ تمام امور میں تجھ پر بھروسا کروں تیرے ساتھ مجھے حُسنِ ظن نصیب ہو، اے خالقِ نور! تیری ذات تمام عیوب اور نقائص سے پاک ہے۔ (ت)

(۵) سنتِ فجر میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی و ماثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کٰفرون اور دوسری میں اخلاص اور الم نشرح اور الم ترکیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعداء ہے اور یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے۔

(۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ احد شریف پڑھنا ماثور ہے مگر ضرور نہیں، جو چاہے پڑھے، بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلٰی یا انا انزلناہ اور دوسری میں کٰفرون تیسری میں اخلاص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۵۶: امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلامِ دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں؟ اور نماز سنّت کا ثواب کم ہوجائے گا یا باطل ہوجائے گی؟

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی، ہاں اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔ تنویرالابصار میں ہے:

ولو تکلم بین السنۃ والفرض لا یسقطھا ولکن ینقص ثوابھا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم

اگر کوئی سنن وفرائض کے درمیان کلام کرتا ہے تو اس سے سنن ساقط نہیں ہوجاتی مگر ان کے ثواب میں کمی واقع ہوجاتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۵۷: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جائے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں؟

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸

[2] در مختار مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۵

marfat.com

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبلی سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریمہ کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیلِ ثواب وخروج عن الاختلاف کے لئے اعادہ بہتر ہے جبکہ اُس کے سبب شرکتِ جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ اُن کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۵۸ مسئلہ
۱۰۵۹ از پیلی بھیت محلہ پنجابیان متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) ایک مسجد کہ اُس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہو جانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کرکے شریکِ جماعت ہو جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلاف قاعدۂ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایامِ گرما میں اندرونی درجۂ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہوا کرتی ہے بسا اوقات اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحنِ مسجد میں ستونوں کی آڑ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وُہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آڑ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدتِ گرمی سے صحنِ مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شیٔ کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر از روئے اُس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہو جانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع حاصل ہے کہ مسجد سے ملحق چہار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حدِ فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تخمیناً چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحنِ مدرسہ میں یا کسی کمرۂ مدرسہ میں ملحق صحنِ مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھا دیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کرکے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بچھی ہے سنتیں فجر ادا کرکے شریکِ جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسبِ قاعدۂ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے، ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لابد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہوگا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے،

marfat.com

ہیں وُہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاوے اور پاکی حاصل کرنے کا غسل خانہ یہ سب کہ احاطۂ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فصیلوں سے باہر ہیں نمازی حسبِ عادت مروّجہ زمانہ کے اکثر اوّل مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مساجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو۔

(۲) دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحنِ مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسل خانہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرشِ صحنِ مدرسہ پر ہو کر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شبنم کی کچھ نمی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھانا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے، سائل کہتا ہے پس ایسے شکوک کی وجہ سے صحنِ مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کرکے جس حالت میں کہ نمازی کے پَیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہُوئے ہیں گزر کر کمرۂ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اور وُہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پَیر اُس نمازی کے جو وضو کرکے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہو جائیں گے؟ اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقۂ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پائے گا؟ اُن وجوہاتِ مرقومۂ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنیوالے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہو کر عذاب پائے گا یا اس قسم کے شکوک پیدا کرکے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا؟ بیان فرمایئے ثواب پایئے۔

الجواب

زید کے دونوں اعتراض باطل و بے معنی ہیں۔ مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو[۲] شرط سے ممنوع ہے ایک[۱] یہ کہ وُہ خروج بے حاجت ہو ورنہ بلاشبہہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وُہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جا سکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سُنّی عالم کا وعظ سُننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں۔ دوسرے[۲] یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی۔

فی الدرالمختار، کرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن

درمختار میں ہے کہ نکلنا اس شخص کا جس نے نماز نہ پڑھی ہو اس مسجد سے جس میں اذان ہو چکی ہو

marfat.com

فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا الالمن ینتظم بہ امرجماعۃ اخری اوکان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاستاذہ لدرسہ اولسماع الوعظ اولحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نہراھ وفی ردالمحتار[2] قولہ للنھی ھو ما فی ابن ماجۃ من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لایرید الرجوع فھومنافق اھ وفیہ عن البحرو لوکانت الجماعۃ یؤخرون لدخول الوقت المستحب کالصبح مثلا فخرج ثم رجع وصلی معھم ینبغی ان لایکرہ اھ قال وجزم بذلک کلہ فی النھرلدلالۃ کلامھم علیہ قولہ الالمن ینتظم بہ لہ الخروج ولوعند الشروع فی الاقامۃ وبہ صرح فی متن الدرر و القھستانی وشرح الوقایۃ اھ مختصرا

مکروہِ تحریمی ہے یہ غالب پر حکم ہے اور مراد دخولِ وقت ہے خواہ اذان ہُوئی ہو یا نہ ہوئی ہو البتہ اس شخص کو جانے کی اجازت ہے جس نے کسی دوسری جماعت کا انتظام کرنا ہے یا اپنے محلہ کی مسجد کی طرف جانا ہے درانحالیکہ وہاں لوگوں نے نماز ادا نہیں کی یا استاد سے سبق لینا ہے یا وعظ سُننا ہے یا کوئی حاجت ہے اور وہ شخص دوبارہ آجانے کا ارادہ رکھتا ہو نہر اھ ردالمحتار میں قولہ للنھی (یعنی اس پر نہی وارد ہے) سے مراد ابن ماجہ کی وہ روایت ہے جس میں ہے کہ مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر کسی حاجت وضرورت کے چلا گیا اور واپسی کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو وہ منافق ہے اور اسی میں بحر سے ہے کہ اگر جماعت لوگوں نے اس لئے مؤخر کی کہ وقتِ مستحب آجائے مثلاً صبح کی نماز، تو کوئی شخص چلا گیا پھر لوٹ آیا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی تو اسے مکروہ نہ قرار دینا ہی مناسب ہے اور نہر میں اس پر کلام علماء کی وجہ سے جزم کا اظہار کیا ہے، ماتن کا قول الالمن ینتظم (مگر جس نے نماز کا انتظام کرنا ہے) وہ نکل سکتا ہے خواہ اقامت شروع ہو چکی ہو، اور اسی پر متن درر، قہستانی اور شرح وقایہ میں جزم کیا گیا ہے اھ اختصاراً (ت)

یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی متحقق نہیں سنتیں بحال قیام جماعت بیرونِ مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہونا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدمِ جواز وحصولِ گناہ کا حکم صریح باطل قطعی،

فی الدرالمختار[3] اذا خاف فوت الوقت لاشتغالہ بسنتھا ترکھا

درمختار میں ہے جب نمازی کو سنن میں مشغولیت سے وقت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو انھیں

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

[2] ردالمحتار " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۵۴

marfat.com

والا لابل یصلیھا عند باب المسجد[1] وفی ردالمحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القھستانی وقال فی العنایۃ لانہ لوصلاھا فی المسجد کان متنفلا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وھو مکروہ ومثلہ فی النہایۃ والمعراج[2] اھ مختصرین۔

ترک کرے ورنہ ترک نہ کرے بلکہ انھیں مسجد کے دروازے کے پاس ادا کرے۔ ردالمحتار میں ہے یعنی مسجد سے باہر ادا کرے، جیسا کہ اس پر قہستانی نے تصریح کی ہے۔ عنایہ میں ہے اگر اس نے سنن مسجد میں ادا کیں تو یہ امام کے فریضہ میں مشغول ہونے کے وقت نوافل پڑھنے والا قرار پائے گا جو کہ مکروہ ہے۔ اسی کی مثل نہایہ اور معراج میں ہے اھ دونوں کتابوں کی عبارت اختصاراً منقول ہے (ت)

بعینہ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعتِ فجر قائم ہوچکی تھی انھوں نے ابھی سُنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرۂ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سُنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شاملِ جماعت ہوئے۔ امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان بن عبدالرحمٰن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلٰوۃ الصبح فصلاھما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی ھذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ صلاھما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من المسجد[3]۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما آئے تو امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا آپ نے فجر کی دو سنتیں ابھی ادا نہیں کی تھیں تو آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حجرہ مبارکہ میں انھیں ادا کیا پھر امام کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس حدیث نے واضح کردیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فجر کی سُنتیں مسجد میں ادا کیں کیونکہ حجرۂ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مسجد کا حصہ تھا۔ (ت)

---

[1] درمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۹-۱۰۰

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۶

[3] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۵۸

marfat.com

بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدودِ مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کردیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وُہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد[1] فی ردالمحتار عن البدائع لو صعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول و نحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد[2]۔

یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ ام المومنین کا حجرہ مسجد کا حصّہ ہے۔ ردالمحتار میں بدائع سے ہے اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔ (ت)

چنانچہ[3] کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض پیروی اوہام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت ولعل کو اصلاً گنجائش نہ دی

کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ الندیۃ وبینہ العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ فی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر۔

جیسا کہ اس کی تفصیل طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں ہے اور اسے عبدضعیف غفراللہ تعالٰی نے "الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر" میں بیان کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے:

من شک فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الاٰبار والحیاض والجباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار[3]۔

اگر کپڑے یا بدن یا برتن کو نجاست لگنے میں شک ہے تو وُہ پاک ہوگا جبکہ نجاست کا یقین نہ ہو، یہی حکم ان کنوؤں، حوضوں اور تالابوں کا ہے جو راستوں میں بنائے گئے ہیں ان سے چھوٹے بڑے، مسلمان اور کفار سبھی پانی حاصل کرتے ہیں (ت)

---

[1] شرح معانی الآثار باب الرجل یدخل المسجد والامام فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۸

[2] ردالمحتار باب الاعتکاف " " " " " " ۲/۴۴۶

[3] ردالمحتار کتاب الطہارۃ " مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

marfat.com

طریقہ وحدیقہ میں ہے :

سئل الامام الخجندی عن رکیۃ وجد فیھا نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرقات لایدری متی وقع فیھا ولیس علیہ اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا۔[1]

امام خجندی سے ایک ایسے کنویں کے بارے میں پُوچھا گیا جس میں ایسا جُوتا گرگیا جسے پہنا گیا تھا اور مختلف راستوں پر چلا گیا۔ یہ علم نہ ہوسکا کہ کب گرا ہے اور اس پر اثرِ نجاست نہ تھا تو کیا کنواں ناپاک ہوگا یا نہ ؟ فرمایا : ناپاک نہیں ہوگا۔ (ت)

اُنھیں میں ہے :

کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لایتوقون النجاسۃ لکن لایحکم بھا بالشك والظن[2] اھ ملخصین۔

یہی حکم ہے اس پانی کا جس میں بچّے نے ہاتھ داخل کردیا ہو کیونکہ بچے نجاست سے بچتے نہیں لیکن شک وظن کی بنا پر نجاست کا حکم جاری نہیں ہوگا اھ ملخصین (ت)

نیت مذکورسے چٹائی بچھانے والوں کے لئے امیدِ ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۰۶۱ از کھنڈوہ ضلع برہان پور مسجد دار الشفا مرسلہ محمد مسلم صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بہ یک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھادئے جماعت معترض ہُوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیۃ المصلی میں صاف طور سے بلاکراہت بیک سلام جائز ہے وُہ عبارت یہ ہے :

ولوصلی التراویح کلھا بتسلیمۃ واحدۃ وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولایکرہ لانہ اکمل، ذکرہ فی المحیط۔

اگر تمام تراویح ایک سلام کے ساتھ ادا کیں اور ہر دو رکعت کے بعد نمازی نے قعدہ کیا تو جائز ہے مکروہ نہیں کیونکہ یہ اکمل ہے۔ محیط میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ (ت)

اس پر سید صاحب کو بُرا کہنا اور نماز کو ناجائز وحرام کہنا ان کے حق میں کیسا ہے ؟

الجواب

نماز کو ناجائز وحرام کہنا باطل ہے اور سیّد کی توہین وبے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں

---

[1] الحدیقۃ الندیہ الصنف الثانی مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۷۴

[2] ″ ″ النوع الرابع ″ ″ ″ ۲/۷۱۱

marfat.com

یہ ہے کہ نماز ہوگئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکرہ (مکروہ نہیں۔ت) خلاف صحیح ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے قول المصنف ولایکرہ لانہ اکمل مخالف لما ذکر فی الخلاصۃ وغیرھا انہ یکرہ[1] (مصنف کا قول کہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ اکمل ہے خلاصہ وغیرہ کے مخالف ہے کیونکہ وہاں لکھا ہے مکروہ ہے۔ت) حلیہ شرح منیہ میں ہے:

وھومشکل بانہ خلاف المنقول واذا قالوا بکراھۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلا فلان یکونوا قائلین بکراھتھا فیما کان منہ مسنونا اولی فلا جرم ان فی النصاب و خزانۃ الفتاوٰی والصحیح انہ لو تعمد ذلک یکرہ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

یہ مشکل ہے کیونکہ یہ منقول کے خلاف ہے اور جب انھوں نے رات کے نوافل مطلقہ کو آٹھ سے زائد پر کراہت کا حکم نافذ کیا ہے تو انھیں تراویح جو کہ مسنون ہیں میں کراہت کا حکم بطریق اولٰی جاری کرنا چاہئے۔ لاجرم نصاب اور خزانۃ الفتاوٰی میں ہے کہ اگر کسی نے عمداً ایسا کیا تو مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۱: از پیلی بھیت مدرسہ پنجابیاں مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نمازِ تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو وہ بلوغ میں داخل ہے یا خارج؟ اور شرعاً حد بلوغ کی ابتداء از روئے سن کے سال سے معتبر ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب

مسئلہ میں اختلافِ مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلھا[3]

مختار یہی ہے کہ تمام نمازوں میں جائز نہیں۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۰۵
[2] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۳۹۹
[3] الہدایہ باب الامامت " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۰۳

marfat.com

وھو قول العامۃ کما فی المحیط وھو ظاھر الروایۃ[1]

اکثر علماء کا یہی قول ہے اور یہی ظاہر روایت ہے۔ (ت)

اور اقل مدت بلوغ پسر کے لئے بارہ۱۲ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لئے پندرہ۱۵ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزالِ منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ۱۵ سال کے شرعاً بالغ ٹھہرجائیگا اگرچہ اثر اصلاً ظاہر نہ ہو،

فی التنویر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فیھا شیئ منھا فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ھو المختار اھ ملخصا۔[2]

تنویر میں ہے لڑکا احتلام سے بالغ ہوجاتا ہے اگر احتلام نہ ہو تو پندرہ۱۵ سال کی عمر میں بالغ ہوگا، اسی پرفتوٰی ہے، کم از کم مدت بارہ۱۲ سال ہے، یہی مختار ہے اھ ملخصاً (ت)

پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یُونہی کہ وُہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہوجانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اُس کی ظاہر صورت وحالت اس بیان کی تکذیب نہ کرتی ہو) تووہ بالغ مانا جائے گا ورنہ نہیں۔

فی الدرالمختار فان راھقا بان بلغا ھذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبھما الظاھر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرھا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرطا اٰخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وھوان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لایقبل قولہ شرح وھبانیۃ وھما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحودہ البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ الخ۔[3] واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے اگر وہ اس عمر کو پہنچے کہ قریب البلوغ ہیں اور دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم بالغ ہیں تو ظاہراً کوئی بات ان کی تکذیب نہ کرتی ہو تو ان کی تصدیق کی جائے گی، اسی طرح عمادیہ وغیرہ میں اسے مقید کیا گیا ہے اور بارہ سال کے بعد صحت اقرار بلوغ کے لئے ایک اور شرط لگائی گئی ہے کہ اسی طرح کے لڑکوں کو احتلام ہوتا ہو ورنہ ان کا دعوٰی قبول نہ ہوگا شرح وہبانیہ، اور اب وہ دونوں بالغ کے حکم میں ہوں گے احتمال کی وجہ سے اقرار کے بعد ان کا انکارِ بلوغ قابلِ قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] بحرالرائق باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۵۹

[2] درمختار فصل بلوغ الغلام 〃 مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۹

[3] ایضاً

marfat.com

مسئلہ ۱۰۶۲ از اوجین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخری شریف ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ غیر مقلدین نمازِ تراویح را بدعتِ عمری قرار دادہ از بست تخفیف نمودہ یازدہ رکعت میخوانند جائز است یانہ؟ بینوا توجروا۔

علماءِ کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ غیر مقلدین نے بیس۲۰ تراویح کو بدعتِ عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قرار دیتے ہُوئے ان میں تخفیف کرکے گیارہ کرلی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

تراویح سنّتِ مؤکدہ است و نزد محققین بترکِ سنّت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیرد و عددش نزد جمہور علمائے اُمت بست رکعت ست و در روایتے از امام مالک سی و شش رکعت فی الدرالمختار التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین وھی عشرون رکعۃ[1] بازسنّت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ عین سنّت حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مارا حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالٰی عنہما تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالٰی عنہم احمد و ابوداؤد و الترمذی وابن ماجۃ عن العرباض بن ساریۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ[2] الترمذی

تراویح سنّتِ مؤکدہ ہے، محققین کے نزدیک سنّتِ مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے خصوصاً جب ترک کی عادت بنالے، تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس۲۰ ہی ہے۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک کے ہاں ان کی تعداد چھتیس۳۶ ہے۔ درمختار میں ہے تراویح سنّتِ مؤکدہ ہیں کیونکہ خلفاءِ راشدین نے اس پر دوام فرمایا اور وہ بیس رکعات ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سنت رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہی سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی اقتدا کا حکم دیا ہے اور خلفاءِ راشدین کی اتباع سنت میں تاکید کامل فرمائی ہے۔ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم پر میری اور خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے اسے دانتوں سے اچھی طرح مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ترمذی نے

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۸

[2] سنن ابوداؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

marfat.com

وحسنه عن عبداللہ بن مسعود واحمد
والترمذی وابن ماجۃ والرویانی عن
حذیفۃ بن الیمان وابن عدی عن انس
بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم قالوا
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی
ابی بکر وعمر[1] وآنکہ ایں بے باکاں سنت
امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ را بکاسہ لیسی
روافض بدعت عمری نامند ومتہوران ایشاں
خذلہم اللہ تعالٰی تصریح بضلالت حضرت والایش
کنند جواب محول بروز جزا ست وسیعلم
الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2]۔ نسأل
اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ سبحٰنہ
وتعالٰی اعلم۔

نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا اور اسے
حسن کہا۔ احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور رویانی نے
حضرت حذیفہ بن یمان اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! تم
میرے بعد میرے صحابہ ابوبکر وعمر کی اقتداء کرنا۔
یہ بیباک لوگ جو اہل تشیع کی نقل کرتے ہوئے حضرت
عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی سنت کو بدعتِ عمری
کہتے ہیں اور ان میں سے کچھ دریدہ دہنی کرنے والے
حضرت کے عمل کو گمراہی کہتے ہیں اس کا حساب و
کتاب بروزِ جزا انھیں دینا ہوگا عنقریب ظالم
جان لیں گے کہ وہ کس طرف پلٹا کھائیں گے۔ اللہ
تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال ہے۔ واللہ
سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۳: از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالٰی سننا پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ؟ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورۂ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے؟ ایک رات اسی ماہِ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب ان کی قضاء کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنتِ مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام

[1] جامع الترمذی مناقب ابی بکر صدیق مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷
[2] القرآن ۲۶/۲۲۷

marfat.com

لیالی شہر مبارک میں بیس۲۰ رکعت تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے، تراویح اگر ناغہ ہوگئیں تو اُن کی قضاء نہیں کل ذلک مصرح بہ فی الکتب الفقھیۃ (ان تمام پر کتبِ فقہ میں تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۶۴ از بگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۳ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورہ فاتحہ سورہ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام اور سورتیں بھی جانتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے بلاکراہت اگرچہ سورۂ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التجنیس، واختار بعضھم سورۃ الاخلاص فی کل رکعۃ وبعضھم سورۃ الفیل ای البداءۃ منہا ثم یعیدھا وھذا احسن لئلا یشتغل قلبہ بعدد الرکعات[1]

تجنیس میں ہے بعض نے ہر رکعت میں سورۃ اخلاص کو مختار کہا بعض نے سورۃ فیل کو یعنی اس سے ابتدا ہو اور پھر تکرار کیا جائے اور سب سے بہتر ہے تاکہ دل تعدادِ رکعات کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے،

لاباس ان یقرء سورۃ ویعیدھا فی الثانیۃ (الی قولہ) ولایکرہ فی النفل شیئ من ذلک[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک سورت پڑھی جائے اور دوسری رکعت میں اسے دوبارہ لوٹایا جائے (یہاں تک) کہ نفل میں ان میں سے کوئی شئے بھی مکروہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۵ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لئے ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں — فی المسلم وشرح الفواتح البسملۃ مسلم اور شرح الفواتح میں ہے کہ بسملہ قرآن کی

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۷

[2] درمختار آخر فصل یجہر الامام ؍؍ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۱

marfat.com

من القراٰن اٰیۃ فتقرأ فی الختم مرۃ علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرۃ ولاتتأدی سنۃ الختم دونھا[1] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

آیت ہے ختمِ قرآن میں ایک دفعہ اسے پڑھا جانا چاہئے لہٰذا تراویح میں اسے ایک دفعہ جہراً پڑھنا لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر سنّت کے مطابق ختمِ قرآن نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۶ تا ۱۰۶۸: از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفرد پڑھ چکے ہوں جا کر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا بالفقہ والسنۃ والکتاب توجروا من اللہ حسن المآب (فقہ اور کتاب وسنت کے مطابق جواب عنایت کرکے اللہ تعالٰی سے اجرِ عظیم پاؤ۔ ت)

الجواب

(۱) جائز ہے

فی الھندیۃ بعضھم اختار قل ھو اللہ احد فی کل رکعۃ وبعضھم اختار قراءۃ سورۃ الفیل الی اٰخر القراٰن وھذا احسن القولین لانہ لایشتبہ علیہ عددالرکعات ولایشتغل قلبہ بحفظھا کذا فی التجنیس[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم

ہندیہ میں ہے بعض نے ہر رکعت میں قل ھو اللہ احد کو اختیار کیا اور بعض نے سورہ فیل سے آخر تک کو، اور یہ احسن قول ہے کیونکہ اس صورت میں عددِ رکعات میں اشتباہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کے یاد رکھنے میں مصروف ہوتا ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلۃ البسملۃ من القراٰن مطبوعہ قم، ایران ۲/۱۴

[2] فتاوٰی عالمگیری الباب التاسع فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۸

marfat.com

(۲) جائز ہے

فی ردالمحتار قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحٰن ذی الملک والملکوت سبحٰن ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحن الملک الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملئکة والروح لا الٰه الا الله نستغفر الله نسألک الجنة ونعوذبک من النار کما فی منهج العباد[1] اھ والله تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے کہ قہستانی نے کہا کہ تین دفعہ یہ کلمات پڑھے جائیں: ملک وملکوت کے مالک تیری ذات پاک ہے اے صاحبِ عزت وعظمت اور جبروت وکبریا تیری ذاتِ اقدس پاک ہے، اے مالک جو زندہ ہے اس پر موت نہیں، تیری ذات پاک ہے تو پاک وقدوس ہے ملائکہ اور جبریل کا رب ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی مانگتے ہوئے جنت کا سوال اور دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں منہج العباد اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنّت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت واساءت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنّت کفایہ کہ اگر اہلِ محلہ اپنی اپنی مسجدوں میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہلِ محلہ ترک کریں توسب گنہ گار رہوں، ردالمحتار میں ہے:

اصل التراویح سنة عین فلو ترکها واحد کرہ[2]

تراویح سنت عینی ہیں، اگر انھیں کسی نے بھی ترک کیا تو مکروہ ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

والجماعة فیها سنة علی الکفایة فی الاصح فلو ترکها اهل مسجد اثموا، لا لو ترک بعضهم[3]

ان میں اصح قول کے مطابق سنت کفایہ ہے، اگر تمام اہلِ مسجد نے اسے ترک کیا تو گنہ گار رہوں گے اور اگر بعض نے ترک کیا تو گنہ گار نہ ہونگے (ت)

---

[1] ردالمحتار　مبحث التراویح　مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۲/۴۶
[2] ″　　″　　″　　″　　۲/۴۵
[3] درمختار　فصل فی الوتر والنوافل　″ مجتبائی دہلی بھارت　۱/۹۸

marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

ظاھر کلامھم ھنا ان المسنون کفایۃ اقامتھا بالجماعۃ فی المسجد حتی لو اقاموھا جماعۃ فی بیوتھم ولم تقم فی المسجد اثم الکل[1]

یہاں سنت کفایہ سے مراد یہ ہے کہ تراویح کو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے اگر تمام نے گھروں میں جماعت کے ساتھ ادا کیں اور مسجد میں ادا نہ کیں توسب گنہگار ہوں گے۔ (ت)

پس صورتِ مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لئے یہ فعل اس شناعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت واساءت ہے ورنہ فی نفسہٖ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام وہر دو قوم کی مساجد میں جماعتِ تراویح جُدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعۃً وانفراداً پڑھتے ہیں توکسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگر بعض ترویحات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامتِ جماعت ہوتی ہے سنّتِ کفایہ ادا ہوگئی، ہاں امام دونوں قوموں کو پُوری تراویح پڑھاتا تو یہ جُدا کراہت ہوتی اس سے صورتِ مستفسرہ خالی ہے۔

فی الھندیۃ امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی المحیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات[2]

ہندیہ میں ہے ایک امام دو مساجد میں تمام تراویح پڑھاتے ہیں تو یہ جائز نہیں جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔ (ت)

اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اُس کے لئے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پُوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہٰذا اس صورت میں یہ چاہیئے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہوکر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہوجائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی، ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویحہ میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور،

فی الخانیۃ اقاموا التراویح بامامین فصلی

خانیہ میں ہے تراویح دو اماموں نے پڑھائیں، ہر

---

[1] ردالمحتار مبحث التراویح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۵
[2] فتاوٰی عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۶

marfat.com

کل امام تسلیمۃ بعضھم جوزوا ذلک والصحیح انہ لا یستحب و انما یستحب ان یصلی کل امام ترویحۃ لیکون موافقا عمل اھل الحرمین[1]

امام نے دو رکعات پڑھائیں تو بعض نے اسے جائز کہا اور صحیح یہ ہے کہ یہ طریقہ مستحب نہیں۔ مستحب یہ ہے کہ ہر امام چار رکعات پڑھائے تاکہ اہلِ حرمین کے موافق عمل ہوجائے۔ (ت)

سراج وہاج میں ہے،

ان صلوھا بامامین فالمستحب ان یکون انصراف کل واحد علی کمال الترویحۃ فان انصرف علی تسلیمۃ لا یستحب ذلک فی الصحیح[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

اگر نمازِ تراویح دو اماموں نے پڑھائی مستحب یہ ہے کہ ہر ایک کامل ترویحہ کے بعد مصلّٰی چھوڑے، اگر دو رکعات پر چھوڑتا ہے تو صحیح قول کے مطابق یہ مستحب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۶۹: از بدایوں محلہ کرہ براہم پورہ مرسلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اس کی صحیح ہے یا نہیں؟ اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہوجاتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہوجاتی ہیں مگر خلافِ علماء و اختلافِ تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لئے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے۔

فی الخانیۃ والخلاصۃ والظھیریۃ وغیرھا اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح اختلفوا فیہ والصحیح انہ لا یجوز[3] اھ و فی الھندیۃ امام یصلی التراویح

خانیہ، خلاصہ اور ظہیریہ میں ہے کہ جب تراویح ایسے شخص کے پیچھے پڑھی جو فرائض پڑھا رہا ہے یا اس شخص کی اقتداء میں جس نے تراویح کے علاوہ نوافل پڑھائے تو اس میں علماء کا اختلاف ہے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں اھ اور ہندیہ میں ہے کہ

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التراویح مطبوعہ مطبع منشی نولکشور لکھنؤ، بھارت ۱/ ۱۱۰

[2] سراج الوہاج شرح قدوری

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث فی التراویح مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۶۴

marfat.com

فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لایجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلک کذا فی المضمرات اھ[1] وفی امامۃ التنویر والدر ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانھا سنۃ علی ھیأۃ مخصوصۃ فیراعی وضعھا الخاص للخروج عن العھدۃ[2] اھ فی ردالمحتار ان ماذکرہ المصنف ھھنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلوۃ بقولہ وکفی مطلق نیۃ الصلوۃ لنفل وسنۃ وتراویح وذکر الشارح ھناک انہ المعتمد ونقلنا ھناک عن البحر انہ ظاھر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصححہ فی الھدایۃ وغیرھا ورجحہ فی الفتح ونسبہ الی المحققین[3] الخ و والفتوی متی اختلف رجح ظاھر الروایۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

وہ امام کا دو مساجد میں تمام تراویح پڑھانا ہے جائز نہیں، محیط سرخسی اور مضمرات میں ہے کہ فتوٰی اسی پر ہے۔ تنویر اور در کے باب الامامت میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی فرض پڑھنے والے کی اقتدار تراویح کے علاوہ صحیح ہے خانیہ، کیونکہ تراویح ہیئت مخصوصہ کے ساتھ سنت ہیں تو عہدہ برآ ہونے کے لئے ان میں اس وجہ مخصوص کی رعایت کرنا ضروری ہے اھ ردالمحتار میں ہے مصنف نے جو کچھ یہاں ذکر کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو اس نے شروط صلوٰۃ میں یوں ذکر کیا کہ نفل، سنت اور تراویح کے لئے مطلق نیت کافی ہے اور شارح نے وہاں کہا کہ معتمد یہی ہے اور وہاں بحر سے نقل کیا کہ یہی ظاہر روایت اور اکثر مشائخ کا قول ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ فتح میں اس کو ترجیح دیتے ہوئے اسے محققین کی طرف منسوب کیا الخ توجب فتوٰی میں اختلاف ہو جائے تو ظاہر روایت کو ترجیح ہوتی ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۰: از کیمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان اللہ صاحب
۲۷ ماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم

---

[1] فتاوٰی عالمگیری فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۱۶
[2] درمختار باب الامامت " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۵
[3] ردالمحتار " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۹۰

ہوتا ہے اور یہ نوافل با جماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جائے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صرف اقتدا ایک شخص کی ہے، تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں، ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرمائیں۔ جزاك الله خیر الجزاء۔

الجواب

علمائے بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں، بہت اکابر دین سے منقول ہے:

کما بسطہ المولی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرہ فی غیرھا[1]۔

جیسا کہ اس پر تفصیلی بحث علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں کی ہے۔ (ت)

خود امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدرالمختار[2] (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہے ہی چار کی نسبت کتب فقہیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولٰی ہے نہ کہ گناہ حرام کما بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں دی ہے۔ ت) مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کئے جائیں گے علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے، درمختار میں ہے:

اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر[2]۔

عوام کو تکبیرات اور نوافل سے کبھی بھی منع نہ کیا جائے کیونکہ پہلے ہی نیکیوں میں ان کی رغبت کم ہوتی ہے، بحر۔ (ت)

---

[1] درمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹
[2] درمختار باب العیدین " " " " ۱/ ۱۱۴

marfat.com

اُسی میں ہے :

ولایمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ[1]

عوام کو ان (ذوالحج کے) دس دنوں میں بازار میں تکبیرات پڑھنے سے منع نہ کیا جائے، اسی پر ہمارا عمل ہے، بحر، مجتبٰی وغیرہ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے :

ومن ھذا القبیل نھی الناس عن صلوۃ الرغائب بالجماعۃ وصلوۃ لیلۃ القدر ونحو ذلك وان صرح العلماء بالکراھۃ بالجماعۃ فیھا فلا یفتی بذلك العوام لئلا تقل رغبتھم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلك فصنف فی جوازھا جماعۃ من المتاخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلوۃ اولٰی من تنفیرھم[2]

اسی قبیل سے نماز رغائب کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور لیلۃ القدر کے موقع پر نماز وغیرہ بھی ہیں اگرچہ علماء نے ان کی جماعت کے بارے میں کراہت کی تصریح کی ہے مگر عوام میں یہ فتوٰی نہ دیا جائے تاکہ نیکیوں میں ان کی رغبت کم نہ ہو، علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور متاخرین میں سے بعض نے اس کے جواز پر لکھا بھی ہے، عوام کو نماز کی طرف راغب رکھنا انھیں نفرت دلانے سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

صبح کی سُنّتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہوگیا قبل طلوع وارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندیٔ آفتاب اُن کا پڑھنا ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لایقضی (ادا نہ کیا جائے۔ت) بمعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی، ردالمحتار میں ہے :

اذا فاتت وحدھا لاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذلك عندھما وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی احب الیّ ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل

جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہوجائیں تو انھیں بالاجماع طلوعِ آفتاب سے پہلے ادا نہ کیا جائے طلوعِ آفتاب کے بعد شیخین کے ہاں اسی طرح ہے، لیکن امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ زوال سے پہلے قضا کرلینا پسندیدہ ہے جیسا کہ

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۷

[2] الحدیقۃ الندیہ الخلق الثامن والاربعون من الاخلاق الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۰

marfat.com

هذا قريب من الاتفاق لان قوله احب الی دلیل علی انہ لولم یفعل لا لوم علیہ وقال لا یقضی وان قضی لاباس بہ کذا فی الخبازیۃ ومنھم من قال الخلاف فی انہ لوقضی کان نفلا مبتدأ او سنۃ کذا فی العنایۃ یعنی نفلا عندھما سنۃ عندہ کما ذکرہ فی الکافی اسمعیل[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درر میں ہے کہ یہاں اتفاق ہی ہے کیونکہ امام محمد نے احب کہا جو دلالت کر رہا ہے کہ اگر اس نے قضا نہ کیں تو اس پر ملامت وغیرہ نہیں ہوگی، اور جس نے لا یقضی کہا ہے اگر کوئی قضا کرلیتا ہے تو کوئی حرج نہیں، خبازیہ۔ بعض نے کہا کہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قضا کرتا ہے تو وہی سنن ہوں گی یا مستقل نوافل، اسی طرح عنایہ میں ہے یعنی شیخین کے نزدیک نفل مگر امام محمد کے نزدیک سنت، جیسا کہ الکافی لاسمعیل میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۱۷: از سنبھل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشاء تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اولٰی کیا ہے؟ مع ادلّہ وحوالۂ کتب بیان فرمایا جائے۔ بینوا للہ توجروا عنداللہ۔

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز ورد المحتار (جیسا کہ غنیہ، جامع الرموز اور ردالمحتار میں ہے۔ ت) جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علماء مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولٰی ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے۔

رجحہ الامام ابن الھمام وصححہ العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ[2] وقال خیر الرملی علیہ عامۃ الناس الیوم[3] واللہ تعالٰی اعلم

امام ابن الہمام نے اسے ترجیح دی، علامہ حلبی نے غنیہ میں اس کی تصحیح فرمائی، اور خیرالدین رملی نے فرمایا: آج لوگوں کی اکثریت اس پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۳۰

[2] غنیۃ المستملی فصل فی النوافل ؍؍ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

[3] منحۃ الخالق علی البحرالرائق بحوالہ خیرالرملی باب الوتروالنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۶۹

marfat.com

مسئلہ ۱۰۷۲ از بیلپور ضلع بریلی مرسلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہِ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک یا سوا یا ڈیڑھ پارہ الم سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ الم کا پڑھا یعنی ابتدائے سے انتہائے تک یہی طریقہ قرأت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیسؔ ۲۵ یا چھبیسؔ ۲۶ تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا بغیر حساب (کتاب وسنت سے جواب دیجئے اور بغیر حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد از سنت کے لئے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترك ختم بكسل القوم لانه سنة فما زاد يترك لانه فتنه (قوم کی سستی کی وجہ سے ایک ختم قرآن ترک نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ سنّت ہے اور جو اس سے زائد ہے وُہ ترک کر دیا جائے گا کیونکہ یہ فتنہ ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۳ از بلنڈی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی ۲۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں مَیں نے نمازِ عشاء جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعتِ عشاء ہوگئی تھی اور نماز تراویح کی کھڑی تھی مَیں نے جلدی سے نمازِ عشاء ادا کی اب تراویح کی جماعت میں شامل ہو کر نمازِ تراویح ادا کرسکتا ہُوں یا نہیں؟ یا اکیلے پڑھنا چاہئے؟

الجواب

جس شخص نے نمازِ عشاء تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے تنہا نہ پڑھے، ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہوسکتا۔ جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وُہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے:

فصليه وحده يصليها معه[1] اھ ای مصلی الفرض وحده يصلی التراويح مع الامام۔ فرض تنہا پڑھنے والا تراویح جماعت کے ساتھ پڑھے اھ یعنی تنہا فرض ادا کرنے والا تراویح امام کے ساتھ ادا کرے۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۹۹

marfat.com

ردالمحتار میں ہے:

اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر[۱] اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | جب فرض امام کے ساتھ ادا نہیں کئے تو وتر میں اس کی اقتداء نہ کرے۔ اھ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۷۴: از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا دست بستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تا بعدار بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار از راہِ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جاؤں کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے، براہِ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب وحکم مناسب سے اطلاع بخشی جائے، میرے وطن اٹاوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہِ خیر وبرکت ختمِ قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الٓمٓ تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ماکان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہٰذا اس کے جواز کے متعلق جو آیاتِ شریفہ کتبِ احادیث سے پائی جائیں اُن سے اطلاع بخشی جائے تاکہ مخالفین کو سمجھا دی جائیں، براہِ کرم وشفقت مربیانہ بواپسی ڈاک جواب باصواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جائے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے، فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہہ جائز ومباح ہے سننِ ابی داؤد میں ابوقتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت بلند آواز سے، اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: قد اسمعت من ناجیت یارسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے۔ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان یارسول اللہ میں اس لئے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے۔ بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: کلام طیب یجمعہ اللہ

---

[۱] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۸

marfat.com

بعضہ الی بعض یارسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے ملالیتا ہوں ارادۃً الٰہیہ یونہی ہوتا ہے۔ فرمایا: کلکم قد اصاب[1] تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

الانتقال من اٰیۃ من سورۃ الی اٰیۃ اخری من سورۃ اخری او اٰیۃ من ھٰذہ السورۃ بینھما اٰیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لایکرہ[2] اھ ملتقطا

ایک سورت کی آیت سے دوسری سورت کی آیت یا اسی سورت کی دوسری آیت کی طرف انتقال کرنا جبکہ ان کے درمیان چند آیات ہوں فرائض میں مکروہ ہے مگر نوافل میں مکروہ نہیں اھ ملتقطا (ت)

غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قراءۃ اٰیۃ من بین الاٰیات کقراٰۃ سورۃ من بین السور فکما لایکون قراءۃ سورۃ متفرقۃ من اثناء القراٰن مغیر التالیف والنظم لایکون قراءۃ اٰیۃ من کل سورۃ مغیرا لہ[3]

آیات میں سے کسی آیت کا پڑھنا ایسے ہی ہے جیسے سورتوں میں سے کسی سورت کا پڑھنا ہے تو جس طرح متفرق سورتوں میں سے قرأت کرنا قرآنی تالیف ونظم میں تبدیلی پیدا نہیں کرتی اسی طرح ہر سورت سے کسی ایک آیت کا پڑھنا تبدیلی پیدا نہیں کرتا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما ضم اٰیات متفرقۃ فلا یکرہ کما لایکرہ ضم سور متفرقۃ بدلیل ما ذکرناہ من القراءۃ فی الصلٰوۃ[4] واللہ تعالٰی اعلم۔

بہرحال آیاتِ متفرقہ کو ملانا مکروہ نہیں جیسا کہ سورِ متفرقہ کا ملانا مکروہ نہیں اس پر دلیل وہی ہے جو ہم نے قراءۃ فی الصلٰوۃ میں ذکر کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۵: از دھامپور محلہ بندوقچیاں ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئولہ اللہ دیا

جناب فیض انتساب فضائل مآب جناب مولانا صاحب زاد فضلکم بعد آداب گزارش ہے کہ شخص جو

---

[1] سنن ابوداؤد باب رفع الصوت بالقراءۃ فی صلٰوۃ اللیل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۸

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الحادی عشر فی القراءۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۹۷

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی تتمات فیما یکرہ من القرآن فی الصلٰوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۰۰

[4] ردالمحتار آخر باب سجود التلاوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۱۹

marfat.com

صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصداً چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی تحریر کریں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں نہیں پڑھیں؟ ان پر وعید ہے یا نہیں؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ[1]۔ تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا، اسے دانتوں سے مضبوط پکڑو۔

اور فرمایا:

اقتدوا باالذین من بعدی ابی بکر وعمر[2]۔ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرما کر بخوفِ فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وُہ سنتِ مؤکدہ نہ ہوئی تھی، جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنتِ مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعلِ امیر المومنین سے، بلکہ ارشاداتِ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ——— اب ان کا تارک ضرور تارکِ سنتِ مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق وعاصی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۷۶ از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظہ ہوگیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی صہ روپے احقر کو عنایت کئے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذ مکرم کی نذر کردی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندۂ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابلِ ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندۂ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہُوا کہ اب کے سال امام صاحب عہ دیں گے پھر سُنا گیا کہ صہ ہی دیں گے، اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کر دیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندۂ تبرک میں نے نہیں دیا تھا اس لئے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ

---

[1] سنن ابو داؤد آخر باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

[2] جامع الترمذی مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ر امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی بھارت ۲/ ۲۰۷

marfat.com

میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی، پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں؟ اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کانوں تک پہنچی، اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہوجائے اس لئے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اُجرت نہیں مقرر کرتا، یہ جس قدر باتیں ہُوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دئے جنھیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاد مکرم لے لئے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کر دیا تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لئے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسا رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآنِ عظیم پر اُجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنّت وحصولِ ثواب کے لئے پڑھتا ہُوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہُوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اُجرت نہیں ہوسکتی اُس کا لینا حلال اور استاذ کو دینا سعادتمندی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے: الصریح یفوق الدلالۃ[1] (صریح کو دلالت پر فوقیت ہے۔ ت) شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے، اکابر نے ایک ایک رات میں برسوں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لئے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصاً اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار سمجھیں اور شرعاً شرمی شریک رہیں۔ حدیث صحیح میں ہے: اذا ام احدکم الناس فلیخفف[2] (جب تم میں کوئی لوگوں کی امامت کرائے تو تخفیف سے کام لے۔ ت) اور ارشاد فرمایا: لایسأم حتی تسأموا[3] (اللہ تعالٰی ثواب میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم نہ اکتاؤ۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۷ از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۷ ۱۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

---

[1] درمختار کتاب الھبہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۲/۱۵۹

[2] صحیح البخاری باب اذا صلی لنفسہ فلیطول ماشاء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۷

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دار الفکر بیروت ۶/۲۴۷

marfat.com

چاہئے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے ؟

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت، ہاں کوئی دُعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۷۰: از کلکتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین ۱ مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۳ شوال ۱۳۳۷ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے اس کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیزیں ہیں ایک قراءت قرآن مجید کی جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنّتِ مؤکدہ۔ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قراءت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لئے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سُن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہوجائیں، کیا یہ قول زید کا صحیح ہے ؟

الجواب

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے، تراویح سنّتِ مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے، جب تراویح پڑھیں اور اُن میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سُنّتیں ادا ہوگئیں دونوں کا ثواب بعونہٖ تعالیٰ مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض درکنار نہ واجب نہ سنتِ مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت، اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ردالمحتار میں ہے :

قراءۃ الختم فی صلٰوۃ التراویح سنۃ، وصححہ فی الخانیۃ وغیرھا، وعزاہ فی الھدایۃ الی اکثر المشایخ، وفی الکافی الی الجمھور، وفی البرھان، وھو المروی عن ابی حنیفۃ والمنقول فی الاٰثار[1]

تراویح میں ختم قرآن سنّت ہے، خانیہ وغیرہ میں اسی کو صحیح کہا ہے، ہدایہ میں اس کی نسبت اکثر مشائخ کی طرف کی ہے، کافی میں جمہور کی طرف کی ہے اور برہان میں ہے کہ یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے آثار میں منقول ہے۔ (ت)

کافی وہندیہ میں ہے :

السنۃ فی التراویح انما ھو الختم

تراویح میں ایک دفعہ ختمِ قرآن سنت ہے تو قوم

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۶

marfat.com

مرۃ فلا یترک لکسل القوم^۱۔ واللہ تعالٰی اعلم ‌ ‌ ‌ کی سُستی اور کاہلی کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۷۹ از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی باغ ضلع نینی تال مسئولہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سُورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کیا نفع نقصان ہے؟ ایک شخص یہاں پر ہر سُورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کر کے پڑھتے ہیں تو اُن پر اعتراض واجب ہے یا نہیں؟ ان سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کر کے بسم اللہ پڑھتے ہُوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک کسی ایک سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پُورا ہو، ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتوٰی دیا ہے حماقت وجہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح (اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح" میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۰ از دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورۂ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت، لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ھو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورہ قل ہو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارھویں رکعت میں جبکہ سورۂ اذا جاء پڑھی جائے اور بارھویں میں قل ہو اللہ تو ایک سورہ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہو اللہ اور بیسویں میں ناس تو فلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سُورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ

---

^۱ فتاوٰی ہندیہ ‌ ‌ فصل فی التراویح ‌ ‌ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ‌ ‌ ۱/ ۱۱۷

marfat.com

دس رکعتوں میں سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک پڑھے پھر انھیں کا اعادہ کرے،

اما ما فی الدرالمختار، ولایکرہ فی النفل شیئ من ذٰلک[1] فمع قطع النظر عما اورد علی ھذہ الکلیۃ لم یثبت ان النفل ھھنا یشمل السنۃ المؤکدۃ بل ھو مقابلھا وقد قالہ فی الدرالمختار قبیلہ، وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا، لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم[2] اھ وفی الغنیۃ الاصح کراھۃ اطالۃ الثانیۃ علی الاولٰی فی النفل ایضا الحاقا لہ بالفرض فیما لم یرد فیہ التخصیص من التوسعۃ کجوازہ قاعدا بلاعذر ونحوہ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم

درمختار میں جو ہے کہ ان میں سے کوئی شئ نوافل میں مکروہ نہیں، تو اس پر وارد شدہ اعتراض سے قطع نظر کرتے ہوئے یہاں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفل سنتِ مؤکدہ کو بھی شامل ہے بلکہ وہ اس کے مقابل ہے، اس سے تھوڑا پہلے درمختار میں ہی بات کہی: حجہ میں ہے کہ فرائض میں قرأت آہستہ آہستہ حرف حرف پڑھے اور تراویح میں ترسل واسراع کے درمیان درمیان اور رات کے نوافل میں اتنا تیز پڑھ سکتا ہے جو سمجھ آسکے اھ ۔ غنیہ میں ہے کہ اصح یہ ہے کہ نوافل میں بھی دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر طویل کرنا مکروہ ہے یہ حکم نفل کو فرض کے ساتھ ان امور میں ملحق کرنے کی بناء پر ہے جن میں نفل کے لئے تخصیص وسعت وارد نہیں ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۱: از مین پوری مسئولہ حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ ارشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اُس کی اقتداء میں اگر کچھ لوگ ذوق وشوق اور خلوص وہمّت سے داخل ہوکر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے، زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ و تابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہُوا، اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کئے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات میں اُن کا بہ

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۱

[2] " " " " " " " ۱/۸۰

[3] غنیۃ المستملی کراھیۃ الصلوٰۃ فصل فی بیان مایکرہ فعلہ فی الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۵۶

marfat.com

فعل ہمارے لئے حجت نہیں ہے، بکر کہتا ہے کہ نفسِ شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگانِ دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیاتِ شرع اس میں شامل ہوں یا لوگ اُس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اُس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لئے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفسِ تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی؟ زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو پانسو جُوتے لگانے چاہئیں، امسال رمضان مبارک ۱۳۳۹ھ میں ہم چند مسلمانانِ مین پوری نے اپنے اپنے ذوق و شوق سے چند حافظ بلوائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نمازمیں ستائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیاتِ شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امامِ جامع مسجد ہے انھوں نے بالاعلان ہم سب مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مصلے پر کھڑے ہوکر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سُننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دُوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سب وشتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے، چنانچہ اسی بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوں اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کرنے اور شدّتِ گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مہجور اپنی کُتب سے دُور، لہذا زیادہ شرح و بسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالٰی واضح و میسور۔ شبینہ فی نفسہٖ قطعاً جائز و روا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے، امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال الحافظ الذھبی قد تواتر قیامہ باللیل وتھجدہ وتعبدہ، ای ومن ثم کان یسمی بالوتد لکثرۃ قیامہ باللیل، بل احیاہ بقراءۃ القراٰن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ[1]۔

حافظ ذہبی نے فرمایا کہ آپ کا قیام اللیل، تہجد اور تعبد تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو وتد (کیل) کہا جاتا کیونکہ آپ کے قیامِ لیل میں کثرت تھی بلکہ آپ تیس سال تک رات کو ایک رکعت میں پورے قرآن کی تلاوت کرتے (ت)

[1] ردالمحتار مقدمہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۲

marfat.com

بلا دلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لئے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے، ان کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید و عمرو کا ہوگا! جواہر الفتاوی امام کرمانی پھر فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

انما یتمسك بافعال اھل الدین[1] اہل دین کے افعال سے تمسک کیا جائے گا (ت)

علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ، میزان الشریعۃ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے[2] آثار میں ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہوجاتا۔ بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ السلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے۔ توراۃ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے

والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القراٰن فکان یامر بدوابه فتسرج فیقرأ القراٰن من قبل ان تسرج دوابه[3]۔

امام احمد اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ حدیث شریف روایت کی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام پر اللہ تعالٰی نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت کرلیتے۔ (ت)

یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب "الفیوض المکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ" میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے، جاہل وہ کہ اُسوت اور حجت میں فرق نہ جانے، ہم ان میں اقتدار پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہٖ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عوارض

---

[1] فتاوی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر فی الغناء نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۲

[2] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان بعض ما اطلعت علیہ من کتب الشریعۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹،

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء قول اللہ اٰتینا داؤد زبورا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۵

marfat.com

سے، اور وہ یہاں پانچ ہیں :

اوّل عدمِ تفقّہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانیِ قرآن کریم میں تفکر و تدبر نہ ہو سکے گا، اصل وجہ منصوص فی الحدیث یہی ہے سنن دارمی و ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

لم یفقه من قرأ القراٰن فی اقل من ثلاث [1]

جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا۔

یہ وجہ صرف نفیِ افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ ولہذا عالمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغہ ضعف و مرجوحیت نقل کیا

حیث قال افضل القراءة ان یتدبر فی معناه حتی قیل یکره ان یختم القراٰن فی یوم واحد [2]

یہاں الفاظ یہ ہیں کہ افضل قرأت یہ ہے کہ اس کے معانی میں تدبر ہو حتی کہ یہ کہا گیا ہے کہ ایک دن میں ختمِ قرآن مکروہ ہے۔ (ت)

اقول پھر یہ بھی ان کے لئے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھیں تفکر سے محروم ہیں اُن کے لئے دیر بے سُود ہے اور وُہ مقصود لذاتہٖ نہیں بلکہ اسی لئے مقصود ہے اُن کے لئے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہئے کہ جس قدر جلد پڑھیں گے قرأت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سَو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من قرأ حرفا من کتاب اللّٰه فله حسنة و الحسنة بعشر امثالها لا اقول الٓمّٓ حرف ولکن الف حرف ولام حرف و میم حرف [3] رواه الدارمی والترمذی و صححه عن ابن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔

جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں، میں نہیں فرماتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ اسے دارمی اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اسے صحیح کہا۔ (ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب القرأۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۱۹
[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷
[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۱۵

marfat.com

اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں، امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی: اے میرے رب! کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے۔ فرمایا: میری کتاب۔ عرض کی: یارب بفھم او بغیر فھم اے میرے رب! سمجھ کر یا بے سمجھے بھی۔ فرمایا: بفھم و بغیر فھم سمجھ کر اور بے سمجھے۔

دوم کسل، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان اللہ لا یسأم حتی تسأموا[1] بیشک اللہ تعالٰی ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک نہ اکتاؤ۔

اقول یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار رہتا ہے کما بیناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین و رسالتنا جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (جیساکہ ہم نے اسے اپنے رسالے کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین اور اپنے رسالے جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے، علماء نے تصریح فرمائی کہ کسلِ قوم کے سبب تراویح میں قرآن نہ چھوڑیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

الختم مرۃ سنۃ ولا یترك الختم لکسل القوم[2] (ملخصا) ایک دفعہ ختمِ قرآن سنّت ہے لہذا اسے قوم کی سُستی کی بنا پر ترک نہ کیا جائے (ملخصا)۔ (ت)

اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز احتراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہِ تنزیہی جواز و اباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ وحُرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ (جیساکہ ہم نے اپنے رسالے جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

سوم ہذرمہ گھاس کاٹنا۔ درمختار میں ہے:

یاتی الامام والقوم بالثناء فی کل شفع ویزید الامام علی التشھد[3] (بان یاتی بالدعوات بحر، ش) الا ان یمل امام اور مقتدی ہر شفع میں ثنا پڑھیں اور امام تشہد پر اضافہ کرے (بایں طور کہ دعائیں پڑھے، بحر، ش) مگر قوم اکتا جائے تو صلوٰۃ پڑھ لے اور

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۶/ ۲۴۷
[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۹۸
[3] ” ” ” ۱/ ۹۹
[4] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۷

marfat.com

القوم فیاتی بالصلوات ویترك الدعوات و یجتنب المنکرات هذرمة القراءات وترك تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح و استراحة [1]

اور دعائیں ترک کردے، ممنوعات سے اجتناب کرے مثلاً بہت زیادہ تیز قرأت کرنا، تعوذ وتسمیہ کو ترک کرنا، اطمینان کے ساتھ نماز ادا نہ کرنا، تسبیح اور جلسۂ استراحت کا ترک کرنا۔ (ت)

بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیم یا حکیم، یعقلون، تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سنت کا فانی اور بدعت شنیعہ اور اساءت ہے۔

چہارم ترک واجبات قراءۃ مثل مد متصل، یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔

پنجم امتیاز حروف متشابہ مثل ث س ص، ت ط، ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا، یہ خود حرام و مفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج، حفاظ و علماء کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے، نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شبینۂ مذکورہ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے۔ مسلمانوں کو فحش گالیاں دینا خصوصاً ماں بہن کی خصوصاً مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المؤمن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی [2] رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ و ابن حبان والحاکم فی صحیحہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیا فحش گو۔ اسے امام احمد، بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی نے اسے حسن کہا۔ ابن حبان اور حاکم نے اپنی اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

خصوصاً جو اس کا عادی ہے اُس کے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ، اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون [3] (اگر فاسق کو امامت کے لئے مقدم کردیا تو تمام لوگ گنہگار رہوں گے۔ ت)

---

[1] درمختار — آخر باب الوتر والنوافل — مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت — ۱/۹۹

[2] جامع الترمذی — باب ماجاء فی اللعنۃ — ″ ایمن کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی — ۲/۱۹

[3] غنیۃ المستملی — فصل فی الامامۃ — ″ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۵۱۳

marfat.com

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے: لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعًا[1] (کیونکہ اس کی امامت کے لئے تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۸۲: از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ ونقلیہ فقیہ ملت مولٰنا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہارِ شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا برکت دامت برکاتہم بعد سلام ونیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورۂ توبہ کے درمیان اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجہر قصداً پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کیسی؟ اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اُس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا؟

الجواب

سورۂ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوذ محدثاتِ عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں، خیر بیرونِ نماز اُس میں حرج نہ تھا۔ رہی نماز اگر سورۂ فاتحہ کے بعد ہی سورۂ توبہ شروع کی اور اس سے پہلے وُہ اعوذ پڑھی تو نماز مکروہِ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالاجنبی ترک ہوا مگر اعادۂ تراویح سے اعادۂ قرآن لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہوجاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اُس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم ووجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض وواجبات یہ فعل مکروہ وخلافِ سنت ضرور ہے اور اس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی وقلت شعور ہے اُن دو رکعتوں کا اعادہ اولٰی ہے۔ قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلاً حاجت نہیں۔ درمختار میں ہے:

الامام لایشتغل بغیر القرآن وما ورد حمل علی النفل منفرداً[2]۔ (امام قرآن کے علاوہ میں مشغول نہ ہو اور جو دعائیں وغیرہ منقول ہیں وہ اس صورت پر محمول ہیں جب اکیلا آدمی نفل پڑھ رہا ہو۔(ت)

ردالمحتار وحلیہ میں ہے:

اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انه (فرائض میں امام کا معاملہ تو وہی ہے جو ہم ذکر کر آئے

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ کبرٰی امیریہ مصر ۱/۱۳۴

[2] درمختار فصل یجہر الامام " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۱

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یفعلہ فیھا، وکذا الائمۃ من بعدہ الیٰ یومنا ھذا فکان من المحدثات، ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ، واما فی التطوع فانکان فی التراویح فکذلک الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز میں ایسا فعل نہیں کیا اسی طرح آپ کے بعد آج تک ائمہ نے بھی نہیں کیا تو اب اس کے خلاف کرنا بدعت ہوگا، اور دُوسرا یہ بھی ہے کہ قوم پر ثقل ہوگا لہذا مکروہ ہے رہا معاملہ نوافل کا تو اگر تراویح میں تو وہاں بھی یہی حکم ہے الخ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸۳ از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکرِ ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سُننا اچھا ہے، آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم وتہلیل وتکبیر وتسبیح وذکر شریف حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکرِ الٰہی ہیں کریمہ ورفعنالک ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے:

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی[۲]

یعنی رب العزت عزوعلا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمھیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا توجس نے تمھارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ (ت)

مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الٰہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتا ہے:

من شغلہ القراٰن عن ذکری ومسألتی اعطیتہ افضل من اعطی السائلین، وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام

جسے قرآن عظیم میرے ذکرودعا سے روکے یعنی بجائے ذکرودُعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل

---

[۱] ردالمحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۴۵
[۲] کتاب الشفاء الفصل الاول من الباب الاول مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ دولت عثمانیہ ترکی ۱/ ۱۵

marfat.com

کفضل اللّٰہ علی خلقہ[1] رواہ الترمذی وحسنہ۔

سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن قرار دیا ہے۔ (ت)

خصوصاً تراویح کا ایک ختم کہ سنّتِ جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات، اور سنّت مستحب سے بلاشبہہ افضل، ہاں اگر کسی شخص کے لئے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سُننا اُس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم و آکد ہوجائے مثلاً اس کے قلب میں عدو رجیم نے معاذ اللہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وساوس ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرمارہا ہے اُس کا سننا اس وساوس کو دور کرے گا اور دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کہ محبت و تعظیم حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اصل کار و مدارِ ایمان ہے، معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع، نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور درگزر کا سوال کرتے ہیں۔ ت)

مسئلہ ۱۰۸۴: از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع بھرا مرسلہ مولوی مہدی صاحب ۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ماہِ رمضان المبارک جماعت وتر نہ نمودن وہر روز از جماعتِ موجودہ بیروں رفتن شرعاً جائز است یانہ وتارکِ جماعتِ وتر را فاسق و فاجر وغیر آں خواندہ شود یانہ، حسبِ شرع چہ حکم ست۔ بینوا توجروا۔

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ ماہِ رمضان میں جماعتِ وتر میں شرکت نہ کرنا اور ہر روز جماعتِ موجودہ سے باہر چلا جانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ وتر کی جماعت کے تارک کو فاسق و فاجر وغیرہ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کا حکم کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

جماعتِ وتر نہ واجب ست نہ مؤکد در ترک او ہیچ بزہ کاری نیست بلکہ اختلاف درانست کہ افضل جماعت ست یا وتر تنہا گزاردن فی الدرالمختار ھل الافضل فی الوتر

جماعتِ وتر نہ واجب نہ سنتِ مؤکدہ، اس کے ترک میں کوئی گناہ نہیں بلکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ جماعت افضل ہے یا تنہا وتر ادا کرنا۔ درمختار میں ہے کہ کیا وتر جماعت کے ساتھ افضل

---

[1] جامع الترمذی ابواب فضائل القرآن مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۱۶
[2] سنن الدارمی باب فضل کلام اللہ تعالٰی الخ حدیث ۳۳۵۹ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۳۱۷

marfat.com

الجماعۃ ام المنزل تصحیحان[۱] اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم

ہیں یا گھر پر تنہا پڑھنا، دونوں قولوں کی تصحیح ہوئی ہے الخ واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۸۵ از موضع خورد مئو ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص ہی ضم ہو دوسری سورۃ نہ ہو؟

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورۃ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۶ از مولوی عبداللّٰہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہئے؟ اور ایسی حالت میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

الجواب

ہر دُعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہو جاتا ہے، ہاں اگر بالکل کوئی دُعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدۂ سہو کرے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۰۸۷ از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ اول مرسلہ مولٰنا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسبوق کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب

مسبوق کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہوا تو اب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا۔ درمختار میں ہے:

المسبوق فیقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراك الرکوع الثالثۃ[۲] واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسبوق امام کے ساتھ صرف قنوت پڑھے اور وہ تیسری رکعت کا رکوع پانے سے مدرک ہو جائیگا واللّٰہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[۱] درمختار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، بھارت ۱/ ۹۹

[۲] " " " ۱/ ۹۴

marfat.com

مسئلہ ۱۰۸۸: مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد و قُل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دُعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نمازِ وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اگر وُہ ہر روز سجدۂ سہو کر لیا کرے تو نمازِ وتر اُس کی صحیح ہوجایا کرے گی؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

نماز صحیح ہوجانے میں تو کلام نہیں، نہ یہ سجدۂ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا، دعائے قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنا چاہئے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے، اور جب تک یاد نہ ہو اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھ لیا کرے، یہ بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفرلی تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتا ہو تو صرف یا رب تین بار کہہ لے واجب ادا ہوجائے گا، رہا یہ کہ قل ھو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہُوا کہ نہیں، اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہوگیا کہ وُہ ثناء ہے اور ہر ثناء دعا ہے

بل قال العلامۃ القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء[1] وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ۔ رواہ الترمذی[2] وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما ھذا ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

بلکہ علامہ علی قاری اور دیگر علماء نے فرمایا ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا۔ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے سب سے افضل دُعا الحمد للہ ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا۔ نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح کہا اسے محفوظ کرلو اور غور کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب ثواب التسبیح والتحمید الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/ ۱۱۲

[2] جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۴

مستدرک علی الصحیحین باب افضل الذکر الخ " دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

marfat.com

اجتناب العمال عن فتاوی الجهال

(قنوتِ نازلہ پڑھنے کے بارے میں ایک فتوٰی کا رَد)

مسئلہ ۱۰۸۹ تا ۱۰۹۵ از شہر دمن علداری پرتگیز مرسلہ ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الاُخرٰی ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اوّل چند رسائل عقائد وہابیت و گستاخی شان معظمان دین پر مشتمل طبع کئے جس پر علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اُس کی وہابیت پر فتوٰی دیا اُس نے باصرار جماعت اہلسنّت مجبور ہوکر اپنے تحفظ کے لئے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا جب اہلسنّت اُس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتاکر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائطِ بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہُوئی مع توبہ نامہ و شرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے:

(۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ و فساد و غلبہ کفار جائز و باقی و غیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون و وبا وغیرہ کے وقت جائز نہیں، یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے۔

(۲) طاعون یا وبا کے لئے قنوت ماننے کو کذب و بہتان بتانا علمائے کرام و فقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں؟

marfat.com

(۴) اس تحریر کے مضامین و الفاظ و طرزِ بیان و املاء و انشا سے اس شخص کا بے علم و جاہل و منصبِ فتوٰی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو نا اہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریریں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت و بے علمی سے ہے یا کہیں بد دیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل و نافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائطِ مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وہابیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لک الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلافِ تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقتِ غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ و غلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قال الحافظ ابو جعفر الطحاوی انما لا یقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ[1]

یعنی امام ابو جعفر طحاوی نے فرمایا نمازِ فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا و مصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے: فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ[2] یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحر الرائق میں ہے:

و فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام[3] الخ۔

یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، صلٰوۃ الوتر، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی، فصل الوتر، ؍؍ نولکشور لکھنؤ، ۱/۱۳۰

[3] بحر الرائق شرح کنز الدقائق، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/۴۴

marfat.com

(۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرز بیان و املاء و انشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل ومنصب فتوٰی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں۔

(۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اس کے فتوے پر عوام کو اعتماد چاہئے یا نہیں؟

(۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر ان سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُس کی جہالت وبے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے؟

(۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل ونافہم ہے یا نہیں؟

(۷) شرائطِ مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُس سے اُس کی قدیم وہابیت کی بُو پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لک الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں، ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلافِ تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحاتِ کتبِ متون دیکھئے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقتِ غلبۂ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقاتِ جمہور شارحین پر نظر ڈالئے تو مطلقاً نازلہ کے لئے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبۂ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلٰوۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ[1]

یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نمازِ فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا ومصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نمازِ صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں۔

شرح نقایہ برجندی میں ہے: فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ[2] یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا۔ بحرالرائق میں ہے:

وفی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام[3] الخ۔

یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایہ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے الخ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی　صلٰوۃ الوتر　مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور　ص ۴۲۰

[2] شرح نقایہ برجندی　فصل الوتر　〃 نولکشور لکھنؤ　۱/۱۳۰

[3] بحرالرائق شرح کنزالدقائق　باب الوتر والنوافل　مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۲/۴۴

marfat.com

منحۃ الخالق میں ہے:

کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاہ الی غایۃ البیان ولم اجد المسألۃ فیھا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ ما نصہ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی الصلوٰۃ الجھریۃ وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلوٰۃ الفجر فی غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلا باس بہ[1] اھ

یعنی اسی طرح یہ مسئلہ شرح شیخ اسمٰعیل للدرر والغرر میں ہے اُنھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا، شاید غایۃ سروجی سے اشتباہ ہوا لیکن اس نے بنایہ سے نقل کیا جس کی عبارت یہ ہے جب کوئی سختی آئے تو امام جہری نماز میں قنوت پڑھے، اور طحاوی نے فرمایا ہمارے نزدیک فجر میں بغیر مصیبت نہ پڑھے تاہم جب مصیبت نازل ہو تو حرج نہیں اھ (ت)

اور اُنھیں نے غایۃ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا ـــــــ اُسی میں ہے:

(قولہ ولھما انہ منسوخ) قال العلامۃ نوح أفندی ھذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الکل لان القنوت فیھا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ما ھو التحقیق کما مر[2] الخ۔

یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نمازِ فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے لیکن بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے ہاں مقتدی کو باتباعِ امام قنوت پڑھنا چاہئے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں۔

اشباہ والنظائر میں ہے:

فی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ[3]

یعنی فتح القدیر میں ہے کہ سختی کے لئے قنوت پڑھنے کی شرعاً اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی۔

اُسی میں ہے:

ذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی[4] الخ

سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوتِ فجر میں حرج نہیں۔

---

[1] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

[2] " " " " " " " " ۲/ ۴۵

[3] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۲-۲۶۱

[4] " " " " " " ۲/ ۶۳-۲۶۲

marfat.com

مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں غایۃ سروجی کا کلام نقل کر کے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا :

فتکون مشروعیته مستمرۃ و هو محمل قنوت من قنت من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم بعد وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم و هومذهبنا وعلیه الجمهور وقال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمه الله تعالٰی الخ[۱]

یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بعد وفات اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے، ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں۔

حاشیہ مراقی السید الطحطاوی میں ہے :

قوله وهومحمل الخ ای حصول نازلة قوله وهومذهبنا ای القنوت للحادثة[۲]

اس کا قول "وہ موقع ہے الخ"، یعنی سختی کے وقت۔ اس کا قول "وہ ہمارا مذہب ہے" یعنی کسی سختی کے واقع پر۔ (ت)

درمختار میں ہے :

لایقنت لغیرہ الا لنازلة[۳] یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لئے۔

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوتِ فجر میں حرج نہیں نقل کر کے فرمایا :

وظاهرہ انه لوقنت فی الفجر لبلیة انه یقنت قبل الرکوع حموی[۴]۔

یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے۔

طحطاوی حاشیہ در میں ہے :

قال العلامة نوح بعد کلام قدمه فعلی

یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کر کے فرمایا تو اس

---

[۱] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر واحکامہ مطبوعہ نورمحمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷
[۲] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح " " " " " "
[۳] درمختار باب الوتر والنوافل " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴
[۴] فتح اللہ المعین " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

marfat.com

هذا لا یکون القنوت فی صلٰوۃ الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیہ قنوت من قنت من الصحابۃ بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیکون المراد بالنسخ نسخ عموم الحکم لا نسخ نفس الحکم قال فی الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء ھو مذھبنا وعلیہ الجمہور[1]۔

تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نمازِ فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی وثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علماء جو قنوتِ فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیرسختی ہرصورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہوگیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملتقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں، بعض علماء نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔

ردالمحتار میں عباراتِ بحر وشرنبلالی وشرح شیخ اسمٰعیل وبنایہ واشباہ وغایہ وغنیہ ذکر کرکے فرمایا: قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلٰوۃ الفجر[2] سختی کے لئے قنوت ہمارے نزدیک نمازِ فجر سے خاص ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے،

قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیر الوتر قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلۃ وحینئذ لاخلاف فیہ[3]۔

یعنی نمازِ فرض میں قنوت خاص اس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں،

کلام یہاں مسئلۂ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں۔

وقد تقدم عن الشرنبلالی والحلبی ونوح افندی والطحطاوی بنسبۃ الی الجمہور المشعرۃ بحصول خلاف وافاد الامام ابن الہمام فی الفتح وتبعہ الحلبی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر

پہلے شرنبلالی، حلبی، نوح آفندی اور طحطاوی سے جمہور کی نسبت گزرا جو اختلاف کی طرف مشعر ہے، امام ابن ہمام نے فتح میں اور حلبی نے ان کی اتباع میں غنیہ میں کہا کہ قنوتِ نازلہ اجتہادی معاملہ ہے اور دونوں طرف کے دلائل

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۲۸۳
[2] ردالمحتار مطلب فی قنوت النازلۃ ؍؍ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت، الفصل الاول ؍؍ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۹

marfat.com

مجتهد فیہ وذکر کلام الناظرین۔ ذکر کئے۔ (ت)

کلام اس میں ہے کہ **اولاً** ان سب عبارات میں نازلہ، بلیہ، حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ و غلبہ کفار کی تخصیص نہیں، نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو۔ اشباہ میں ہے:

قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی وفی القاموس النازلۃ الشدیدۃ انتھی وفی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر تنزل بالناس[1] انتھی	مصباح میں ہے کہ قنوت نازلہ اس وقت پڑھی جائیگی جب لوگوں پر شدید قسم کی مصیبت نازل ہو انتہی، قاموس میں ہے نازلہ کا معنی شدیدۃ انتہی، صحاح میں ہے کہ نازلہ اسے کہتے ہیں جو شدائد دہر میں لوگوں پر نازل ہوں انتہی۔ (ت)

خود مصنف "ضروری سوال" کو اقرار ہے کہ عند النازلۃ (سخت مصیبت کے وقت۔ ت) کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بایں ہمہ برخلاف اطلاقاتِ علماء اپنی طرف سے خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ "ہر ایک نازلہ نہیں" کلامِ علماء میں تصرف بیجا ہے۔

ثانیاً "میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں" کلماتِ علماء میں صاف تعمیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھئے لفظ نازلۃ یا بلیۃ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نمازِ فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحۃً ہر مصیبتِ ناس کو عام ہے "لما نصوا ان النکرۃ فی حیز الشرط تعم" (کیونکہ علماء نے تصریح کی ہے کہ نکرہ شرط کے تحت ہو تو عام ہوتا ہے۔ ت) تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلماتِ علماء کا بگاڑنا بدلنا ہے۔

ثالثاً ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراہیم بن سعد عن الزہری عن سعید و ابی مسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقنت فی صلوۃ الصبح الا ان یدعوا لقوم او علی قوم[2]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے ان کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر ان کے نقصان کی دعا فرماتے۔

فتح القدیر و غنیہ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: وھو سند صحیح[3] یہ سند صحیح ہے۔ خطیب بغدادی

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۲-۶۳

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی ر مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

[3] ر ر ر ر ر ر ر ر ۳/ ۱۸۲

marfat.com

نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی :

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لایقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم[۱]

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لئے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی ۔

کتب ثلٰثہ مذکورہ میں ہے ، ھذا سند صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق[۲] یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی ۔ امام زیلعی نصب الرایہ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے فرماتے ہیں :

قال صاحب التنقیح و سند ھذین الحدیثین صحیح و ھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلۃ[۳]۔

یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقتِ مصیبت کے ساتھ خاص ہے ۔

یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ وغلبۂ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون ' دفعِ وبا ، زوالِ قحط کے لئے دعا بھی "دعا لقوم" کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لئے دعائے نفع ہے ' تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواب ثابت ہوا ۔

فان اعتل بحمل المطلق علی المقید ، قلنا لیس ھذا محلہ فان ذکر واقعۃ عین داخلۃ فی اجمال بیان لا یحصرہ فیھا عند احد علی انہ انما ھو مسلک الشافعیۃ وانت تظھر من نفسك الاعتماد علی مذھب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامك انك ھھنا بصدد اثبات مذھبھم وصرحت فی اٰخر الرسالۃ انھا علی اصول مذھب

اگر کوئی یہ علت بیان کرے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ اس حمل کا محل ہی نہیں اگر کوئی مخصوص ایسا واقعہ ذکر کرے جو بیانِ اجمال میں داخل ہو تو اس بات کا حصر مخصوص واقعہ میں کسی کے ہاں درست نہیں ، علاوہ ازیں یہ شوافع کا مسلک ہے حالانکہ آپ مذہب حنفیہ پر اعتماد کا اظہار کررہے ہیں ، آپ کی یہ گفتگو آگاہ کررہی ہے کہ آپ احناف کا مذہب ثابت کرنے کے درپے ہیں ؛ حالانکہ آخرِ رسالہ میں آپ نے یہ تصریح کی ہے

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

[۲] " " " " " " " " " " "

[۳] نصب الرایہ لاحادیث الہدایۃ باب احادیث القنوت فی الفجر مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۲/ ۱۳۰

marfat.com

امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیھم اھ بلفظک مع ان الصحیح فی المسئلۃ الاصولۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیھا براھین لاقبل لاحد بھا فیتم الالزام ولایبقی لاحد مجال کلام۔

یہ رسالہ ہمارے امام ابوحنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ کے اور ان کے مقلدین کے اصولوں پر ہے اھ یہ تمہارے اپنے الفاظ ہیں باوجودیکہ صحیح مسئلہ اصول میں ہمارا قول ہے ہمارے ائمہ نے اس پر ایسے دلائل قائم کئے ہیں کہ کوئی ان پر قیل وقال نہیں کرسکتا، پس الزام تام ہوا اور اس کے بعد کسی کو کلام کی مجال و طاقت نہیں (ت)

رابعًا مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے:

قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلۃ التی تنزل بالمسلمین عامۃ کوباء قحط وطاعون اوخاصۃ ببعضھم کأسر العالم اوالشجاع ممن تعدی نفعہ و قول الطحاوی لم یقل بہ فیھا غیر الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المغرب بصفین اھ و نسبۃ ھذا القول الی الطحاوی علی ھذا المنوال غلط، اذ أطبق علماءنا علی جواز القنوت عند النازلۃ[1]۔

ابن حجر نے فرمایا کہ امام شافعی نے یہاں سے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس وقت تمام فرائض کی آخری رکعت میں قنوتِ نازلہ پڑھنا سنّت ہے جب عام مصیبت مسلمانوں پر مثلاً وبا قحط، طاعون نازل ہو یا خاص مصیبت بعض لوگوں پر نازل ہو مثلاً کسی عالم یا بہادر جس کے نفع کثیر ہوں، کا مقید ہوجانا، اور امام طحاوی کا یہ قول کہ نازلہ میں اس بات کا قول امام شافعی کے علاوہ کسی نے نہیں کیا یہ ان کی طرف سے غلطی ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقامِ صفین پر مغرب کے وقت قنوت پڑھی ہے اھ اور اس قول کی اس طریق پر امام طحاوی کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ ہمارے علماء شدید مصیبت کے وقت قنوت نازلہ پر متفق ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال الامام النووی القنوت مسنون

امام نووی نے فرمایا فجر کی نماز میں ہمیشہ قنوت سنت

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۷۸

marfat.com

فی صلوۃ الصبح دائما واما فی غیرھا ففیہ ثلثۃ اقوال والصحیح المشھور انہ اذا نزلت نازلۃ کعدو او قحط او وباء او عطش اوضرر ظاھر فی المسلمین ونحو ذلك قنتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ الطیبی وفیہ ان مسنونیتہ فی الصبح غیر مستفادۃ من ھذا الحدیث[1]

ہے اس کے علاوہ باقی نمازوں کے بارے میں تین اقوال ہیں، صحیح اور مشہور یہ ہے کہ جب کوئی شدید مصیبت آئے مثلاً دشمن کا حملہ، قحط، وبا، پیاس یا کوئی ضرر مسلمانوں پر غالب ہو تو تمام فرائض نمازوں میں قنوت پڑھیں ورنہ نہیں، اس کو طیبی نے ذکر کیا۔ اور اُسی میں ہے کہ اس حدیث سے نماز صبح کے اندر قنوت کی سنیت مستفاد نہیں ہوسکتی۔ (ت)

دیکھو مولٰنا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس نازلہ کے لئے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ وباء و قحط و طاعون وغیرہا سب کو شامل ہے، اور امام طیبی سے انھوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و وبا و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلّم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلافِ مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کردیا اِسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کرکے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کردینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہوچکے کہ قحط و وباء و طاعون سب اس میں داخل ہیں اسی کے لئے ہمارے علماء جوازِ قنوت کے قائل ہیں۔

خامساً کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیجئے، کلماتِ علماء سے صاف صریح تصریحیں لیجئے، اسی مرقاۃ شریف میں ہے:

قال ابن الملك وھذا یدل علی ان القنوت فی الفرض لیس فی جمیع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ من قحط وغلبۃ عدو وغیر ذلك[2]

یعنی علامہ ابن ملک نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے، جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ۔

علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ و شمنی و فتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت روا ہے نقل کرکے فرمایا:

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۷۹

[2] " " " " " " " " ۳/ ۱۸۱

marfat.com

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل[1]

یعنی ان عباراتِ علماء سے ثابت ہُوا کہ ہمارے نزدیک بلا سختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیۂ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لئے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحبِ بحر کا حوالہ دیا ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتی ہے اور شامی نے زیرِ قولِ شارح مدقق لا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ (شدید مصیبت کے بغیر قنوت نہ پڑھی جائے۔ت) فرمایا:

قال فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولاشک ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ[2]۔

صحاح میں ہے نازلہ اس مصیبت کو کہا جاتا ہے جو شدائدِ دہر میں سے ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون شدید ترین مصیبتوں میں سے ہے اشباہ (ت)

تنبیہ: ان بیانوں سے چند امر روشن ہُوئے:

اوّل یہ کہ طاعون و وبا اور ان کے مثل ہر بلیۂ عامہ کے لئے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنفِ "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گناہ محض بے معنی ہے کیا اطلاقِ احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصلِ شرعی نہیں کہ اس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے۔

دوم قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ اُن کی صاف تعمیمیں شامل جن میں خود امام اجل ابو جعفر طحاوی بھی داخل، تو اس کی بنا پر زید کا ادعا کہ "نہ اقوالِ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے، وہ ایک زائد بات ہے" صریح نافہمی ہے۔

سوم اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بیّنہ، خاتم المحققین سیدنا الجد قدس سرہ الامجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد (جیسا کہ ہمارے والد گرامی خاتم المحققین قدس سرہٗ نے اپنی مبارک کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد"

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱

marfat.com

میں بیان کیا ہے۔ت) مثلاً اس اخیر زمانۂ فتن میں طرح طرح کے نشے، قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوالِ ائمہ میں، مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام (ہر نشہ آور شَے حرام ہے۔ت) کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الحر و الحریر والخمر والمعازف[1] (وُہ ریشم، شراب اور مزامیر کو حلال سمجھیں گے۔ت) و کریمۂ من الناس من یشتری لهو الحدیث[2] (اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں۔ت) کے شمول و اطلاق میں داخل، اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے، ہمارا تمھارا قیاس مسائلِ فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے تو اس سے یہی کہنا چاہئے کہ اے ذی ہوش! یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک مطلق یا عام احادیث و کلماتِ علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وُہ حکم محیط و شامل، تو ثابت ہُوا کہ زید کا "ضروری سوال" میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا کہ "جب قنوت عند النازلہ ثابت اور جائز ہوتی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہئے" اور اس کا یہ مہمل جواب دینا کہ "ہمارا تمھارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے توابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے۔

چہارم اگر صرف یہی اطلاق و عموم احادیث و اقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لئے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب و بہتان نہیں کہہ سکتے، دوسرے دلائل کی نظر سے راجح اور ارجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سُن چکے کہ طاعون و وبا و قحط وغیرہا کے لئے قنوت کی صاف صریح تصریحیں امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جن کی جلالتِ شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور امام جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ و امام شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و علامہ عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلۂ علمائے حنفیہ و محقق فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ و مولٰنا علی محمد سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و فاضل جلیل سیّد احمد مصری طحطاوی حنفی و عالم نبیل سیّد محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اسے امام مجتہد عالم قریش سیدنا امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا تو مصنفِ "ضروری سوال" کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں وُہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطاءً ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہو جائے جنابِ الٰہی میں توبہ و استغفار جلد کرلے"، محض کذب و بہتان اور ان ائمۂ کرام و علمائے اعلام کی جناب میں گستاخی و توہینِ شان ہے، زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جنابِ الٰہی میں توبہ و استغفار کرے اگر بفرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بالاتفاق اس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ یہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا

[1] صحیح بخاری، کتاب الاشربہ، قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۷ [2] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

marfat.com

اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا، اسے کذب و بہتان کہنا اس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ وعلماء کے بھی اطلاق وعموم ونصوص سب کچھ موجود، اور اگر اسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرائیے تو اوّلا تو یہاں اس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رَد میں زَید یہ الفاظ لکھتا۔

ثانیاً اوپر واضح ہو چکا کہ عدم نقل فعل نہ زَید کو مفید نہ اس کے مخالف کو مضر، تو اس کا ذکر محض فضول و نادانی ہے بالجملہ آفتاب کی طرح واضح ہُوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتوٰی گھڑ دیا۔

بلی قد وقع ما یوھمہ فی کلام بعض ائمۃ الحدیث فی تقریر مذھب الامام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وفی کلام بعض ائمتنا فی توجیہ مذھب بعض الصحابۃ رضوان اللّٰہ تعالٰی علیھم ثم لم یعتمدہ ولاجعلہ مذھب علمائنا ولا ذکرہ فی تقریر کلامھم مع انہ قد اثر عنہ التعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر ھھنا وقع دفاقا لاحصرا وایاما کان فجعل ھذا مذھبا لنا لاسلف لزید فیہ فیما اعلم واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ہاں مذہب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تفصیل کرتے ہوئے بعض ائمہ حدیث کے کلام اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب کی توجیہ کرتے ہوئے ہمارے بعض ائمہ کے کلام میں کچھ ایسی گفتگو واقع ہوئی ہے جو ایسا وہم پیدا کرتی ہے پھر اس پر کسی نے اعتماد نہیں کیا نہ ہمارے علماء کا مذہب ہے اور نہ ہی یہ ان کے کلام میں مذکور ہے باوجودیکہ ان کی عموم پر تصریح منقول ہے لہذا ممکن ہے کہ یہاں قصر اتفاقاً واقع ہوگیا ہو اور حصر مقصود نہ ہو، جو بھی ہُوا اسے ہمارا مذہب بنا دیا گیا میرے علم کے مطابق اس میں زَید کے لئے کوئی فائدہ نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

"ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالٰی و اعرض عن الجٰھلین (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کہ جاہلوں سے رُوگردانی کیجئے۔ ت) مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری، اور یہاں مصلحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم وکم فہم ومشکوک ومتہم شخص اپنے آپ کو مفتی و مصنف بنائے ہُوئے ہے اور بعض عوام اسے عالم و قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں تو اس کے پُر جہل و نا اہل ہونے کا آشکارا کرنا اِن شاء اللہ دین عوام کو نافع اور ضلالت وجہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللّٰہ التوفیق زید کی ترکیب وبندش الفاظ و انشاد املا میں اگرچہ خطا ہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض داب محصلین نہیں

marfat.com

لہذا انھیں چھوڑ کر اُس کے باقی کثیر و بسیار اغلاط و جہالت سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے :

جہالت ۱ : حدیث مذکور ابن حبان کہ زید کے دعوٰیِ تخصیص کا صاف رَد تھی براہِ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جما دیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہیئے طاعون کے لئے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پُوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا فرد کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا۔

جہالت ۲ : قنوتِ فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے و لہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں، اس قدر پر تو کلماتِ علما متفق ہیں، ہاں محلِ نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ و بے نازلہ کسی حال میں قنوتِ فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا، اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ و بے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہُوا صرف بحالتِ نازلہ باقی رہا، نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد و صحیح مسلم و سنن نسائی و ابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے :

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شھرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ[1] زاد ابن ماجۃ فی صلٰوۃ الصبح[2] وھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع و ترک ثم ترکہ[3]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نمازِ صبح میں قنوت پڑھی، عرب کے کچھ قبیلوں پر دُعائے ہلاکت فرماتے تھے پھر چھوڑ دی۔ ابن ماجہ نے یہ اضافہ کیا کہ نمازِ صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ بخاری کے مغازی میں یہ اضافہ ہے کہ قنوت رکوع کے بعد تھی "پھر اسے ترک کر دیا" کے الفاظ کو انھوں نے ترک کر دیا۔ (ت)

اور صحاح ستّہ میں بضمنِ حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیۂ کریمہ لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون[4] (آپ کے ہاتھ میں معاملہ نہیں چاہے تو

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۷

[2] سنن ابن ماجہ باب ما جاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۹

[3] صحیح بخاری باب غزوۃ الرجیع و رعل و ذکوان " قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷-۵۸۶

[4] القرآن ۳/ ۱۲۸

marfat.com

اللہ تعالٰی ان کی توبہ قبول فرمائے یا انھیں عذاب دے کیونکہ یہ ظالم ہیں ۔ ت) ہے، یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنیٔ آیت مطلقاً ممانعت اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاعِ شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوتِ نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی، اور اگر معنیٔ آیت اُن خاص لوگوں پر دعائے ہلاکت سے ممانعت ہو کہ اُن میں بعض علمِ الٰہی میں مشرف باسلام ہونیوالے تھے اور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک اُنھیں کے بارے میں ہو نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوتِ نازلہ مشروع رہے گی، یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر[1] پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں، ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[2] میں ہے :

واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر (ھو الرازی) و نحوہ (کدینار بن عبداللہ خادم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مازال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی الغلط (لان الرازی کثیر الوھم قالہ ابوزرعۃ و دینار وقد قیل فیہ ما قیل) او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل ویکون قولہ (ای قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) ثم ترک فی الحدیث الاخر (المراد فی الصحاح) یعنی الدعا علی اولئک القوم لامطلقا اھ مختصرا مزید امنی مابین ھلالین۔

جب نسخ ثابت ہو تو اس روایت کو جسے حضرت انس سے ابوجعفر (رازی) یا اس کی مثل دیگر روایات (مثلاً دینار بن عبداللہ حضرت انس کے خادم ہیں سے مروی ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصال تک فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے) یا غلطی پر محمول کیا جائے گا (کیونکہ بقول رازی ابوزرعہ کثیر الوہم ہیں، اور دینار کے بارے میں بھی جو کچھ کہا گیا ہے وہ ہی کچھ ہے) یا طولِ قیام پر محمول کیا جائیگا کیونکہ قنوت کا اطلاق اس پر بھی ہوتا ہے یا اسے قنوتِ نازلہ پر محمول کیا جائے گا اور ان (حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا قول دوسری حدیث (جو صحاح میں موجود ہے) میں کہ پھر اسے ترک کردیا گیا یعنی قوم کے خلاف دُعا ترک کردی نہ کہ ہر دعا اھ اختصاراً اور میری طرف سے وہ اضافہ ہے جو ہلالین کے درمیان ہے (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۷
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القنوت الفصل الثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲

marfat.com

نیز کتابین مذکورین میں ہے :

فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتهدا فیه وذلك ان هذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه بطریق حماد بن ابی سلیمان و ابی حمزة القصاب عن ابراهیم عن علقمة عنه قال لم یقنت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الصبح الاشهرا ثم ترکه لم یقنت قبله ولابعده ولفظ حماد لم یرقبل ذلك ولا بعد) لم یؤثر عنه صلی الله تعالٰی علیه وسلم من قوله ان لا قنوت فی نازلة بعد هذه، بل مجرد العدم بعدها فیتجه الاجتهاد بان یظن ان ذلك انما هو لعدم وقوع نازلة بعدها تستدعی القنوت فتکون شرعیة مستمرة وهو محمل قنوت من الصحابة بعد وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم، اوان یظن رفع الشرعیة نظرا الی سبب ترکه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهو انه لما نزل قوله تعالٰی لیس لك من الامر شیئ ترك۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔ اھ بزیادة۔[1]

مصائب کے وقت قنوت پڑھنے کو باقی رکھنے کے معاملے کو اجتہادی قرار دینا واجب ہے کیونکہ یہ حدیث (یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ دو طریقوں سے مروی ہے حماد بن ابی سلیمان، ابوحمزہ قصاب نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے کہ رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک ماہ تک صبح کی نماز میں قنوت پڑھا پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا اس سے پہلے بھی آپ نے قنوت فجر میں کبھی نہ پڑھی اور نہ بعد میں۔ حماد کے الفاظ یہ ہیں کہ اس سے پہلے بھی نہ دیکھا اور نہ بعد میں اور نہ ہی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ قول منقول ہے کہ شدید مصیبت میں اس کے بعد قنوت نہیں پڑھی جائے گی بلکہ اس کے بعد محض عدم منقول ہوا لہذا اس معاملہ میں اجتہاد ہوگا بایں طور کہ غالب گمان ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی شدید مصیبت ہی نازل نہ ہُوئی جو قنوت کا تقاضا کرتی لہذا قنوت دائماً جائز ہوگی اور یہی محل ہے اس قنوت کا جو حضور علیہ السلام کے صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم سے منقول ہے یا بایں طور کہ گمان یہ ہے کہ اس کا جواز ختم ہونا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ترک کے باعث ہے سبب یہ کہ جب اللہ تعالٰی کا قول لیس لك من الامر شیئ نازل ہو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کو ترک کردیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم اھ بزیادۃ۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹

marfat.com

روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کردیا اور کچھ نہ سمجھا، خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو رَد کردے گا مسلک تو وُہ اختیار کیا کہ قنوتِ نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ وفساد و غلبۂ کفار کے لئے، ایک جگہ لکھا عندالنازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے۔ پھر لکھا" دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عندالنازلہ"۔ پھر لکھا مداومت کے طور پر منسوخ اور عندالنازلہ غیر منسوخ"۔ اور مزے سے وہی آیۂ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کرکے کہہ دیا "اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہُوا سوائے قنوت وتر کے۔" ذی ہوش سے پُوچھا جائے کہ اس حدیث سے کس چیز پر قنوت مذکور تھی، نازلہ پر اور نزولِ آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں، اگر آیت وحدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی، وہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی، یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی، ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۳: حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ دربارہ انکارِ قنوتِ فجر (جس طرح معمولِ شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وُہ بدعت ہے[1]۔

اور ترمذی وابن ماجہ نے یُوں کہ اُن کے صاحبزادے سعد ابومالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے؟ فرمایا: نئی نکالی ہُوئی ہے[2]۔

ایک ہی حدیث مضمون، ایک ہی صحابی، ایک ہی مخرج، اور مصنّف "ضروری سوال" نے اسے بلفظ اول ذکر کرکے نسائی وابن ماجہ وابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا: "ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے۔" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاحِ فقہا درکنار اصطلاحِ محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری وغفلت ہے۔

جہالت ۴: قنوت مذکورہ ائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتا کر آگے حاشیہ جمایا: "اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" (ہر نوپیدا چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ہر گمراہی دوزخ میں جائے گی۔ ت) قطع نظر اس سے کہ

---

[1] سنن النسائی — باب لعن المنافقین فی القنوت — مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور — ۱/ ۱۲۸
[2] جامع الترمذی — باب فی ترک القنوت — " امین کمپنی دہلی — ۱/ ۵۳
سنن ابن ماجہ — باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰۃ الفجر — " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۸۹

marfat.com

جملہ اولیٰ حکم بدعت نہیں حکم بہ بدعت ہے، اجتہادیاتِ ائمۂ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دیں کیسی بے باکی وجرأت ہے حاشا ائمۂ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت وفی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق وہدایت وسبیلِ جنت ہے۔

جہالت ۵ تا ۸ : حدیث عاصم بن سلیمٰن ذکر کی :

قلنا لانس بن مالك ان قوما یزعمون ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم شهرا واحدا یدعو علی احیاء من احیاء المشرکین[۱]۔

اور اس کا ترجمہ کیا " ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نمازِ فجر میں، سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینا ایک، سو بھی بددعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے "۔

اولاً محاورۂ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہاں تک کہ صحیح حدیث میں زعمِ جبریل تک واقع۔

ثانیاً کلام نامحقق یا خلافِ تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک ہوتا ہے جو اسے بلفظِ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اُسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے، زید نے زبردستی یزعمون کے معنی یہ بنالئے کہ جو قنوتِ فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اُسے شک وگمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کذبوا کا ترجمہ کیا " کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں " یہ نیو جما کر اب اس پر فائدہ جڑا اس حدیث سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ زمانۂ تابعین میں قنوت کا فقط گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا، پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہئیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہنہ جانا عقلمند سے پوچھا جائے کہ قائلانِ قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوتِ فجر یقینی ہے یا مانعانِ قنوت حنفیہ وحنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدمِ قنوت قطعی ہے مسائلِ اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کون سا فائدہ آپ نے نکالا اور اس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو۔

ثالثاً اس سب سے قطع نظر کیجئے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ حیزِ اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور وہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں سب قائلانِ قنوت اُسے اسی درج میں جانتے ہیں۔

---

[۱] مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ قصاب باب القنوت فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸۲
مسند احمد بن حنبل ۳/ ۱۶۷ مسلم شریف ۱/ ۲۳۷ بخاری شریف ۱/ ۱۳۶

marfat.com

جہالت ۹ : حدیث ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا :

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر[1] — نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوتِ فجر سے منع فرمایا۔

جس میں تین[3] راوی ضعیف و شدید الضعیف ہیں ذکر کرکے تضعیفِ رواۃ کا جواب دیا کہ" امام صاحب کی تحقیق کو وُہ مانع نہیں۔

" دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظِ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا، قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انھیں اس نہی کی خبر ہوگی انھوں نے صراحۃً تو پیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم و خلفاء کرام صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی، اے فرزند! وُہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بُو بھی نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کہ ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافاً اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہُوئی تو انھیں خبر نہ تھی ورنہ عدمِ فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں، جواب مسئلہ میں دلیل اقوی کا ترک کیوں کیا جاتا۔

جہالت ۱۰ : ایک حدیث کی سند ذکر کی : عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ترجمہ میں بھی لکھا " اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے"۔ عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا، جاہلیت میں مرا۔ اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت، اور دانستہ ہو تو سخت تر آفت۔

جہالت ۱۱ : آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ

لکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام، فانہ یقال علیہ ایضا فی الصحیح عنہ علیہ الصلٰوۃ

خود حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اور جب نسخ ثابت ہوگیا تو وہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ جو ابو جعفر سے مروی ہے یا تو اسے غلطی پر محمول کیا جائے گا یا طولِ قیام پر

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی القنوت فی صلٰوۃ الفجر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۹

marfat.com

والسلام افضل الصلٰوۃ طول القنوت ای القیام[1]۔

کیونکہ حدیث صحیح میں اس پر قنوت کا اطلاق موجود ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: نماز میں افضل ترین عمل طولِ قنوت یعنی قیام ہے۔ (ت)

قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چناں اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اُس آیت و حدیث کی تفسیر و شرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مبحوث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود و حدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن ہے کہ وہاں قنوت سے طولِ قیام مراد ہو کہ لفظِ قنوت اس معنٰی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طولِ قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو۔ مصنفِ "ضروری سوال" ایسی سلیس عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحۃً "یقال" کی طرف ناظر تھا اس سے قطع نظر کرکے مابعد سے ملایا اور "ایضا فی الصحیح" کو سند جداگانہ ٹھہرایا و لہذا لفظ "ایضا" پر نشان (ــ) کہ علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یُوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر بولا گیا ہے اوپر طول قیام کے اور بھی بیچ حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو۔" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حُسنِ ادا بھی قابلِ لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظِ قنوت آیا ہی نہیں۔

جہالت ۱۲: اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا:

والاشکال نشأ من اشتراك لفظ القنوت بین ما ذکر وبین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرھا[2]۔

یہاں اشکال قنوت کے ان معانی میں اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوا ہے یعنی مذکورہ شئ (طول قیام)، خضوع، سکوت اور دعاء وغیرہ کے درمیان لفظِ قنوت مشترک ہے۔ (ت)

یہاں ما ذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع و سکوت و دعا وغیرہا یعنی قنوت کا

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۷

[2] ایضاً

marfat.com

لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیثِ ابی جعفر میں قائلان قنوتِ فجر کو اشتباہ پیش آیا اس سے دعا سمجھ لئے حالانکہ مراد طولِ قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی بے تامل سمجھ لے، اب مصنف صاحب کا علم دیکھئے عبارت صرف "ماذکر" تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا" اور جو مشکلیں پیدا ہوتی ہیں وہ لفظ قنوت کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا"۔ گویا آپ کے نزدیک بین صرف شئے واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام ہوگیا۔

جہالت ۱۳: سوال قائم کیا"جب نسخ قنوت ثابت ہُوا تو عندالنازلہ جواز کہاں رہا" اور اس کے جواب میں لکھا" جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ یہ ہے فی فتح القدیر وتر و نوافل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستمرۃ لم تنسخ[1] الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت سختی منسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوتِ نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحۃً فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نصہ فی بیان الجہالۃ الثانیۃ (اس کے الفاظ کا تذکرہ جہالت نمبر ۲ میں ہوچکا ہے۔ ت) اسی عبارت منقولہ زید کے بعد بلافصل فرمایا تھا" وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث[2]" (محدثین کی ایک جماعت نے یہی قول کیا ہے۔ ت) کہاں ایک گروہِ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع۔

جہالت ۱۴: "جو قنوت دونوں حضرات نے نمازِ فجر میں پڑھی وُہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددُعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ، اور شک نہیں کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے:

انہ لما قنت فی صلوۃ الصبح انکر الناس علیہ فقال انما استنصرنا علی عدونا[3]۔

جب اُنھوں نے نمازِ فجر میں قنوت پڑھی تو لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا ہم نے دشمن پر مدد مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] و [2] فتح القدیر باب صلوۃ الوتر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۹

[3] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایقنت فی الفجر مطبوعہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۳۱۰

marfat.com

محررِ مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں:

قال ابراھیم (ھو النخعی) وان اھل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قنت یدعو علی معویہ حین حاربہ، واما اھل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویۃ رضی اللہ عنہ قنت یدعو علی علی رضی اللہ عنہ حین حاربہ قال محمد وبقول ابراھیم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ[1]

حضرت ابراہیم (نخعی) نے بیان فرمایا ہے کہ اہل کوفہ نے قنوت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اخذ کی ہے کیونکہ انھوں نے اس وقت قنوت پڑھی جب حضرت معاویہ سے ان کی جنگ ہوئی، اور اہل شام نے حضرت معاویہ سے قنوت اخذ کی ہے کیونکہ وہ بھی جنگ علی رضی اللہ عنہ کے وقت قنوت پڑھا کرتے تھے، امام محمد نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم کے قول پر ہمارا عمل ہے اور امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (ت)

جہالت ۱۵: "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللھم اصلح بیننا و بین قومنا فانھم اخواننا بغوا علینا (اے اللہ! ہمارے اور قوم کے درمیان صلح پیدا فرما کیونکہ وہ ہمارے بھائی ہیں انھوں نے ہمارے خلاف بغاوت کردی ہے۔ ت) امیر المومنین کی طرف سے یہ قنوت محتمل کیا امیر معٰویہ بھی معاذاللہ امیر المومنین کو باغی سمجھتے تھے یہ نرا جاہلانہ افترا ہے امیر معٰویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں نہ میں اپنے آپ کو مولیٰ علی کا ہمسر سمجھتا ہوں،

وانی لاعلم انہ افضل منی واحق بالامر ولکن لستم تعلمون ان عثمٰن قتل ظلما وانا ابن عمہ وولیہ اطلب بدمہ[2] رواہ یحیی بن سلیمن الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید عن ابی مسلم الخولانی۔

میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالےٰ وجہہ مجھ سے افضل واحق بہ امامت ہیں مگر تمھیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظلماً شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں۔ اسے امام بخاری کے استاد یحیٰی بن سلیمن الجعفی نے کتاب صفین میں سند جید کے ساتھ ابومسلم خولانی سے روایت کیا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار باب القنوت فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] کتاب صفین

marfat.com

جہالت ۱۶ : خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عندالنازلہ جائز ہُوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہئے جس طرح قلتِ باراں وسیلاب، زلزلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاص کر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمہارا قیاس بیکار ہے ان مصیبتوں کے لئے شارع علیہ السلام نے جُداجُدا طریقہ بتادیا اور اُن کا حکم بھی سنادیا چنانچہ کتب فقہ ان سے مملوہیں الخ" اس کو قیاس بتاتے کی جہالت اوپر مذکور ہوچکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا، جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لئے بدلالۃ النص قنوت ثابت اور دلالۃ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت، اب مصنف "ضروری سوال" کی مثال اس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا : لاتقل لھما اُف ماں باپ سے "ہُوں" نہ کہہ۔ جب ہُوں کہنے سے ممانعت ہے تو مارنا اس سے سخت تر ہے بدرجۂ اولیٰ منع ہے وہ کہے "ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے" قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

جہالت ۱۷ : قطع نظر اس سے قلت وکثرتِ باراں وسیلاب وزلازل وریاح وامراض مختلفہ سب کے لئے جداجدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہاں بتایا، اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے، بالفرض جداجدا طریقے ارشاد بھی ہُوئے ہوں تو سب کے لئے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا۔

جہالت ۱۸ : اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نوسوننانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پُوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے، سومیں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کرسکتا، چنانچہ

قولہ سئلت عنہ فی الطاعون سنۃ تسع وتسعین وتسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[1]	ان کا قول کہ قاہرہ میں مجھ سے طاعون کے وقت قنوت پڑھنے سے متعلق ۹۹۹ھ میں سوال کیا گیا تو میں نے جواباً کہا اس پر تصریح میرے مطالعہ میں نہیں آئی۔ (ت)

صاحبِ اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا۔ علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں :

قد توفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین	مصنف رحمہ اللہ تعالٰی کی وفات رجب ۹۷۰ھ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعا لرفع الطاعون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۲/۶۲-۲۶۱

marfat.com

من رجب سنۃ سبعین وتسعمائۃ[1] ۔ میں ہوئی (ت)

آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا رہے ہیں حقیقۃ اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ[1] یعنی ۹۶۹ھ نوسوانہتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتا رہے ہیں ۔

جہالت ۱۹ : اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کرکے پڑھے چنانچہ

یقنت للطاعون لانہ اشد[ع1] النوازل بل ذکرہ[ع2] انہ یصلی رکعتین فرادی فرادی وینوی رکعتی[ع3] لدفع الطاعون[2] ۔

قنوت پڑھے واسطے طاعون کے مقررہ وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون، پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے کا ۔

قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل[ع4] کی ہے اور اس میں بل ذکر کی ضمیر خود

ع۱ "ضروری سوال" میں یونہی لکھا اور اسی غلطی کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد النازلہ کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ (م)

ع۲ ھکذا بخطہ وصوابہ بل ذکر ۱۲ (م) یہ ان کی تحریر ہے اور درست "بل ذکر" ہے (ت)

ع۳ ھکذا بخطہ وصوابہ رکعتین (م) یہ ان کی تحریر ہے درست "رکعتین" ہے ۔ (ت)

ع۴ ظاہراً کہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اس میں انھوں نے فرمایا تھا ،

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل، بل ذکر انہ یصلی لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتا رفع الطاعون[3] ۔

اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جائے کیونکہ یہ شدید مصائب میں سے ہے بلکہ یہ ذکر کیا کہ دو رکعات الگ الگ ادا کی جائیں اور ان کی نیت طاعون کے دفع کے لیے دو رکعات کی کی جائے ۔ (ت)

یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲ (م)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ فن ثانی، کتاب الوقف مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۸

[2] " " " " " "

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر " نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

marfat.com

صاحبِ اشباہ ہی کی طرف ہے جسے آپ نے "چنانچہ" کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا اور بل ذکر کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کر دیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قنوت کا تتمہ بنا دیا کہ" قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کرکے پڑھے" اور اسی لئے اپنی طرف سے ترجمے میں" مگر" تراش لیا کہ" مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارتِ اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا، اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرما کر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جُداگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا۔

حیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل وفی السراج الوھاج قال الطحاوی لایقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت فلا باس بہ کذا فی الملتقط انتہی فان قلت ھل لہ صلوۃ قلت ھو کالخسوف لما فی منیۃ المفتی فی الخسوف والظلمۃ فی النہار واشتداد الریح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتہی ولا شك ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادی[1] اھ مختصرا

الفاظ یہ ہیں کہ غایہ میں تصریح ہے کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت اُترے تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، پس بڑی مصیبت کے وقت قنوت ہمارے نزدیک ثابت امر ہے اور بیشک طاعون بڑی مصیبتوں میں سے ہے السراج الوہاج میں ہے کہ طحاوی نے فرمایا کہ بغیر کسی مصیبت کے ہمارے نزدیک فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے اور اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو پڑھنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ ملتقط میں ہے انتہی اگر آپ پوچھیں کہ اس کے لئے نماز ہے تو میں کہتا ہوں کہ طاعون کا معاملہ خسوف کی طرح ہی ہے۔ منیۃ المفتی کے باب الخسوف میں ہے کہ سخت تاریکی، شدید طوفان، شدید بارش یا شدید ژالہ باری، شدید خوف یا مرض عام لاحق ہو جائے تو تنہا نماز ادا کریں' انتہی' اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طاعون ایسی مرض ہے جو عام لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے لہذا اس کے رفع کے لئے بھی دو رکعات تنہا ادا کرنا سنت ہوگا اھ مختصراً (ت)

۱ور ناقل نے بھی بل ذکر لکھ کر اُسے جُدا کر دیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے۔

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۶۲

marfat.com

جہالت ۲۰: اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحبِ اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا "کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں، میں حکم نہیں کر سکتا" اور عبارت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے"۔ کیوں حضرت! کیا یہ حکم نہ ہوا، واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پُورا معذور ہے، یہ سرِدست بیس جہالتیں ہیں، اور شروع کلام میں اولاً سے خامسًا اور اس کے تنبیہ میں اوّل سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے "ضروری سوال" کی بطالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں انھیں شامل کیجئے تو یہاں تک **۲۹ جہالات** شدیدہ بیان ہوئیں اب **تیسویں جہالت** سب سے بڑھ کر سفاہت ملاحظہ ہو۔ "ضروری سوال" کی ساری محنت وجانکاہی اپنے اس ادعائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ وغلبۂ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل وبہتان بے ثبوت وگناہ و بدعت وضلالت و فی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اس پر حکم تعمیل توبہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریریں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کئے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "**ف** زمانۂ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ھذہ الکیفیۃ لصلٰوۃ الطاعون (یہ نمازِ طاعون کا طریقہ ہے۔ ت) پہلے دل میں نیت کرکے زبان سے کہے نویت ان اصلی للّٰہ تعالٰی رکعتین صلٰوۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللّٰہ اکبر (میں اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے رفع طاعون کی خاطر دو رکعات ادا کرتا ہوں اس حال میں کہ میں کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔ ت) پھر دوسری رکعت کے آخر رکوع[علہ] میں جو قنوت ماثورہ[عل۲] ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے، اور اگر ایسی قنوت اس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وقنا ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے"۔ اللہ تعالٰی دلوں کے ارادے سب جانتا ہے، چلئے وہ اگلا پچھلا لکھا لکھایا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ "ضروری سوال" کی تحریر کس غرض کے لئے تھی کس بات کا دعوٰی، کا ہے سے انکار تھا، اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریقِ نار تھا خود ہی کذب وبہتان بنانے لگے ضلالت و فی النار کی ترکیبیں بنانے لگے، یارب مگر اسے اختلالِ حواس کے سوا کیا کہئے، طرفہ یہ کہ اُوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یاوبا کون سی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتا نہیں"۔ اب حکم ہوتا ہے کہ قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے"۔ اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا۔ **تصحیف اغلاط یعنی** عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ، یُوں تو زیادت ونقص وتبدیل ہر قسم کی خطا اس "ضروری سوال" میں موجود ہے یہیں

علہ یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علما مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد، آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ (م)

عل۲ تحریر زید میں یُونہی ہے جیسے کھریوں میں پنج کو پینج مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲ (م)

marfat.com

"قنا ربنا عذاب النار" کو آیت بنادیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں، من اشد النوازل سے من اڑا کر طاعون کو "اشد النازلة" کہا اور اپنے ہی پاؤں پر تیشہ مارا[1]، عبارتِ اشباہ میں سبعین کو تسعین بنایا مگر زیادہ اظہارِ علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فرخ لکھا یہ نام صحیح مسلم[2] و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہ ہوتی اللھم اشدد وطأتك علی مضر دو جگہ آیا دونوں جگہ وطائك بہمزہ بجائے تا بنایا، اور قبیلۂ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دو جگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ[3] بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا، اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے:

اللھم لاقابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولاھادی لما اضللت ولا مضل لمن ھدیت، ولا معطی لما منعت ولامانع لما اعطیت، ولامقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت[1]۔

اے اللہ! جس چیز کو تُو نے کشادہ کیا اسے کوئی سمیٹنے والا نہیں، اور جسے تُو نے بند کردیا اسے کوئی کھولنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے ہدایت دی اسے کوئی کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو تُو نے گمراہ کیا اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں، اور جو تُو نے عطا کیا اسے کوئی روکنے والا نہیں، اور جو تُو نے روک لیا اُسے کوئی عطا کرنے والا نہیں، اور جس کو تُو نے دُور کردیا اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں، جس کو تُو نے قریب کیا اُسے دُور کرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

آپ اُسے لکھتے ہیں اللھم لاقابض لما بسطت ویا باسط لما قبضت۔ اہلِ علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی، اتنا بھی نہ سمجھا کہ یُوں ہوتا تو یاقابضا لما بسطت ویا باسطا لما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمہ شبہہ مضاف ہوکر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہُوا کقولك یا طالعا جبلا و یا خیرا من زید، اور یہ جو حدیث نقل کی جس میں یہ مناجات مذکور ہُوئی

---

[1] یعنی چُوزہ ۱۲ (م) [2] یعنی نشیب ۱۲ (م) [3] یعنی چُوہا ۱۲ (م)

---

[1] مسند الامام احمد بن حنبل حدیث عبداللہ الزرقی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۴۲۴
[2] دُرِ منثور تحت آیت ولکن اللہ حبب الیکم الایمان مطبوعہ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۸۹
[3] کنز العمال غزوۂ اُحد حدیث ۳۰۰۴۷ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱/ ۴۳۳

marfat.com

علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں، یہاں تک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں: اخاف ان لایکون موضوعا میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو۔ خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کرکے مقرر رکھتے ہیں، اغلاط ترجمہ گزری جہالتوں کے بیان میں متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عربی سمجھنے اور اُس کا ٹھیک ترجمہ کرلینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم اور علی قوم کے ترجمے میں لکھا: "واسطے دُعا کرنے کے کسی قوم کے لئے یا اوپر بددعا کرنے کے کسی قوم پر" یا "سندہ صحیح" کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "عن ابی مالك سعد بن طارق الاشجعی" کا ترجمہ "روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے"۔ لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵ و ۶ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثہ اخیرہ، اور اسی قبیل سے ہے: اللھم انج الولید بن الولید و مسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ و المستضعفین من المؤمنین وغفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ[ع][1] کا ترجمہ "اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلۂ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلۂ اسلم کو سلامت رکھے اللہ ان کو یعنی شر سے اعدا کے غفار غفر اللہ لھا و اسلم سالمھا اللہ" دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یا دُعائیہ ہیں۔

ع سالمھا اللہ کا ظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی،

علیہ درج فی اشعۃ اللمعات وفی الصراح مسالمۃ مصالحۃ وفی القاموس سالما صالحا وفی تاج العروس ومنہ الحدیث اسلم سالمھا اللہ وھو من المسالمۃ و ترك الحرب وفی مجمع البحار اسلم سالمھا اللہ ھو المسالمۃ و ترك الحرب ۱۲ (م)

اسی معنی کو اشعۃ اللمعات میں بیان کیا، اور صراح میں ہے مسالمۃ، مصالحۃ کو کہتے ہیں۔ اور قاموس میں ہے سالما کا معنی صالحا ہے۔ اور تاج العروس میں ہے کہ اسی سے حدیث اسلم سالمھا اللہ ہے۔ اس کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے۔ اور مجمع البحار میں ہے اسلم سالمھا اللہ کا معنی صلح جوئی اور جنگ نہ کرنا ہے ۱۲ (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۶
عمدۃ القاری شرح بخاری " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۷/۲۶

marfat.com

اقول والاول عندی اولیٰ لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلم سالمہا اللہ وغفار غفر اللہ لہا اما و اللہ ما انا قلتہ ولکن اللہ قال[1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اقول میرے نزدیک پہلا احتمال اولیٰ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم سے اللہ تعالیٰ نے مصالحت فرمائی اور غفار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرمائی، خبردار! خدا کی قسم میں نے یہ بات خود نہیں کی لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ اس کو امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور امام احمد نے اور طبرانی نے کبیر میں اور امام حاکم نے سلمہ بن اکوع اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے خفاف ابن ایماء غفاری سے اور ابویعلیٰ موصلی نے ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مصنف "ضروری سوال" نے اپنی نادانی سے غفار و اسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید و سلمہ وعیاش وضعفائے مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دستِ کفار میں گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لئے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جُدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلوٰۃ میں بے ذکر غفار و اسلم صرف حدیثِ اول روایت فرمائی اور استسقا میں کہ اسے اس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا

حیث قال عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رفع رأسہ من الرکعۃ الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللھم انج سلمۃ بن ھشام اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر

جہاں فرمایا' ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری رکعت سے سر اٹھاتے تو یہ کہتے اے اللہ! نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو' اے اللہ! نجات دے سلمۃ بن ہشام کو' اے اللہ! نجات دے ولید بن ولید کو' اے اللہ! نجات دے مومنین میں سے ضعیفوں کو' اے اللہ! تُو اپنی سخت گرفت فرما مضر پر، اے

---

[1] صحیح مسلم باب من فضائل غفار و اسلم الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۰۶
مسند احمد بن حنبل حدیث سلمہ بن الاکوع " دار الفکر بیروت ۴/ ۴۸

marfat.com

اللهم اجعلها سنین کسنی یوسف وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لہا واسلم سالمہا اللہ تعالٰی۔

اللہ! ان پر قحط مسلط فرما جس طرح یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط ہوا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: غفار کے لئے اللہ تعالٰی نے مغفرت فرمائی ہے اور اسلم سے اللہ تعالٰی نے صلح فرمائی ہے۔ (ت)

فتح الباری و عمدۃ القاری و ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں ہے:

قولہ وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث اخر وھو عند (البخاری) بالاسناد المذکور کانہ سمعہ ھکذا فاوردہ کما سمعہ زاد العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری[2]

قولہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ یہ دوسری حدیث ہے اور یہ بخاری کے ہاں مذکورہ سند سے ہی مروی ہے، گویا انھوں نے اسی طرح سن کر شامل کرلیا۔ اور عینی نے یہ بات زیادہ لکھی کہ اس کو امام احمد نے بھی تخریج کیا جس طرح اس کو امام بخاری نے تخریج کیا۔ (ت)

ذی ہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکر ممکن **اغلاط روایت** "ضروری سوال" میں واقعہ بئر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا، خلاصۂ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے، وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا! میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہوجائیں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ستر یا چالیس جوان انصار[ع] سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کردئے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا ان

ع سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے: کان اکثرھم من الانصار واربعۃ من المہاجرین[3]
(ان میں اکثر انصار تھے اور چار مہاجرین۔ ت) (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح بخاری ابواب الاستسقاء باب دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۶
[2] عمدۃ القاری شرح بخاری ″ ″ ″ ″ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۷/ ۲۶
فتح الباری ″ ″ ″ ″ ″ ″ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۴۱۰
ارشاد الساری ″ ″ ″ ″ ″ ″ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲/ ۲۳۶
[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر بن عمرو الی بئر معونۃ مطبوعہ مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

marfat.com

پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کر دیا، یہ صحابہ بئر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وُہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوا دیا، جب وہ خط عامر بن طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا، پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ اُن صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کر لیا، قطع نظر اس سے **اوّلاً** عامر بن مالک ابو براء نے " اے حبیبِ خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا۔

ثانیاً " ہمراہ ہولیا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مُطّلب سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہبری کے لئے ہمراہ فرما دیا تھا۔

فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنذر بن عمرو الساعدی وبعث معہ المطلب السلمی لیدلھم علی الطریق، الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ المطلب[1]

طبرانی نے اس کی تخریج عبد اللہ بن لہیعہ کے طریق سے انھوں نے ابو الاسود انھوں نے عروہ سے روایت کیا، کہا کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منذر بن عمرو الساعدی کو بھیجا اور ان کے ساتھ مُطّلب اسلمی کو بھی بھیجا تاکہ ان کو راستہ بتائیں، الحدیث ۔ اس کو الاصابہ میں مطلب کے عنوان کے تحت ذکر کیا ۔ (ت)

ثالثاً فرمانِ اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا، خمیس میں ہے: وکتب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مدارج میں ہے: اکثر ایشاں انصار بودند وبعضے از مہاجران[2] (ان میں اکثر انصار تھے اور کچھ مہاجر تھے ۔ ت) نیز خمیس میں ہے:

لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المھاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر الصدیق و نافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنھم[3]

مذکور تمام قراء انصار نہ تھے بلکہ کچھ مہاجر بھی تھے، جیسا کہ عامر بن فہیرہ مولیٰ ابو بکر الصدیق اور نافع بن بدیل بن ورقاء خزاعی وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم مہاجر تھے ۔ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ الطبرانی ترجمہ عبد المطلب السلمی ۸۰۲۹ مطبوعہ دار صادر بیروت ۳/ ۴۲۵

[2] مدارج النبوۃ سریۂ بئر معونہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴۳

[3] تاریخ الخمیس سریۃ المنذر الی بئر معونۃ " موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۴۵۲

marfat.com

کتابا الی رؤساء نجد وبنی عامر[1] (اور آپ نے نجد کے رئیسوں اور بنی عامر کے نام خط لکھا۔ت) مدارج میں ہے:
مکتوبے بروسائے نجد وبنی عامر نوشت[2]۔

رابعاً حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت، انھیں قرّا نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی، اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت اُترا وہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ انھیں قرّاء کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوتِ قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے۔ صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: یتدارسون القرآن باللیل ویصلون[3] (رات کو قرآن اور نماز پڑھتے۔ت) عمدۃ القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے: سموا بہ لکثرۃ قراءتھم[4] (قراء اس لئے انھیں کہا گیا کہ کثرت سے قرآن پاک پڑھتے تھے۔ت)

خامساً عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلۂ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کردیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے۔ مواہب لدنیہ میں ہے:

استصرخ علیھم بنی عامر فلم یجیبوہ، وقالوا لن نخفر ابا براء، وقد عقد لھم عقداً وجواراً[5]۔

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنو عامر قبیلہ کو مدد کے لئے آواز دی پس انھوں نے مدد سے انکار کیا اور انھوں نے صاف کہہ دیا ہم تیرے چچا ابو براء کا معاہدہ نہیں توڑیں گے کیونکہ اس نے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کا معاہدہ کر رکھا ہے۔ (ت)

---

[1] تاریخ الخمیس	سریۃ المنذر بن عمرو الی بئر معونہ	مطبوعہ موسسۃ شعبان بیروت	۱/ ۴۵۲
[2] مدارج النبوۃ	سریہ بئر معونہ	" نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۱۴۳
[3] صحیح بخاری	کتاب الجہاد	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۴۳۱
صحیح بخاری	کتاب المغازی	" " " "	۲/ ۵۸۶
مسند احمد بن حنبل	از مسند انس رضی اللہ عنہ	" دار الفکر بیروت	۳/ ۲۳۵ و ۲۷۰
شرح الزرقانی علی المواہب	سریہ بئر معونہ	" دار المعرفۃ بیروت	۲/ ۷۵
[4] عمدۃ القاری شرح بخاری	باب العون بالمدد	" ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت	۱۴/ ۳۱۰
[5] مواہب لدنیہ	سریہ بئر معونہ	" المکتب الاسلامی بیروت	۱/ ۴۲۶

ف: صحیح بخاری میں یہ حدیث دو جگہوں پر منقول ہے اس میں یتدارسون کی جگہ یحطبون کا لفظ ہے البتہ بعینہٖ انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث شرح الزرقانی میں موجود ہے حوالہ ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

marfat.com

سیرت ابن ہشام میں ہے :

استصرخ علیھم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی مادعاھم الیہ وقالوا لن نخفر الی اخر مامر۔[1]

عامر بن طفیل نے مسلمانوں کے خلاف بنوعامر کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو انہوں نے اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم تیرے چچا کا معاہدہ نہیں توڑیں گے الخ (ت)

خمیس میں ہے :

استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لا نخفر ذمۃ ابی براء عمک الخ[2]

عامر بن طفیل نے بنوعامر کو مسلمانوں کے خلاف کارروائی کے لئے آواز دی تو انھوں نے انکار کیا اور کہا تیرے چچا ابوبراء کے ذمہ کو نہیں توڑیں گے الخ (ت)

مدارج میں ہے : تمامہ بنی عامر از جنگِ مسلمانان ابا آوردند[3] (تمام بنوعامر نے مسلمانوں سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا۔ت)

سادساً عامر بن طفیل کا حالِ فرمان اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ ان کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس کو طبرانی نے ثابت بنانی سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ت) اور عدو اللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحٰق بن ابی طلحۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ صحیح بخاری میں اسحٰق بن ابی طلحہ سے انھوں نے انس بن مالک سے روایت کیا۔ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے :

جعل یحدثھم فاومأوا الی رجل فاتاہ من خلفہ فطعنہ۔[4]

یعنی حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور ان سے باتیں فرما رہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا۔ (ت)

امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا : لم اعرف اسم الرجل الذی طعنہ[5] مجھے اُس

---

[1] سیرت ابن ہشام	سریہ بئر معونہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۸۵/۳
[2] تاریخ الخمیس	سریہ المنذر الی بئر معونہ	" موسسۃ شعبان بیروت	۴۵۲/۱
[3] مدارج النبوۃ	سریہ بئر معونہ	" نوریہ رضویہ سکھر	۱۴۴/۲
[4] صحیح بخاری	غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان الخ	" قدیمی کتب خانہ کراچی	۵۸۶/۲
[5] فتح الباری شرح البخاری	" " " "	" مصطفی البابی مصر	۳۹۱/۸

marfat.com

نیزہ مارنے والے کا نام معلوم ہوا۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے:

فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم و عامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتھی من الفتح[1]۔	طبرانی میں ثابت کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حرام بن ملحان کا قاتل مسلمان ہوگیا اور عامر بن طفیل کفر پر مرا جیسا کہ پہلے فتح الباری سے گزرا انتہی۔ (ت)

سابعًا ان سب سے قطع نظر کے بعد اُس میں ایک غلطی یہ ہے کہ "جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بگولہ ہوگیا"۔ کتب سیر میں تصریح ہے کہ اُس خبیث نے فرمانِ اقدس دیکھا تک نہیں۔ سیرتِ ابنِ اسحٰق وسیرتِ ابن ہشام و مواہب لدنیہ میں ہے: لما اتاہ لم ینظر الی الکتاب[2] (جب اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خط ملا تو اس نے خط نہ پڑھا۔ ت)

ثامنًا سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ "منذر کو زندہ قید کرلیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے، معالم التنزیل میں ہے:

قتل المنذر بن عمرو واصحابہ الا ثلثۃ نفر کانوا فی طلب ضالۃ لھم[3] الخ	منذر بن عمرو اور اس کے ساتھی شہید ہوئے صرف وہ تین بچے جو ایک گم شدہ کی تلاش میں گئے تھے الخ (ت)

مدارج میں ہے:

تمام اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو باو گفتند اگر خواہی ترا امان دہیم او امان ایشاں را قبول نہ کرد و با ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد[4]۔	تمام صحابہ شہید ہوگئے مگر منذر بن عمرو کو انھوں نے کہا اگر تُو چاہے تو ہم تجھے امن دیں مگر اس نے ان کا امن قبول نہ کیا اور ان سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوگئے۔ (ت)

سیرتین ابنائے اسحاق وہشام میں ہے:

لما رأوھم اخذوا سیوفھم ثم قاتلوھم حتی قتلوا من عند اخرھم یرحمھم اللہ	جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو کفار نے ان سے تلواریں چھین لیں اور پھر ان کو شہید کردیا مگر انہوں نے

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب	سریہ بئر معونہ	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۲/ ۷۶
[2] مواہب لدنیہ	"	" المکتب الاسلامی بیروت	۱/ ۴۲۶
تاریخ الخمیس	سریہ منذر بن عمرو الی بئر معونہ	" مؤسسۃ شعبان بیروت	۱/ ۴۵۳
[3] معالم التنزیل			
[4] مدارج النبوۃ	سریہ بئر معونہ	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	۲/ ۱۴۴

ف: معالم التنزیل میں منذر بن عمرو کا ذکر دو جگہ (ص ۱/ ۷۱ و ۴۸۴) پر نظر سے گزرا ہے وہاں یہ عبارت نہیں مل سکی البتہ تاریخ الخمیس میں معالم التنزیل کے حوالے سے بعینہٖ یہی عبارت نقل کی ہے اس لئے تاریخ الخمیس سے حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

marfat.com

الاکعب بن زید اخا بن دینار بن النجار فانھم ترکوہ وبہ رمق فارتث من بین القتلی فعاش حتی قتل یوم الخندق شہیدا یرحمہ اللہ[1]۔

کعب بن زید، دینار بن نجار کے بھائی کو زخمی حالت میں چھوڑ دیا اور لاشوں میں سے وہ زندہ رہے اور بعد میں وُہ اپنی زندگی میں جنگ خندق میں شریک ہوئے اور وہاں وہ شہید ہُوئے، رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

مواہب میں ہے: قتلوا الی اخرھم الاکعب بن زید[2] الخ (انھوں نے سب کو شہید کردیا صرف کعب بن زید زندہ بچے الخ۔ ت) خمیس میں ہے: قتلوا من عند اخرھم الاکعب بن زید[3] الخ (انھوں نے کعب بن زید کے علاوہ سب کو موقعہ پر شہید کردیا الخ۔ ت) خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی:

ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوھم فلم یبق منھم احد وانھم قالوا ربنا بلغ قومنا انا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانا رسولھم الیکم قد رضوا ورضی عنھم[4] رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تمھارے بھائی مشرکین سے مقابلہ کرتے ہُوئے شہید ہوگئے ان میں سے کوئی نہ بچا اور انھوں نے شہید ہوتے ہوئے یہ دعا کی کہ اے ہمارے رب! ہماری طرف سے ہماری قوم کو یہ پیغام پہنچادے کہ ھم اللہ تعالٰی سے راضی ہُوئے اور اللہ تعالٰی ہم سے راضی ہوا، حضور علیہ السلام نے فرمایا میں ان کا پیغام تمھیں پہنچا رہا ہُوں کہ وُہ بھی اور اللہ بھی راضی ہوا۔ اس کو حاکم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

فریب دہی عوام جہالت و اغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی "ضروری سوال" میں ضرور ہے:

فریب ۱: حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمانی ہوتی تو مصنفِ "ضروری سوال" نے اس کا ترجمہ لکھ کر معاً جوڑ لگادیا "یعنی سوا اس کے پیمبرِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اسی کے لئے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے

---

[1] سیرت ابن ہشام	سریہ بئر معونہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۲/ ۱۸۵
[2] مواہب لدنیہ	"	" المکتب الاسلامی بیروت	۱/ ۴۲۶
[3] تاریخ الخمیس	"	" مؤسستہ شعبان بیروت	۱/ ۴۵۲
[4] المستدرک علی الصحیحین	کتاب الجہاد قول الشہداء ربنا بلغ الخ	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۲/ ۱۱۱

marfat.com

باقی بے ثبوت، اس مغالطے سے جو فائدہ اٹھانا چاہا اسے یہیں ظاہر بھی کر دیا کہ" اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نمازِ فجر میں نصرت چاہیے، طاعون یا وبا کے لئے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتا سکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے غیر پر نفی قنوت ہو۔

فریب ۲: قنوتِ نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحطاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحبِ اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ" چنانچہ حاشیۂ درمختار طحطاوی و شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہو چکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لئے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذ اللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے طور نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں، ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمۂ کلام میں وہ الفاظ ملا دیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے، دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بنا کر اُس کلام سے ملا دی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کر دیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے، وُہ نقل و ترجمہ ملخصاً یہ ہے: "وغیرہ وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ

وقد قنت ابو بکر الصدیق وعمر وعلی ومعٰویۃ فالقنوت فی النازلۃ ثابت فافھم واغتنم قلت والمراد بالنازلۃ ھناک ھو الذی مذکور فی الاحادیث ولا یقاس علی غیرہ واللہ اعلم۔	ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معٰویہ نے پس قنوت بیچ وقع ہونے سختی درفتنہ اور فساد اور غلبۂ کفار اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان، اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے

حدیثوں میں، اور نہیں خیال کیا جاوے گا اوپر غیر اُس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں"۔

ترجمۂ اصل میں "فتنہ و فساد و غلبۂ کفار اشرار" لفظ بڑھا دیے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارتِ علما میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا، پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گھڑ کر عبارت سے ملا دی اور اس کا ترجمہ اردو کیا کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت اُنہی علما نے فرمایا ہے

ع‍ اس خوبیِ علم کو دیکھئے کہنا یہ مقصود ہے کہ لایقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جائیگا اور کہا یہ کہ لایقاس علی غیرہ نہ قیاس کیا جائیگا اوپر غیر اس نازلہ کے۔ (م)

marfat.com

ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اردو رسالے میں جو بات اُردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اُردو کریں اور کلامِ علما میں قلت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائیگا کہ یہ کلام بھی اُنہی کا ہے۔

فریب ۳ : اشباہ میں فرمایا تھا :

فائدہ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فاجبت بانی لم ارہ صریحا۔[1]

یعنی فائدہ طاعون دُور ہونے کی دعا میں، مجھ سے اس کا سوال ہُوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی۔

پھر غایۃ دشمنی و فتح القدیر کی وُہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے، پھر فرمایا :

فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت، ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل۔[2]

یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورۂ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج وہاج و ملتقط و کلام امام طحاوی سے ثبوت مؤکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لئے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہو سکتے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھی جانے کو فرما رہے ہیں، لاجرم علّامہ سیّد شریف طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں فرمایا :

فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل۔[3]

یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لئے قنوت پڑھے اس لئے کہ وُہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے۔

اب مصنّفِ "ضروری سوال" کی سُنئے "اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پُوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کر نہیں سکتا۔" اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گھڑا جائے گا وہ بالتخصیص صراحۃً اسی پر وارد ہو، پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ

---

[1] الاشباہ والنظائر فائدہ فی الدعاء لرفع الطاعون مطبوعہ مطبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۲۶۱

[2] " " " " " " " " ۲/ ۲۶۲

[3] حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر " نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

marfat.com

میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود، اسے کس درجہ کی تحریف وبددیانتی ومغالطہ و فریب دہی کہا چاہئے والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مخالفت توبہ نامہ خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا **اولاً** اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام وعلمائے عظام کی شان وعظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں للہ اُن کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات وعلماء اہل سورت خواہ اہل بمبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور "ضروری سوال" میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام وفقہائے کرام وسادات فخام مثل امام نووی وامام ابن حجر وامام طیبی وعلامہ ابن ملک ومحقق زین العابدین ابن نجیم ومولنٰنا علی قاری مکی وسید علامہ شامی وامثالہم کو معاذ اللہ کذب وبہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے۔

ثانیاً اُس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوتِ فجر کو کہ مذہب امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے بدعت وضلالت وفی النار بتایا ادھر قنوتِ طاعون ووبا کو کذب وبہتان ٹھہرایا، شراح حنفیہ سے قطع نظر بھی کیجئے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود، اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا۔

ثالثاً اُسی میں لکھا تھا: "جمہور علماء کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر ونیاز عرفی میں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم انہی کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آ کر اولیاء کی نذر ونیاز عرفی جو فی زماننا خاصۃً عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون پر اقتصار لیا نہ طریقۂ مصرحۂ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ "ضروری سوال" کی مخالفتیں تھیں۔

رابعاً شرائط بحث میں تو صراحۃً اس توبہ کو توڑ دیا نذر ونیاز عرفی اولیائے کرام قدست اسرارہم جو فی زماننا مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم توبہ نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور ان کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول وفروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہئے یعنی صحابہؓ وتابعینؒ

marfat.com

تبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہُوا بُوئے وہابیت پیدا ہونے کو **اولاً و ثانیاً** ضروری سوال ہی کی وُہ تقریریں کہ "یہ ارشاد فقہا کذب و بہتان ہے اور وُہ مذہب ائمہ بدعت و ضلالت و فی النار ہے" کافی تھیں۔

ثالثاً مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ "قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے" باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اس کے ساتھ اور تنگی بڑھا دی کہ صحابہ و تابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں۔

رابعاً اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وُہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا" ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ متون و شروح و فتاوٰی کسی میں ذکرِ اسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتا دیا کہ کتبِ فقہ مہمل و نا قابلِ عمل ہیں اُن کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائے گا، یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہُوا کہ "ضروری سوال" کی تحریر[۱] ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سراسر[۲] غلطیوں سے بھری ہے جو اسے[۳] صحیح و درست بتائے سخت جاہل و نافہم ہے ضروری[۴] سوال کا مصنف علمِ دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ[۵] نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمہ[۶] کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب[۷] سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ[۸] خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع و مضر میں تمیز کرتا ہے اور[۹] اس کے ساتھ کلماتِ علماء کو بدلنا، گھٹانا، بڑھانا، مغالطہ عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا[۱۰] علاوہ ہے ایسا[۱۱] بے علم و کج فہم ہرگز فتوٰئ دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتوٰی پر اعتماد ہو سکتا ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و مسند امام احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذ الناس رؤساجھالا فسئلو فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[۱]۔ — لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے ان سے مسئلے پُوچھے جائیں گے وُہ بغیر علم کے فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ بتائیں گے۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کرے گا گمراہ ہو جائے گا نیز[۱۱] اُس کے اقوال و کلمات سے یہ بھی ظاہر ہُوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشاداتِ علماء کو کذب و بہتان بتاتا اور مذہب[۱۲] اہلِ حق کو ضلالت و فی النار بتاتا اور تمام[۱۳] کتب فقہ کو مہمل و بیکار ٹھہراتا ہے اس[۱۴] نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی[۱۵] وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اس کی صحبت سے احتراز چاہئے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا

---

[۱] صحیح بخاری — کتاب العلم باب کیف یقبض العلم — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰
صحیح مسلم — باب رفع العلم وقبضہ الخ — ؍؍ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۰

marfat.com

اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سرِ نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ ممتد گزرے جس میں اس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا برخلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اُس وقت اس سے تعرض نہ کیا جائے گا مگر اس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہو سکتا کہ اس قدر سے اس کا جہل زائل ہو کر عالم نہ ہو جائے گا لاکھوں عوام سُنّی المذہب بحمد اللہ ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بد مذہبی یا گستاخی شان ائمہ وفقہاء وکتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے۔ اللہ عزوجل خذلان سے بچائے اور بطفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توفیقِ علم وعمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا وآلہٖ وصحبہ اجمعین آمین۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم واحکم کتبہ محمدٌ المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدٍ النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔

اور اللہ تعالٰی پاک وبلند زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم اتم اور زیادہ محکم ہے۔ اس کو لکھا محمد المعروف حامد رضا بریلوی نے، اللہ تعالٰی اس کو اپنے پیارے اُمی نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے معاف فرمائے۔ (ت)

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص، باقی اس میں ناجائز، ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں، مصنف "ضروری سوال" کی تحریروں سے اُس کی جہالت وبطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بننا حلال نہیں، نہ اس کے فتوے پر اعتماد جائز، مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ و مستحق عمل ہیں مسلمانوں کو ان کی پابندی چاہئے کہ باذنہ تعالٰی مضرت دینی سے محفوظ رہیں،

وباللہ العصمۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدٍ المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اللہ کی رحمت سے ہی حفاظت ہے اور اللہ تعالٰی سبحانہ زیادہ علم والا ہے۔ اس کو گنہگار بندے احمد رضا بریلوی نے لکھا اُسے حضرت محمد مصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی ہو۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹۶: از رنگون گلی نمبر ۲۵، دکان نمبر ۴۵ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر قنوت پڑھتا ہے یعنی

marfat.com

سلطان کے واسطے دُعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسے ہیں اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لا یقنت فی غیرہ[1] غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے، مگر محققین شراح نے باتباعِ امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اُس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے، اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (جیساکہ ہم نے اپنے رسالہ "النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء التقلید" میں تحقیق کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے: لا یقنت لغیرہ الا لنازلۃ[2] (صرف مصیبت میں قنوتِ نازلہ پڑھے۔ ت) غنیہ میں ہے: ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[3] (یہی ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ ت) ردالمحتار میں کلامِ امام طحاوی نقل کرکے فرمایا:

ھو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلوٰۃ الفجر دون غیرھا من الصلوٰۃ الجھریۃ والسریۃ[4]

یہ اس بات کی صراحت ہے کہ قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز کے لئے مختص ہے دوسری جہری یا سری نمازوں میں نہیں۔ (ت)

امام کو چاہئے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی میں پڑھیں، ہاں اگر امام قنوت باآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر باآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جہر بآمین نماز میں مکروہ ہے، پھر علماء کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے، اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے:

ھل المقتدی مثلہ ام لا وھل القنوت قبل الرکوع

کیا قنوتِ نازلہ پڑھنے میں مقتدی بھی امام کی طرح پڑھے یا نہیں، اور کیا قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے

---

[1] کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۱

[2] الدر المختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صلوٰۃ الوتر " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

[4] ردالمحتار باب الوتر والنوافل " مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶

marfat.com

او بعدہ لواسرہ والذی یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ما قلناہ واللہ تعالٰی اعلم[1]

اقول بل الاحق بالقبول ما قال السید الحموی لقول الفتح ولما ترجح ذٰلک خرج ما بعد الرکوع من کونہ محلا للقنوت اھ وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانہ یتابعہ اتفاقا[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

یا بعد میں، مجھے یہ تفصیل نظر نہیں آئی، مگر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی امام کی اتباع کرے لیکن جب امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو مقتدی کو چاہئے کہ وہ آمین کہے، اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، اس کے بعد مجھے شرنبلالی کا قول مراقی الفلاح میں ملا جس میں انھوں نے رکوع کے بعد کی تصریح کی ہے اور حموی نے رکوع سے قبل کو ظاہر قرار دیا لیکن زیادہ واضح یہی ہے جو میں نے کہا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

اقول ـــــ بلکہ حموی کا قول زیادہ مقبول ہو کیونکہ فتح القدیر کا قول یہ ہے کہ "جب رکوع سے قبل کو ترجیح ہے تو رکوع کے بعد قنوت کا محل نہ رہا" اھ اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ قومہ کلیۃً قنوت کی محلیت سے باہر ہے تحقیق یہی ہے، ہاں اگر کوئی ایسے امام کی اقتداء میں ہے جو رکوع کے بعد وتر میں قنوت پڑھتا ہے تو نمازی کو چاہئے کہ وہ اس امام کی اتباع کرے اس میں اتفاق ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۹۷: از کراچی گاڑی کھاتہ مولیڈینہ میمن محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا حنفی امام نمازِ فجر میں دُعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو بآوازِ بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولا یقنت فی غیرہ (غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے۔ ت) مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون و وبا وغیرہ، تو امام اجل طحاوی و امام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نمازِ فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیل بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۸: سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسم اللہ و آمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت و دیگر دعاؤں کو شافعی

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶
[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الوتر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۷۴

marifat.com

طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مثلاً کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں تھا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتداء نہ کریں۔

(۲) جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہو لیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو بدنظمی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر ہے، ائمۂ دین نے تو جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعثِ وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعدِ ختمِ نماز ہے نہ کہ عین وسطِ نماز میں، بے اطلاعِ مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعثِ فتنہ ہے نسأل اللّٰہ العفو والعافیۃ واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۹۹ از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ و نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دافع الوباسہ روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را بباعث مرتکب شدن فعل صدر وہابی و غیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔

کسی حادثہ یا طاعون کی وباء وغیرہ کے پھیلنے کے موقعہ پر حنفی امام فجر کی آخری رکعت میں دعائے قنوت مرویہ اور اس کے ساتھ چند مزید عربی الفاظ جو دافع بلاء کے لئے تین یا سات روز پڑھے تو کیا یہ فعل جمہور احناف کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص امام کے مذکور عمل کی بنا پر امام کو وہابی اور غیر مقلد کہہ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب

قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل بروہیچ علاقہ بوہابیت

حنفی محققین مثلاً امام طحاوی، امام ابن ہمام وغیرہما بڑے حضرات نے مصیبت کے نزول پر قنوتِ نازلہ کے عمل کا اثبات کیا ہے، اور اس معاملہ میں وہابیت

marfat.com

وغیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنہ زند جاہل ست تفہیم باید کرد آنجا کہ مجمع ہچو عوام باشد اقدام بایں کار نباید کرد کہ باعث تنفیر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا[1] ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قراءتہائے کہ گوش او باو آشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنۂ ایشاں نشود اگرچہ ہمہ قراءتہا یقیناً حق ست کما فی غنیۃ العلامۃ ابراھیم الحلبی وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

اور غیر مقلدیت کا کوئی دخل نہیں، جو یہ طعنہ دے وہ جاہل ہے اسے سمجھانا چاہئے، اور عوام کے مجمع میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں نفرت پیدا کرے اور غیبت بنے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگوں کے لئے نفرت کی بجائے خوشی کا سامان بنو۔ اسی لئے ائمہ کرام نے ایسی قراءت جو لوگوں میں معروف و مانوس نہیں ہے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تاکہ لوگوں میں شکوک و شبہات کا فتنہ نہ بنے اگرچہ تمام قراءات برحق ہیں، جیسا کہ علامہ ابراہیم حلبی کی غنیہ وغیرہا میں ذکر فرمایا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۱ تا ۱۱۰۳: از بمبئی ۳ مسئولہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۳ صفر ۱۳۳۹ھ

ماقولکم دام فضلکم (علمائے کرام اللہ تعالٰی تمہارے فضل و کرم کو قائم و دوام فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) نظر بر مصائب حاضرہ جنھوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانانِ عالم کو گھیر رکھا ہے بعض مفتین جہری فرض نمازوں میں بآواز بلند قنوت خوانی کا فتوٰی دیتے ہیں نموننًا فتوٰی مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنّت کے نزدیک:

(۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں؟

(۲) بعد سمع اللہ لمن حمدہ ہاتھ اٹھاکر بجہر پڑھی جائے یا کس طرح؟

(۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے؟ بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہئے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

marfat.com

وہ رکعت ثانیہ میں بعد قراءت ہاتھ اٹھاکر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۰۳ ازدھامپور محلہ موچیاں ڈاک خانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افضالہ، بعد ادائے نیازمندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھامپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام صاحب دُعا بآوازِ بلند پڑھتا ہے اور مقتدی بآوازِ بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہٗ سجدہ میں جاکر سلام پھیرتے ہیں۔ عالی جاہ! ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز؟ یا کہ کسی اصحاب نے یا کہ اماموں میں سے کسی نے پڑھی ہے؟ اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہوجاتی ہے؟ ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیئے یا نہیں؟

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے:

اوّل بعد رکوع ہمارے نزدیک محلِ قنوت ہی نہیں کما حققه المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر (جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت)

دوم امام کا جہر سے دُعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے۔

سوم یونہی مقتدیوں کا آمین بالجہر۔

چہارم قنوتِ نازلہ ہمارے یہاں صرف نمازِ فجر میں ہے اور بعض کتب میں نمازِ جہر واقع ہوا، پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کرلیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہہ ہوا وہ مذہب میں صاحبِ قول نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۴ تا ۱۱۰۵ ازکوہ کسوتی کمسریٹ روٹی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سُنا کرتا ہوں کہ:

marfat.com

(۱) اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز رواجاً پڑھی جا رہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے گا، نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام، میں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ، اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے۔

(۲) اس خادم کی نظر سے ربع اوّل مظاہر حق " جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمانِ ربّی اس کو ترک کر دیا، فصل اوّل کتاب مذکور:

وعن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله تعالیٰ عليه وسلم كان اذا اراد ان يدعو على احد او يدعو لاحد قنت بعد الركوع فربما قال اذا قال سمع الله لمن حمده ربنا لك الحمد اللهم انج الوليد وسلمة بن هشام وعياش بن ابی ربيعة اللهم اشدد وطأتك على مضر سنين كسنی يوسف يجهر بذلك وكان يقول فی بعض صلوته اللهم العن فلانا وفلانا لاحياء من العرب حتی انزل الله ليس لك من الامر شیء الاية متفق عليه وعن عاصم الاحول قال سئلت عن انس بن مالك عن القنوت فی الصلوٰة كان قبل الركوع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب کسی کے خلاف یا کسی کے حق میں دعا فرمانے کا ارادہ فرماتے تو کبھی رکوع کے بعد سمع اللہ کہہ کر یوں فرماتے: اے اللہ! ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے، اے اللہ! قبیلہ مضر کو سخت پکڑ، ان پر قحط نازل فرما جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا، اور یہ بددعا بلند آواز سے پڑھتے اور کبھی آپ کسی نماز میں یوں پڑھتے: اے اللہ! فلاں و فلاں پر لعنت فرما۔ اس سے مراد عرب کے بعض قبائل مراد ہوتے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے پیارے حبیب! یہ معاملہ آپ کے ذاتی اختیار میں نہیں ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ اور حضرت عاصم احول رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا

marfat.com

او بعده قال قبله انما قنت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بعد الرکوع شهرا انه کان بعث اناسا يقال لهم القراء فاصيبوا فقنت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بعد الرکوع شهرا يدعوا عليهم متفق عليه فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم شهرا متتابعا فی الظهر والعصر والمغرب والعشاء وصلوة الصبح اذا قال سمع الله لمن حمده من الرکعة الاخیرة يدعو علی احیاء من بنی سلیم، رعل وذکوان وعصیة ویؤمن من خلفه رواه ابوداؤد، وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قنت شهرا ثم ترکه۔ رواه ابوداؤد والنسائی۔

کہ کیا نماز میں قنوت رکوع سے پہلے تھی یا بعد میں، تو انھوں نے فرمایا پہلے تھی۔ حضور علیہ السلام نے صرف ایک ماہ رکوع کے بعد قنوت پڑھی کیونکہ آپ نے قراء کی ایک جماعت کو تعلیم کے لئے بھیجا تو ان کو راستہ میں شہید کر دیا گیا، تو اس واقعہ پر حضور علیہ السلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد قاتلین پر بد دعا فرمائی (متفق علیہ) کتاب مذکور کی دوسری فصل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ مسلسل ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھی اور جب نماز کی آخری رکعت کے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو اس وقت عرب کے قبائل بنی سلیم، رعل، ذکوان اور عصیہ پر بد دعا فرماتے اور مقتدی آمین کہتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ قنوت ایک ماہ پڑھ کر پھر چھوڑ دی، اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (ت)

چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے، مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں، امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائیگا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لئے ایسا نادر شاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ "زبردست مارے رونے نہ دے"، اور حنفیہ "قہرِ درویش برجانِ درویش" کے مصداق

marfat.com

ہو رہے ہیں۔ والسلام

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں، تنویر الابصار وغیرہ میں ہے: ولایقنت فی غیرہ[1] (غیر میں قنوت نہ کرے۔ ت) مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اس کے دفع کے لئے بھی قنوت جائز رکھی، اسی بارے میں حدیث ہے:

قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہرا علی عدۃ قبائل من الکفار[2]۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے عرب کے چند قبائل کے خلاف قنوت ایک ماہ پڑھی۔ (ت)

اس کے لئے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون و وبا یا غلبۂ کفار والعیاذ باللہ تعالٰی اس کے دفع کی دعا کی جائے گی، تحقیق یہ ہے کہ قنوت صرف نمازِ فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلوۃ الجھر فمصحف من صلوۃ الفجر (جو بعض کتب میں آیا ہے کہ جہر والی نماز تو یہ "جہر" بدل گیا ہے اصل فجر ہے۔ ت) اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قراءت قبل رکوع ہو لان مابعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح (کیونکہ رکوع کے بعد قنوت کا محل نہیں ہے جیسا کہ محقق نے اسے فتح میں ثابت کیا ہے۔ ت) اور امام و مقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنۃ الدعاء الاخفاء (کیونکہ وہ دعا ہے اور دعا کا طریقہ اخفاء ہے۔ ت) جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اُس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اُس کا جنازہ نہ اٹھائیں، یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ و رسول پر افترا۔ اور نئی شریعت دل سے گھڑنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور بحکم ظواہر احادیث خود کافر بننا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما (رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، دونوں میں سے ایک اس کو اپنے پر وارد کرے گا۔ ت) اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں، ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اُسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی[3] (اس لئے کہ حضور علیہ الصلوۃ

---

[1] کنز الدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۱

[2] شرح معانی الآثار باب القنوت فی صلوۃ الفجر وغیرہا " " " " " ۱/ ۱۲۸

[3] سنن الدار قطنی باب فی ذکر بالاذان والامامۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۲۷۳

marfat.com

والسلام نے فرمایا ہے کہ ایسے نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا۔ ت) اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت، نفسِ دُعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰۶ از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالٰی) وازانجا بغرض تحقیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں؛ خاص کر ایام وبائے طاعون میں اور اُس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخری رکعت میں قبل رکوع کے یا قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام بآوازِ بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ اللھم لک الحمد (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے۔ ت) عامہ بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ وتر ارشاد ہوا:

لایقنت فی غیرہ وکذا صرحوا ان المأموم لایتبع امامہ القانت فی الفجر وعللوہ بانہ منسوخ وانہ محدث[1]

غیر وتر میں قنوت نہ پڑھے جیسا کہ فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی اس امام کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے پیروی اس معاملہ میں نہ کریں، اور انھوں نے وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ منسوخ ہے لہذا یہ نئی چیز ہے۔ (ت)

اور محققین شراح مثل امام ابن الہمام وعلامہ سروجی وامام عینی شارحین ہدایہ وعلامہ شمنی شارح نقایہ وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ وعلامہ زین بن نجیم شارح کنز وعلامہ شرنبلالی شارح نورالایضاح وعلامہ علائی شارح تنویر وعلامہ سید حموی شارح اشباہ وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید ابوالسعود ازہری محشی کنز وعلامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہ بہ تبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابوجعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ (والعیاذ باللہ تعالٰی) صرف نمازِ فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح وتنقید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں غنیہ المستملی ومراقی الفلاح وغیرہما میں ہے:

وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور[2] اھ وقد صح

یہی ہمارا مذہب ہے اور جمہور بھی اس کے قائل ہیں اھ

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

[2] غنیۃ المستملی صلوٰۃ الوتر " سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۲۰

marfat.com

به الحديث في الصحيحين وغيرهما عن انس وابي هريرة وغيرهما رضي الله تعالٰى عنهم قالوا وهو محمل ما روى من قنوت امراء المؤمنين الصديق و الفاروق والمرتضٰى ومعٰوية وغيرهم رضوان الله تعالٰى عليهم قلت وليست المسئلة مما تجري فيه المماكسة ۔

اور اس بارے میں صحیح حدیث بخاری اور مسلم وغیرہما میں موجود ہے اور وہ حضرت انس اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے اور حضرت امیر المومنین صدیق اکبر، عمر فاروق، علی مرتضٰی اور امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کا قنوت کے بارے میں عمل اس حدیث کے مطابق تھا، میں کہتا ہوں یہ وہ مسئلہ نہیں جس میں کھچاؤ پایا جائے۔ (ت)

پھر بر تقدیر قنوت بلاشبہہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں۔

اقول وما وقع من الخلف بين ائمتنا الكرام ومشائخنا الاعلام في قنوت الوتر هل يجهر به ام يسر وهو المختار، كما في الهداية وهو الاصح، كما في المحيط والصحيح، كما في شرح الجامع الصغير لقاضي خان وهل يؤمن المأموم ام يقنت وهو الصحيح المختار، كما في المحيط والشرح المذكور وغيرهما فانما منشؤه ان لقنوت الوتر اللهم انا نستعينك الخ شبهة القراٰن على ما ذكروه فكما يجهر الامام بالقراٰن فكذا بما فيه شبهته وكما لا يقرؤ المؤتم القراٰن فكذا ما له شبهته كما قرره في الحلية والغنية والبحر وغيرها

اقول ہمارے ائمہ کرام سے متاخرین اور ہمارے مشائخ عظام نے وتر کی قنوت کے بارے بحث میں جو فرمایا کہ یہ قنوت جہر پڑھی جائے یا آہستہ، تو آہستہ پڑھنا ہی مختار ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے جیسا کہ محیط میں ہے اور یہی صحیح ہے، جیسا کہ قاضی خاں کی شرح جامع صغیر میں ہے۔ اور یہ کہ کیا مقتدی صرف آمین کہیں یا وہ بھی قنوت پڑھیں، تو ان کا قنوت پڑھنا صحیح ومختار ہے جیسا کہ محیط اور مذکور شرح وغیرہما میں ہے۔ اور اس بات کی وجہ یہ ہے کہ قنوتِ وتر جو کہ اللھم انا نستعینك الخ ہے کی قرآن سے مشابہت ہے جیسا کہ فقہاء نے بیان کیا ہے۔ لہذا جس طرح قرآن کا جہر کرتا ہے اسی طرح قرآن کے مشابہ چیز کا بھی امام جہر کرے اور جس طرح مقتدی قرآن کی قرأت نہیں کرتا اسی طرح قرآن کی مشابہت والی چیز کی بھی مقتدی قرأت نہ کرے جیسا کہ حلیہ، غنیہ، بحر وغیرہا میں تقریر کی گئی ہے

marfat.com

ولا كذلك قنوت النوازل وانما هو دعاء محض فيشترك فيه الامام والماموم ويخفيانه كسائر الادعية فانه هو المندوب اليه في الدعاء۔

جبکہ قنوت نوازل کا یہ مقام نہیں ہے وہ تو محض دعا ہے جس میں امام اور مقتدی مساوی شریک ہیں لہذا دونوں اس کو آہستہ پڑھیں گے، جس طرح تمام دعاؤں میں مستحب یہ ہے کہ آہستہ پڑھا جائے (ت)

مگر اخفاء واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو،

وقد صرحوا بانه اذا جهر سهوا بشئ من الادعية والاثنية لا يجب عليه السجود[1] كما في رد المحتار ولو وجب لوجب كما لا يخفى۔

جبکہ فقہاء نے تصریح کی ہے اگر کوئی شخص بھول کر کوئی دعا وثناء جہر سے پڑھے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور اگر قنوت نازلہ یا دعا کا اخفاء واجب ہوتا تو اس کے جہر سے سجدۂ سہو واجب ہوتا جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

پھر اگر امام جہر کرے تو بنظرِ حشمت امامت مقتدیوں کا اُس کی دُعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اُس سے جُدا اپنی اپنی متفرق دعا میں مشغول ہونے سے اولٰی ہے كما استظهره العلامة الشامي (جیسا کہ علامہ شامی نے اس کو ظاہر قرار دیا ہے۔ت) رہا یہ کہ قول لقنوت نازلہ پر اُس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد۔ مشائخ مذہب وعلمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی، علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر، علامہ شامی نے اسی کو اظہر کہا، علامہ سید حموی نے فرمایا: قبل رکوع چاہیے، علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا۔ علامہ طحطاوی نے فرمایا: مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد۔ شرح نورالایضاح میں ہے:

قال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمه الله تعالٰی انما لا یقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیة فان وقعت فتنة اوبلیة فلا باس به فعله رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ای بعد الرکوع کما تقدم[2]۔

امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک کسی مصیبت وبلاء کے نزول کے بغیر فجر کی نماز میں قنوت نازلہ نہ پڑھی جائے، اور اگر کوئی فتنہ یا بلاء واقع ہوتی ہو تو پھر کوئی حرج نہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے یعنی رکوع کے بعد پڑھے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۸۲

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب الوتر ؍؍ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۷

marfat.com

فتح اللہ المعین میں بعد نقل قول امام طحاوی ہے :

ظاهره انه لوقنت فی الفجر لبلیة انه یقنت قبل الرکوع[1]

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر نزولِ بلاء کے موقعہ پر قنوت پڑھے تو رکوع سے قبل پڑھے۔ (ت)

طحطاوی حاشیۂ مراقی میں ہے :

قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت قبل الرکوع فی الرکعة الاخیرة ویکبر له[2]

حموی نے کہا ہے کہ مناسب یہ ہے قنوت آخری رکعت کے رکوع سے قبل پڑھے اور اس کے لئے تکبیر بھی کہے۔ (ت)

قول شرنبلالی ای بعد الرکوع (یعنی بعد رکوع ۔ ت) پر لکھا : هذا یخالف ماقدمناه عن الحموی[3] (یہ حموی سے مروی کے خلاف ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے :

الذی یظهرلی ان المقتدی یتابع امامه الااذا جهرفیؤمن وانه یقنت بعدالرکوع لا قبله بدلیل ان مااستدل به الشافعی علی قنوت الفجر وفیه التصریح بالقنوت بعد الرکوع حمله علماؤنا علی القنوت للنازلة ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانه بعده واستظهر الحموی انه قبله والاظهر ماقلناه[4]

میرے نزدیک ظاہر بات یہ ہے کہ مقتدی بھی امام کی پیروی میں پڑھے لیکن اگر امام قنوت پڑھنے میں جہر کرے تو پھر مقتدی صرف آمین کہے اور قنوت رکوع کے بعد پڑھے، پہلے نہ پڑھے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس سے امام شافعی رحمہ اللہ نے فجر میں قنوت پڑھنے پر استدلال کیا ہے، اس حدیث میں بعد از رکوع کی تصریح ہے۔ اس حدیث میں بعد از رکوع قنوت کو قنوت نازلہ پر ہمارے علماء نے محمول کیا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں بعد از رکوع کی تصریح کی ہے اور حموی نے قبل از رکوع کو ظاہر قرار دیا ہے جبکہ زیادہ واضح وہ ہے جو میں نے کہا ہے۔ (ت)

---

[1] فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر ” نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۰۶

[3] ” ” ” ” ” ” ” ۲۰۷

[4] ردالمحتار مطلب فی القنوت للنازلۃ ” مصطفی البابی مصر ۱/۴۹۶

marfat.com

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

قلت قد ورد فعله قبله وبه قال الامام مالك وبعده وبه قال الامام الشافعی فمقتضی النظر التخییر وذکر الشرنبلالی انه یقنت بعد الرکوع[1]

میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل قبل از رکوع کے بارے میں مروی ہے یہ امام مالک کا قول و مسلک ہے، اور دوسری روایت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عمل بعد از رکوع مروی ہے، اور یہ امام شافعی کا قول و مسلک ہے، غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طرح کا اختیار ہے، اور شرنبلالی نے بعد از رکوع کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

اقول اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے

فلیس اختلاف المجتهدین قاضیا بالتسویة عندنا اذاکان احد القولین الیق بمذهبنا واقعد باصولنا۔

ہمارے نزدیک مجتہدین کے اختلاف کا مطلب دونوں طرح کی مساوات نہیں ہے جبکہ ہمارے مذہب اور ہمارے اصول کی ایک قول تائید کرتا ہے تو وہ راجح ہے۔ (ت)

اور فقیر کے نزدیک اقرب و انسب مختار سید علامہ حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

لما ترجح ذلك خرج ما بعد الرکوع من کونه محلا للقنوت فلذا روی عن ابی حنیفة رحمه اللہ تعالٰی انه لوسهی عن القنوت فتذکره بعد الاعتدال لایقنت[2]

جب قبل از رکوع قنوت پڑھنا ترجیح پا چکا ہے تو اب رکوع کے بعد قنوت کا محل ختم ہوگیا اسی لئے امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص قبل از رکوع قنوت پڑھنے کو بھول جائے اور رکوع سے کھڑا ہوجائے تو اب یاد آنے پر قنوت نہ پڑھے (ت)

ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع امام کرے گا اور اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا

فانه اذاکان یتابعه فی قنوت الوتر بعد الرکوع مع نص المذهب انه قبل الرکوع فهذا اولی۔

کیونکہ جب وتر کی قنوت میں مقتدی رکوع کے بعد پڑھنے میں امام کی پیروی کرسکتا ہے حالانکہ ہمارے مذہب میں قبل از رکوع قنوت پر تصریح موجود ہے تو اس قنوت نازلہ میں بطریق اولٰی امام کی پیروی کرسکتا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۸۱

[2] فتح القدیر باب صلوۃ الوتر " نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۷۴

marfat.com

فتح القدیر میں ہے :

هذا يحقق خروج القومة عن المحلية بالكلية الا اذا اقتدى بمن يقنت فى الوتر بعد الركوع فانه يتابعه اتفاقا[1] والله تعالىٰ اعلم۔

یہ بات ثابت کرتی ہے کہ قومہ قنوت کے محل سے خارج ہے مگر جب ایسے امام کی اقتداء کی ہو جو وتروں میں بعد از رکوع قنوت پڑھنے کا قائل ہو تو پھر امام کی پیروی کرے، باتفاق یہ حکم ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفعِ طاعون و وباء کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

وقتِ نزولِ نوازل وحلولِ مصائب اُن کے دفع کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھنا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اس کی مستمر غیر منسوخ۔

روى الامام البخارى والامام مسلم فى صحيحهما والحافظ النسائى فى سننه واللفظ للبخارى قال اخبرنا احمد بن يونس ثنا زائدة عن التيمى عن ابى مجلز عن انس رضى الله تعالىٰ عنه قال قنت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شهرا يدعو على رعل وذكوان[2] ولفظ المسلم من طريق المعتمر عن سليمٰن التيمى عن ابى مجلز عن انس ابن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم شهرا بعد الركوع فى صلٰوة الصبح يدعوا على رعل و ذكوان ويقول عصية عصت الله ورسوله[3] وفى صحيحه

بخاری اور مسلم نے اپنی صحیحین میں اور حافظ نسائی نے اپنی سنن میں اور بخاری کے الفاظ یہ ہیں، احمد بن یونس نے خبر دی کہ زائدہ نے تیمی اور انھوں نے ابومجلز سے اور انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قنوت پڑھتے ہوئے رعل اور ذکوان پر ایک ماہ بددعا فرمائی، اور مسلم نے معتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یہ الفاظ کہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ فجر کی نماز میں رکوع کے بعد رعل، ذکوان اور عصیہ کے خلاف قنوت کے ذریعہ بددعا فرمائی اور فرمایا عصیہ نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی اور امام مسلم کی صحیح میں بھی یہ ہے کہ محمد بن

[1] فتح القدیر   باب الصلوٰۃ   مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر   ۱/ ۳۷۴
[2] صحیح بخاری   کتاب المغازی   باب غزوۃ الرجیع الخ   " قدیمی کتب خانہ کراچی   ۲/ ۵۸۷
[3] صحیح مسلم   باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ   مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی   ۱/ ۲۳۷

marfat.com

ایضا حدثنا محمد بن مھران الرازی فذکر باسنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ حدثھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت بعد الرکعۃ فی صلٰوۃ شھرا، اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم انج الولید بن الولید، اللھم نج سلمۃ بن ھشام، اللھم نج عیاش بن ابی ربیعۃ، اللھم نج المستضعفین من المؤمنین، اللھم اشدد وطأتك علی مضر، اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف، قال ابوھریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترك الدعاء بعد، فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد ترك الدعاء لھم، قال فقیل وما تراھم قد قدموا۔[1]

مہران نے اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہنے پر قنوت پڑھی اور قنوت میں یہ پڑھا: اے اللہ! نجات دے ولید کو، اے اللہ نجات دے سلمہ بن ہشام کو، اے اللہ نجات دے عیاش بن ابی ربیعہ کو، اے اللہ نجات دے ضعیف مومنوں کو۔ اے اللہ! اپنی سخت پکڑ فرما مضر پر، اے اللہ! ان پر قحط مسلّط فرما جتنے سال یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں قحط نازل ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ نے بددعا چھوڑ دی تو میں نے دل میں کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا چھوڑ دی اور کہا کہ مجھے کہا گیا کہ وہ حفاظ آگئے تمھارا کیا خیال ہے۔ (ت)

عبدالرزاق، حاکم، دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا۔[2]

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ قنوت تاحیات پڑھتے رہے۔ (ت)

یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر بر خلاف شافعیہ کہ انھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھہراتی ہیں صریح نوازل میں وارد اُن پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دواماً قنوت پڑھی اور جب وُہ بلا دفع ہوجاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت

---

[1] صحیح مسلم باب استحباب القنوت فی جمیع الصلوات الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۳۷

[2] المصنف لعبدالرزاق باب القنوت حدیث ۴۹۶۴ " المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۱۰
سنن الدارقطنی باب صفۃ القنوت الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/۳۹

marfat.com

اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اشباہ[1] و درمختار[2] و بحرالرائق[3] و غایۃ[4] و ملتقط[5] و سراج[6] و ہاج[7] و شرح[8] نقایہ شمنی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابوجعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت، متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھہرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا۔

فی الدر المختار ولا یقنت فی غیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الجھریۃ وقیل فی الکل[1] وفی البحر الرائق فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الجھر وھو قول الثوری واحمد، وقال جمھور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا[2] وفی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فی طاعون سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ بالقاھرۃ، فاجبت بانی لم ارہ صریحا، ولکن صرح فی الغایۃ وعزاہ الشمنی الیھا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلواۃ الفجر وھو قول الثوری واحمد، وقال جمھور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا انتھی، وفی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ، وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث وحملوا علیہ حدیث ابی جعفر

درمختار میں ہے کہ غیر وتر میں صرف قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے، اور قنوت نازلہ امام جہری نماز میں پڑھے، اور بعض نے کہا تمام نمازوں میں پڑھے، اور بحرالرائق میں ہے کہ شرح نقایہ میں غایہ کے حوالہ سے ذکر کیا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور محدثین نے کہا کہ قنوتِ نازلہ تمام نمازوں میں جائز ہے، اور الاشباہ والنظائر ——— "طاعون کو ختم کرنے میں دُعا کا فائدہ" میں ہے، قاہرہ میں ۹۹۹ھ میں طاعون کے موقعہ پر مجھ سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو میں نے جواب میں کہا کہ میں نے صریح طور پر اس بارے میں نہیں دیکھا لیکن غایہ میں تصریح ہے کہ شمنی نے اس بات کو صاحبین کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو امام نمازِ فجر میں قنوت پڑھے، یہ امام احمد اور امام ثوری کا قول ہے اور جمہور اہلحدیث نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں قنوت جائز ہے انتہی، اور فتح القدیر میں ہے قنوتِ نازلہ جاری ہے منسوخ نہیں ہے اور اہل حدیث کی جماعت کا یہ قول ہے اور انھوں نے ابوجعفر کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[2] بحرالرائق شرح کنزالدقائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۴

marfat.com

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہما مازال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل، وماذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلھم ذلک بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم مسیلمۃ الکذاب وعند محاربۃ اھل الکتٰب، وکذلک قنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذلک قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما، وقنت معاویۃ فی محاربتہ رضی اللہ تعالٰی عنھما انتھی، فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشک ان طاعون من اشد النوازل، قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی، وذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی ولا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا باس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قنت شھرا فیھا یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحیان ثم ترکہ کذا فی الملتقط[1] انتھی (ملتقط)۔

مروی حدیث اسی معنی پر محمول کیا ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تاحیات قنوتِ نازلہ مصیبت پر پڑھتے رہے۔ اور خلفاء کے عمل کے بارے میں جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ عمل جاری رکھا اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسیلمہ کذاب سے صحابہ کی جنگ اور اہل کتاب سے جنگ میں قنوت پڑھی، اسی طرح عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قنوت پڑھی اور ایسے ہی علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران پڑھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جنگوں کے دوران قنوت پڑھی انتہی پس قنوتِ نازلہ ہمارے ہاں مصیبت کو ختم کرنے کے لئے دعا کے طور پر ثابت ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ طاعون بھی بڑی مصیبت ہے، اور مصباح میں فرمایا کہ نازلہ، لوگوں پر شدید مصیبت کے نزول کو کہتے ہیں انتہی، اور سراج الوہاج میں ذکر ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ نزولِ مصیبت کے بغیر نمازِ فجر میں قنوت نہ پڑھی جائے لیکن اگر مصیبت نازل ہو تو ہمارے نزدیک قنوت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ماہ قنوت پڑھی اور اس میں رعل، ذکوان اور بنو لحیان پر بددعا فرمائی اور پھر آپ نے ترک کر دی۔ ملتقط میں اسی طرح ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر الفن الثالث فائدۃ فی الدعاء لرفع الطاعون ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۶۱ و ۲۶۲

marfat.com

یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ وحنفیہ دربارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے، نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہ طاعون ووبا اشد نوازل سے ہیں اور ان کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ (جیسا کہ اشباہ سے گزرا۔ ت) پس اگر امام، دفع طاعون ووبا کے لئے نمازِ فجر میں قنوت پڑھے تو اس کے جواز ومشروعیت میں کوئی شبہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰۷

۸ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وُہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں،

فی الدر اما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط[1] اھ فی رد المحتار لانہ اٰخر صلوٰتہ ومایقضیہ اولہا حکما فی حق القراءۃ وما اشبہھا واذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لایکرر لان تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ[2] اھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

دُر میں ہے کہ مسبوق (جس کی کوئی رکعت جماعت سے رہ جائے) صرف امام کے ساتھ قنوت پڑھے اھ۔ ردالمحتار میں ہے کیونکہ امام کے ساتھ اس کی نماز کا آخری حصہ ہے اور جس کو قضا کر رہا ہے وہ قراءۃ وغیرہ کے اعتبار سے حکماً نماز کا اوّل ہے، اور جب قنوت امام کے ساتھ اپنے محل میں ادا ہوچکی ہے تو اس کا تکرار نہ کیا جائے کیونکہ اس کا تکرار جائز نہیں، شرح منیہ اھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۰۸

از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

دو سہ مردم در آں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خوانندہ ملحق جماعتِ تراویح شوند وباز وتر

دو تین آدمی مسجد میں آئے تو امام نمازِ تراویح میں مصروف تھا، کیا یہ آنے والے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے جماعت کرائیں یا علیحدہ علیحدہ پڑھیں اور اس کے بعد

---

[1] درمختار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۹۴

[2] ردالمحتار | " " " | " مصطفی البابی بمصر | ۱/ ۴۹۶

marfat.com

را ہمراہِ امام بخوانند یا تنہا چرا کہ امام را بجماعت فرض نیافتہ ، بینوا توجروا

تراویح کی جماعت میں شامل ہوں ، اور کیا یہ لوگ وتر امام کے ساتھ جماعت سے ادا کریں یا اس امام کی جماعت کے ساتھ فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے وتر علیحدہ پڑھیں ؟ بیان کرو اجر پاؤ ۔ (ت)

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعة انما یمنع اقامة جماعة اخری فی زمانها و مکانها اذا کانت الاولی داعیة لکل من یأتی الی الدخول فی نفسها وجماعة التراویح لا تدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیها فان الصحیح المعتمد بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی فرض العشاء اولا ثم یتابعه[1] پس آنانکہ از پس رسیدند چوں شرعاً مامورند باداے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چوں امام در تراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول از وکہ مبدل ہیأت وبر مذہب صحیح ومفتی بہ نافی کراہت ست کما نص علیہ فی مواضع من رد المحتار اینجا خود حاصل ست پس بر مذہب صحیح ایناں را ہیچ مانع از اقامت جماعت نیست آرے ہر قدر کہ توانند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تا ہم خویشتن از التباس افعال واشتغال بال ایمن باشند وہم بر اہل تراویح

تراویح کی جماعت، فرض کی جماعت کے لئے مانع نہیں ہے کیونکہ دوسری جماعت کے لئے وہ موجودہ جماعت مانع ہوتی ہے جو کہ تمام آنے والوں کے لئے یہ پہلی موجودہ جماعت اپنے اندر داخل ہونے کی داعی ہو، جبکہ بعد میں آنے والے ان لوگوں کو جنھوں نے فرض نماز نہیں پڑھی، کے لئے یہ موجودہ جماعتِ تراویح داعی نہیں ہے کہ اس میں شامل ہوں، کیونکہ فرض ادا کرنے سے قبل تراویح کا پڑھنا صحیح مذہب میں باطل ہے، اسی بناء پر جامع الرموز میں کہا ہے کہ جب کوئی ایک شخص جماعتِ تراویح ہوتے وقت آئے تو اس کو پہلے عشا کے فرض پڑھنے ہوں گے اور اس کے بعد تراویح کی جماعت میں شریک ہو، پس بعد میں آنے والے لوگ جب اس بات کے پابند ہیں کہ وہ پہلے فرض ادا کریں اور بعد میں تراویح پڑھیں تو شرعاً ان کو فرض کی ادائیگی جماعت کرانے میں کیا مانع ہے خصوصاً جبکہ امام تراویح پڑھاتے ہوئے محراب میں ہے تو بعد میں آنے والے اپنی جماعت کو محراب سے ہٹ کر کرائیں گے جس سے پہلی جماعت کی ہیئت تبدیل ہو جائے گی اور دوسری جماعت کی کراہت ختم ہو جائیگی جیسا کہ ردالمحتار

---

[1] جامع الرموز الوتر والنوافل مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۱۴

marfat.com

خصوصاً امام تالی قرآن تلبیس نمایند هذا کله مما لا یخفی علی من له ممارس بالفقه باز آنکس کہ فرض بجماعت گزاردہ است خواہ خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر بایں امام اقتدا کند آرے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در ردالمحتار فرمود لوصلاھا (یعنی صلٰوۃ العشاء) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ تأمل[1] و من فقیر ایں مسئلہ را در فتاوٰی خودم ہرچہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالٰی اعلم

کی تصریح کے مطابق صحیح اور مفتی بہ مذہب یہی ہے جب کراہت کی وجہ خود بخود ختم ہوگئی تو ان لوگوں کی جماعت کے لئے کوئی بھی مانع نہ رہا، ہاں ممکن حد تک ان کو چاہئے کہ تراویح کی جماعت سے دُور اپنی جماعت کریں تاکہ آپس میں قرأت اور افعال میں اشتباہ نہ پیدا ہو اور اطمینان قلبی سے نماز ادا ہوسکے، نیز تراویح کے امام جو کہ تلاوت میں مصروف ہے کو اشتباہ سے بچایا جاسکے۔ فقہ سے مس رکھنے والے کو یہ تمام معاملہ معلوم ہے، اور پھر جو شخص عشاء کے فرض جماعت سے ادا کرچکا ہو خواہ اپنی جماعت کرائی ہو یا کسی اور امام یا اس تراویح والے کے ساتھ جماعت میں شامل ہوا ہو اس کو تراویح اور وتر کی جماعت میں شریک ہونا جائز ہے، ہاں جس نے فرض بغیر جماعت اکیلے پڑھے ہوں اس کو وتر اکیلے پڑھنے چاہئیں۔ علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا کہ اگر کسی نے عشاء کی نماز کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت سے ادا کی ہو تو وہ بلاکراہت اس امام کے ساتھ وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے غور کیجئے، جبکہ اس فقیر نے اس مسئلہ کو ہمہ پہلو تفصیل کے ساتھ اپنے فتاوٰی میں بیان کردیا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۰۹: از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

بقلم خجستہ رقم عبارت فتاوٰی صاحب چنیں ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجماعت گزاردہ است خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر اقتدا بکند آرے ہر کہ فرض بہ تنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود بدیں طور علامہ شامی در ردالمحتار فرمودہ است فقط صاحبہا

آپ کے مبارک قلم سے فتوٰی یُوں جاری ہُوا ہے کہ جو شخص عشاء کی نماز یعنی فرض جماعت سے پڑھ چکا ہے خواہ خود امام بنا یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھ چکا ہو اس کو اس امام کے ساتھ باجماعت وتر پڑھنے کا اختیار ہے، ہاں جو شخص اکیلے فرض ادا کرے اس کو وتر بھی اکیلے پڑھنے چاہئیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

marfat.com

درفوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروزپوری کہ فیروزپورہ از توابع ملک میوات ست وایں کتاب درعلم فقہ معتبرست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض درجۂ واجب ست پس بسبب سنت جماعت واجب راترک نماید وسنت راادا سازد کے روا بود بل لازم و واجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقیماندہ اداکند اگرچہ بجماعت فرض بشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ و درشامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ و در طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ و دردرالمختار وتزکیۃ القیام مصنفہ مولٰنا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر راضرور بجماعت ادا سازد لابدست پس بعدم جماعت فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست ست یا قطعی حکم ممانعت ست مطلع فرمایند وایں گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفتہ است معاف فرمایند و بخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

علامہ شامی نے ردمحتار میں یونہی بیان کیا ہے فقط حالانکہ فوائد الاعمال جوکہ قاضی محمد تقی فیروزپوری کی تصنیف ہے اور فیروزپور میوات کے علاقہ سے تعلق رکھتا ہے، اور یہ کتاب علم فقہ میں معتبر ہے، اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ فرض کے بعد واجب کا درجہ ہے لہٰذا سنتِ جماعت کی وجہ سے واجب کو یعنی وتر کو ترک کرنا اور سنت یعنی تراویح کو ادا کرنا کب جائز ہوسکتا ہے اس لئے لازم ہے کہ وتر با جماعت ادا کرکے باقی تراویح کو بعد میں پڑھے اگرچہ اس نے فرض اکیلے ہی پڑھے ہوں، یہی حکم کتبِ فقہ میں ہے اور شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶، اور طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷، اور درمختار اور تزکیۃ القیام مصنفہ مولانا عبدالحق محدث دہلوی' میں لکھا ہے کہ اگرچہ فرض جماعت سے ادا نہ کئے ہوں تب بھی ضروری ہے کہ وتر جماعت سے ادا کرلے۔ اب سوال یہ ہے کہ فرض باجماعت ادا نہ کئے ہوں تب بھی وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہیں یا جائز نہ ہونے کا قطعی حکم ہے، مطلع فرمائیں، اس فقیر سے اگر گستاخی ہُوئی ہو تو معاف فرمائیں اور طوالت کے ڈر سے اصل عبارت موقوف کردی ہے (ت)

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب، مہربانا حکمِ مسئلہ ہماں ست کہ فقیر نوشت وانچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری و لابدی ست در سہ پیشین اعنی حاشیۂ شامی وطحطاوی و درمختار زنہار ازیں معنی نشانے نیست و

اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما۔ میرے مہربان اس مسئلہ کا حکم وہی جو اس فقیر نے لکھا ہے' اور انھوں نے جن چار کتابوں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وتر کو جماعت سے پڑھنا مطلقاً ضروری ہے ان میں سے پہلی تین یعنی شامی، طحطاوی اور درمختار میں قطعاً اس مفہوم کا کوئی نشان تک نہیں ہے اور

marfat.com

تزکیۃ القیام را فقیر گاہے ندیدہ بلکہ نامش نشنیدہ ام اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ ایں حکم دروہرگز نباشد وچساں گمان بردہ آید کہ عالمے معتمد ہمچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند برخلاف اجماع رقم زند ضروری و لابدی بودنش درکنار علمارا اختلاف ست کہ افضل در وتر جماعت ست یا بخانۂ خویش تنہا گزاردن ائمۂ افتا ہردو قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در مختار ہمیں قول اخیر یعنی افضلیت انفراد را مذہب قرار داد و شیخ محقق در ماثبت بالسنۃ ہموں را مختار گفت و آنانکہ افضلیت جماعت را مرجح داشتند سپید نگاشتند کہ جماعت در وتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل تر ست و در بحر الرائق وغیرہ ہمیں بہ لفظ استحباب تعبیر رفت۔ اینک عبارت در مختار ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ ما یقتضی ان المذھب الثانی و اقرہ المصنف وغیرہ[۱] شیخ فرماید اختلفوا فی الافضل فقال بعضھم

تزکیۃ القیام نام کی کتاب اس فقیر نے نہ دیکھی نہ سنی، اگر واقعی یہ کتاب شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ہے تو پھر مجھے یقین ہے کہ اس کتاب میں یہ حکم ہرگز نہ ہوگا حضرت شیخ جیسے قابل اعتماد عالم کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے ایسی بے سند بات اور خلافِ اجماع تحریر کر دی ہے چہ جائیکہ انھوں نے ضروری اور لابدی قرار دیا ہو۔ علماء میں تو یہ اختلاف ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھنا افضل ہے یا تنہا گھر میں، جبکہ ائمۂ کرام نے دونوں باتوں کو صحیح قرار دیا ہے، اور پھر تماشا یہ ہے کہ در مختار میں دوسرے قول یعنی گھر میں اکیلے پڑھنے کو احناف کا مسلک قرار دیا ہے اور شیخ محقق نے بھی اپنی کتاب ماثبت بالسنۃ میں اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور وہ لوگ جو وتر کو جماعت سے پڑھنے کو افضل کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی وتر با جماعت، سنت سے زیادہ نہیں بلکہ یہ سنت ان کے ہاں تراویح کے سنت سے کم درجہ ہے، اور بحر الرائق میں تو اس کو استحباب سے تعبیر کیا ہے۔ در مختار کی عبارت یہ ہے کیا وتر کی جماعت افضل ہے یا گھر میں پڑھنا، دونوں کی تصحیح موجود ہے۔ لیکن وہبانیہ کے شارح نے جو نقل کیا اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ دوسرا قول مذہب و مسلک ہے اسی کو مصنف وغیرہ نے ثابت کیا ہے، اور شیخ عبد الحق نے یوں فرمایا ہے علماء نے وتر کے بارے میں اختلاف

---

[۱] در مختار باب الوتر و النوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹

marfat.com

الافضل الجماعة وقال الآخرون
الافضل ان یوتر فی منزله منفردا
وھو المختار[۱] ۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی
فرمود رجح الکمال الجماعة فی شرح
المنیة والصحیح ان الجماعة فیھا
افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیة
جماعة التراویح اھ ملخصا[۲] ۔ علامہ
طحطاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر
بھا ای بالجماعة "تحریر نمود" ای استحبابا
کما فی البحر وظاھر ما سیاتی له انھا
فیه سنة کالتراویح[۳] پس روشن شد
کہ نسبت کلام مذکور بایں علما غلط بودہ است
واگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر
نمودہ آید تاہم نسبت بعلامۂ شامی نسبت
بمخالف ست زیرا کہ او رحمہ اللہ تعالٰی تصریح
فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود در
وتر ہم اقتدا نکند از علامہ شمس قہستانی آورد
واذالم یصل الفرض معه لایتبعه
فی الوتر[۴] باز خود گفت
ینبغی ان یکون قول القہستانی

کیا کہ افضل جماعت ہے یا افضل یہ ہے کہ گھر میں
اکیلے پڑھے، اور یہ دوسرا قول ترجیح یافتہ ہے۔ علامہ
شامی نے فرمایا ہے کہ کمال نے جماعت والے قول
کو ترجیح دی ہے۔ اور منیہ کی شرح میں ہے کہ صحیح یہ
ہے کہ جماعت افضل ہے، لیکن وتر کی جماعت سنت،
تراویح کی جماعت کی سنت کی طرح نہیں ہے اھ ملخصاً
اور علامہ طحطاوی نے ماتن کے اس قول کہ "رمضان
میں وتر جماعت سے پڑھے" کے بعد لکھا ہے کہ یہ
استحباب ہے جیسا کہ بحر میں ہے اور ظاہر یہ ہے
کہ جو ان سے آگے آئیگا کہ رمضان میں وتر کی جماعت
سنت ہے جیسے تراویح سنت ہے۔ پس معلوم ہوا
کہ مذکورہ بات ان علما کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے
اور لابدی اور ضروری حکم سے قطع نظر بھی علامہ شامی
کی طرف اس بات کو منسوب کرنا ایک مخالف
چیز کو منسوب کرنا ہے کیونکہ انھوں نے تصریح کی ہے
کہ اگر فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی
جماعت سے نہ پڑھے، اور علامہ قہستانی کے حوالہ سے
انھوں نے کہا ہے کہ جب فرض امام کی اقتدا میں
نہ پڑھے ہوں تو وتر میں اس کی اقتدا نہ کرے،
اور علامہ نے خود فرمایا کہ علامہ قہستانی کا یہ کہنا کہ

۱؎ ماثبت بالسنة — الفصل السابع — ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور — ص ۳۰۲
۲؎ ردالمحتار — باب الوتر والنوافل — ؍؍ مصطفی البابی مصر — ۱/۵۲۵
۳؎ حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار — باب الوتر والنوافل — مطبوعہ دارالمعرفة بیروت — ۱/۲۹۷
۴؎ ردالمحتار — آخر باب الوتر والنوافل — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۵۲۴

marfat.com

معہ احترازعن صلوتہا منفردا امالو صلاھا جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ تامل[1] اھ و در درمختار ایں مسئلہ را اصلاً ذکرے نیست۔ مصنف و شارح اعظم اللہ تعالٰی اجورھما و افاض علینا نورھما ہمیں نوشتہ اند کہ ہر کہ تراویح منفرد بود در جماعت وتر داخل می تواند شد حیث قالا لولم یصلھا ای التراویح بالامام او صلاھا مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ[2] ایں مسئلہ را با مسئلہ ما چہ علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح وضرور نیست کہ ہر کہ تراویح تنہا گزاردہ است در فرض نیز منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالٰی سوالے آوردہ است کہ اگر ہمہ ہا جماعت تراویح را ترک کردہ باشد آیا ایشاں را می رسد کہ وتر بجماعت گزارند اینجا ہیچ حکمے نمود و امر بمراجعت کتب فرمود حیث قال بقی لو ترکہا الکل ھل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع[3] آرے

"اس امام کے پیچھے فرض نہ پڑھے ہوں" کا مطلب یہ ہے اکیلے پڑھے ہوں، لیکن اگر اس نے فرض کسی دوسرے امام کی اقتداء میں پڑھے ہوں تو پھر وتر میں امام کے ساتھ جماعت میں پڑھنے میں کوئی کراہت نہیں ہے" غور کرو۔ اور درمختار میں اس مسئلہ کا بالکل ذکر نہیں ہے مصنف اور شارح (اللہ تعالٰی ان کے اجر کو عظیم فرمائے اور ان کے نور کا ہم پر فیضان فرمائے) دونوں نے لکھا ہے کہ کسی نے صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہوسکتا ہے۔ انھوں نے یوں فرمایا اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو اس کو اس امام کے ساتھ وتر پڑھنا جائز ہیں لیکن اس مسئلہ کا ہمارے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ ہمارا مسئلہ تو اکیلے فرض پڑھنے والے کے بارے میں ہے نہ کہ اکیلے تراویح پڑھنے کے بارے میں ہے، کیونکہ تراویح اکیلے پڑھنے کو یہ لازم نہیں کہ فرض بھی اکیلے پڑھے ہوں۔ اس کے بعد شارح نے خود سوال اٹھایا کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح باجماعت نہ پڑھی ہوں تو ان کو یہ جائز ہوگا کہ وہ وتر باجماعت ادا کریں۔ شارح نے یہ سوال بیان کرکے کوئی جواب نہ دیا بلکہ یہ کہا اس بارے میں کتب کو دیکھا جائے، انھوں نے اس کو یوں بیان فرمایا "یہ بات باقی ہے کہ اگر تمام حاضرین نے تراویح کی

---

[1] ردالمحتار آخر باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

[2] و [3] درمختار " " " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

marfat.com

علامہ حلبی محشی در جواب این سوال از رائے وفہم خود
چناں بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باشد
تاہم مقتضائے تعلیل آن ست کہ جماعت وتر روا باشد
زیرا کہ او نماز مستقل بنفسہ است وھذا
نصہ علی ما نقل العلامۃ الطحطاوی
قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی
المسئلۃ السابقۃ بقولھم لانھا
تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی ھذہ
الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح
ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ
تعالٰی[1] این جانیز چنانکہ دیدی کلام در
منفرد فی الفرض نیست نعم ربما یوھم
قولہ ولا للعشاء جواز جماعۃ
الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض
اصلا لکنہ کما علمت خلاف
المنقول وما کان لبحث
ان یقبل علی خلاف
المنصوص لاسیما وھو غیر مستقیم
فی نفسہ اذ لیس قضیۃ
التعلیل ما مر کما افاد
العلامۃ الشامی واجاد
حیث قال قولہ بقی الخ الذی
یظھر ان جماعۃ الوتر

جماعت کو ترک کیا ہو تو وہ وتر جماعت سے پڑھ سکتے
ہیں تو اس مسئلہ میں کتب کو دیکھا جائے، ہاں علامہ
حلبی محشی نے از خود اس سوال کے جواب میں اپنی رائے
اور فہم سے یہ بحث کی ہے کہ اگرچہ تراویح کی جماعت
متروک ہوگئی مگر اب وتر کی جماعت کو ترک نہ کریں، اس
کی وجہ یہ ہے کہ وتر ایک مستقل علیحدہ نماز ہے، اور ان
کا بیان یہ ہے جیسا کہ علامہ طحطاوی نے ان کا بیان نقل
کیا ہے "کتب کی طرف رجوع کرو" یہ اس علت کا قرینہ
ہے جو انہوں نے سابقہ مسئلہ میں بیان کی ہے کہ تراویح
تابع ہیں اس لئے اس کو جائز ہے کہ وہ وتر باجماعت
پڑھے، کیونکہ وتر نہ تو تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی
عشاء کے۔ امام صاحب کے قول میں رحمہ اللہ تعالٰی،
آپ نے ملاحظہ کیا کہ یہاں بھی فرض اکیلے پڑھنے والے
کے بارے میں بات نہیں ہے۔ ہاں اس کا قول
"عشاء کے بھی تابع نہیں" وہم پیدا کرتا ہے کہ وتر کی
جماعت جائز ہے اگرچہ سب حضرات نے فرض کی جماعت
کو ترک کر دیا ہو، لیکن آپ کو معلوم ہے کہ یہ بات نقل
کے خلاف ہے اور منقول کے خلاف کوئی بحث
قابلِ قبول نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ وہ بحث خود بھی
درست نہ ہو، کیونکہ علّت والا معاملہ وہ نہیں جو بیان
ہوا، جیسا کہ علامہ شامی نے خوب بیان فرمایا جہاں
انھوں نے یہ کہا "یہ بات باقی ہے الخ" ان کا یہ
سوال اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ وتر کی جماعت

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۹۷

marfat.com

تبع لجماعة التراويح وان كان
الوتر نفسه اصلا في ذاته
لان سنة الجماعة في الوتر
انما عرفت بالاثر تابعة للتراويح
على انهم اختلفوا في افضلية
صلاتها بالجماعة بعد التراويح
كما يأتي اھ[1] ومن فقیر در فتوی عربیہ
کہ بجواب سوال مولوی محمد عبد اللہ صاحب
پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم شہر ربیع الآخر
۱۳۰۶ ہجریہ نوشتہ ام ایں مقام را باقصائے
مراتب تنقیح وتوضیح رسانده ام وباللہ التوفیق
سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال مہربانا معتبر
بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے و معتبر
بودنش فی نفسہ چیزے دیگر ست، باز اعتبار
کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ درو مذکور
ست مختار و منصور ست، زنہار در کتب اجلہ
ائمہ ہیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال
نقد و تنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احداث
ہند چہ رسد، مؤلف اگر ایں مسئلہ
را از پیش خود گفتہ است بجوئے نیرزد ورنہ
برو لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لااقل
نام کتاب بردے، تنہا گفتنش کہ ہمیں
ست حکم کتب الفقہ، چگونہ قبول افتد

تراویح کی جماعت کے تابع ہے اگرچہ وتر فی نفسہ مستقل
نماز ہے، کیونکہ وتر کی جماعت کا سنت ہونا یہ نقل
سے ثابت ہے کہ یہ تراویح کے تابع ہے یہ علیحدہ
بات ہے کہ علماء نے تراویح کے بعد وتر باجماعت
پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف کیا ہے، جیسا کہ
آئندہ آرہا ہے اھ اور مجھ فقیر نے عربی فتوی جو کہ
مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی ہزاری کے سوال
کے جواب میں بتاریخ ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ لکھا ہے
اس میں اس مقام پر خوب اعلیٰ تنقیح و توضیح سے کام
لیا ہے وباللہ التوفیق، فوائد الاعمال کے متعلق بات کرنا
باقی ہے، میرے مہربان، کسی کتاب کا معتقدین کے
ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی
اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب
کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ
موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں
ہے کیونکہ بڑے بڑے ائمہ کرام کی کتابوں میں سے
کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات
قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں، تو ہم نئے لوگوں کی
کتابوں کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ
ان میں سب کچھ درست ہے۔ فوائد الاعمال کے
مصنف نے اگر یہ مسئلہ خود اپنی طرف سے کہہ دیا
تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے ورنہ ان پر لازم
تھا کہ وہ کسی ایک کتاب کا ہی حوالہ ذکر کر دیتے اور

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۴

marfat.com

حالانکہ در کتبِ فقہ ہمچو منیۃ الفقہاء و غنیہ و شرح
نقایہ و رد المحتار تنصیص بخلافش می یابیم
باز اگر بر خاطر احباب گراں نیاید سخن
از نقد کلامش رانم و بر ہمگناں واضح و لائح
گردانم کہ ایں کلام چہ قدر از پایۂ فقاہت
دور و مہجور افتادہ است **اوّلاً** باید دانست
کہ علماء را در وقت تراویح دو قول مذیل بطراز
تصحیح ست یکے آنکہ وقتش مابین عشاء و وتر ست
تا آنکہ بعد وتر روا نبود چنانکہ پیش از فرض روا
نیست صححہ فی الخلاصۃ ورجحہ
فی غایۃ البیان بانہ
الماثور المتوارث[1] اھ ش عن
البحر دوم آنکہ بعد عشاء تا طلوع
فجر و ہمیں ست ارجح التصحیحین
عزاہ فی الکافی الی الجمہور
وصححہ فی الہدایۃ و
الخانیۃ والمحیط[2] اھ ش عن
الزین بر مذہب اول ہر کرا
چیزے از تراویح باقی ماند و امام بوتر برخاست
حکم ہمین ست کہ بہ بقیہ تراویح
اشتغال نماید و بجماعت وتر درنیاید
زیرا کہ نزد ایشاں پس از وتر وقت تراویح

صرف یہ کہہ دینا کہ کتبِ فقہ کا یہ حکم ہے، کیسے قابلِ قبول
ہوسکتا ہے حالانکہ کتبِ فقہ مثلاً منیۃ الفقہاء، غنیہ،
شرح النقایہ اور ردالمحتار میں ہم اس کا خلاف
پاتے ہیں پھر اگر دوستوں پر گراں نہ گزرے تو ہم اس کا
تنقیدی جائزہ پیش کریں، اور ان پر واضح کردیں کہ ان
کے بیان کی کیا حیثیت ہے اور یہ کہ فقہ سے اس کا
کوئی تعلق نہیں ہے **اوّلاً** معلوم ہونا چاہئے کہ
تراویح کے وقت کے بارے میں علماء میں اختلاف
ہے اور اس میں دو قول ہیں جو کہ تصحیح کے معیار پر
آتے ہیں: ایک یہ کہ تراویح کا وقت، نماز یعنی فرضِ
عشاء اور وتر کے درمیان ہے اس بنا پر فرض سے
قبل تراویح جائز نہیں جس طرح کہ وتر کے بعد جائز
نہیں، اس قول کو خلاصہ میں صحیح قرار دیا ہے، اور
غایۃ البیان نے اس کو زمانہ بزمانہ منقول کہہ کر ترجیح
دی ہے اھ۔ یہ شارح نے بحر سے نقل کیا ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا وقت بعد از عشاء
تا طلوعِ فجر ہے، یہی قول صحت میں راجح ہے اور
کافی میں اس کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے اور
ہدایہ، خانیہ اور محیط میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اھ۔
یہ شارح نے زین سے نقل کیا ہے اب پہلے قول کے
مطابق اگر کسی کی کچھ تراویح رہتی ہوں اور امام وتر
شروع کرچکا ہے اس کو یہ حکم ہے کہ وہ امام کے

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۱
[2] " " " " " " " " "

marfat.com

فوت می شود امام طاہر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمود یشتغل بالترویحۃ الفائتۃ لانہ لا یمکنہ الاتیان بہا بعد الوتر[1] و بر مذہب دوم بہر دو امر مخیرست اما اختلاف در افضل افتاد ہر کہ در وتر انفراد را بہتر دانستہ نزد او اشتغال بترویحہ فائتہ احسن باشد و ہر کہ جماعت نیکو تر گفتہ پیش او بجماعت وتر در ساختن و ترویحہ فائتہ را پس انداختن خوشتر و ما ناکہ ہمیں احب باشد و فقیر گویم چوں صحیح دوم جانب عدم صحت تراویح بعد وتر است ینبغی انسب مراعات آں باشد و اللہ تعالیٰ اعلم قال فی الدر المختار وقتہا بعد صلاۃ العشاء الی الفجر قبل الوتر و بعدہ فی الاصح فلو فاتہ بعضہا و قام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی مافاتہ[2] اھ قال فی رد المحتار قولہ فلو فاتہ بعضہا الخ تفریع علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل

ساتھ وتر نہ پڑھے بلکہ بقیہ تراویح کو پہلے پڑھے کیونکہ اس قول والوں کے ہاں وتر کے بعد تراویح کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ امام طاہر بن احمد بخاری خلاصہ میں فرماتے ہیں کہ وہ بقیہ تراویح ادا کرے کیونکہ وتر کے بعد اس کو تراویح پڑھنا ممکن نہیں۔ اور دوسرے قول کے مطابق اس کو دونوں طرح اختیار ہے کہ بقیہ تراویح وتر سے پہلے پڑھے یا بعد۔ لیکن افضل ہونے میں ضرور اختلاف ہے کہ جو لوگ وتر تنہا پڑھنا افضل کہتے ہیں کہ تراویح پہلے پڑھے اور جو جماعت کو بہتر جانتے ہیں انکے نزدیک پہلے وتر جماعت کے ساتھ پڑھ کر اسکے بعد باقیماندہ تراویح پڑھے، یہ تسلیم ہے کہ پسندیدہ امر یہی ہے لیکن ایک قول میں وتر کے بعد تراویح جائز نہیں ہے، اس لئے یہ فقیر کہتا ہے کہ اُس قول کی رعایت زیادہ مناسب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ درمختار میں کہا کہ تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد تا طلوع فجر ہے وتر سے قبل یا بعد اصح قول ہے۔ پس اگر کچھ تراویح رہ جائیں اور امام وتر کے لئے کھڑا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ وتر پڑھے اور فوت شدہ تراویح اس کے بعد پڑھے اھ۔ اس پر ردمحتار میں کہا (قولہ فلوفاتہ بعضہا الخ) یعنی ماتن کا قول کہ اگر کچھ تراویح رہ جائیں، یہ اصح قول کی تفریع ہے لیکن یہ تفریع اس بات پر مبنی ہے کہ وتر گھر کی بجائے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الثالث فی التراویح — مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۶۳

[2] درمختار — باب الوتر والنوافل — " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۸

marfat.com

وفیہ خلاف سیاق فقولہ اوترمعہ ای علی
وجہ الافضلیۃ[1] الخ بالجملہ بریک مذہب راہ ہمین
ست کہ بجماعت وتر شرک نکند و بر مذہب دیگر نزد
بعضے افضل ہمین ست ونزد بعضے اگرچہ اقتدا افضل
اما وجوب ولزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشت مذہب
ہیچ عالمے نیست نہ زنہار از شرع بروے دلیلے۔
ثانیاً قول او پس بسبب سنت، جماعت واجب
را ترک نماید وسنت را ادا سازد کے روا بود
طرفہ استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت
ست بداہۃً غلط و باطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت
وتر نزد ہیچ کسے واجب نیست واگر مضاف الیہ
است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک
جماعت ست نہ در ترک وتر پس قول او "کے روا بود"
کے روا بود! الحاصل حکم ہمان ست کہ فقیر در فتوائے
پیشیں نوشتہ ام واز رد و قدح ہیچ کلمات سکوت
اولی بود اگر ایضاح صواب وکشف ارتیاب مقصود
نبودے، باز در ضمن بیان، مسائل نافعہ کہ بروئے
کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بریں تحریر می تواند شد
مہربانا سخن برانچہ نقل فرمودہ اندرواں کردم وتر
فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام، ندانم کہ اصل
عبارتش چیست و مولفش کیست واللہ تعالٰی اعلم

باجماعت پڑھنا افضل ہے اور اس میں اختلاف ہے جو
آگے آرہا ہے۔ اور اس کا قول کہ امام کے ساتھ وتر
پڑھے یعنی مستحب یہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک
قول میں یہ متعین ہے کہ وہ جماعت کے ساتھ وتر نہ پڑھے
اور دوسرے مذہب پر افضل یہ ہے کہ وتر باجماعت
نہ پڑھے، ایک قول کے مطابق اور دوسرے قول کے
مطابق اگرچہ اقتدا، اور جماعت افضل ہے تاہم
جماعت کا لازم ہونا اور واجب ہونا وتر کے لئے کسی
عالم کا مذہب اور قول نہیں جیسا کہ فوائد الاعمال والے
نے لکھا ہے اور نہ ہی شرع میں اس پر کوئی دلیل ہے۔
ثانیاً اس کا یہ کہنا کہ سنت کی وجہ سے جماعت واجب
کا ترک کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے، یہ عجیب استدلال
ہے، اس میں لفظ واجب اگر جماعت کی صفت ہے
تو یہ غلط اور باطل ہے کیونکہ وتر کی جماعت کسی کے
ہاں بھی واجب نہیں ہے اور لفظ واجب جماعت کا
مضاف الیہ ہے یعنی واجب کی جماعت، تو پھر یہ دلیل
واضح طور پر خلل والی ہے کیونکہ بات تو ہو رہی ہے جماعت
کے ترک میں نہ کہ واجب یعنی وتر کے ترک میں، اس کا
یہ کہنا کہ "کیسے جائز ہوسکتا ہے"، کیسے جائز اور درست
ہوسکتا ہے! الحاصل یہ کہ اس مسئلہ کا حکم وہی ہے
جو اس فقیر نے پہلے فتوے میں لکھا ہے، ایسی باتوں
پر بحث کرنے سے سکوت بہتر تھا، اگر درست موقف کی وضاحت اور شکوک کو دفع کرنا مقصود نہ ہوتا نیز بحث میں
ضمنی مسائل ہیں جو کہ بروئے کار لانے میں مفید ہوسکتے تھے جن کی وجہ سے میں نے یہ بحث کی ہے ورنہ ضرورت نہ تھی،

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۱

marfat.com

مہربانوں نے جیسے عبارت نقل کی اس کے مطابق میں نے تسلیم کرتے ہوئے جواب لکھ دیا ورنہ اس فقیر نے کتاب فوائد الاعمال نہیں دیکھی اور نہ یہ معلوم کہ اصل عبارت کیا اور کتاب کا مصنف کون ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۱: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ اومع غیر ذلک الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض بینوا توجروا۔

اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جس نے فرض اکیلے گھر میں پڑھے یا کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے کیا وہ شخص باجماعت تراویح والے امام کے پیچھے وتر باجماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور وتر باجماعت رمضان کے تابع ہے یا فرض کی جماعت کے تابع ہیں، بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب

من صلی الفرض منفردا لایدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولو خلف غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرک التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر وقال ابو یوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا

جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وہ وتر کی جماعت میں شریک نہ ہو اور جس نے فرض جماعت سے ادا کئے ہوں اگرچہ کسی دوسرے کی جماعت کے ساتھ پڑھے ہوں وہ اس وتر پڑھانے والے کے ساتھ جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اگرچہ اس نے اس امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، یہی صحیح اور قابلِ اعتماد ہے، منیہ کی شرح غنیہ میں علامہ ابراہیم حلبی نے فرمایا کہ جب فرض جماعت کے ساتھ نہ پڑھے تو عین الائمہ کرابیسی سے روایت ہے کہ وہ تراویح اور وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے اور یوں اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو بھی وہ وتر امام کے ساتھ نہ پڑھے، اور ابو یوسف البانی نے فرمایا کہ اگر امام کے ساتھ کچھ تراویح پڑھ لی ہوں تو اس کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے اور یوں ہی اگر اس نے تراویح

لم يدرك معه شيئا منها وكذا اذا صلى التراويح مع غيره له ان يصلى الوتر معه وهو الصحيح ذكره ابو الليث وكذا قال ظهير الدين المرغينانى لو صلى العشاء وحده فله ان يصلى التراويح مع الامام وهو الصحيح حتى لو دخل بعد ما صلى الامام الفرض وشرع فى التراويح فانه يصلى الفرض اولاً وحده ثم يتابعه فى التراويح وفى القنية لو تركوا الجماعة فى الفرض ليس لهم ان يصلوا التراويح جماعة لانها تبع للجماعة[۱] اھ وقال فى رد المحتار عند قوله لو لم يصلها (اى التراويح) بالامام له ان يصلى الوتر معه، فى التتارخانية عن التتمة انه سئل على بن احمد عمن صلى الفرض و التراويح وحده او التراويح فقط هل يصلى الوتر مع الامام فقال لا اھ ثم رأيت القهستانى ذكر تصحيح ما ذكره المصنف (اى من جواز الوتر جماعة لمن صلى التراويح منفردا اى و الفرض جماعة قال الشامى

جماعت سے کچھ بھی نہ پڑھی ہوں تو وہ شریک ہو سکتا ہے، اور اگر اس نے ایسے ہی تراویح کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے، یہی صحیح ہے اس کو ابولیث نے ذکر کیا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے بھی یہی کہا ہے کہ اگر اس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں تو تراویح امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے یہی صحیح ہے حتی کہ اگر وہ امام کے فرض پڑھا لینے کے بعد اور تراویح میں شروع ہونے کے بعد مسجد میں آیا تو اس کو چاہئے کہ پہلے اکیلے فرض پڑھ کر بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ اور قنیہ میں ہے اگر کچھ لوگوں نے فرض کی جماعت ترک کر دی تو ان کو تراویح باجماعت نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ تراویح فرض باجماعت کے تابع ہیں اھ اور ردمحتار میں اس کے قول پر، اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو اس کو وتر امام کے ساتھ پڑھنے کی اجازت ہے"۔ تتارخانیہ میں تتمہ سے نقل ہے کہ علی بن احمد سے سوال کیا گیا کہ وہ شخص جس نے فرض اور تراویح اکیلے پڑھے ہوں یا صرف تراویح اکیلے پڑھی ہوں کیا وہ وتر امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب میں کہا کہ نہیں پڑھ سکتا اھ۔ پھر میں نے قہستانی کو مصنف کی تصحیح ذکر کرتے ہوئے پایا، یعنی جس نے تراویح اکیلے اور فرض جماعت سے پڑھے ہوں تو اس کو وتر جماعت سے پڑھنے کی اجازت ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا کہ

---

[۱] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب التراویح مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱۰

marfat.com

ثم قال (یعنی القہستانی) لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لا یتبعہ فی الوتر[1] اھ **قلت** وعزاہ القہستانی للمنیۃ وھی منیۃ الفقہاء لا منیۃ المصلی کما ظنہ بعض المتصدین للفتوی فی عصرنا فنسبہ الی عدم مطابقۃ النقل للمنقول عنہ قال الشامی فقولہ (یعنی المصنف) ولو لم یصلھا ای وقد صلی الفرض معہ لکن ینبغی ان یکون قول القہستانی معہ احترازا عن صلوتہا منفردا[2] **قلت** فیکون علی وزان قول الغنیۃ المار اذا لم یدرک معہ شیئا منھا فانما اراد بہ الانفراد لا مایشمل الادراک مع غیرہ، بدلیل قولہ عطفا علیہ "وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ"، قال الشامی اما لو صلاھا (یعنی الفریضۃ) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لا کراھۃ تأمل[3] انتہی **اقول** معلوم ان الضمیر فی قولہ لا یتبعہ للامام مطلقا لا لخصوص

قہستانی نے پھر فرمایا: لیکن اگر فرض اس نے جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر بھی با جماعت نہ پڑھے اھ میں کہتا ہوں کہ اس بات کو قہستانی نے منیہ کی طرف منسوب کیا ہے یاد رہے کہ یہ منیۃ الفقہاء مراد ہے منیۃ المصلی نہیں جیسا کہ بعض معاصر فتوٰی نویسوں کو یہاں غلط فہمی ہوئی ہے اور انہوں نے نقل کو اصل کے مطابق نہ ہونے کی شکایت کی ہے علامہ شامی نے فرمایا کہ مصنف کا قول کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں یعنی فرض امام کے ساتھ پڑھے ہوں، لیکن مناسب یہ ہے کہ قہستانی کا "معہ" کہنا، یہ تراویح اکیلے پڑھنے کی صورت کو جدا کرنا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ غنیہ کے گزشتہ قول "جب امام کے ساتھ کچھ تراویح نہ پڑھے" کے انداز پر ہے کہ اس سے مراد اکیلے پڑھنا ہے نہ کہ وہ معنی جس میں کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھنا شامل ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دوسرے امام کے ساتھ پڑھنے کو علیحدہ عطف کے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ شامی نے فرمایا: اور اگر اس نے فرض کسی اور امام کے ساتھ جماعت میں پڑھا ہو اور پھر وتر اسی امام کے پیچھے پڑھ لے تو کوئی کراہت نہیں، غور کر، انتہی۔ میں کہتا ہوں یہ بات واضح ہے کہ "لا یتبعہ" میں ضمیر کا مرجع خاص امام نہیں

---

[1] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبع مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۲۴

[2] " " " " " " " "

[3] ردالمحتار " " " " " " "

marfat.com

هذا الامام فان من صلی الفریضة منفردا لیس له ان یدخل فی جماعة الوتر لا مع هذا الامام ولا مع غیره فکذلك فی قوله معه وبالجملة فالمتحصل شیئان احدهما ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر او ما وقع فی "منهیة الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام للعید" للفاضل المفتی محمد عنایت احمد علیه رحمة الاحد، ان لم یصل الفرض بجماعة فله ان یدخل فی جماعة الوتر وعزاه لحاشیة الطحطاوی فسهو۔ وانا قد راجعت المعزی الیه فلم اجده ناصا بما ظن، نعم قد تشم من بعض کلماته رائحة ذلك حیث قال عند قول الدر المختار لو ترکها الکل (یعنی جماعة التراویح) هل یصلون الوتر بجماعة فلیراجع[1] قضیة التعلیل فی المسئلة السابقة (ای لو ترکوا الجماعة فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعة) بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر جماعة فی هذه الصورة لانه لیس بتبع

بلکہ کوئی بھی ہو سکتا ہے، کیونکہ جس نے فرض اکیلے پڑھے ہوں وُہ کسی امام کے ساتھ وتر باجماعت نہیں پڑھ سکتا خواہ یہ امام ہو یا کوئی اور ہو، اور اسی طرح اس کے قول "معہ" میں بھی ضمیر کا مرجع عام ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو۲ چیزیں حاصل ہُوئیں، ایک یہ کہ جس نے فرض اکیلے پڑھے وُہ وتر بھی اکیلے پڑھے۔ درر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید جو کہ فاضل مفتی محمد عنایت احمد علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے، کے منہیہ میں جو مذکور ہے کہ اگر کسی نے فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے' اور اس بات کو انھوں نے حاشیہ طحطاوی کی طرف منسوب کیا ہے، تو یہ سہو ہے۔ حالانکہ میں نے حاشیہ طحطاوی کو دیکھا ہے میں نے اس میں یہ بات صراحۃً مذکور نہ پائی، ہاں علامہ طحطاوی کی ایک عبارت سے اس بات کی بُو آتی ہے، جہاں اُنھوں نے درمختار کے اس قول "اگر سب نے جماعتِ تراویح کو ترک کر دیا ہو تو کیا وہ وتر جماعت سے ادا کر سکتے ہیں، اس بارے میں رجوع کرنا چاہئے" پر لکھا ہے کہ سابقہ مسئلہ کی تعلیل کی طرف رجوع کرنے کا اشارہ ہے یعنی وہ سابقہ مسئلہ یہ ہے کہ "اگر فرض باجماعت کو انھوں نے ترک کیا ہو تو تراویح جماعت سے ادا نہ کریں" اس مسئلہ کی تعلیل یہ ہے، جس کو انھوں نے یوں بیان کیا ہے، کیونکہ تراویح تابع

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

marfat.com

للتراويح ولا للعشاء عند الامام رحمه الله تعالى انتهى[1] حلبی انتهی فقد یوهم قوله "ولا للعشاء" جواز الوتر بجماعة ولو لم يصل هو بل الكل الفرض بها لكنه كما علمت خلاف المنصوص فان الذى فى ردالمحتار عن شرح النقاية عن المنية ان لم يحمل على ما مر كان ادخل فى الرد على هذا الايهام و اما ما ذكر انه ليس بتبع عند الامام فنعم و نعم الجواب عنه ما افاد المولى المحقق ابن عابدين ان اصالته فى ذاته لا تنافى كون جماعته تبعا **قلت** الا ترى ان الظهر و العصر من اعظم الفروض المستقلة والجمع بينهما من توابع الوقوف بعرفة ولو فى حجة نافلة فافهم قال الشامی انهم اختلفوا فى افضلية صلاتها بالجماعة بعد التراويح اھ[2]

ہیں، وہ وتر کو اس صورت میں جماعت کے ساتھ پڑھے کیونکہ وتر تراویح کے تابع ہیں اور نہ ہی عشاء کے تابع ہیں امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک، انتہی حلبی انتہی۔ اس میں اس کا قول کہ وتر عشاء کے تابع نہیں ہے، وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کے یا سب کے فرض با جماعت پڑھے بغیر وتر کو باجماعت پڑھنا جائز ہے لیکن یہ بات علماء کی نص کے خلاف ہے ردمحتار میں شرح نقایہ سے اور اس نے منیہ سے نقل کرتے ہوئے جو ذکر کیا ہے اگر اس کو گزشتہ مفہوم پر محمول نہ کیا جائے تو وہ اس وہم کا بہترین رد ہے اور یہ بیان کہ وتر امام صاحب کے نزدیک عشاء کے تابع نہیں ہیں، ہاں یہ درست ہے۔ اور اس کا بہترین جواب وہ ہے جس کو آقا محقق ابن عابدین نے بیان فرمایا ہے کہ وتر فی ذاتہٖ اصل ہیں اور ان کی جماعت کا عشاء کے تابع ہونا فی ذاتہٖ اصل ہونے کے منافی نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ظہر اور عصر کے فرض عظیم اصل اور مستقل ہیں لیکن اس کے باوجود ان دونوں فرضوں کو مقام عرفات کے تابع قرار دے کر جمع پڑھا جاتا ہے خواہ نفلی حج ہی کیوں نہ ہو۔ غور کر۔ علامہ شامی نے ماتن کی اس عبارت پر کہ "وتر کو تراویح کے بعد باجماعت پڑھنے کی افضلیت میں اختلاف ہے" پر فرمایا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار　باب الوتر والنوافل　مطبوعہ بیروت　۱/۲۹۷
[2] رد المحتار　"　"　مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی　۲/۴۸

marfat.com

اى فكانت جماعته ادون حالا من جماعة التراويح المسنونة عند الجمهور حتى لو تركها الكل اثموا فكيف بجماعة الفرض الواجبة على الصحيح الرجيح فساغ ان يكون تبعا فى الجماعة وان كان اصلا فى الذات حتى افسد تذكره المكتوبات **قلت** على ان التعليل بالقضية المذكورة تعليل بالنفى وهو عندنا من التعليلات الفاسدة كما صرحوا به فى الاصول و حصر العلة فى التبعية ممنوع محتاج الى البيان هذا **والاخر** ان من صلى الفرض بجماعة يجوز له الدخول فى جماعة الوتر سواء صلى الفرض خلف هذا الامام او خلف غيره كما قرر الشامى وسواء صلى التراويح وحده او خلف هذا الامام او غيره كما نصوا عليه **قلت** بل ومن لم يصلها رأسا كما يشمله اطلاق قوله ولو لم يصلها بالامام له ان يصلى الوتر معه فانه يصدق بانتفاء القيد و المقيد جميعا وليحرر اما ما ذكروا ان جماعة الوتر هل هى تبع

یعنی وتر کی جماعت تراویح کی جماعت سے ادنیٰ ہے کیونکہ تراویح کی جماعت جمہور کے ہاں مسنون ہے حتی کہ اگر تمام لوگ تراویح کی جماعت کے تارک ہوں تو سب گنہ گار ہوں گے، تو جماعتِ وتر کا فرض کی جماعت سے جو کہ راجح قول کے مطابق واجب ہے، کیا مقابلہ ہے، پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وتر اگرچہ فی ذاتہٖ مستقل نماز ہیں لیکن ان کی جماعت عشاء کی نماز فرض کے تابع ہے اس لئے اگر وتر کی جماعت میں یاد آئے کہ عشاء کے فرض باقی ہیں تو وتر فاسد ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ شامی کا متن کے قول مذکور کو علت قرار دینا یہ تعلیل بالنفی ہے جبکہ ہم احناف کے ہاں تعلیل بالنفی فاسد ہے جیسا کہ اصولِ فقہ میں اس کی انھوں نے تصریح کی ہے پھر اس کلام کو وتر کی جماعت کا فرض کے تابع بنانے کے لئے ہی علت ماننا محتاجِ بیان ہے، اس کو محفوظ کر۔ اس بحث سے حاصل شدہ دُوسری چیز یہ ہے کہ جس نے فرض با جماعت ادا کئے ہوں خواہ کسی دوسرے امام کے ساتھ جماعت میں پڑھے تو اس کو اس امام کے ساتھ با جماعت وتر پڑھنا جائز ہے جیسا کہ علامہ شامی نے اس کی تقریر کی ہے خواہ اس نے تراویح با جماعت اس امام یا کسی دوسرے امام کے ساتھ پڑھی ہوں یا تراویح اکیلے پڑھی ہوں جیسا کہ فقہا نے اس کو صراحۃً بیان فرمایا۔ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) خواہ اس نے تراویح سرے سے پڑھی ہی نہ ہوں کیونکہ اس کا یہ قول کہ "اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھی ہوں تو بھی وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے" مطلق ہے، جو اس صورت کو

marfat.com

لجماعۃ التراویح اصلا، جزم الفاضلان الحلبی والطحطاوی فی حواشی الدر الی الثانی کما سمعت واستظہر الشامی الاول قائلا ان سنۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت تابعۃ للتراویح[1] قلت وھذا ھو الاظھر فان مشروعیۃ جماعتہ لو کانت لاصالتہ فاصالتہ دائمۃ لا تختص برمضان، ثم رأیت العلامۃ البرجندی نص فی شرحہ للنقایۃ ان الجماعۃ فیہ لما کانت بتبعیۃ التراویح علی ما ھو المشھور[2] اھ فقد ثبت روایتہ واعتضد درایتہ و ترجح شھرۃ فانقطع النزاع، فاعلم[عہ] ان ھذا کلہ فیما لو ترک الکل جماعۃ التراویح کما قدمنا من الغنیۃ عن القنیۃ، اما اذا جمع

بھی شامل ہے کیونکہ مقید کلام کی نفی سے قید اور مقید دونوں کی نفی بھی ہوسکتی ہے (جس سے تراویح نہ پڑھنے کی صورت بھی سمجھی جاتی ہے) اس کو نوٹ کر۔ لیکن علماء کا یہ بیان کہ وتر کی جماعت کیا تراویح کی جماعت کے تابع ہے یا نہیں، تو حلبی اور طحطاوی دونوں کا رجحان یہ ہے کہ تابع نہیں ہے یہ بات انھوں نے درمختار کے حاشیہ میں کہی ہے جیسا کہ تو سماعت کرچکا ہے، اور علامہ شامی نے پہلے احتمال یعنی تابع ہونے کو ظاہر قرار دیا ہے یہ کہتے ہُوئے کہ وتر کی جماعت کا سنت معلوم ہونا تراویح کے تابع ہونے کی وجہ سے ہے۔ میں کہتا ہُوں کہ یہ علامہ شامی کا قول زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اگر وتر کی جماعت خود اصل ہوتی تو پھر یہ جماعت پورا سال ہوتی صرف رمضان کی تخصیص نہ ہوتی، پھر اس کے بعد میں نے یہی بات علامہ برجندی سے صراحۃً پائی کہ انھوں نے اپنی نقایہ کی شرح میں کہا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے جیسا کہ یہی مشہور ہے اھ ان کی روایت ثابت اور ان کی درایت مضبوط اور شہرت کو ترجیح ہے لہذا یہ اختلاف ختم ہوگیا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ساری بحث اس صورت میں تھی جبکہ تمام نے تراویح کی جماعت کو ترک کیا ہو جیسا

عہ جواب اما فی قولہ اما ما ذکروا ۱۲ (م)

---

[1] ردالمحتار | باب الوتر والنوافل | مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۲/ ۴۸

[2] شرح النقایۃ للبرجندی | فصل فی التراویح | " منشی نولکشور لکھنؤ | ۱/ ۱۴۱

marfat.com

القوم و تخلف عنها ناس ثم ادركوا الوتر مع الامام، فلا شك ان لهم الدخول فی جماعۃ الوتر اذا کانوا صلوا الفرض بجماعۃ کما سمعت، نعم ذھب بعض کالامام علی بن احمد وعین الائمۃ الکرابیسی الی تبعیۃ لجماعۃ التراویح فی حق کل مصل بمعنی ان من لم یدرکھا مع الامام لایتبعہ فی الوتر، لکنہ کما علمت قول مرجوح،

قلت وبھذا التحقیق ظھر التوفیق بین کلام العلامۃ البرجندی المذکور وکلام الفاضل شیخی زادہ فی مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر حیث قال لو لم یصلھا (یعنی التراویح) مع الامام صلی الوتر بہ لانہ تابع لرمضان وعند البعض لا لانہ تابع للتراویح عندہ، وفی القھستانی و یجوز ان یصلی الوتر بالجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام اوصلاھا مع غیرہ وھو الصحیح[1] اھ مافی المجمع فانہ صریح فی ان القول

کہ ہم نے غنیہ سے قنیہ کے حوالے سے پہلے بیان کر دیا ہے لیکن اگر لوگوں کی جماعتِ تراویح سے کچھ لوگ رہ گئے ہوں اور یہ لوگ بعد میں آکر امام کو وتر کی جماعت میں پائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ انھوں نے فرض با جماعت پڑھے ہوں جیسا کہ تُو سن چکا ہے، ہاں بعض حضرات جیسا کہ علی بن احمد اور عین الائمہ کرابیسی اس طرف گئے ہیں کہ وتر کی جماعت تراویح با جماعت کے تابع ہے لہٰذا ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ تراویح با جماعت پڑھے بغیر وتر کی جماعت میں شامل نہ ہو لیکن تو معلوم کر چکا ہے کہ یہ بات مرجوح ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس تحقیق سے، علامہ برجندی کے کلام اور فاضل شیخی زادہ کی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ذکر کردہ کلام میں موافقت واضح ہوگئی فاضل نے وہاں یہ کہا کہ اگر اس نے تراویح امام کے ساتھ نہ بھی پڑھی ہوں تو وہ امام کے ساتھ وتر پڑھ سکتا ہے کیونکہ وتر کی جماعت رمضان کے تابع ہے، بعض کے نزدیک وہ وتر امام کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا کیونکہ ان کے نزدیک وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہے۔ اور قہستانی میں ہے کہ اگر کسی نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں یا کسی اور امام کے ساتھ پڑھی ہوں تو وہ بھی وتر امام کے ساتھ با جماعت پڑھ سکتا ہے، یہی صحیح ہے اھ۔ مجمع کا بیان اس بات میں صریح ہے کہ وتر کی جماعت کا تراویح کے تابع ہونے

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی التراویح مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۳۸

marfat.com

بتبعية للتراويح قول مرجوح خلاف الجمهور وصريح ما في البرجندي انه هو القول المشهور ووجه التوفيق ان التبعية في كلام المجمع ماخوذة بالنظر الى كل احد في خاصة نفسه ولذا ابنى عليه منع من لم يدركها مع الامام عن دخوله في الوتر، و في كلام البرجندي بمعنى وقوعه بعد اقامة الناس جماعة التراويح وان لم يدركها بعض القوم فليكن التوفيق و بالله التوفيق ثم انما المعنى بتبعيته لرمضان ان جماعته غير مشروعة الا فيه لا سلب تبعيته عما سواه مطلقا حتى ينافي تبعيته لجماعة التراويح بل و الفرض فان فيه ما قد علمت، فاذن لا خلاف بين التبعيتين الا على قول البعض المرجوح، هكذا ينبغي التحقيق و الله تعالى ولي التوفيق، نعم وقع في شرح المنية الصغير، ما نصه "اذا لم يصل الفرض مع الامام قيل لا يتبعه في التراويح ولا في الوتر وكذا اذا لم يصل معه التراويح لا يتبعه في الوتر والصحيح انه يجوز ان يتبعه

کا قول مرجوح ہے اور جمہور کے خلاف ہے۔ اور برجندی کا بیان یہ ہے کہ یہ قول مشہور ہے۔ اور موافقت کی وجہ یہ ہے کہ مجمع کے کلام میں جس تابع کو مرجوح کہا ہے اس سے مراد وُہ صورت ہے جبکہ تراویح کی جماعت بالکل نہ ہُوئی ہو اور کسی نے بھی تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں، اسی لئے اس نے وتر کی جماعت میں شامل ہونے کی ممانعت کی بنا اس بات کو بنایا ہے کہ امام کے ساتھ تراویح نہ پڑھی ہوں، جبکہ علامہ برجندی کا یہ کہنا کہ وتر کی جماعت تراویح کے تابع ہونا مشہور قول ہے، اس سے مراد وُہ صورت ہے کہ جب بعض نے تراویح کی جماعت کی ہو اور بعض لوگ اس جماعت سے رہ گئے ہوں، یوں توفیق ہوگئی اللہ کی دی ہوئی توفیق سے، پھر وتر کی جماعت کا رمضان کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے بغیر وتر کی جماعت جائز نہیں یہ مطلب نہیں کہ یہ کسی اور چیز کے تابع نہیں تاکہ اس کا تراویح اور فرض کے تابع ہونے کی نفی ہو سکے، کیونکہ یہ مطلب لینے میں اعتراض ہے، لہذا دونوں کے تابع ہونا ایک دوسرے کے منافی نہیں ہے ماسوائے ایک مرجوح قول کے، تحقیق یوں چاہئے، اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ہاں منیہ صغیر میں یہ بات مذکور ہے کہ جس نے فرض با جماعت نہ پڑھے ہوں وُہ تراویح اور وتر کی جماعت میں ایک قول کے مطابق شریک نہ ہو اور وُہ بھی جو اس امام کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شریک نہ ہُوا تو وہ بھی اس امام کے ساتھ وتر کی جماعت میں

marfat.com

فی ذلك كله حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفرض وشرع فی التراویح
فانه یصلی الفرض اولا وحده ثم یتابعه
فی التراویح وفی القنیة
لو ترکوا الجماعة فی الفرض لیس
لهم ان یصلوا التراویح جماعة[1] اھ
فاوھم ذلك عند بعض الناس ان
الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی
الوتر وان لم یتبع فی الفرض، وانا
اقول لیس ھو رحمه الله تعالٰی
من اصحاب التصحیح وانما
وظیفته النقل عن ائمة الترجیح
ومعلوم ان شرحه الصغیر انما
ھو ملخص من شرحه الکبیر و
ھذه عبارة الکبیر بمرأی عین منك
لا تری فیه تصحیحا اصلا ناظرا الی ھذا
المتوھم وانما فیه تصحیحان **الاول** من
الامام الفقیه ابی اللیث بجواز اتباع
الامام فی الوتر سواء صلی التراویح
کلها او بعضها معه او مع غیرہ او وحده
منفردا وھذا مجمل قوله "یجوز ان
یتبعه فی ذلك کله **والثانی**
عن الامام ظهیر الدین
المرغینانی لجواز الاتباع
فی التراویح وان لم یتبعه فی الفرض،

شریک نہ ہو لیکن یہ بات درست نہیں، کیونکہ ان
مذکور تمام صورتوں میں وہ وتر امام کے ساتھ باجماعت
پڑھ سکتا ہے، حتی کہ امام کے فرض سے فارغ ہونے کے
بعد اگر مسجد میں آیا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ پہلے
اکیلے فرض پڑھ کر پھر تراویح کی جماعت میں شریک ہو جائے
اور قنیہ میں ہے کہ اگر لوگ فرض کی جماعت کے تارک
ہوں تو وہ تراویح باجماعت امام کے ساتھ نہ پڑھیں اھ۔
اس سے بعض حضرات کو یہ وہم ہوا ہے کہ حلبی نے
فرض باجماعت کے بغیر وتر کی جماعت میں شرکت کو
صحیح قرار دیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ
اصحابِ تصحیح میں سے نہیں، ان کا کام صرف ائمہ
ترجیح کے قول کو نقل کرنا ہے، اور یہ بات بھی واضح ہے
کہ ان کی شرح صغیر یہ ان کی کبیر شرح کا خلاصہ ہے
اور کبیر شرح کی عبارت آپ کے سامنے ہے اس میں
اس وہم کے متعلق کوئی تصحیح نظر نہیں آتی، اس مسئلہ
میں صرف دو تصحیحیں موجود ہیں ایک امام فقیہ ابو اللیث
کی جو کہ کسی طرح بھی تراویح پڑھ لینے والے کو خواہ
اکیلے یا جماعت کے ساتھ اس امام یا کسی دوسرے
امام کے ساتھ، پھر یہ کہ تمام تراویح یا بعض باجماعت
پڑھی ہوں، وتر کی جماعت میں شرکت کے جواز کے
بارے میں ہے اور اس کو بطور اجمال حلبی نے اپنے
اس قول سے تعبیر کیا کہ اس وتر کی جماعت میں شرکت
کی ان تمام صورتوں میں جائز ہے۔ اس بارے میں
دوسری تصحیح امام ظہیر الدین مرغینانی کی ہے جو کہ امام
کے ساتھ تراویح کی جماعت میں شرکت کے جواز سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فروع فائتۃ ترویحۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱۰

marfat.com

وعلیہ یتفرع الفرع المذکور فی
الشرحین معاً "حتی لو دخل بعد ما صلی
الامام الفرض" فالتوهم الحاصل
فی عبارة الشرح الصغیر انما منشوه
ما وقع فیه ههنا من الاختصار
المخل الا تری انه اقتصر فی التفریع
المذکور کاصله الکبیر علی قوله 'یتابعه
فی التراویح'، ولو کان مراده بقوله
فی ذلك کله' ما یشمل المتوهم لزاد
ایضا والوتر' وبالجملة فالمعروف المعلوم
من تصحیحات الائمة هو الذی بینه
فی الشرح الکبیر، وهذا المتوهم
لا یعرف له تصحیح ولا ترجیح، فلا
یعارض ما نص علیه فی منیة
الفقهاء وحکم به حکما جازما
من دون ذکر خلاف فعلیك بالتبصر
والانصاف ولك ان تقول ان "الامام"
معرف باللام وضمیر "یتبعه" راجع
الیه والمعرفة اذا اعیدت معرفة
کان المراد عین الاول غالبا' فالمعنی
اذا لم یصل الفرض مع
هذا الامام فله ان یتبعه
فی الوتر ای لا یجب لاتباعه
فی الوتر ان یکون اتبع هذا
الامام بعینه فی الفرض،

متعلق ہے اس شخص کے بارے میں جس نے اس امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں، اسی تصحیح پر صغیر و کبیر
شرحوں کی تفریع مرتب ہے کہ کوئی شخص امام کے فرض سے
فارغ ہونے کے بعد مسجد میں آیا الخ لہذا شرح صغیر کی
عبارت سے جو وہم پیدا ہوا وہ اس اختصار کی وجہ سے
پیدا ہوا، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ انھوں نے تفریع بیان
کرتے ہوئے صرف اتنا کہا کہ وہ فرض پڑھنے کے بعد امام
کے ساتھ تراویح میں شامل ہو جائے، اور شرح کبیر میں بھی
اتنا ہی ذکر ہے، اور اگر اس کے قول "ان سب صورتوں
میں" وہ صورت بھی شامل ہوتی جس کا وہم ہوا ہے تو
پھر تفریع میں، تراویح میں شامل ہونے کے ساتھ وتر
میں شامل ہونے کو بھی ذکر کرتے، الحاصل ائمہ کرام کی
تصحیحات سے صرف وہی بات معلوم ہوتی ہے جو کہ
شرح کبیر میں ہے حالانکہ وہم شدہ کی اس میں
کوئی تصحیح یا ترجیح نظر نہیں آتی، لہذا شرح کبیر کی عبارت
منیۃ الفقہاء کی صریح عبارت کے معارض نہیں ہو سکتی
جبکہ اس منیہ میں جزمی حکم ہے اور اس میں کسی اختلاف
کا اس بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے، تجھے غور و فکر میں
انصاف چاہیئے، اور تو یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ شرح صغیر
کی عبارت میں لفظ 'الامام' معروف بالام ہے اور لفظ
یتبعہ' میں ضمیر کا مرجع وہی امام ہے، اور اکثر طور پر
معرفہ کو جب دوبارہ معرفہ ذکر کیا جائے تو وہی ایک مراد
ہوتا ہے، تو اس قاعدہ کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ جب
اس خاص امام کے ساتھ فرض نہ پڑھے تو اس امام مذکور
کے ساتھ وتر با جماعت پڑھ سکتا ہے یعنی کسی امام کے

marfat.com

وهذا صحیح لاشك ویؤید هذا
الفهم ان القهستانی لما قال
اذا لم یصل الفرض معه لایتبعه
فی الوتر[1] احتاج الشامی الی
ابانة مراده وان المقصود
مع امام ما لا مع خصوص
هذا الامام، وان جادل
مجادل فنقول الشرح الصغیر
مطالب بتصحیح نقل هذا
التصحیح الذی لایعلم
له اثرا اصلا فی کتاب قبله
حتی فی الکبیر الذی کان
اصله، والله الموفق فقد
تحرر بما تقرر، ان جماعة
الوتر تبع لجماعة الفرض فی
حق کل احد من المصلین،
ولجماعة التراویح فی
الجملة لا فی حق کل،
ولرمضان بمعنی انها
تکره فی غیره لو علی
سبیل التداعی بان
یقتدی اربعة بواحد[2]
کما فی الدر عن الدرر

ساتھ وتر پڑھنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ فرض
بھی اسی کے ساتھ باجماعت پڑھے ہوں، اور یہ مفہوم
بلاشک وشبہ صحیح ہے، اس مفہوم کی تائید قہستانی کے
اس قول سے ہوتی ہے جس کی مراد کو علامہ شامی نے
واضح کیا ہے، وُہ یہ کہ جب قہستانی نے کہا جب امام
کے ساتھ فرض نہ پڑھے ہوں تو وتر اس کے ساتھ نہ پڑھے،
اس پر علامہ شامی نے مراد کو واضح کرتے ہُوئے کہا کہ اس
امام سے مراد کوئی امام ہے یعنی اگر کسی بھی امام کے ساتھ
فرض نہ پڑھے تو پھر وتر بھی جماعت سے نہ پڑھے، اگر
کوئی اس وہم پر بحث کا اصرار کرتا ہے تو اس کو یہ کہہ دیا
جائے کہ صغیر شرح کا یہ صحیح کہنا باعثِ مطالبہ ہے کہ
اس نے یہ کیوں کہا جبکہ اس سے قبل کسی کتاب میں اس
تصحیح کا نام ونشان نہیں ہے حتی کہ ان کی اپنی کتاب
کبیر میں بھی نہیں جو اس صغیر کا اصل ہے، واللہ الموفق،
پس اس تقریر سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وتر کی جماعت
فرض کی جماعت کے تابع ہے تمام نمازیوں کے لئے
اور وتر کی جماعت، تراویح کی جماعت کے تابع ہے
کچھ نمازیوں کے لئے (یعنی بعض حضرات نے بھی تراویح
باجماعت پڑھ لیں تو دوسروں کو وتر کی جماعت میں شرکت
جائز ہے) اور وتر کی جماعت رمضان کے بھی تابع ہے
لیکن اس معنی میں کہ غیر رمضان میں یہ جماعت مکروہ ہے،
جب یہ غیر رمضان میں وتر کی جماعت بطور دعوت و
اہتمام ہو یعنی چار افراد ایک امام کی اقتداء کریں تو مکروہ ہے،

[1] جامع الرموز باب الوتر والنوافل مطبوعہ گنبد ایران تہران ۱/۲۱۶
[2] درمختار " مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۹

marfat.com

حتی جاز اقتداء ثلثة بامام بلاکراھة فی الاصح[1] کما فی حاشیة العلامة الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح للعلامة الشرنبلالی رحمة اللّٰہ تعالٰی علی العلماء جمیعاً تقن ھذا فلعلك لا تجد ھذا التحریر فی غیر ھذا التقریر وما توفیقی الا بالعلیم الخبیر واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جیساکہ درمختار میں دُرَر سے منقول ہے، حتی کہ اگر تین آدمی وتر کی جماعت میں ایک امام کی اقتداء کریں تو یہ اصح قول کے مطابق بلاکراہت جائز ہے، جیساکہ علامہ طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے۔ نورالایضاح علامہ شرنبلالی کی کتاب ہے۔ اللہ تعالٰی تمام علماء پر رحمت فرمائے۔ اس تحریر کو مضبوط کر، ہوسکتا ہے کہ تجھے دوسری جگہ یہ مفصل بحث نہ ملے وما توفیقی الا باللہ العلیم الخبیر واللہ تعالٰی سبحٰنہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱۱: دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہُوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہو یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہُوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صورتِ اولٰی میں مذہبِ اصح پر نماز نہ ہُوئی اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

فی ردالمحتار لوتطوع بثلاث بقعدة واحدة کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلوة المغرب، لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد ما اتصلت بہ القعدة وھو الرکعة الاخیرة، لان التنفل بالرکعة الواحدة غیر مشروع فیفسد ما قبلھا[2]۔

ردالمحتار میں ہے کہ اگر کسی نے تین نفل ایک قعدہ کے ساتھ پڑھے مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہونا چاہئے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ نفل جائز نہیں کیونکہ اس کی آخری رکعت جس کے بعد قعدہ کیا ہے وہ فاسد ہے کیونکہ وہ دو پر زائد ایک رکعت نفل رہ گئی جبکہ ایک رکعت نفل جائز نہیں لہذا اس آخری رکعت کے فساد سے پہلی دو رکعت بھی فاسد ہوجائیں گی۔ (ت)

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولٰی نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۱

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل ″ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۲

marfat.com

کماصرح بہ فی رد المحتار عن النھر الفائق عن الزاھدی (جیسا کہ ردالمحتار میں نہرالفائق اس نے زاہدی سے وضاحت کردی گئی ہے۔ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہوگئیں۔

ولا کراھۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل مثنٰی مثنٰی کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

چار رکعت نفل دو قعدوں اور ایک سلام سے جائز ہیں اور کوئی کراہت نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار کی بیان کردہ علّت سے حاصل ہے تاہم نفل دو دو پڑھنا افضل ہے جیسا کہ واضح ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۱۲: از جوالاپور ضلع سہارن پور مرسلہ سید یادعلی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعتِ تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں،

ولو فی مسجد محلۃ حیث لم یکرروا الاذان وعدلوا عن المحراب کما ھو معلوم مشاھد۔

اگرچہ محلّہ کی مسجد ہی میں جبکہ دو بارہ اذان نہ دیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کرائیں جیسا کہ معلوم و معروف ہے۔(ت)

طحطاویہ میں ہے:

اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون[1]۔

جب تو جماعت کا تکرار اذان کے بغیر کرے تو کوئی کراہت نہیں ہے، مسلمانوں کا یہی عمل ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الھیئۃ الاولٰی لایکرہ والا یکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی فتاوی البزازیۃ[2]۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی طرز پر نہ ہو تو مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے، اور محراب سے ہٹ کر کرنے سے پہلی جماعت کی طرز بدل جاتی ہے۔ فتاوٰی بزازیہ میں ایسے ہی ہے(ت)

مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دُور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط وتلبیس سے ایمن رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۰

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام المسجد ،، سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۱۵

marfat.com

أنهار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار ۱۳

(صلوٰۃ الاسرار کے پانی سے انوار کی نہریں)

(نمازِ غوثیہ کے ثبوت میں تحقیقِ رضوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۳ از دہلی کھڑکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری اواخر ربیع الاوّل شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلوٰۃ الاسرار یعنی نمازِ غوثیہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے یا نہیں؟ زید اس کی روایت کو بے اصل اور اسے بہجۃ الاسرار میں کسی فاسق بدعتی کا الحاق بتاتا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شعرانی کی نظیر دیتا ہے کہ ان میں الحاق ہُوئے۔ اور کہتا ہے کہ نمازِ فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و ولی کی تعیین سمت اور بہیأتِ نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں، اور کہتا ہے آنجناب یعنی حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کتاب و سنّت و سیرتِ صحابہ کے اتباع اور احکامِ شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکّل و اعتماد میں استقامت کاملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نمازِ مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو، یہ فعل کتاب و سنّت و طریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت و عمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین و تبع تابعین و دیگر اسلافِ کرام و ائمۂ عظام سے اس کا مثل منقول نہیں، عوام کہ اسے عملِ مشائخ کہتے ہیں قابلِ التفات نہیں مشائخ میں جو اہلِ علم فقہاء و ائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول و فعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہئے بلکہ سوادِ اعظم کا اتباع

marfat.com

چاہئے، صحابہ محبت و تعظیمِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سب سے زیادہ اور ثواب وحسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجبِ ثواب و قربتِ الی اللہ ہوتا تو سلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مدینہ منورہ کی طرف کرتے، آیا یہ کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح؟ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی حسن بلائہ، ملأ ارضہ وملأ سمائہ، وملأ ماشاء فی قدرہ وقضائہ، والشکر للمصطفیٰ علی نعمائہ، شکرا یوافی حسن آلائہ، ویکافئ عنا مزید عطائہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابنائہ، وازواجہ واصحابہ واحبائہ ووارث علمہ ومجدہ وسنائہ، غوثنا الاعظم رافع لوائہ، ومشایخنا الکرام وسائر اولیائہ، صلوٰۃ تکشف لنا الاسرار، وتصرف عنا اذی الاشرار، وتکون عدۃ لیوم لقائہ، واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ شہادۃ موجبۃ لرضائہ، واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ الصادع بالحق بعد خفائہ، صلی اللہ تعالیٰ وسلم علیہ، وعلی کل عبد مرضی لدیہ، صلوٰۃ تأتی علی قدر کبریائہ، وسلاما یدوم بدوامہ و

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اس کے اچھے امتحان پر، زمین و آسمان کو عجائبات سے بھرنے اور اپنی قدرت وقضاء میں جسے چاہے بھرنے پر اور شکر مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ان کے انعامات پر ایسا شکر جو ان کی بہترین نعمتوں کو پورا ہو اور ان کی مزید عطاؤں کو ہماری طرف سے کفایت کرے، اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے صاحبزادوں اور ازواج اور اصحاب اور آپ کے علم، بزرگی اور بلندی کے وارث ہمارے غوثِ اعظم پر جو آپ کے جھنڈے کو بلند کرنے والے ہیں، اور تمام اولیاء پر رحمت نازل فرمائے ایسی رحمت جو ہمارے لئے اسرار کو کھول دے اور شریر لوگوں کی اذیت کو ہم سے پھیر دے، اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضری کے دن کے لئے ذخیرہ بنے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے ایسی گواہی جو اس کی رضا کی موجب ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو حق کو خفا سے ظاہر کرنے والے ہیں صلی اللہ تعالیٰ وسلم آپ پر اور اس کے دربار میں تمام پسندیدہ بندوں پر، وہ صلوٰۃ جو اس کی کبریائی کے شایانِ شان ہو اور وہ سلام جو اس کی بقاء اور

marfat.com

بقائه ، اٰمین اٰمین ، الٰه الحق امین یا راحم العبد وسامع دعائه ، **قال** العبید الذلیل ، للمولی الجلیل ، ابومحمد عبد المصطفی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی ، لطف به الله فی شدته و رخائه ، مستعینا بالله فی دفع الارتیاب ، ورفع الحجاب ، عن وجهه الصواب ، مسمیا للجواب ، بعلم یُعلم عام املائه ، انهار الانوار من یم صلٰوة الاسرار ، جعلها الله ذخیرة لدیه ، و ذریعة الیه ، یوم تشرق الارض بنور ربها وجمیل ضیائه ، اٰمین ، والحمد لله ربّ العٰلمین ، اللهم هدایة الحق والصواب ۔

دوام تک دائم ہو ، آمین آمین اے الٰہ برحق آمین ؛ بندے پر رحم کرنے اور اس کی دعا کو سننے والے ، اپنے جلیل القدر آقا کے سامنے حقیر اور ناتواں بندہ ابومحمد عبدالمصطفٰے احمد رضا محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی (اللہ تعالٰی اس کی شدت وسہولت میں لطف و مہربانی فرمائے) نے اللہ تعالٰی سے امداد چاہتے ہوئے اور حق وصواب کے چہرے سے پردہ اٹھاتے اور شک کو دُور کرتے ہُوئے جواب کا ایسا نام جو اس کی تحریر کے سال کو ظاہر کرے " انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار " رکھتے ہُوئے کہا کہ اللہ تعالٰی اس کو ذخیرہ اور ذریعہ اپنے دربار میں بنائے جس دن زمین اپنے رب کے نُور سے چمک جائے ــــــــــ اور خوب روشن ہو جائے ، آمین ، الحمد للہ رب العالمین ، اے اللہ حق وصواب کی رہنمائی فرما ۔ (ت)

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات وحصولِ مرادات کے لئے عمدہ طریق مرضی ومقبول اور حضور پُرنور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علٰی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول ، اجلّۂ علما واکابر کملا اپنی تصانیف علیہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر ومسلم معتبر رکھتے آئے ، امام اجل ہمام اجلّ سیدی ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہ العزیز بسند خود بہجۃ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالٰی اپنے اپنے اسفار منیف میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب ، سے راوی وناقل کہ ارشاد فرمایا :

من صلی رکعتین (زاد فی روایة) بعد المغرب (وزادا) یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن

جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص یازدہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت

marfat.com

قال ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد السلام ویسلم علیہ ویذکرنی ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی (زاد الشیخ) بفضل اللہ وکرمہ (وقال اٰخر) قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ۔[1]

ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی مراد پوری ہو۔ اس عبارت میں "مغرب کے بعد" ایک روایت میں زائد ہے اور صاحب بہجۃ الاسرار اور صاحب زبدۃ الآثار نے "ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ" زائد ذکر کیا، پھر شیخ عبدالحق نے "بفضل اللہ وکرمہ" کو بھی اور دوسرے نے صرف "قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ" ذکر کیا۔ (ت)

اسی طرح امام جلیل علامہ نبیل امام عبداللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی، یونہی فاضل کامل مولانا علی قاری ہروی نزیل مکہ معظمہ صاحب شروح فقہ اکبر ومشکوٰۃ اکرم اللہ نزلہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدہ مبارکہ میں اپنے شیخ واستاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق تغمدہ اللہ برحمتہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالہ[عـه] نفیس عجالہ ہے اُس سے ثابت کہ حضرت وَرِع سراپا سعادت حاملِ شریعت کاملِ طریقت سیّدی عبدالوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد ومعتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم ومقرر فرمایا اور مولٰنا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سالِ[عـه۲] وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ میں متولد ہوئے، حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقاماتِ رفیعہ وتصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں، بیضاوی وہدایہ وتلویح وشرح وقایہ ومطول ومختصر

عـه نقلها برمتها مولٰنا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالیٰ ابن الفاضل الجلیل مولانا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا ۱۲ منہ

یہ تمام مولانا سراج الحق محمد عمر قادری ابن فاضل جلیل مولانا فرید الدین دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "ریاض الانوار" میں نقل کیا ہے جو چاہے اسے دیکھے ۱۲ (ت)

عـه۲ یعنی سنہ ۹۱۱ھ ووفاتہ لسلخ صفر سنہ ۹۹۸ھ ۱۲ منہ

یعنی سنہ ۹۱۱ھ اور ان کی وفات ماہِ صفر کے آخر سنہ ۹۹۸ھ۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراہم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲

marfat.com

شروح عقائد مواقف وغیرہا پر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شد و مد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اس پر بتاکید اکید تحریص و ترغیب فرماتے، یونہی شیخ نے اخبار الاخیار شریف اور مولٰنا ابو المعالی محمد مسلمی عالمہ اللہ تعالٰی بلطفہ نے جنھیں رسالہ مذکورہ شیخ محقق میں علمائے سلسلہ علیہ سے شمار کیا تحفہ شریفہ اور حضرت سیدنا و مولٰنا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی حسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اسے نقل وارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ تربتہ (اللہ تعالٰی ان کی قبر کو ٹھنڈا رکھے۔ ت) تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور غوث اعظم صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عطر اللہ ضرائحھم القادسۃ (اللہ تعالٰی ان کی قبروں کو معطر فرمائے۔ ت) اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقہ علیہ عالیہ روحت ارواحھم (ان کی روحیں معطر ہوں۔ ت) کے آداب میں فرمایا: وملازمتہ صلٰوۃ الاسرار التی بعدھا التخطی احدی عشرۃ خطوۃ[1] یعنی اس خاندانِ پاک کے آداب سے ہے صلٰوۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

باایںہمہ اس کا اعمالِ مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتابِ روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان ائمہ و اکابر کو خواہی نخواہی جھٹلایئے اور عیاذًا باللہ بدعتی و ناحق کوش ٹھہرایئے، پھر یہ مقبولانِ خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد بتاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رَدّ و ایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وُہ آتشِ سوزاں و بلائے بے درماں و قہرِ بے اماں ہے جس کا مزہ اس دار الغرور والالتباس میں نہ کھلا تو کُل کیا دُور ہے "ان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب[2] o" (بیشک ان کا وعدہ صبح کا وقت ہے کیا صبح قریب نہیں۔ ت) حضور خود ارشاد فرماتے ہیں:

تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم وسبب لذھاب دنیاکم واخراکم۔	میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمھارے دین کے لئے زہرِ قاتل اور تمھاری دنیا و عقبٰی دونوں کی بربادی ہے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

اور ان اکابرانِ ملت و علمائے اُمت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثوق جاننا اسی دار الفتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں نہ کسی مُنہ کو لگام نہ کسی زبان کی روک تھام۔ یہ امام ابو الحسن نور الدین علی شطنوفی قدس سرہٗ

---

[1] بحوالہ زبدۃ الاسرار خاتمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع بکسلنگ کمپنی دہلی ص ۱۲۶

[2] القرآن ۱۱/۸۱

marfat.com

کہ بہجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور بطرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلۂ علما وائمۂ قرائت اکابر اولیاء وسادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ تعالیٰ کہ اجلۂ محدثین وعلمائے قرأت سے ہیں جن کی حصن حصین مشہور ومعروف دیار وامصار ہے اُس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اس کی سند واجازت حاصل کی اپنے رسالۂ طبقات[1] القراء میں فرماتے ہیں:

انی قرأت هذا الکتاب اعنی بهجة الاسرار بمصر وکان فی خزانة سلطان المصر، علی الشیخ عبد القادر وکان من اجلة مشایخ مصر فاجازنی روایته[1] الخ

یعنی میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانہ شاہی سے حاصل کر کے شیخ عبد القادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور انھوں نے مجھے اس کی روایت کی اجازت دی الخ۔

امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث ونقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار، اُس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیہ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے سامحنا اللہ تعالیٰ وایاہ (ہم پر اور ان پر اللہ تعالیٰ نرمی فرمائے۔ ت) امام ابو الحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح وستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں:

علی بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام الاوحد[ع] نور الدین شیخ القراء بالدیار المصریة ابو الحسن اصله من الشام ولد بالقاهرة سنة اربع واربعین وستمائة وتصدر للاقراء بجامع الازهر وغیره تکاثر علیه الطلبة وحضرت مجلس اقرائه فاعجبنی سمته وسکوته وکان ذا اعزام

یعنی علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نور الدین لقب ابو الحسن کنیت بلاد مصر میں علمائے قرأت کے استاد ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرۂ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقراء پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ ان کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا ان کی نیک روش وکم سخنی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ

ع لعینہ اسی طرح امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ میں اُس جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی بے مثل امام ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] رسالہ طبقات القراء

marfat.com

بالشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و جمع اجازۃ و مناقبہ فی نحو ثلث مجلدات[1] اھ ملخصا

تعالیٰ عنہ کے شیدائی تھے انھوں نے حضور کے فضائل تین[3] مجلد کے قریب میں جمع کئے ہیں۔

پُر ظاہر کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و وفورِ علم و جلالت پر شاہدِ عدل و دلیل فصل ہیں اور خود امامِ اوحد یعنی بے مثل امام یکتا، کا لفظ اجل و اعظم تمام فضائل و مناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل و اتم ہے، وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانۂ اقدس حضور پُر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہایت قریب ہیں انھیں حضور اقدس تک صرف دو[2] واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر قدس سرہٗ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابو بکر تاج الملۃ والدین عبد الرزاق رحمہ اللہ تعالیٰ اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ و مرید و صاحب و مستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالیٰ زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم و شریف و مشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قراءت سے عالم معروف و مشہور اور ان کے احوالِ شریفہ کتابوں میں مذکور و مسطور، پھر ذہبی و ابن الجزری کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالۂ مذکورۂ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم،

اقوی دلائل و اوضح مسائل دریں باب کتاب عزیز بہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر و مقرر و مشہور و مذکور ست و مصنف ایں کتاب از مشاہیر مشائخ و علماست میانِ وے و حضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو واسطہ است و مقدم است بر امام عبد اللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از منتسبان سلسلۂ شریفہ و محبان جناب غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2] (الملتقطا)

اس باب میں اقویٰ دلیل "بہجۃ الاسرار" معدن الانوار ہے جو کہ معتبر اور مشہور ہے، اس کتاب کے مصنف اور حضرت شیخ یعنی غوث اعظم کے درمیان صرف دو[2] واسطے ہیں اور یہ امام یافعی سے مقدم ہیں جبکہ امام یافعی خود سلسلہ قادریہ سے متعلق ہیں اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقیدت رکھتے ہیں (ت)

ہیں، امام یافعی و علامہ علی قاری و حضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم اکابر کی امامت و جلالت و وثاقت عدالت سے کون آگاہ نہیں۔

[1] طبقات المقرئین

[2] رسالہ متعلق بصلوٰۃ الاسرار لعبد الحق المحدث الدہلوی

marfat.com

۵ وکیف یصح فی الاعیان شئ اذا احتاج النہار الی دلیل

(جب روزِ روشن دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی چیز کا وجود کیسے ثابت ہو سکتا ہے)

بالجملہ ایسے اکابر کی روایاتِ معتمدہ کو بے وجہ وجیہ رد کر دینا یا سخت جہالت ہے یا خبث وضلالت والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود، ورنہ تصانیفِ ائمہ سے امان اُٹھ جائے اور نظامِ شریعت درہم وبرہم نظر آئے، جو سند پیش کیجئے مخالف کہہ دے یہ الحاقی ہے، چلئے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہوگیا "ہیہات" کیا بزورِ زبان کچھ کہہ دینا قابلِ قبول ہو سکتا ہے، حاشا وکلّا، ادعائے بے دلیل مطرود وذلیل، ہاں ہم کو مسلّم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعوٰی زنہار مسموع نہیں جب تک بوجہ وجیہ اُس میں الحاق ثابت نہ کر دیں جس کے لئے امثالِ مقام[ع] میں صرف دو طریقے متصور، ایک تو یہ کہ اُس کتاب کے صحیح معتمد عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو، حضرت

ع اشارۃ الی انہ قد یعلم ذلک بالرجوع الی المتکلم وانکارہ عند من لا یتھمہ، ویعرف تارۃ باعتراف المفتری کما وقع بعض الوضاعین، وبقیل اخری اذا نص علی ذلک من یرجع الیہ لعظمہ وفضلہ، ولا ینکر علیہ لثقتہ وعدلہ وکذلک یحکم بہ اذا لم یأت ذلک الا من طریق من عرف بالکذب کقول المحدثین ان ھذا موضوع ای فی سندہ وضاع او کذاب وھذا انما یعطی عدم الجزم لا الجزم بالعدم الا اذا انضم الیہ دلیل اٰخر فالکذوب قد یصدق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

یہ اس طرف اشارہ ہے کہ الحاق کبھی خود متکلم کی طرف رجوع کرنے پر اور اس کا ایسے شخص کے سامنے الحاقی عبارت سے انکار کرنا، جس کو کذب سے متہم نہیں کیا جا سکتا اور کبھی خود افتراء کرنے والے کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بعض ایسے لوگوں سے اعتراف واقع ہوا ہے اور کبھی ایسی معظم اور افضل شخصیت جس کے تقوٰی اور عدل کی بنا پر اُس کی بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا، کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے اور کبھی الحاق کا حکم تب کیا جاتا ہے جب کہ اس بات کو صرف جھوٹ بولنے میں مشہور شخص ہی بیان کرے جیسا کہ محدثین کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ اس کی سند میں من گھڑت اور کذاب راوی ہے، یہ آخری وجہ صرف عدمِ جزم کا فائدہ دیتی ہے اور جزم بالعدم کا نہیں کیونکہ جھوٹا بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، ہاں اگر کوئی اور دلیل بتائے کہ یہ جھوٹ ہے تو پھر جزم بالعدم کا فائدہ ہو سکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یُونہی ثابت ہوا، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار میں فرماتے ہیں:

قدم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی سنة ۹۵۵ خمس وخمسین و تسعمائة فذاکرته فی ذلك فاخرج الی نسخة من الفتوحات التی قابلها علی النسخة التی علیها خط شیخ محی الدین نفسه بقونیة فلم ار فیها شیئا مما توقفت فیه وحذفته فعلمت ان النسخ التی فی مصر ان کلها کتبت من النسخة التی دسوا علی الشیخ فیها ما یخالف عقائد اهل السنة والجماعة کما وقع له ذلك فی کتاب الفصوص وغیرہ[1] الخ

یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابو الطیب مدنی جن کی وفات ۹۵۵ھ میں ہُوئی ہمارے یہاں آئے میں نے فتوحاتِ شیخ اکبر قدس سرہٗ کا تذکرہ کیا اُنھوں نے ایک نسخۂ فتوحات نکالا جسے اُنھوں نے اس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شہر قونیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہٗ کے دستخط شریف سے مزیّن ہے اس نسخے میں مَیں نے کہیں ان عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردّد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کر دی تھیں تو مجھے یقین ہُوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اسی نسخے سے نقل ہُوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائدِ اہلسنت و جماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افترا کرکے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا۔ الخ

اس کے بعد امام شعرانی نے دو تحریریں نقل فرمائیں جو عالم ممدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخۂ مذکورۂ قونیہ پر خود حضرت شیخ و دیگر علماء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وقف فرمایا ہُوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقف یُوں تحریر فرمائی ہے:

وقف محمد بن علی بن عربی الطائی هذا الکتاب علی جمیع المسلمین[2]

یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقف کی۔

اور اُس کے آخر میں قلمِ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے یہ تحریر ہے:

قد تم هذا الکتاب علی ید منشئه وهو

یہ کتاب بقلمِ مصنّف تمام ہُوئی اور یہ میرے

---

[1] کشف الظنون بحوالہ لواقح الانوار القدسیہ من الفتوحات المکیہ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/ ۱۲۳۸

[2] " " " " " " " " " ۲/ ۱۲۳۹

marfat.com

النسخة الثانية منه بخط يدی وكان الفراغ منه بكرة يوم الاربعاء الرابع و العشرين من شهر ربيع الاول سنة ست و ثلثين ٦٣٦ وستمائة وكتبه منشؤه[1]

خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چار شنبہ وقت صبح بتاریخ بست وچہارم ماہ مبارک ربیع الاول ۶۳۶ھ فراغ لکھا ہوا ہے اس کے مصنف نے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سینتیس ۳۷ مجلد میں ہے اور اس میں اس نسخے سے جس میں ملحدوں نے عقائد شنیعہ الحاق کئے، عبارت زیادہ ہے اور اس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمۃ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدر الدین قونوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے :

انشاء مولانا شیخ الاسلام وصفوة الانام محی الدین بن عربی[2]

یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلمانان برگزیدۂ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے۔

اور اس کے نیچے لکھا ہے : ملك هذه المجلدة لمحمد بن اسحٰق القونوی[3] یہ مجلد محمد بن اسحٰق قونوی کی ملک میں آیا۔ اس کے نیچے شیخ صدر الدین ممدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ ان سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحٰق قونوی کی شرح دستخط یہ ہے :

انتقل الی خادمه وربيب لطفه محمد بن اسحٰق سنة سبعين وثلثين ٦٣٧ وستمائة[4]

یہ کتاب مصنف کے خادم و لطف پروردہ محمد بن اسحٰق قونوی کی طرف ۶۳۷ھ میں منتقل ہوئی۔

انتہیٰ ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کون سا نسخہ معتمد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کی تحریر اور اس کے اول و آخر میں خود مصنف و دیگر علماء و عمائد کے دستخط کثیر، جب یہ نسخہ ان عبارات شنیعہ سے خالی بلا تو الحاق و افترا میں کیا شک رہا والحمد للہ رب العلمین ولہذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدۂ علمائے روم علامہ ابو السعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقنا ان بعض الیھود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افترا کئے ہیں۔ کما نقله فی الدر المختار عن معروضاته۔

اب کلام امام شعرانی کا حال سنئے، خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میزان میں فرماتے ہیں :

وقع لی ذلك من بعض الاعداء فانهم دسوا فی کتابی المسمی بالبحر المورود فی المواثیق

یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدا کے ساتھ پیش آچکا ہے انھوں نے میری کتاب البحر المورود فی المواثیق والعھود

---

[1] تا [4] کشف الظنون بحوالہ لواقع الانوار القدسیۃ من الفتوحات المکیۃ مطبوعہ مکتبۃ المثنی بغداد ۲/۱۲۳۹

marfat.com

والعهود امورا تخالف ظاهر الشریعۃ و داروا بہا فی الجامع الازہر وغیرہ و حصل بذلک فتنۃ عظیمۃ وما خمدت الفتنۃ حتی ارسلت لہم نسختی التی علیہا خطوط العلماء ففتشہا العلماء فلم یجدوا فیہا شیئا مما یخالف ظاہر الشریعۃ مما دسہ الاعداء فاللہ تعالٰی یغفر لہم ویسامحہم[1] اھ۔

میں خلافِ شرع باتیں الحاق کردیں اور اسے جامع ازہر وغیرہ میں لئے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے ان کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہلِ علم نے تلاش کی تو اُس میں وُہ امور مخالفِ شریعت جو دشمنوں نے ملا دئے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالٰی ان کی مغفرت کرے اور درگزر فرمائے۔

خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنّف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بدمذہبی و ضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علماء تو علما عام اہلِ اسلام کی طرف بے تحقق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء (جیسا کہ امام غزالی قدس سرہٗ نے "احیاء العلوم" میں اس کی تصریح کی ہے۔ت) رُد کردیں گے اور تحسیناً للظن الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے بات کا ایسا سخیف و رذیل ہونا کہ کسی طرح عقلِ سلیم اس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل صنف اول سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لان عندھما کل واحد منہم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفل اولی من اصلہ[2] (کیونکہ ان دونوں کے نزدیک ان میں سے ہر ایک اپنی فرع سے اولٰی ہے اور اس کی فرع اگرچہ نچلی ہو اصل سے اولٰی ہے۔ت) جس کے لئے اصلاً کوئی محصل نہیں ولہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا:

لم یتحصل منہا معنی فہی من ملحقات بعض الطلبۃ القاصرین[3] الخ

اس کا کوئی معنی نہیں بنتا لہذا یہ بعض نالائق طلباء کی الحاق کردہ عبارت ہے الخ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے وُہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائغہ کے لئے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اس

---

[1] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹

[2] السراجی فی المیراث باب ذوی الارحام 〃 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۹

[3] حاشیۃ ضیاء السراج مع السراج بحوالہ شرح سید شریف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی 〃

marfat.com

سے بری اور جابجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف پر شاہد جیسے بعض خدا ناترسوں کا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں [عہ] اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العٰلمین، اگر منکر بہجۃ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اُس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول، قابل قبول ارباب عقول اُس کے یقینی ضلالت ومخالف عقیدہ اہل سنت ہونے پر قائم کرلیتا تو اُس وقت دعوٰی الحاق زیب دیتا، نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقہ فطبقہ اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقرر و مسلّم رکھتے آئیں اور بہجۃ کا ایک نسخہ معتمدہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہ سینہ زوری الحاق کا ادعائے باطل کر دیا جائے، فن اصول میں جسے ادنٰی مداخلت ہے اس پر کالشمس واضح کہ مجرد امکان، منافی قطع ویقین بالمعنی الاعم نہیں، جب تک احتمال ناشئ عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نصوص قرآن وحدیث سے ہاتھ دھو بیٹھے، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ منکر کا تصانیفِ شریفہ جناب شیخ اکبر وامام شعرانی قدس سرہما کی نظیر دینا کس درجہ لغو وبے محل تھا، کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت، کہاں یہ زبانی شو سے حیلہ مبہوت، کاش منکر نے جہاں تصانیفِ مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوالِ مسطورہ بھی نقل کرلاتا، کہ دعوٰی مدلل وادعائے

عہ مایُنسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواتر عنہ حیث ترجم الائمۃ الاربعۃ وقال واما ابوحنیفۃ فلقد کان ایضا عابدا زاھدا عارفا باللہ خائفا منہ مریدا وجہ اللہ تعالٰی بعلمہ[1] الخ اھ درمختار۔

امام اعظم کے بارے میں جو امام غزالی کی طرف منسوب ہے اُس کا رَد خود امام غزالی کا ذکر کردہ وہ کلام ہے جو انھوں نے تواتر سے مروی "احیاء العلوم" میں ائمہ اربعہ کے تراجم میں بیان کیا ہے اور اُنھوں نے وہاں فرمایا کہ بیشک امام ابوحنیفہ بھی عابد، زاہد، عارف باللہ، اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے، اپنے علم کی بنا پر اللہ تعالٰی کی رضا کے طالب تھے الخ اھ درمختار (ت)

یعنی امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں ابوحنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

---

[1] احیاء العلوم بیان العلم الذی ھو فرض الکفایۃ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۱/ ۲۸

marfat.com

بے دلیل کا فرق کھل جاتا و للہ الحجۃ السامیۃ ۔

اور اس نمازکو[ف] قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کرسکا ، ہرجگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالتِ قبیحہ وسفاہتِ فضیحہ ہے جس میں فرقہ جدیدہ و طائفہ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امرونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں، اور عدمِ ذکر ذکرِ عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شئے کا نام ہے ! ترمذی و ابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضوراقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں :

الحلال مااحل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرّم اللہ فی کتابہ وماسکت فھو مما عفا عنہ[1]

حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں ، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ :

یٰایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبدلکم عفا اللہ عنھا واللہ غفور رحیم[2]

اے ایمان والو! وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمھیں بُرا لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالٰی بخشنے والا مہربان ہے ۔

ف : یہاں سے اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ ایک فائدہ نفیسہ کا بیان شروع کر رہے ہیں جو چار احادیث اور ایک آیت قرآنی پر مشتمل ہے جس سے بہت سی فروعات مثل عید میلاد النبی ، گیارھویں شریف ، تیجا ، دسواں ، چہلم اور صلوٰۃ الاسرار وغیرہ کے جواز کا ثبوت ملتا ہے ۔ نذیر احمد سعیدی

---

[1] جامع الترمذی ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الفراء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۲۰۶
سنن ابن ماجہ باب اکل الجبن والسمن مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴۹
[2] القرآن ۵/ ۱۰۱

marfat.com

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہو جاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انھیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھُول کر نہیں کہ وُہ تو بھُول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پُوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمھیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن و حدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں، دار قطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ تعالٰی فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحرم حرمات فلا تنتھکوھا، وحد حدودا فلا تعتدوھا، وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا۔[1]

بیشک اللہ تعالٰی نے کچھ باتیں فرض کیں اُنھیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حُرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھُولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو۔

احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم۔[2]

یعنی جس بات میں مَیں نے تم پر تضییق نہ کی اُس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا سے ہلاک ہُوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دُوں اسے بقدرِ قدرت بجالاؤ۔

احمد، بخاری، مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] سنن الدار قطنی — باب الرضاع — مطبوعہ نشر السنۃ ملتان — ۴/۱۸۴

[2] صحیح مسلم — باب فرض الحج مرۃ فی العمر حدیث ۴۱۲ — مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی — ۱/۴۳۲
سنن ابن ماجہ — باب اتباع سنت رسول اللہ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۲
مسند احمد بن حنبل — از مسند ابو ہریرہ — " دار الفکر بیروت — ۲/۲۴۷

marfat.com

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألته[1]

بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گناہگار وُہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کردی گئی۔

یہ احادیث باعلی ندا منادی کہ قرآن وحدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وُہ چیز ناجائز ہی رہتی۔ بالجملہ یہ قاعدہ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وُہ معاف وجائز ومباح و رَوا اور اس کو حرام وگناہ ونادرست وممنوع کہنا شریعتِ مطہرہ پر افترا۔

قال ربنا تبارك وتعالٰی لاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون○[2]

ہمارے رب تعالٰی نے فرمایا، اپنی زبانوں کا من گھڑت جھُوٹ مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا کرتے ہو، بیشک جو لوگ اللہ تعالٰی پر افترا کریں وُہ فلاح نہیں پائیں گے۔ (ت)

اسی طرح اس نماز کو طریقہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام کے خلاف کہنا بھی اُسی سفاہتِ قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً ان کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدمِ ثبوت فعل و ثبوت عدم جواز میں زمین و آسمان کا فرق ہے، امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع[3]

کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں۔

رافضیوں نے اس طائفہ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست ومنع فرمودن چیزے دیگراست[4] ملخصاً۔

نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز ہے ملخصاً (ت)

---

[1] صحیح بخاری باب مایکرہ من کثرۃ السؤال مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۲/۱۰۸۲

[2] القرآن ۱۶/۱۱۶

[3] مواہب اللدنیہ

[4] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم مطاعن ابوبکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

marfat.com

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذانِ مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے ۔ فرماتے ہیں :

ثم الثابت بعد ھذا انفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الان یدل دلیل اٰخر[1]۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں ۔ رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اس پر قائم نہ ہو ۔

ف
اور اسے اخلاص و توکّل کے خلاف ماننا عجب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغرضِ توسل ہے اور ان سے توسّل قطعاً محمود، اور ہرگز اخلاص و توکل کے منافی نہیں ، اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون[2]۔

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو ۔

اور انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرماتا ہے :

اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ[3]۔

وُہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں ۔

اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیاء و صلحاء و علماء و عرفاء علیہم التحیۃ والثناء کا قدیماً و حدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیمات سے حضور کے ظہورِ پرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمانِ برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابہ و تابعین سے آج تک اور آج سے قیامِ قیامت و عرصاتِ محشر و دخولِ جنت تک " استشفاع و توسّل " احادیث و آثار میں جس قدر وفور و کثرت و ظہور و شہرت کے ساتھ وارد محتاجِ بیان نہیں ، جسے اس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیہ امام قسطلانی و خصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی و شرح مواہب علامہ زرقانی و مطالع المسرات علامہ فاسی و لمعات و اشعۃ شروح مشکوٰۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و مدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا کتب و کلام علمائے کرام و فضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجابِ غفلت منکشف

---

[1] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[2] القرآن ۵/۳۵ [3] القرآن ۱۷/۵۷

ف : یہاں سے اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ شفاعت ، وسیلہ ، استمداد ، التجا اور ہنگامِ توسل ندائے محبوبانِ خدا کے جواز پر کلام شروع کر رہے ہیں جو کہ آیاتِ قرآنی ، احادیث اور کتبِ سیرۃ سے ماخوذ ہے ، غور کرو ۔ نذیر احمد

marfat.com

ہوتا ہے اور مصنف خطا سے منصرف و باللہ سبحٰنہ و تعالی التوفیق۔

اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلبِ باراں میں توسل کرنا مروی و مشہور، حصن حصین میں ہے:

وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ خ س مس والصالحین من عبادہ[1] خ۔ یعنی آدابِ دُعا سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے انبیاء سے توسل کرے۔ اسے بخاری و بزاز و حاکم نے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے، اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور سب سے زیادہ وُہ حدیث صحیح و مشہور ہے جسے نسائی[1] و ترمذی[2] و ابن ماجہ[3] و حاکم[4] و بیہقی[5] و طبرانی[6] و ابن خزیمہ[7] نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے بر شرطِ بخاری و مسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمۂ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم و مقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجاء بیکساں، ملاذ دوجہاں، افضل صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہ وعلیٰ ذریاتہٖ، نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا محمد انی اتوجہ بک الیٰ ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی اللھم فشفعہ فی[2]

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو، الٰہی! ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لتقضی لی بصیغۂ معروف واقع ہُوا یعنی یارسول اللہ! میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کر دیں۔

مولٰنا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرزِ ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ اور ایک نسخہ میں معروف کا صیغہ ہے یعنی تو میری حاجت روائی

---

[1] حصن حصین — آدابِ دعا — افضل المطابع انڈیا — ص ۱۸

[2] جامع الترمذی — ابواب الدعوات — " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی — ۱۹۷/۲

marfat.com

لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی اھ[1]

فرما، اور معنیٰ یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی کا سبب بنیں۔ پس یہ اسناد مجازی ہے اھ (ت)

اور یہ حدیث نفیس نجیح مذیل بطراز گرانبہائے تصحیح[ع۱] امام ابوالقاسم سلیمٰن لخمی طبرانی کے پاس یوں ہے:

ان رجلا کان یختلف الی عثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃ لہ، فکان عثمٰن لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکا ذلك الیہ، فقال لہ عثمٰن بن حنیف: ائت المیضأۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألك واتوجہ الیك بنبینا محمد

یعنی ایک حاجتمند اپنی حاجت کے لئے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا امیر المومنین نہ اس کی طرف التفات کرتے نہ اس کی حاجت پر نظر فرماتے، اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ، الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے

ع۱ امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں: قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحدیث صحیح[2] طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ (م)

ع۲ ھکذا ھو ھھنا یثبت الصلوٰۃ فی نفس الحدیث فی النسخۃ التصحیحۃ للترغیب التی من اللہ تعالٰی بھا علی ھذا المحتاج ولعل عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا روی الحدیث اتی بہ کما ھو واذا علم الرجل زاد الصلوٰۃ کما ھو المطلوب فی امثال المقام، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

یوں ہی وہ یہاں نماز کا ثبوت نفس حدیث میں ہے "ترغیب" کے صحیح نسخہ میں ہے یہ نسخہ اللہ تعالٰی نے اس محتاج کو بطور احسان عطا فرمایا ہے ہوسکتا ہے کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب روایت کیا تو انھوں نے حدیث کو درست بیان فرمایا اور جب انھوں نے آدمی کو ترغیب دی ہو تو نماز کا لفظ زائد کر دیا ہو جیسا کہ ایسے مقام میں مطلوب ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

۱؎ حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین صلٰوۃ الحاجۃ افضل المطابع انڈیا ص ۱۲۵

۲؎ الترغیب والترھیب فی الصلٰوۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶

marfat.com

صلی الله تعالیٰ علیه وسلم نبی الرحمة، یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فتقضی لی حاجتی، وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معك ، فانطلق الرجل فصنع ما قال له ، ثم اتی باب عثمن رضی الله تعالیٰ عنه فجاء البواب حتی اخذه بیده فادخله علی عثمن بن عفان رضی الله تعالیٰ عنه فاجلسه معه علی الطنفسة ، فقال حاجتك ، فذکر حاجته فقضاها له ، ثم قال ، ما ذکرت حاجتك حتی کانت هذه الساعة وقال ماکانت لك من حاجة فاذکرها ثم ان الرجل خرج من عنده فلقی عثمن بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه ، فقال له جزاك الله خیرا ، ماکان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمته فی ، فقال عثمن بن حنیف رضی الله تعالیٰ عنه والله ما کلمته ، ولکن شهدت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم واتاه رجل ضریر فشکا الیه ذهاب بصره ، فقال له النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ائت المیضأة فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بهذه الدعوات، فقال عثمن بن حنیف فوالله ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن به ضرقط۔[1]

توجہ کرتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر، شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں، حاجت مند نے یُوں ہی کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمھیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو۔ یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمھیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا، مگر ہُوا یہ کہ میں نے سیّدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا حاضر ہُوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یُوں ہی اسے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھے پھر یہ دُعا کرے، خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے، باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا۔

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی ما اسند عثمان بن حنیف ۸۳۱۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۹/ ۱۷

marfat.com

تنبیہ: ایہا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس وعبرت، اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ وجلالت منیعہ اوپر معلوم ہو چکی اور اس میں ہم اہل سنت وجماعت کے لئے جوازِ استمداد والتجاد ہنگام توسل، ندائے محبوبانِ خدا کا بحمد اللہ کیسا روشن وواضح وبین ولائح ثبوت جس سے اہلِ انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعوی بلند علم وتدین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں جس صریح بیباکی وشوخ چشمی کو کام فرمایا ہے اُنھیں اس سے شرم چاہیئے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا، جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم عزت نے جرأت نہ کرنے دی کہ نفسِ متن میں اُس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاسِ مشرب، ناخن بدل جوش عصبیت تاب گسل، ناچار حاشیۂ کتاب پر یوں ہجوم ہموم کی تسکین فرمائی کہ:

یک راوی ایں حدیث عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث است چنانکہ در تقریب موجود است وحدیث، راوی متروک الحدیث قابلِ حجت نمی شود۔

ایک راوی اس حدیث میں عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ ہے جو متروک ہے جیسا کہ "تقریب" میں موجود ہے، اور متروک الحدیث راوی کی حدیث حجت کے قابل نہیں ہوتی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، انصاف ودیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہو گیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پُر نور سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی نخواہی بزورِ تحریف، ایسی صحیح رجیح حدیث کو جس کی اس قدر ائمۂ محدثین نے یک زبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط ومردود قرار دیجئے اور انتقامِ خدا ومطالبہ حضور سید روزِ جزا علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کا کچھ خیال نہ کیجئے، اب حضرات منکرین کے تمام ذیعلموں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمن بن خالد بن عمر بن عبد اللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں ملتی، یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں، کاش اتنا ہی نظر فرما لیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی، اُس کا مدارِ روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں، وائے بیباکی مشہور ومتداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود اُن کی اسانید میں صاف صاف عن عثمن بن عمر مکتوب، پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابنِ خالد بنا لینا کس درجہ کی حیا ودیانت ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور سنئے ابن السنی عبد اللہ بن مسعود اور بزار عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یاعباد اللہ احبسوا فان للہ تعالیٰ عبادا فی الارض تحبسہ[1]

جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہئے یُوں ندا کرے "اے خدا کے بندو! روک لو" کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے۔

بزار کی روایت میں ہے یُوں کہے: اعینوا یاعباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو! ۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ[2] (اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) اور زیادہ فرماتے رواہ ابن شیبۃ فی مصنفہ (اسے ابن شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ اذکار میں فرماتے ہیں، ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا، چھوٹا ہُوا جانور فوراً رک گیا۔ اور فرماتے ہیں، ایک بار ہمارا ایک جانور چھُٹ گیا لوگ عاجز آگئے ہاتھ نہ لگا میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا[3] نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین (ملا علی قاری نے اسے حرز ثمین میں نقل کیا۔ ت) امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا اضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لایراھم[4]

جب تم میں سے کوئی شخص سنسان جگہ میں بھکے بھُولے یا کوئی چیز گم کردے اور مدد مانگنی چاہے تو یُوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، کہ اللہ کے کچھ بندے[ع] ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔

ع جن کے سیّد و مولا و سند و ماوٰی حضور پُر نور سیدنا عبد القادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۵۱۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۲۶۷
المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ ۳/ ۲۳۹ ۔ کشف الاستار عن زوائد البزار ۴/ ۳۴
مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۲ الاذکار للنووی ص ۱۰۱

[2] المصنف لابن ابی شیبہ مایدعو بہ الرجل حدیث ۹۷۶۹ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۳۹۰

[3] الاذکار للنووی باب مایقول اذا انفلتت دابتہ " دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۲۰۱

[4] المعجم الکبیر ماسند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۷ و ۱۱۸

marfat.com

عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: قد جرب ذلک[1] بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے۔ رواہ الطبرانی ایضاً (اسے طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ت) فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے۔ اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے، اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہُوا انہ مجرب قرن بہ النجاح[2] یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون۔ ذکرہ فی الحرز الثمین (اس کو حرز ثمین میں ذکر کیا ہے۔ت) ان احادیث میں جن بندگانِ خدا کو وقتِ حاجت پکارنے اور ان سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وُہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالٰی اسرارھم و افاض علینا انوارھم یہی قول اظہر واشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الوصین (جیسا کہ حرز الوصین میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ت) اور ممکن کہ ملائکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں وکیفما کان ایسے توسل و ندا کو شرک وحرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے۔

تنبیہ: یہاں تو حضرات منکرین کے اُنھیں عالم نے یہ خیال فرماکر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف وخطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زورِ علم ودیانت وجوشِ تقوٰی وامانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں، اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے تقوٰی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے 'تقریب' میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں سے۔

اقول مگر بحمد اللہ آپ کا تقوی وعدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنھیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لایعرف کہا، اور کہاں اس حدیث کے راوی عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی بدری کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر ومجاہدِ غزوہ بدر ہیں جن کی جلالتِ شان بدر سے روشن، مہر سے اَبیَن رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البھجۃ و الزبدۃ والتحفۃ وغیرھا ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کی تصریح کی اور بہجۃ الاسرار، الزبدۃ اور التحفہ وغیرہا میں اس کو روایت کیا اور نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ما سند عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۰/ ۱۱۸

[2] حرز ثمین حواشی حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۴۶

marfat.com

اُن کے پیشِ نظر ہے، شاید اس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی :

رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ عن نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] — اس کو طبرانی نے زید بن علی سے انھوں نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

یا جس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا اس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی :

عتبۃ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنۃ سبع عشرۃ[2] اھ ملخصا۔ — عتبہ بن غزوان بن جابر المزنی صحابی جلیل بدری اور مہاجر ہیں جن کا وصال ۱۷ھ میں ہوا۔ اھ ملخصاً۔ (ت)

پھر کون سے ایمان کا مقتضٰی ہے کہ اپنے مذہبِ فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزورِ زبان و بزورِ جنان درجۂ صحابیت سے طبقۂ ثالثہ میں لاڈالئے اور شمسِ عدالت و بدرِ جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ و مطعونِ جہالت بنانے کی بد راہ نکالئے

ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا لم تستحی فاصنع ما شئت[3] — لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تجھے حیا نہیں تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکارِ حق و اصرارِ باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر ادعائے حقانیت گویا تمیز کا وضوئے محکم ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، خیر یہ تو حدیثیں تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سُنئے اپنے قصیدۂ اطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ :

لابدست از استمداد بروحِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4] — حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ پاک سے مدد حاصل کرنا ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ — مجھے تو ہر مصیبت میں اور ہر پریشان حال کے لئے حضور

---

[1] حرز ثمین شرح حصن حصین مع حصن حصین دعاء الرکوب فی البحر افضل المطابع انڈیا ص ۴۵

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۴۵۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۶۵۳

[3] المعجم الکبیر مروی از ابو مسعود حدیث ۶۵۸ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/۲۳۷

[4] شرح قصیدہ اطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

marfat.com

جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے۔ ؎۱

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستِ تصرف ہی نظر آتا ہے (ت)

اسی میں ہے:

بہترین خلق خداست در خصلت و در شکل و نافع ترین ایشان ست مرداں را نزدیک ہجوم حوادث زماں ؎۲

زمانے کے حوادث میں لوگوں کے لئے آپ سے بڑھ کر کوئی نافع نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فصل یازدہم در ابتہال بجناب آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رحمت فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ ؎۳

گیارھویں فصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ہے، اے بہترین مددگار اور جائے امید اور بہترین عطا کرنے والے! آپ پر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (ت)

اسی میں ہے:

اے بہترین کسیکہ امید داشت شود برائے ازالہ مصیبتے۔ ؎۴

اے بہترین امید گاہ، مصیبتوں کے ازالہ کے لئے۔ (ت)

اسی میں ہے:

تو پناہ دہندۂ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگالہا را ؎۵

آپ مجھے ہر ایسی مصیبت میں جو دل میں بدترین اضطراب پیدا کرے، پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اور اپنے قصیدۂ ہمزیہ کی شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے، لکھتے ہیں:

آخر حالتی کہ ثابت است مادح آں حضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا ضراعۃ (بالفتح) خواری وزاری، ابتہال و اخلاص در دعا آنست کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن بایں طریق' اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات' عطائے ترا میخواہم روز فیصل کردن ؎۶

مایوسی کے وقت مدح کرنے والے کی آخری حالت میں یہ دعا اور ثنا ہونی چاہئے کہ وہ اپنے کو انتہائی گریہ زاری اور دل جمعی اور اظہار بے قدری میں خلوص کے ساتھ پناہ حاصل کرتے ہوئے یہ مناجات کرے اور کہے کہ اے رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اے اللہ تعالٰی کی مخلوق میں بہترین ذات! قیامت کے روز میں آپ کی عطا کا خواستگار ہوں۔ (ت)

؎۱ شرح قصیدہ اطیب النغم فصل اول در تشبیب بذکر الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴
؎۲ " " " فصل چہارم " " " ص ۶
؎۳ و ؎۴ و ؎۵ شرح قصیدہ اطیب النغم فصل یازدہم " " " ص ۲۲
؎۶ شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم " " " ص ۳۳

marfat.com

اسی میں ہے :

وقتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا[1]۔ جب کوئی کام تاریکی کی گہرائی میں گر جائے تو آپ ہی ہر بلا میں پناہ دیتے ہیں۔ (ت)

اسی میں ہے :

بسوئے توست آوردن من و بہ توست پناہ گرفتن من و در توست امید داشتن من[2]۔ میری جائے پناہ، میری جائے امید اور میرے مرجع آپ ہی ہیں۔ (ت)

بالجملہ بندگانِ خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر سخت جاہل محروم یا ضال مکابر ملوم، رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام، **اولاً** جب اس کی ترغیب خود حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے ثابت تو مدعیِ تسنن کو کیا گنجائشِ انکار، خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وُہ جناب اتباع قرآن و حدیث و اقتفائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات شنیعہ و التزام احکام شرعیہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وامدنا فی الدارین بنعماہ اٰمین (اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو اور اس کو راضی کرے اور اپنی نعمتوں سے دونوں جہاں میں ہماری امداد فرمائے آمین۔ ت)

ثانیاً وُہ علماء و اولیا جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ ہم نے ذکر کئے جنھوں نے یہ نماز پسند کی، اجازت دی، سند لی، خود پڑھی، منکرین میں کون ان کے پائے کا ہے؟ پھر ان کے کہے سے کیونکر مسلّم ہو کہ حکمِ شرع پر یہی چلے، اور وہ سب معاذ اللہ گنہگار، فساق، بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباعِ سوادِ اعظم کی طرف بُلانا، وہی پُرانی تلبیس ہے سوادِ اعظم کا خلاف جب ہو کہ جمہور ائمۂ دین، فقہا و محدثین، عرفائے محدثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس نماز سے ممانعت کرتے آئے ہوں، جب منکرین دو چار ائمۂ معتمدین سے صحیح طور پر (جو دیدہ و دانستہ کذب و افترا و وضع اسمائے کتب و علما و استناد بمجاہیل و اجزائے خاملہ سے کہ داب قدیم اکابر منکرین ہے خالی ہو) اس نماز کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ اِن شاء اللہ تعالیٰ قیامِ قیامت دے سکیں تو سوادِ اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے۔

ثالثاً اِن صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز و اباحت اور منع و انکار کی قباحت و شناعت

---

[1] شرح قصیدہ ہمزیہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[2] " " " " " " " ص ۴۴

marfat.com

پرنئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہئے) سوادِ اعظم ائمہ وعلماو محدثین و فقہا کا اجماع قطعی ثابت ہوگا، پہلے معلوم ہوچکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر عدم ہے اور خود یہاں منکرین کے ادعائے سواد اعظم کا یہی مبنی کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اب ہم کہتے ہیں کلماتِ ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں، ومن ادعی فعلیه البیان ولا یستطیعه حتی یرجع القارظان (جو دعوٰی کرے اس پر بیان لازم ہے جبکہ یہ اس کی استطاعت سے خارج ہے۔ت)، اور عدم بیان، بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنے ہوں گے کہ اُن سب ائمہ کے نزدیک اس نمازِ مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا فثبت المقصود وبھت العنود والحمد للہ العلی الودود (مقصود ثابت ہوا، مخالف مبہوت ہوا، الحمد للہ العلی الودود۔ت)

رابعاً ان حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کہ عقلاً و نقلاً محتاجِ دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدمِ جواز کے لئے ان کے زبانی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ لعراق و روش باوسب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لئے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان بے ثبوت کے مقابل قرآن عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین[1] (فرما دیجئے اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ت) اور منکر نے اثنائے تقریر میں جو اپنے لئے بات آسان کرنے کو ہیأت نماز و تذلل تام و انتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وُہ خود اسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلٰوۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں، ہاں محبوبانِ خدا کی نفسِ تعظیم بیشک اہم واجبات و اعظم قربات سے ہے،

قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر له عند ربه[2]۔ وقال تعالٰی من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب[3] ○ وقال تعالٰی انا ارسلنٰك شاھدا و مبشرا و نذیرا ○ لتؤمنوا باللہ و رسوله

اللہ تعالٰی نے فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی عزت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے لئے اللہ تعالٰی کے ہاں بہتر ہے۔ اور نیز فرمایا جو شخص اللہ تعالٰی کی نشانیوں کی تعظیم کرے گا تو یہ قلبی تقوٰی ہوگا۔ اور نیز فرمایا ہم نے آپ کو مشاہدہ کرنے والا، بشارت سنانے

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۱

[2] القرآن ۲۲/ ۳۰

[3] القرآن ۲۲/ ۳۲

marfat.com

وتعزروہ وتوقروہ۔[1] | والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے مومنو! تم اللہ اور اس کے رسول کی تعظیم و توقیر بجالاؤ (ت)

خود منکر نے کہا کہ صحابہ کرام تعظیم سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضۂ منورہ کے حضور خاص ہیأت نماز قائم کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا۔ لباب وشرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری کی تصریح لیجئے فرماتے ہیں:

یتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقف کما یقف فی الصلوۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ اھ[2] ملتقطا۔ | یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے۔ اھ ملتقطا۔

اے عزیز! اصل کار یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لئے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لئے تواضع ہے ولہذا بکثرت احادیث میں استاذ و شاگرد و علماء و عام مسلمین کے لئے تواضع کا حکم ہوا جنھیں جمع کیجئے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منہ[3]۔ | علم سیکھو اور علم کے لئے سکون و مہابت (وقار) سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو۔

---

[1] القرآن ۴۸/ ۸ و ۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المناسک مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۵

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۴۲

ف: محبوبانِ خدا (مثلاً انبیاء، اولیاء، علماء، استاد اور شاگرد کہ وہ اللہ کے نبی، یہ اللہ کے ولی۔ وہ دینِ الٰہی کے قیم ہیں اور ملتِ الٰہیہ پر قائم) کی تواضع اور تعظیم کرنا درحقیقت خدا ہی کی تواضع اور تعظیم کرنا ہے ورنہ محض کسی دُنیادار یا کافر کی تعظیم جائز نہیں۔ نذیر احمد

marfat.com

اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں اُن سے یُوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولا تکونوا جبابرة العلماء فیغلب جهلکم علمکم۔[1]

جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اُس کے لئے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ ہو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہو جائے۔

باانیہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، فتاوٰی ہندیہ میں ہے: التواضع لغیر الله حرام کذا فی الملتقط[2] (غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے جیسا کہ ملتقط میں ہے۔ ت) تو بات وہی ہے کہ انبیاء و اولیاء و مسلمین کے واسطے تواضع اس لئے ہے کہ وُہ اللہ کے نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دینِ الٰہی کے قیم ہیں یہ ملتِ الٰہیہ پر قائم ہیں تو علت تواضع، جب وہ نسبت ہے جو انھیں بارگاہِ الٰہی میں حاصل، تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی عزوجل کے لئے ہوئی جیسے

یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو عــہ عجیب تر بشنو (نہایت عجیب بات سُن۔ ت) مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات[3] میں فرماتے ہیں:

ایشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شما بر محبت خدا و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غالب ست موجب انفعال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبتِ خدا و رسول ست و سبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود ۔

چوں دیدۂ عقل آمد احول
معبود تو سری ست او ل

انہوں نے اپنے پیر کی خدمت میں لکھا کہ آپ کی محبت اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت پر غالب ہے جو کہ فیضیاب ہونے کا سبب ہے، پیر صاحب نے جواب میں لکھا کہ پیر کی محبت بھی اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی ہی کی محبت ہے جو کہ پیر کے باطن میں ثابت شدہ اللہ تعالٰی کے کمالات کو جذب کرنے کا باعث ہے۔

انتہی بلطفہ ۱۲ منہ (م)

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی باب ذکر ماینبغی للراوی والسامع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱
الکامل فی ضعفاء الرجال من اسمہ عباد عباد بن کثیر ثقفی بصری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۱۶۴۳

[2] فتاوی ہندیہ الباب الثامن والعشرون فی ملاقات الملوک الخ ر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸

[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مجتبائی دہلی ص ۱۸۲

marfat.com

صحابۂ کرام واہل بیت عظام کی تعظیم ومحبت بعینہٖ محبت وتعظیم سیدعالم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

کمانص علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غیرماحدیث ونحن فی غنی عن سردھا ھھنا فماھی شوارد بل معلومۃ الموارد۔

جیساکہ حضورعلیہ الصلوۃ والسلام نے اس پر تصریح فرمائی، ایسی بہت سی احادیث ہیں ہمیں ان کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، وہ احادیث اجنبی نہیں ہیں ان کا مورد سب کو معلوم ہے۔ (ت)

تواضع لغیراللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذاً باللہ کسی کافر یا دنیادار غنی کے لئے اس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وُہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں، اے عزیز! کیا وہ احادیث کثیرہ بثیرہ جن میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے خشوع وخضوع بجالانا مذکور، اس درجۂ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو اُن کے جمع واستیعاب سے غنا ہو، ابوداؤد ونسائی، ترمذی، ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأنّ علی رؤسھم الطیر[1]۔

فرمایا میں سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، یعنی سرجھکائے گردنیں خم کئے بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جان کر سروں پر آبیٹھیں، اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا!

ہند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیۂ اقدس میں ہے:

اذا تکلم اطرق جلساؤہ کانّ علی رؤسھم الطیر[2]۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضران مجلس ہوتے سب گردنیں جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں ؎

عجب ست باوجودت کہ وجود من ماند
تو بگفتن اندر آئی ومرا سخن بماند

(تعجب ہے کہ تیرے وجود سے میرا وجود باقی ہے تیری گفتگو نافذ ہے اور میری بات باقی ہے)

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں:

یکے ازمشایخ گوید کہ من وشیخ علی ہیتی در مدرسۂ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بودیم کہ یکے ازاکابر بغداد پیش آمد و

ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں اور شیخ علی ہیتی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مدرسہ میں تھے کہ اتنے میں بغداد کے

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الطب باب الرجل یتداوہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۳
مسند احمد بن حنبل حدیث اسامہ بن شریک " دارالفکر بیروت ۴/۲۷۸
[2] المعجم الکبیر حدیث ہند بن ابی ہالہ ۴۱۴ " مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۲/۱۵۸

marfat.com

گفت یاسیدی قال جدك رسول الله صلی
الله تعالیٰ علیه وسلم من دعی فلیجب
وهاانا ادعوك الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند
بیایم زمانے سر و پیش انداخت پس گفت مے آیم
و براستر سوار شد شیخ علی هیتی رکاب راست وی گرفت
ومن رکاب چپ تا بسرائے آں شخص رسیدیم همه مشایخ
بغداد و علما و اعیان آنجا بودند سماطے بر کشیدند بروی
انواع نعمتها و سلۂ بزرگ سرپوشیده دو کس برداشته
پیش آوردند و در آخر سماط نهادند بعد ازاں آں شخص که
صاحب دعوت بود گفت الصلا و شیخ رضی اللہ تعالیٰ
عنه سر در پیش افگنده بود هیچ نخورد و اذن نیز نداد هیچکس
هم نخورد و اهل المجلس کأنّ علی رؤسهم
الطیر هیبته [1]

ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے عرض کی اے
آقا (غوث اعظم)، آپ کے جدّامجد رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو دعوت دے اس کی
دعوت قبول کی جائے، تو میں آپ کو اپنے گھر کے لئے
دعوت دیتا ہُوں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے اجازت ملی
تو آؤں گا، یہ فرما کر آپ نے کچھ دیر سر مبارک کو جھکایا
پھر فرمایا میں آرہا ہوں آپ گھوڑے پر سوار ہوئے
شیخ علی ہیتی نے دایاں رکاب اور میں نے بایاں رکاب
پکڑا، حتی کہ ہم سب اس شیخ کے گھر پہنچے تو وہاں پر
بغداد کے مشائخ اور علما اور خاص لوگ موجود تھے دسترخوان
بچھایا گیا جس پر مختلف قسم کی نعمتیں موجود تھیں اور ایک
بھاری بوجھل تابوت کو دس آدمی اٹھائے ہوئے لائے
جو اُوپر سے ڈھانپا ہُوا تھا وہ دسترخوان کے قریب
ایک طرف رکھ دیا گیا، اس کے بعد صاحبِ خانہ شیخ نے کھانا کھانے کو کہا تو حضرت غوثِ اعظم نے سر مبارک جھکایا نہ
خود کھانا تناول فرمایا اور نہ ہی ہمیں کھانے کی اجازت دی، اور کسی نے بھی نہ کھایا جبکہ تمام اہلِ مجلس ایسے خاموش
سر جھکائے ہُوئے تھے جیسے کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ (ت)

یعنی اہلِ مجلس کہ تمام اولیاء و علماء و عمائدِ بغداد تھے ہیبتِ سرکارِ قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا
ان کے سروں پر پرندے ہیں۔ مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جانفزا بات کا ناتمام رہنا دل کو نہیں بھاتا لہٰذا
تفریحِ قلوبِ سنّت و غیظِ صدورِ بدعت کے لئے تتمۂ روایت نقل کردوں، فرماتے ہیں:

شیخ رضی اللہ تعالیٰ بمن و شیخ علی هیتی اشارتی کرد که آں
سلّه را پیش آرید برخاستیم و آں را پیش برداشتیم
و بس گراں بود در پیش شیخ نهادیم فرمود تا سر آنرا
بکشادیم دیدیم که فرزند آں شخصے بود نابینائے مادرزاد

حضرت نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ فرمایا کہ اس
تابوت کو میرے سامنے لاؤ، وہ بھاری تابوت ہم
نے اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا پھر آپ نے فرمایا
اس پر سے کپڑا ہٹاؤ، جب ہم نے دیکھا وہ اس شخص کا

---

[1] نفحات الانس حالات شیخ ابوعمرو صریفینی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

marfat.com

برجائے ماندہ و مجذوم و مفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی راگفت قم باذن اللہ معافیٰ آں کودک برخاست دواں وبینا وبراں ہیچ آفتے نے فریاد ازحاضراں برخاست شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورانبوہ مردم بیروں آمد وہیچ نخورد پیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتم وآں قصہ باوے بگفتم گفت شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتہی۔[1]

لڑکا تھا جو مادرزاد نابینا اور مفلوج تھا تو حضرت نے اس لڑکے کو حکماً فرمایا قم باذن اللہ معافی (اللہ کے حکم سے کھڑے ہوجاؤ عافیت والے ہوکر) وہ لڑکا فوراً تندرست حالت میں کھڑا ہوگیا جیسا کہ اسے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ اس کے بعد حضرت حاضرین میں سے اُٹھ کر پوری جماعت کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ اس کے بعد میں شیخ ابوسعید قیلوی کے پاس گیا اور ان کو میں نے یہ تمام قصہ سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست اور مُردے کو زندہ اللہ کے اذن سے کرتے ہیں۔ (ت)

سہ

قادرا قدرت تو داری ہرچہ خواہی آں کنی
مُردہ راجانے دہی و درد را درماں کنی

(اے قدرت والے تجھے قدرت ہے جو چاہے تو کرے، مُردہ کو جان دیتا ہے اور درد کو آرام دیتا ہے)

امام ابوابراہیم تجیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کتاب الشفاء میں ہے:

واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویأخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ۔[2]

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کرے یا اس کے سامنے حضور کا ذکر آئے خضوع وخشوع بجالائے اور باوقار ہوجائے اور اعضاء کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لئے اُس ہیبت وتعظیم کی حالت پر ہوجائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرو اس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالیٰ نے ہمیں ان کا ادب سکھایا ہے۔

---

[1] نفحات الانس حالات ابوعمرو صریفینی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ انتشارات کتاب فروشی ایران ص ۵۲۰

[2] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/۳۴

marfat.com

امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں :

یفرض ذلك ویلاحظہ ویتمثلہ فکانہ عندہ[1] — یعنی یادِ حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس کا تصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہوں۔

امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں امام تجیبی کا ارشاد نقل کر کے فرماتے ہیں :

وھذہ کانت سیرۃ سلفنا الصالح وائمتنا الماضین رضی اللہ تعالیٰ عنھم[2] — ہمارے سلف صالح و ائمہ سابقین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی داب وطریقہ تھا۔

اور فرماتے ہیں :

کان مالك اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی[3] — امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے۔

نسیم میں ہے : لشدۃ خشوعہ[4] یہ جھک جانا بسبب شدتِ خشوع تھا۔ شفا شریف وغیرہ تصانیفِ علماء میں اس قسم کی بہت روایات مذکور، شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں : ؎

ینادی ضارعا لخضوع قلب ... وذل وابتھال والتجاء
رسول اللہ یا خیر البرایا ... نوالك ابتغی یوم القضاء[5]

(حاجتمندی، دل کی عاجزی، انکساری، تضرع اور التجاء کے ساتھ رسول اللہ کو ندا کرے اور عرض کرے کہ اے مخلوق سے افضل ذات! میں آپ سے قیامت کے روز عطا کا خواستگار ہوں)

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرضِ حاجت کرے تو تضرع و خضوعِ قلب و تذلل و الحاح و زاری سب کچھ بجالائے۔ میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہئے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کون کرے، غرض اس مطلب نفیس میں کلماتِ علماء کا استیعاب کیجئے تو دفتر چاہئے لہذا

---

[1] نسیم الریاض شرح شفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد موتہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۳۹۶
[2] کتاب الشفاء 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 مطبوعہ مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ ترکی ۲/۳۴
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/۳۶
[4] نسیم الریاض شرح شفاء 〃 〃 〃 〃 〃 دار الفکر بیروت ۳/۳۹۹
[5] شرح قصیدہ ہمزیہ شاہ ولی اللہ فصل ششم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۲

marfat.com

میں یہاں منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک متقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل تلخیصًا اور ذکر کرتا ہوں مولٰنا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں ؛

فاذا فرغ من ذلك قصد التوجه الى القبر المقدس وفرغ القلب من كل شئ من امور الدنيا، واقبل بكليته لما هو بصدده ليصلح قلبه للاستمداد منه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وليلاحظ مع ذلك الاستمداد من سعة عفوه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعطفه ورأفته (اى شدة رحمته على سائر العباد) ان يسامحه فيما عجز عن ازالته من قلبه، ثم توجه (اى بالقلب والقالب) مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح (من الحركات) فارغ القلب (عمن سوى مقصوده ومرامه) واضعا يمينه على شماله (تأدبا فى حال اجلاله) مستقبلا للوجه الكريم مستدبرا للقبلة ناظرا الى الارض متمثلا صورته الكريمة فى خيالك مستشعرا بانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عالم بحضورك وقيامك وسلامك (بل بجميع افعالك واحوالك وارتحالك ومقامك) مستحضرا عظمته وجلالته وشرفه وقدره صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قال من غير رفع صوت (لقوله تعالىٰ ان الذين يغضون اصواتهم عند رسول الله الاية)

یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبرانور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالاتِ دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو جائے تاکہ اس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو باایں‌ہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کمال مغفرت و مہربانی و رافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدتِ رحمت سے مدد مانگے پھر دل و بدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریف میں حاضر ہو تواضع و خضوع و خشوع و تذلل و انکسار و خوف و وقار و ہیبت و احتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضا کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کئے ہوئے ادب و تعظیم حضور کے لئے دہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف مُنہ اور قبلے کو پیٹھ کرے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار رہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری و قیام و سلام بلکہ تمام افعال و احوال اور منزل بمنزل کے قیام و ارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت و جلال و شرف و منزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سُنانے کی سنّت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضورِ قلب و شرم و حیا

marfat.com

ولا اخفاء (ای بالمرۃ لفوت الاسماع الذی هو السنۃ وان کان لا یخفی شئ علی الحضرۃ) بحضور (قلب واستحیاء) السلام علیک ایها النبی ورحمۃ الله وبرکاته[1] ثم یقول یارسول الله اسألك الشفاعۃ ثلثا (لانه اقل مراتب الالحاح لتحصیل المنال فی مقام الدعاء والسؤال)[2]

وصلی الله تعالٰی علٰی قاضی حاجاتنا و معطی مواداتنا سیدنا و مولانا محمد و اٰله وصحبه اجمعین۔

کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایها النبی و رحمۃ الله وبرکاته پھر کہے یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ! میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں، تین بار اس لئے کہے کہ یہ دُعا وسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنٰی مرتبہ الحاح کا ہے۔ (م)

اللہ تعالٰی ہمارے حاجت روا اور مرادوں کو پورا کرنے والے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور آپ کی آل وصحابہ کرام سب پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

اِن احادیث و روایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکار ہوگیا کہ ہنگام توسّل محبوبانِ خدا کی طرف منہ کرنا چاہئے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو، اور دل کو ان کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر این وآں خاطر سے محو ہوجائے اور ان کے لئے خضوع وخشوع محمود ومشروع، اور اس میں اُن کا زمانۂ وفاتِ ظاہری وحضورِ مرقد وذکرِ مجرد سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارات اخیرہ سے جو اور فوائد جمیلہ وعوائد جلیلہ حاصل ہوئے بیان سے غنی ہیں والحمد لله رب العٰلمین پس زیدِ منکر نے کہ توجہ قلب وخشوع وہیأتِ نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدمِ جواز کی طرف راہ آسان ہوگی۔ بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا والله یحق الحق بکلمته ولو کره المجرمون[3] (اور اللہ تعالٰی حق کو اپنے کلمہ سے ثابت فرماتا ہے اگرچہ باطل والے ناپسند کریں۔ ت) فقیر حیران ہے کہ اس نمازِ مبارک میں اول تو صلوٰۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں، اور ہو بھی تو اس میں کیا گناہ ہے، ہر نمازِ مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنّتِ معلومہ ہے، پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت، ہاں جو کچھ غیظ وغضب کرنا ہو تعیینِ سمت پر کیجئے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجئے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ، داعی سنّتِ

---

[1] مسلک متقسط شرح منسک متوسط مع ارشاد الساری، فصل ولو توجہ الی الزیارۃ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۳۳۷

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۳۳۹

[3] القرآن ۱۰/ ۸۲

marfat.com

نبویہ، متحلی بانواع فضائل وفواضل لکھتے ہیں اور حاشیہ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول :

انچہ قدر ایشاں ما مردم میدانیم شما چہ دانید احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشاء فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ، واحوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادۂ شریعت و طریقت و اتباعِ کتاب و سنت ہمچنیں استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد دریں جزو زماں مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگان بلکہ در ہر جزو زمان وجود ایں چنیں عزیزاں کمتر بودہ است چہ جائے ایں زماں کہ پر فتنہ و فساد ست انتہی[1]

ان کی جو قدر ہم جانتے ہیں تم کیا جانو، ہندوستان کے لوگوں کے احوال ہم سے مخفی نہیں کیونکہ ہندوستان فقیر کا جائے پیدائش و پرورش ہے اور عرب بھی میں نے دیکھا ہے اور اس کی سیر کی ہے اور ولایت کے لوگوں کے احوال بھی سُنے ہیں، تحقیق کی ہے کہ ان صاحبِ عزت، جو کہ شریعت و طریقت کے مرتبہ پر فائز ہیں اور کتاب وسنت پر عمل پیرا ہیں اور طالب حضرات کی رہنمائی میں عظمت اور مضبوطی رکھتے ہیں، جیسا بلادِ مذکورہ میں فی زمانہ کوئی نہیں ہے گزشتہ لوگوں (اسلاف) میں ہو سکتا ہے، بلکہ ہر دور میں ان جیسے بزرگ بہت کم ہوئے ہیں اس پُرفتن زمانہ کی بات ہی کیا ہے اھ (ت)

یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا: تخمے پاک در خاک آں عفیفہ کاشتہ ایم بر وقت مقدر سرسبز خواہد شد (ہم نے اس پاکیزہ کی مٹی میں ایک پاک بیج کاشت کیا ہے جو مقررہ وقت پر سرسبز ہوگا۔ ت) تحریر فرماتے ہیں :

انچہ از قصد خود و مردم خانہ بجانب شاہجہاں آباد نوشتہ اند بشرطِ امن مبارک ست و تا رسیدن شما فقیر ان شاء اللہ تعالٰی بعد نماز یک دو گھڑی روز بر آمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورۂ شما متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشینند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است الخ[2]

میں نے اور گھر والوں نے شاہجہان آباد کی طرف جو خط لکھا ہے وہ بشرطِ امن مبارک ہے اور تمھارے پہنچنے تک ان شاء اللہ فقیر روزانہ ایک دو گھڑی حلقہ ذکر سے قبل یا بعد باہر آکر آپ کی مستورہ بیوی کی طرف توجہ کرتا ہے، ہو سکتا ہے تو روزانہ فیض کا متوقع ہو کر اس طرف منہ کرکے صبح کی نماز کے بعد بیٹھا کرو تاکہ اس پاکیزہ کی جو میری بیٹی ہے کی محبت کی تاثیر اس فقیر کے دل پر ہو۔ الخ (ت)

[1] حاشیہ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی از مجموعہ کلمات طیبات فصل چہارم "مکاتیب شاہ ولی اللہ" مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۵۸

[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب سی و ہفتم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۷

marfat.com

دُوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں ؛

جانِ من سلامت باشی دریں مدت مفارقت دو رقعہ شمار سید و حرزِ جاں گردید باید دید کہ انتظار با ماچہ میکند، ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشینید بے ناغہ توجہ می دہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمر و مزۂ عمر باد انتہی ملخصا[1]

میری جان! سلامت رہو، اس جدائی کی مدت میں تمھارے دُو رقعے ملے ہیں جو حرزِ جاں ہیں، غور کرو کہ ہمارا انتظار کیا اثر کرتا ہے روزانہ صبح کی نماز کے بعد مجھ فقیر کی طرف منہ کرکے بیٹھا کرو اور ناغہ نہ کرو، میں خود توجہ کیا کروں گا کسی دوسرے کی توجہ کی ضرورت نہیں ان شاء اللہ عمر زیادہ اور عمر کا مزہ بھی پاؤ گے اھ ملخصاً

انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے ؛

نسبت ما بجناب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مے رسد و فقیر را نیازے خاص با آنجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با آنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد[2] الخ۔

میرا خاص تعلق حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے قائم ہے اور فقیر کو آپ سے خاص نیاز حاصل ہے، فقیر جسمانی عارضہ کے وقت آپ کی طرف توجہ کرتا اور شفا پاتا ہے الخ (ت)

شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ؛ ؎

آنانکہ زاو ناس بھمی جستند ۔۔۔ بالجنتہ انوارِ قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں میجو ۔۔۔ دروازۂ فیضِ قدسِ ایشاں ہستند[3]

(وُہ ذات جس سے لوگ بھلائی چاہتے ہیں اور ان کے قدم کے انوار لباس بناتے ہیں ان کی توجہ سے مقدس فیض کی خواہش کر کیونکہ وُہ فیض قدس کا دروازہ ہیں)

پھر اس کی شرح میں لکھا ؛

یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلیغ دارد[4]

یعنی مشائخ کی ارواحِ طیبہ روح اور سر کی صفائی میں انتہائی مفید ہیں (ت)

---

[1] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب چہل و دوم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۹
[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات 〃 〃 〃 〃 ص ۷۸
[3] مکتوبات شاہ ولی اللہ از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب بست و دوم در شرح رباعیات 〃 〃 〃 ص ۱۹۴
[4] شرح رباعیات شاہ ولی اللہ 〃 〃 〃 〃 〃 〃

marfat.com

انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا :

بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شد، و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند[1]۔

مشائخ کی ارواح کی طرف متوجہ ہو اور ان کے لئے فاتحہ پڑھو اور ان کی قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ اور وہاں سے فیض حاصل کرو۔ (ت)

نفیسہ : امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں :

لم یزل العلماء وذوو الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم و یرون نجح ذلک، منھم الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیٔ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ تعالٰی عندہ فتقضی سریعًا[2]۔

یعنی ہمیشہ سے علما و اہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہِ الٰہی میں اُن سے توسّل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور ان کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ یہاں نکاتِ غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے، جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلا عزمجدہ کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محمود مقصود و سنت ماثورہ و طریقہ مامورہ اور ہنگامِ توسل اُن کی جانب توجہ درکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پُوچھا : دُعا میں قبلہ کی طرف منہ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ؟ فرمایا :

ولم تصرف وجھک عنہ وھو وسیلتک

کیوں اپنا مُنہ اُن سے پھیرتا ہے وُہ قیامت کو تیرا

---

[1] ہمعات ہمعہ ۸ مطبوعہ اکادیمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدر آباد ص ۳۴

[2] الخیرات الحسان الفصل الخامس والثلاثون فی تادب الائمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۹

marfat.com

ووسیلۃ ابیك اٰدم علیہ الصلٰوۃ و السلام الی اللہ تعالٰی یوم القیٰمۃ بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعك اللہ تعالٰی[1] اخرجہ الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ۔

اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ اُنھیں کی طرف منہ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی تیری درخواست قبول فرمائے۔

اور سوالِ حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: واستعینوا بالصبر والصلٰوۃ[2] (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ ت) پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوبِ خدا کے قریب جائیے اسی طرف حق جل وعلا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[3]

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یُوں ہوتا ہے کہ گنہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیماً وحدیثاً علماء وصلحا اس آیہ کریمہ کو زمانۂ حیات و وفاتِ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کئے اور اوقات زیارت میں یہی آیہ کریمہ تلاوت کر کے اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ و منح محمدیہ و مدارج النبوۃ و جذب القلوب الٰی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰی وغیرہا تصانیف علما میں مذکور و مشہور بعض اُن سے حضرت مقدام المحققین حضرت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کر کے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ سے مشرف ہو۔ ت) اسی طرح بہت علما مصنفان مناسک باب

---

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ شرکۃ صحافیۃ فی بلاد عثمانیۃ ۲/ ۳۵
نسیم الریاض شرح شفاء " " " " " دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۸

[2] القرآن ۲/ ۱۵۳

[3] القرآن ۴/ ۶۴

زیارت شریفہ مدینہ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبانِ خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے، اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اُس آستان فیض نشان سے دُور و مہجور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث حسن میں فرمایا :

من تشبہ بقوم فھو منھم[1]۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن و ان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لیس بذلک۔

جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ اُنھیں سے ہے۔ اس کی تخریج طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کی ہے یہ سند جید ہے اگرچہ ابو داؤد کے طریق پر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی قوی نہیں ہے۔ (ت)

ثانیاً توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوانِ باطن، لہذا یہ چلنا مقرر ہُوا کہ حالتِ قالب حالتِ قلب پر شاہد ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلبِ لباس، قلب احوال و کشف باس کی خبر دے، شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں قضائے حاجت کے لئے "صلوٰۃ کن فیکون" کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اتارے، آستین گلے میں ڈالے، پچاس بار دعا کرے، ضرور مستجاب ہو[2]۔ اس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں، "بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے، آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہو گا، حالانکہ ادعیۂ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا اُلٹنا پلٹنا نمازِ استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امرِ مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے واسطے حصولِ شعار گردشِ حال کے یا مقصود کے کیونکر نا جائز ہو گا[3]۔" انتھی مترجما بترجمۃ المولوی خرم علی البلھوری فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل۔ میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں، اس وجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے، اگرچہ نفس

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰ و ۹۲
مجمع الزوائد بحوالہ معجم اوسط کتاب الزہد " دارالکتاب العربیہ بیروت ۱۰/ ۲۷۱
[2] القول الجمیل مترجم اردو پانچویں فصل صلوٰۃ کن فیکون " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۳
[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل " " " " " " " " " " " ص ۷۴

marfat.com

اظہار گڑ گڑانے کی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانبِ عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا۔

ثالثاً ظاہر مصلح خاطر ولہذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال وجوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو اسی لئے نماز میں تلفظ بہ نیت قصد جمع عزیمت علماء نے مستحسن رکھا کما فی المبسوط والهداية والكافی والحلية وغيرها (جیساکہ مبسوط، ہدایہ، کافی اور حلیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں :

من جبلة الانسان انه اذا استقر فی قلبه شیئ جری حسب ذلك الاركان واللسان وهو قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم " ان فی جسد ابن اٰدم مضغة " الحدیث ففعل اللسان والاركان اقرب مظنة وخليفة لفعل القلب[1]

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضاء اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک کا کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے الحدیث، پس زبان اور اعضاء کی حرکت دل کے فعل کے تابع ہوتی ہے۔ (ت)

اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشتِ شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔ شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں :

الهيأة المندوبة ترجع الی معان، منها تحقيق الخضوع كصف القدمين، ومنها محاكاة ذكر الله تعالیٰ باصابعه ويديه حذو ما يعقله بجنانه كرفع اليدين والاشارة بالمسبحة ليكون بعض الامر معاضدا لبعض[2] اھ ملخصاً

مستحب حالت کئی معانی کی طرف راجع ہے، ایک خشوع کا پایا جانا، جیسے قدموں کا برابر ہونا، اور ایک اللہ کے ذکر کی حکایت ہاتھ اور انگلیوں سے کرنا تاکہ دل میں جو کچھ ہے اس کی مطابقت ہوسکے، جیسے ہاتھ اٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا جس سے بعض افعال کی بعض سے تقویت ہوتی ہے اھ ملخصاً (ت)

اور اسی قبیل سے ہے دعا میں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا، شاہ ولی اللہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہوجائے اور حالت قلب ہیأت سے تائید پائے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/۵

[2] " " " اذکار الصلوٰۃ وہیأتہا المندوب الیہا " " " ۲/۷

marfat.com

کتاب مذکور میں ہے:

اما رفع الیدین ومسح الوجہ بہما فتصویر للرغبۃ ومظاہرۃ بین الہیأۃ النفسانیۃ وما یناسبہا من الہیأۃ البدنیۃ وتنبیہ للنفس علی تلک الحالۃ[1]

اور ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر ملنا یہ اپنی دُعا میں رغبت کا اظہار ہے اور ہیئت نفسانیہ کی تصویر اور ہیئت بدنیہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔ (ت)

بعینہٖ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذابِ تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف کے بجالانے والوں پر روشن، گو منکر محروم بیخبر باشں ع

ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نچشی

(اس شراب کا مزہ تُو اسے چکھے بغیر نہ پا سکے گا)

رابعاً سنّتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا، حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہُوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہی لئے چلے آؤ، پھر وہاں سے تجاوز فرماکر نماز قضا کی، مسلم فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال عرسنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیأخذ کل رجل براس راحلتہ فان ھذا منزل حضرنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ[2] الحدیث (حدیث کا ترجمہ متنِ حدیث سے پہلے موجود ہے) یہاں بھی جب یہ محتاج دو رکعت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کرکے اللہ جل جلالہٗ سے دُعا چاہتا ہے نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وُہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجاتِ الٰہی میں تقصیر کرا دی ناچار ہٹتا ہے اور پُر ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لئے اولیٰ والیسر، یمیناً وشمالاً انصراف میں ترک توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت اور اقبال نشان اقبال فکان ھو المختار۔

خامساً خادمِ شرع جانتا ہے کہ صاحبِ شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاؤل

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ الاذکار وما یتعلق بہا مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۲/ ۷۵

[2] صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۸

marfat.com

پر بہت نظر ہے اسی لئے استسقاء میں قلبِ ردا فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو

الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی وحوّل رداءہ لیتحول القحط۔[1]

ہمارے اصول کے مطابق دارقطنی نے صحیح سند کے ساتھ امام ابن امام ابن امام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے (بارش کے لئے دعا میں) چادر مبارک الٹی تاکہ قحط ختم ہوجائے۔ (ت)

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں،

قالوا والتحویل شرع تفاؤلا بتغییر الحال من القحط الی نزول الغیث والخصب و من ضیق الحال الی سعتہ۔[2]

ائمہ کرام نے فرمایا کہ چادر الٹانا اس لئے مشروع ہے کہ قحط سے بارش کی طرف اور تنگی سے خوشحالی کی طرف حالت کو تبدیل کرنے کے لئے نیک فال بن سکے۔ (ت)

اِسی لئے بدخوابی کے بعد جو اس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی، ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اُس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو

مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما مرفوعا اذا رأی احدکم الرؤیا یکرھھا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ۔[3]

مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین مرتبہ بائیں جانب تھوکے اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور اپنی کروٹ دوسری جانب بدلے۔ (ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں، تفاؤلا بتحول تلک الحال[4] (تاکہ اس سے نجات کے لئے

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الاستسقاء حدیث ۲ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۶۶

[2] شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقاء 〃 نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۹۲

[3] صحیح مسلم کتاب الرؤیا 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۲۴۱

سنن ابو داؤد باب فی الرؤیا 〃 〃 〃 〃 〃 ۲/ ۶۸۵

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اذا رأی احدکم کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۱/ ۹۷

marfat.com

نیک فال بن سکے۔ت) اسی لئے ہنگام استسقا پشتِ دست جانبِ آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو۔

مسلم عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ الی السماء[1]

مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

طیبی گفتہ ایں نیز برائے تفاول ست بقلب و تبدل حال مثل صنیع وے صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم در تحویل ردا اشارتست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گردد و بریزد انچہ در وے ست از امطار واللّٰہ تعالٰی اعلم[2]

طیبی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طور پر ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چادر تبدیل کرتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف ہوجانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

اسی لئے علما نے مستحب رکھا جب دفعِ بلا کے لئے دعا ہو پشتِ دست سُوئے سما ہو گو یا ہاتھوں سے آتشِ فتنہ کو بُجھاتا اور جوشِ بلا کو دباتا ہے۔ اشعہ میں ہے:

گفتہ اند چوں دعا برائے طلب وسوال چیزے از نعما بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطون کفہا بجانب آسمان وہرگاہ کہ برائے دفع ومنع فتنہ وبلا باشد پشت ہائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفائے نائرۂ فتنہ وبلا و پست کردن قوت حادثہ وغلبۂ آں[3]

علما نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کے لئے دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیا جائے اور اگر کسی دفعِ شر کے لئے دعا کی جائے تو پھر ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تاکہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت وغلبہ پست ہوجائے۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ الاستسقا مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۳

[2] اشعۃ اللمعات " " " " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۲۳

[3] " " " " " " " " " " " "

اسی لئے دُعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اعلیٰ واشرف اعضاء پر اُلٹ دی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔ ترمذی و حاکم کی حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجھہ[1]۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو چہرہ مبارک پر پھیرے بغیر ہاتھوں کو نیچے نہ کرتے۔ (ت)

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں:

تفاؤلا باصابۃ المراد وحصول الامداد[2]۔

مراد کو پانے اور امداد حاصل کرنے کے لئے نیک فال کے طور پر۔ (ت)

اور حدیث حسن:

ابی داؤد عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ۔

ابو داؤد نے حضرت سائب بن یزید سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھا کر چہرہ مبارک پر ملتے۔ (ت)

کے نیچے لکھا:

تفاؤلا وتیامنا بان کفیہ ملئتا خیرا فافاض منہ علی وجھہ[3]۔

یہ نیک فال ہے کہ ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں اور اس خیر کو چہرہ پر فائض فرمایا۔ (ت)

اور حدیث ابی داؤد:

بیھقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم

بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ

---

[1] جامع الترمذی "الدعوات" باب ما جاء فی رفع الایدی عند الدعاء مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۷۶
المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مسح الوجہ بالیدین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۵۳۶
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث کان اذا رفع یدیہ فی الدعا کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲/۲۵۰
[3] ″ ″ ″ ″ حدیث کان اذا دعا فرفع کے تحت ″ ″ ۲/۲۴۹

marfat.com

ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم۔

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے ہاتھوں کے باطن میں سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت میں سوال نہ کرو، اور جب دُعا سے فارغ ہوجاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرو۔(ت)

کے تحت میں لکھا:

تفاؤلا باصابۃ المطلوب وتبرکا بایصالہ الی وجھہ الذی ھو اشرف الاعضاء و منہ یسری الی بقیۃ البدن[1]

تاکہ نیک فال ہوسکے کہ مطلوب پالیا اور اس کو برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا جو کہ اعضاء میں افضل ہے اور اس سے تمام بدن میں سرایت کرے۔ (ت)

فاضل علی قاری نے حرزِ ثمین میں فرمایا:

لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء و تفاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء فان اللہ سبحنہ یستحیی ان یرد یدعبدہ صفرا ای خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء[2]

ہوسکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا قبول ہوچکی ہے اور دفعِ بلا اور حصولِ عطا کے لئے نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خلاء اور ملاء میں خیر سے خالی لوٹانے پر حیا فرماتا ہے۔ (ت)

اسی طرح صاحبِ شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقاصد شرع پر لحاظ فرماکر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض وعطائے قربت وحصول اغراض واقبال اجابت کے لئے فال حسن ہو واللہ تعالیٰ الموفق۔

سادسًا صحیح مسلم شریف میں بروایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ثابت کہ سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمتِ اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوارِ قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دستِ اقدس کے قابو میں تھے

ف: آئندہ سطور میں ہلالین کے اندر اعلحضرت کی اپنی عبارت ہے اور ہلالین سے باہر حدیث کی عبارت ہے۔ نذیر احمد

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث سلوا اللہ کے تحت مکتبہ امام الشافعی الریاض ۲/ ۶۰

[2] حرز ثمین حواشی حصن حصین مع حصن حصین آداب الدعاء افضل المطابع انڈیا ص ۱۱

marfat.com

اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔

و ذلك قوله (بعد ما وصف صلوة النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في الكسوف) ثم تأخر (يعني النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم) وتأخرت الصفوف خلفه حتى انتهينا (قال مسلم وقال ابوبكر يعني ابن ابي شيبة شيخه حتى انتهى) الى النساء ثم تقدم وتقدم الناس معه حتى قام في مقامه فانصرف حين انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحديث حتى قال) ما من شیٔ توعدونه الا وقد رأيته في صلوتي هذه لقد جئ بالنار وذلكم حين رأيتموني تأخرت (وساق الخبر الى ان قال) ثم جئ بالجنة وذلكم حين رأيتموني تقدمت حتى قمت في مقامي ولقد مددت يدي وانا اريد ان اتناول من ثمرها[1] (الحديث مختصر)

ان کا قول یہ کہ سورج گرہن کی نماز کو بیان کرتے ہوئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں پیچھے ہٹ گئے اور آپ کے پیچھے صفیں بھی ہٹ گئیں حتیٰ کہ ہم ہٹ گئے، مسلم نے فرمایا کہ ان کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہ نے فرمایا یعنی ہم عورتوں کی صف تک پیچھے ہٹ گئے، پھر حضور علیہ السلام آگے بڑھے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ آگے بڑھ گئے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام اپنے پہلے مقام پر کھڑے ہوئے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہوگیا، پس انھوں نے کہا کہ راوی نے پوری حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے فرمایا تمھیں جن امور کا وعدہ دیا گیا میں نے نماز میں ان سب چیزوں کو دیکھا ہے اور تحقیق میرے سامنے آگ (جہنم) پیش کیا گیا یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا اور واقعہ بیان کرتے ہوئے راوی نے کہا، پھر آپ نے فرمایا میرے سامنے جنت کو پیش کیا گیا اور یہ اس وقت ہوا جب تم نے مجھے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اس خیال سے کہ میں جنت کا پھل حاصل کروں (الحدیث مختصراً)۔ (ت)

اسی طرح جب اربابِ باطن و اصحابِ مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات و فیوض و خیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش و ہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتابانہ ان خوشہائے انگور جنّات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رسم باجمال تلقی و استقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات و خیرات کی طرف مسارعت کرے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الکسوف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۹۷

marfat.com

ان جئتکم قاصدا اسعی علی بصری
لم اقض حقا و ای الحق ادیت

(اگر میں تمہارے قصد سے آؤں تو آنکھوں کے بل دوڑتا ہوا آؤں، تو حق ادا نہ کرسکوں اور کونسا حق ہے جو میں نے ادا کردیا ہے)

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقۂ لسان و اضطراب ارکان ہے وبس نسأل اللہ العفو والعافیۃ (ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت) ہم اس امر جمیل میں اُن اہلِ بصائر کے طفیلی ہیں ع

وللارض من کأس الکرام نصیب

(کریم حضرات کے پیالوں سے زمین کا بھی حصہ ہے)

جیسے نماز کہ اس کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حِکَم پر مبنی جو حقیقۃً صرف احوال سنیۂ اہل قلوب پر مبتنی پھر عوام بھی صورتِ احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز نہاری میں اخفاء واجب ہوا اور لیلی میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اس کی تجلی لطیف اور نہار آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی سری سے بہت قوی و گرم تر، لہٰذا تعدیل کے لئے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم، جمعہ و عیدین میں باوجود نہاریت حکم جہر ہوا کہ بوجہ کثرتِ حاضرین اُنس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود تجلی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا، معہذا ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گاہے ماہے یہ معالجہ مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اُسے گلا دے جیسے اطبا، خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض تمرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقت تخویف و تجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہر نہ ہوسکے گا، اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قرأت نہیں کہ یہ ہیبت عظیم و تجلی جلال، تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرأت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنتِ الٰہیہ ہے تجلی شیئاً فشیئاً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسۂ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطفِ جمال سے حظ اٹھالے اور پچھلی رکعتوں میں قرأت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال و وقت پر چھوڑنا مناسب رکوع و سجود میں قرأت قرآن ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی، تجلیِ قیام سے سخت اشد، دوسری تجلی شدید قرأت مل کر

marfat.com

افراط ہو گئی نیز قعود[14] میں قراءت ممنوع ہوئی کہ وُہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی اسی[15] لئے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی[16] بنا پر بین السجدتین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدۂ ثانیہ اور اشد واعظم ہو گی اشد براشد کی توالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہو جائے۔ امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں:

انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ سجد فصار یضمحل حتی صار قطرۃ ماء علی وجہ الارض فاخذھا سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ بقطنۃ ودفنھا فی الارض وقال سبحٰن اللہ رجع الی اصلہ بالتجلی علیہ[1]۔

یعنی حضور پُرنور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھلنا شروع ہُوا یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پسلی کسی شئے کا نشان نہ رہا صرف ایک بُوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور پُرنور نے رُوئی کے پھوئے سے اٹھا کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا سبحٰن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

(قسمت دیکھ کہ عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت کو پایا جس کے لئے زندہ لوگ دعا کی آرزو کرتے ہیں)

سابعاً دیدۂ انصاف بے غبار وصاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اُس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جُدائی مقصود ہو اُس سے کچھ گام دُور ہونا بھی نافع وبکار آمد ہوتا ہے جب کمال قُرب وبُعد میسر نہ ہو۔ طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بسندِ صحیح مستدرک میں برشرط شیخین ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

کل شئ یتکلم بہ ابن اٰدم فانہ مکتوب علیہ فاذا اخطأ الخطیئۃ ثم احب ان یتوب الی اللہ عزوجل فلیأت بقعۃ

آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالٰی کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالٰی کی طرف ہاتھ پھیلا کر

---

[1] المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۷

marfat.com

مرتفعة فليمد يديه الى الله ثم يقول اللھم انی اتوب الیك منها لا ارجع الیها ابدا فانه یغفر له مالم یرجع فی عمله ذلك[۱]

کہ الٰہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا۔ اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضعِ مصیبت سے بُعد اور محلِ طاعت و منزلِ رحمت یعنی آسمان سے قُرب حاصل ہو، جب سیدنا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ انتقال قریب آیا بَن میں تشریف رکھتے تھے اور ارضِ مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہُوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔ بخاری، مسلم، نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ارسل ملك الموت الی موسی علیهما الصلوٰۃ والسلام (فذکر الحدیث الی ان قال) نسأل الله ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر[۲]

موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اللہ تعالٰی نے ملک الموت کو بھیجا، پس حدیث کو بیان کرتے یہاں تک بیان کیا کہ موسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کردے جتنا کہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں دُعائے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یُوں ترجمہ کرتے ہیں:

نزدیک گردان مرا ازاں اگرچہ بمقدار یک سنگ اندازہ باشد[۳]

مجھے اس قدر نزدیک کردے اگرچہ ایک پتھر کا اندازہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ہنگامِ حاجت سرِ دستِ عراق شریف کی حاضری متعذر لہٰذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرك كله لا یترك كله ولله الحمد دقه وجله (جو مکمل حاصل نہ ہوسکے تو وہ مکمل چھوڑا بھی نہ جائے، اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہر چھوٹی اور بڑی حمد ہے۔ ت) رہی عدد یازدہ کی تخصیص، اس کی وجہ ظاہر کہ ان الله تعالٰی وتر یحب الوتر[۴] اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو

[۱] المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعا قضاء الدین مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۵۱۶

[۲] صحیح بخاری باب وفات موسٰی علیہ السلام الخ " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۴
صحیح مسلم باب من فضائل موسٰی علیہ السلام " نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۲۶۷

[۳] اشعۃ اللمعات کتاب الفتن باب بدأ الخلق الخ " نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۵۳

[۴] جامع الترمذی ابواب الوتر مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۶۰
مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۱۰۹، ۱۵۵، ۲۵۸، ۲۶۶، ۲۷۷

marfat.com

تابعین سے منقول نہیں، صحابہ محبت وتعظیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے۔

اولاً وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہلسنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہو چکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو اُن کی تصانیفِ شریفہ کی طرف رجوع لائے، علی الخصوص کتاب مستطاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" وکتاب لاجواب "اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام" وغیرہما تصانیف لطیفہ و تالیف منیفہ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابرًا عن کابر سیدی و والدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ ورزقنا برہ واعطاہ المسرۃ ووقاہ المضرۃ وکل معرۃ بجاہ المصطفٰی وآلہ الشرفا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا اٰمین اٰمین یا اھل التقوی واھل المغفرۃ (اللہ تعالٰی ان کا اجر بڑا کرے، ان کی قبر کو منور کرے، ان کے اسرار کو مقدس بنائے، ان کی بھلائی ہمیں نصیب فرمائے اور ان کو سرور عطا فرمائے، اور ان کو ہر ضرر و تکلیف سے محفوظ فرمائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل کی وجاہت کی برکت سے علیہم الصلوٰۃ والسلام اے تقوٰی اور مغفرت والو! ۔ ت) اور فقیر غفر اللہ تعالٰی بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تھامۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ورسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" وغیرہما اپنے رسائل ومسائل میں بقدر کفایت منقح کر چکا والحمد للہ رب العٰلمین۔

ثانیاً یہاں تو ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں، یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لئے کیا جاتا ہے اور اعمالِ مشائخ میں تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت، شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطباء نسخہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را باآں نور دوختن ویا نورُ را گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد واحادیث نفس را می نشاند[1]

جاری اعمال میں اجتہاد سے اختراع کا راستہ کشادہ ہے جیسا کہ طبیب حضرات کے ہاں قرابادین کے نسخوں میں سے اس فقیر کو معلوم ہے کہ صبح صادق تا روشنی بیٹھنا اور منہ مشرق کی طرف کرنا اور آنکھوں کو صبح کے نور پر لگانا اور یا نُور ہزار بار تک پڑھنے سے قوتِ ملکیہ حاصل ہوتی ہے اور دل کی باتوں پر آگاہی ہوتی ہے۔ (ت)

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

اسی میں ہے :

چند نوع از کرامت از ہیچ ولی الا ما شاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصریفیہ او تا عاملے بفیض او منتفع شوند[1] اھ ملخصاً۔

چند کرامتیں ایسی ہیں جو کسی ولی سے جُدا نہیں ہو پاتیں جن میں ایک یہ کہ اس کے جاری اعمال و وظائف کی ایسی تاثیر جوان پر عمل پیرا کو اس کے فیض سے نفع دیتی ہے اھ ملخصاً (ت)

خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور اُن کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لئے صدہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے جن کا پتا قرونِ ثلٰثہ میں اصلاً نہ تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ذکر کئے، اور خود اُن کی "قول الجمیل" ایسی باتوں کی حائز و کفیل ۔ جامع ترسُنئے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاذ علم حدیث مولانا ابو طاہر مدنی و شیخ محمد سعید لاہوری مرحومین سے حاصل کیں، حیث قال :

ایں فقیر خرقہ از دست شیخ ابو طاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دارند عن ابیہ الشیخ ابراھیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ وجیہ الدین علوی الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری وایضاً لبسہا الشیخ ابوطاہر عن الشیخ احمد النخلی بسندہٖ الی اٰخرہ وایضا ایں فقیر در سفر حج چوں بلاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت

اس فقیر نے شیخ ابو طاہر کُردی کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور اُنھوں نے جواہر خمسہ کے تمام وظائف کی اجازت دی یہ اجازت اُن کو اپنے والد شیخ ابراہیم کُردی سے اور اُن کو اپنے شیخ احمد قشاشی سے اور ان کو شیخ احمد شناوی اور ان کو سید صبغۃ اللہ سے ان کو شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی سے ان کو شیخ محمد غوث گوالیاری سے۔ نیز خرقہ پایا شیخ ابو طاہر نے احمد نخلی سے ان کی آخری سند تک۔ اور نیز فقیر جب حج کے سفر میں لاہور پہنچا تو وہاں شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی کی تو انھوں نے مجھے دعائے سیفی کی اجازت مرحمت فرمائی بلکہ انھوں نے ان تمام وظائف

---

[1] ہوامع شاہ ولی اللہ

[2] الانتباہ فی سلاسل اولیاء مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۳۷

marfat.com

جمیع اعمال جواہر خمسہ و سند خود بیان کردند و ایشاں دریں زمانہ یکی از اعیان مشائخ طریقہ احسنیہ و شطاریہ بودند و چوں کسے را اجازت می دادند او را دعوت رجعت نمی شود رحمہ اللہ تعالیٰ، سند قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاھوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ واعمال الجواھر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاھوری عن الشیخ عبد الملك عن الشیخ البایزید الثانی عن الشیخ وجیہ الدین الکجراتی عن الشیخ محمد غوث الکوالیاری[1] انتھی۔

و اعمال کی اجازت دی جو جواہر خمسہ میں ہیں، اور انھوں نے اپنی سند بھی بیان کی اور آپ اس زمانہ کے مشائخ شطاریہ احسنیہ کے سلسلہ کے خاص بزرگوں میں سے تھے، اور جب آپ کسی کو اپنے سلسلہ کی اجازت دیتے تو پھر اس کو رجوع کی حاجت نہ رہتی (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) سند یہ ہے شیخ بزرگ باوثوق حاجی محمد سعید لاہوری نے فرمایا کہ میں نے سلسلہ شطاریہ اور جواہر خمسہ کے وظائف و اعمال سیفی وغیرہ، شیخ محمد اشرف لاہوری انھوں نے شیخ عبد الملک بایزید ثانی سے انھوں نے وجیہ الدین گجراتی انھوں نے شیخ محمد غوث گوالیاری سے حاصل کئے، انتہی (ت)

حضرات منکرین ذرا مہربانی فرماکر جواہر خمسہ پر نظر ڈال لیں اور اُس کے اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دے دیں بلکہ اپنے اصولِ مذہب پر اُن اعمال کو بدعت و شرک ہی سے بچالیں جن کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے سُنّی موحّد محدث نانہ سند لیتے اور اپنے مشائخ حدیث و طریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یکبار بخواند و آں اینست نادعلیا مظہر العجائب تجدہ عونا لك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی[2]

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھو اور وہ یہ ہے: پکار علی کو جو عجائب کے مظہر ہیں تو ان کو اپنے مصائب میں مددگار پائے گا ہر پریشانی اور غم ختم ہوگا آپ کی مدد سے یا علی یا علی یا علی (ت)

مسئلہ: قال اللہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ

اور جب خدا نے عہد لیا اُن لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی اسے صاف بیان کردیں گے لوگوں سے

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ مترجم اردو طریقہ شطاریہ مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۲۸

[2] فتوح الغیب ضمیمہ جواہر خمسہ مترجم اردو نادعلی کا بیان " دار الاشاعت کراچی ص ۴۵۳

marfat.com

للناس ولا تکتمونہ[1] اور چھپائیں گے نہیں۔

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملّتِ نجدیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الملۃ الحنفیۃ (اللہ تعالٰی ان کی حق کی طرف رجوع کرنے والی ملت کی طرف رہنمائی کرے) کہ جو لوگ نادِ علی پڑھیں، پڑھائیں، سیکھیں، اُس کی سندیں دیں، اجازتیں لائیں، اس کے سلسلے کو سلاسلِ اولیاء اللہ میں داخل کرجائیں، اُس کے حکم دینے والوں کو ولی کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں، اُن میں بعض کو بلفظ ثقہ و اعیانِ مشائخ اور اُن کی ملاقات کو بکلمۂ دستبوس تعبیر فرمائیں اُنھوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یاعلی یاعلی کہنا روا رکھا یا نہیں اور اسے وِرد وظیفہ بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کافر، بے ایمان، جہنمی ہُوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جانیں عالمِ اُمت، حامیِ سنّت و قطبِ زمان و مرشدِ دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) اُنھیں مقتدائے دین و پیشوائے مسلمین بتائیں ان کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات وہابیہ) انھیں سیّد الحکما و سیّد العلما و قطب المحققین، فخر العرفاء المکملین، اعلمھم باللہ و قبلۂ اربابِ تحقیق و کعبۂ اصحابِ تدقیق و قدوۂ اولیا و زبدۂ اربابِ صفا بلکہ امام معصوم و صاحبِ وحی تشریعی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسمٰعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک شرک جُو، شرک پسند، شرک آموز کو پیرو پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سیّد العلما و مقبولِ خدا بتا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و مہلک ہوئے یا نہیں اور ان پر بھی مسئلۂ الرضاء بالکفر کفر (کفر پہ رضامندی کفر ہے۔ت) و مسئلۂ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور اس کے عذاب پر شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ت) وحکم آیۂ کریمہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم[2] (تم میں سے جو جس سے محبت کرتا ہے وہ انھیں میں سے ہوگا۔ت) وحدیث صحیح المرء مع من احب[3] (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت کرتا ہے۔ت) جاری ہوگا یا نہیں، بینوا توجروا۔ خیر، یہ تو جملۂ معترضہ تھا پھر اصل مبحث یعنی دربارۂ اعمال تجدید و اختراع کی طرف چلئے، یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لئے ختمِ خواجگانِ چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اور اس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۳/ ۱۸۷
[2] القرآن ۵/ ۵۱
[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب علامۃ الحب فی اللہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱

marfat.com

ده مرتبه درود بخوانند ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحه بنام خواجگانِ چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخوانده باشند اِن شاء اللہ تعالیٰ در ایام معدوده مقصود بحصول انجامد[1]

دس مرتبہ درود شریف پڑھ کر ختم دیں اور کچھ شیرینی پر خواجگانِ چشت کے نام کی فاتحہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کریں، یہ عمل روزانہ کریں ان شاء اللہ چند روز میں مقصود حاصل ہوجائے گا۔ (ت)

مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں؛

دعائے حزب البحر وظیفۂ صبح وشام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند[2]

حزب البحر شریف کا وظیفہ صبح وشام اور روزانہ خواجگان (قدس اسرارہم) کا ختم مشکلات کے حل کے لئے پڑھیں۔ (ت)

دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں؛

ختم خواجہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر روز بعد حلقۂ صبح لازم گیرید[3]۔

ختمِ خواجگان اور ختمِ حضرت مجدد صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)، صبح حلقۂ ذکر کے بعد ضروری کریں۔ (ت)

مکتوب آخر میں کہتے ہیں؛

ختم حضرت خواجہا وختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہم نیز اگر یاراں جمع آیند بعد از حلقۂ صبح براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشایخ ست و فائدۂ بسیار و برکت بے شمار دارد[4]۔

ختم خواجگان وختم حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہم صبح کے حلقۂ ذکر کے بعد پابندی سے کریں کیونکہ یہ مشایخ کے معمولات میں سے ہے بہت مفید اور بابرکت ہے۔ (ت)

اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مسمّی بہ معمولاتِ مظہری سے اس کی ترکیب یوں منقول؛

اوّل دست برداشتہ سورۂ فاتحہ یکبار بخوانند[5] الخ

پہلے ہاتھ اٹھا کر ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھیں الخ (ت)

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ذکر طریقۂ ختم خواجگانِ چشت مطبوعہ آرمی برقی پریس دہلی ص ۱۰۰

[2] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات ملفوظات ″ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۴

[3] مکتوبات ″ ″ ″ ″ ″ مکتوب بست وہشتم ″ ″ ″ ص ۴۱ و ۴۲

[4] ملفوظات ″ ″ ″ ″ ″ نصائح و وصایا ″ ″ ص ۹۲

[5] معمولات مظہری ″ ″ ″ حاشیہ بر عبارت مذکورہ ″ ″ ″ ″ ″

marfat.com

اخیر میں لکھا :

بعد ازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایں بزرگواراں باید خواست و تا سر انجام مقصود مداومت باید نمود[1] الخ

اس کے بعد اللہ تعالٰی سے اپنی حاجت کے حصول کیلئے ان بزرگوں کے توسل سے دُعا کرنی چاہیئے تاکہ انجام میں دائمی طور پر مقصد ظاہر ہو جائے الخ (ت)

ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلٰثہ میں کہاں منقول ہیں، ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہونے پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ ت)

ثالثاً خیر صلوٰۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اعراض کے لئے پڑھتا ہے مزاج پُرسی ان حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کئے جاتے ہیں ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے اور ان محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، مرزا مظہر جانجاناں، شیخ مجدد الف ثانی، مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنھیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں تو کس کے ہو کر رہیں، خود شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیرانِ مشائخ کے آداب طریقت و اشغالِ ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں:

لم یثبت تعین الاداب ولا تلک الاشغال[2]

یہ خاص آداب واشغال نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں، اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات[3] و ہیأت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے[4] (الٰی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے[5] انتہی بترجمۃ البلھوری۔

مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کرکے لکھتے ہیں، یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخلِ بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہیئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں[6] انتہی۔

---

[1] معمولاتِ مظہری از مجموعہ کلمات طیبات حاشیہ بر عبارت مذکور نصائح و وصایا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۲

[2] القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل | چوتھی فصل " " " " ص ۵۱

[4] " " " " " " " " ص ۵۲

[5] " " " " " " " " ص ۵۲

marfat.com

اور سُنئے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ:

ثالثھا الرابطة بشیخه فاذا صحبه خلی نفسه من کل شیٔ الا محبته وینتظر لما یفیض منه واذا غاب الشیخ عنه یخیل صورته بین عینیه بوصف المحبة والتعظیم فتفید صورته ما تفید صحبته[1] اھ ملخصا۔

یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطۂ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی اھ ملخصا (ت)

شفاء العلیل میں شاہ عبد العزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ "سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے"[2] انتہی۔

اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچّے معتقدین ٹھیٹ بُت پرستی بتائیں گے، مرزا مظہر صاحب نے اگرچہ کتاب و سنّت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بے شک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی، مکتوب ۱۱ میں لکھتے ہیں:

ذکر جہر باکیفیات مخصوصہ ونیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدءِ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت ست و دائرۂ اباحت و فائدہائے دراں متحقق و انکار آں ضرور نے[3]

آخری زمانہ جو ذکر بالجہر مخصوص کیفیت کے ساتھ ہو رہا ہے نیز مراقبات جن کا عمل جاری ہے یہ کتاب و سنّت سے ماخوذ نہیں بلکہ یہ مشائخ کرام نے بطور الہام مبدءِ فیاض سے پایا ہے اور شریعت اس کے منع پر خاموش ہے لہٰذا یہ دائرۂ اباحت میں داخل ہے اس میں فائدہ ہے اس کا انکار ضروری نہیں۔ (ت)

اور سُنئے مکتوب ۱۶ میں ہے:

اگرچہ از مصحف مجید فال زدن در حدیث شریف نیامدہ

اگرچہ نیک فال قرآن مجید سے نکالنا حدیث شریف میں

---

[1] القول الجمیل مع شفاء العلیل چھٹی فصل طریقہ مراقبہ بسیط مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰-۸۱

[2] " " " " " " " " ص ۸۰

[3] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب یازدہم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۳

marfat.com

اما ممنوع ہم نیست اگر کسی زند مضائقہ ندارد۔[۱]

مذکور نہیں لیکن ممنوع بھی نہیں، اگر کوئی نکالے تو مضائقہ نہیں۔ (ت)

انھیں کے ملفوظات میں ہے:

حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ طریقۂ نو بیان نمودہ و مقامات و کمالات طریقۂ خود بسیار تحریر فرمودہ و در آں مقامات، ہیچ شبہ نیست کہ باقرار ہزاراں علماء و عقلاء بتواتر رسیدہ[۲] اھ ملخصاً

حضرت مجدد صاحب نے نئے طریقے بیان فرمائے ہیں اور اپنے طریقہ کے کمالات و مقامات کو خوب بیان فرمایا ہے، ان مقامات میں کوئی شک و شبہ نہیں کیونکہ ہزاروں علماء و عقلاء نے اس کی تصدیق فرمائی ہے جو تواتر کو پہنچی ہے اھ ملخصاً (ت)

اسی میں ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشاں در محققانِ صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند[۳] اھ ملخصا

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے جدید طریقہ بیان فرمایا ہے وہ معرفت کے اسرار کی تحقیق میں خاص طرز رکھتے ہیں اور یہ ان چند محقق صوفیوں میں سے ہیں جنھوں نے ظاہری و باطنی علوم جمع فرمائے اور نئے علوم بیان کئے ہیں ایسے چند بزرگ ہوئے ہیں اھ ملخصاً (ت)

ع اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا، صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے، حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال والدی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر و فی کتاب التحفۃ اخذ الفال من المصحف مکروہ کذا ذکرہ القہستانی یعنی کراھۃ التحریم الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (م)

میرے والد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا درر کی شرح میں اور کتاب التحفہ میں ہے کہ قرآن پاک سے فال نکالنا مکروہ ہے، قہستانی نے ایسے ہی ذکر کیا ہے یعنی مکروہ تحریمہ ہے الخ ۱۲ منہ دام ظلہ (ت)

---

[۱] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں از مجموعہ کلمات طیبات مکتوب شصت و یکم مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۶
[۲] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں " " ملفوظات " " " " ۸۰
[۳] " " " " " " " " " " ص ۸۳ و ۸۴

marfat.com

میاں اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم میں لکھتے ہیں،

اشغالِ مناسبۂ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشند ولهذا محققان ہر وقت از اکابر ہر طرق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بناءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود[1] الخ۔

ہر وقت کے مناسب وظائف اور ہر زمانہ کے لائق ریاضتیں جُدا جدا ہیں لہذا ہر زمانہ کے محققین نے ہر سلسلہ کے اکابرین سے نئے وظائف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اس بنا پر میں نے مصلحت دیکھی کہ وقت کا تقاضا ہے کہ اس کتاب کا ایک باب نئے وظائف و اعمال میں جو اس وقت کے مناسب ہوں، کے لئے معین کروں الخ

اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہُوئے اور انھیں خاص ان امورِ دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کےلئے کئے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں، نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی۔

مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار[2] اخرجہ احمد وابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی علمی بات پُوچھی جائے وہ اسے چھپائے اللہ تعالٰی روزِ قیامت اسے آگ کی لگام دے گا۔ اس حدیث کو ابوداود، ترمذی نے تحسین کی۔ نسائی، ابن ماجہ، حاکم نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسے صحیح روایت کیا۔ (ت)

اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ اسمٰعیلیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الشریعۃ الحقۃ الابراھیمیۃ (اللہ تعالٰی شریعت حقہ ابراہیمیہ کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ ت) کہ دینِ خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کرکے کہ کتاب وسنت سے اس کا ثبوت نہیں ان پر عمل کرنا اور اُنھیں موجبِ ثواب وقربِ ربّ الارباب سمجھنا بدعت سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں، اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو

---

[1] صراط مستقیم قبیل باب اول مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۷

[2] سننِ ابوداود باب کراہیۃ منع العلم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹
جامع الترمذی باب ماجاء فی کتمان العلم " امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۹
مسند احمد بن حنبل مروی از مسندِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ " دارالفکر بیروت ۲/ ۳۰۵، ۳۴۴، ۳۵۳، ۴۹۵

marfat.com

سے[1] (جس نے ہمارے دین میں نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تو وہ مردود ہے۔ت) وحدیث کل بدعۃ ضلالۃ[2] (ہر بدعت گمراہی ہے۔ت) وکل ضلالۃ فی النار[3] (اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔ت) و حدیث شر الامور محدثاتھا[4] (سب سے بُری بات نئے امور ہیں۔ت) وحدیث اصحاب البدع کلاب اھل النار[5] (بدعت والے جہنم کے کُتے ہیں۔ت) وارد ہوں گی یا نہیں، اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں، اوروں سے کرائیں، کتابوں میں لکھیں، زبانی بتائیں، حسبِ تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں، اور وُہ بدعتی فاسق مخالفِ سنّت قرار پائے یا نہیں، اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب وحسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کر جاتے، اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں، پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام وپیشوا جانتے اور ان کی مدح وستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح ومعتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز وصّاف ومرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل غلام و بادخوانِ ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات وہابیہ مداحین ومعتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے، آیا بحکمِ حدیث من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[6] (جس نے بدعت والے کی تعظیم کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں مدد کی۔ت) یہ سب کے سب قصرِ اسلام کے ڈھانے والے ہُوئے یا نہیں، یا یہ احکام صرف مجلسِ میلاد

---

[1] صحیح بخاری	کتاب الصلح	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۱/ ۳۷۱
صحیح مسلم	کتاب الاقضیہ	" نور محمد اصح المطابع کراچی	۲/ ۷۷
السنن الکبرٰی	کتاب آداب القاضی	" دار صادر بیروت	۱۰/ ۱۱۹
[2] صحیح مسلم	کتاب الجمعہ	" نور محمد اصح المطابع کراچی	۱/ ۲۸۵
سنن ابن ماجہ	باب اجتناب البدع والجدل	" ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۱/ ۶
[3] درمنثور	تحت آیۃ من یھدی اللہ فھو المھتدی	" منشورات مکتبہ آیۃ اللہ قم ایران	۳/ ۱۴۷
[4] صحیح مسلم	کتاب الجمعہ	" نور محمد اصح المطابع کراچی	ص ۲۸۵
مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول		مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی	ص ۲۷
[5] کنز العمال	فصل فی البدع حدیث ۱۰۹۴	مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت	۱/ ۲۱۸
[6] مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام والسنۃ	فصل سوم	" مطبع مجتبائی دہلی	ص ۳۱
کنز العمال	فصل فی البدع حدیث ۱۱۰۲	" موسسۃ الرسالۃ بیروت	۱/ ۲۱۹

marfat.com

وغیرہ انھیں امور کے لئے ہیں جن میں محبوبانِ خدا کی محبت وتعظیم ہو باقی سب حلال وطیب، اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصورِ برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اسے نقل کرکے مسلّم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین ومداح سب کے سب مشرک وشرک پرست ٹھہرے یا نہیں، یا یہ حضرات احکامِ شرع سے مستثنیٰ ہیں، اور تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مؤمنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں، بینوا توجروا۔ سبحٰن اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں، اور ناجائز وبدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پُر نور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضائے حاجات کے لئے ارشاد فرمائی ؏

بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(دیکھ راستہ کہاں سے کہاں تک پڑا ہے)

حق جل علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے خصوصاً حضور سید المحبوبین مطلوب المطلوبین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضبار قادریہ پُر برکات ونعمات حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فائض ہُوا، ؏

گر قبول افتد زہے عز وشرف

گدائے بے نوا فقیر ناسزا اپنے تاجدار عظیم الجود عمیم العطا کے لطف بے منت وکرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو وعافیت وحسن عاقبت کے ساتھ اس دار ناپا مدار سے رخصت ہوتے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عزیز پسر، بتول زہرا کے لختِ جگر، علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن وحسین کے قرۃ بصر، محی سنت ابی بکر وعمر صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وعلیہم وسلم یعنی حضور غوثِ صمدانی قطب ربانی واہب الآمال ومعطی الامانی حضور پُرنور غوثِ اعظم قطبِ عالم محی الدین ابو محمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وجعل حزنا فی الدارین رضاہ کی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعوا کل اناس بامامھم[1] (جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ ت) کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت ظل آلہ جگہ پائے،

---

[1] القرآن ۱۷/۷۱

marfat.com

فان ذلك على الله يسير ان الله على كل شیٔ قدير بحمد الله وقع الفراغ من تسويده لثمان خلون للقمر الزاهر من شهر سيدنا الغوث الفاخر اعنى شهر ربيع الاخر فی ثلثة مجالس من ثلث غدوات عام الف وثلث مائة وخمس من هجرة سيد الكائنات عليه وعلى اله وابنه الوارث لمجده وكماله افضل الصلوات واكمل التسليمات وازكى التحيات وانمى البركات امين امين والحمد لله رب العلمين والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم.

پس بیشک یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، بحمد اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے مسودہ سے ۸ ربیع الثانی ۱۳۰۵ھ کو فراغت ہوئی یہ مسودہ تین دن کی تین مجلسوں میں تیار ہوا۔ سید الکائنات پر ان کی آل پر اور آپ کے بیٹے جو آپ کی بزرگی اور کمال کے وارث ہیں پر افضل درود اور کامل سلام اور پاکیزہ تعریفیں اور بڑی برکات ہوں آمین آمین اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ زیادہ علم والا ہے اور اس کا علم بڑا ہے اور اس کی بزرگی مضبوط اور تام ہے۔ (ت)

marfat.com

ازهار الانوار من صبا صلوٰة الاسرار

(صلوٰۃ الاسرار کی بادِ صبا سے غنچوں کے پھول)

(نمازِ غوثیہ سے متعلق اہم نکات اور اس کے پڑھنے کا طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکرالک یا من بالتوسل الیه یغفر کثر الذنوب، وحمدالک یا من بالتوکل علیه یجبر کسر القلوب، اسألک ان تصلی وتسلم وتبارک علی سراج افقک، وملجأ خلقک، وافضل قائم بحقک، المبعوث بتیسیرک ورفقک، رحمة للعٰلمین، وشفیعا للمذنبین، واماناللخائفین، ویسرا للبائسین (حاجتمنداں)، وبشری للآئسین (نا امیداں)، محمدؐ النبی الرؤف الرحیم، الجواد الکریم، العلی العلیم، الغنی الحی الحکیم الحلیم، مصحح الحسنات، مقیل العثرات، قاضی الحاجات،

تیرا شکر ہے اے ایسی ذات جس کی طرف وسیلہ پیش کرنے سے کثیر گناہ معاف ہوتے ہیں اور تیری حمد ہے اے وہ ذات کہ جس پر توکل سے شکستہ دلی ختم ہو جاتی ہے اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ رحمت، سلامتی اور برکتیں نازل فرما اُس پر جو تیری کائنات کا چراغ اور تیری مخلوق کا ملجا اور تیرے حق کے لئے قائم لوگوں سے افضل اور تیری سہولت اور مہربانی لے کر مبعوث ہونے والے رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین اور ڈرنے والوں کے لئے امان اور حاجت مندوں کی سہولت اور نا امید ہونے والوں کے لئے بشارت رؤف، رحیم نبیؐ کرم والے سخی، بلند مرتبہ، بڑے علم والے، غنی، تابندہ، حکمت والے، بُردبار، نیکیوں کو بنانے والے، غلطیوں کو مٹانے والے، حاجتوں کو پورا کرنے والے، مرادیں

marfat.com

واهب المرادات ، صلى الله تعالىٰ عليه
وعلى اٰله الطاهرين ، واصحابه الطاهرين ،
وازواجه الطيبات امهات المؤمنين ،
واولياء امته الكاملين العارفين ، وامناء
ملته الراشدين المرشدين ، لاسيما
على هذا الفرد الفريد ، الغوث المجيد ،
الغيث المجيد ، واهب النعم ، سالب
النقم ، كاسب العدم ، صاحب القدم ،
جود الجود وكرم الكرم ، ملاذ العرب ومعاذ
العجم ، مناح العطايا ، مناع الرزايا ، القطب
الربانی ، الغوث الصمدانی ، سيدنا ومولٰنا ابی محمد عبد القادر
الحسنی الحسينی الجيلانی ، رضی الله تعالیٰ عنه و
ارضاه ، وجعل حرزنا فی الدارين ، اٰمين اٰمين ،
يا ارحم الراحمين ، واشهد ان لا اله الا الله وحده
لا شريك له ، واشهد ان محمداً عبده ورسوله بالرحمة
ارسله ، صلوات الله وسلامه عليه ، وعلى
كل محبوب ومرضی لديه ، اما بعد
فقد سألنی الفاضل الكامل ، جميل الشمائل ،
جامع الفضائل ، والفخر الجسيم ، والشرف
العظيم ، مولانا الشاه محمد ابراهيم القادری
المدراسی الحيدرآبادی ، جعله الله من اولی
الايادی ، وحفظه من شر الاعادی ، اجازة الصلٰوة
الغوثية ، المباركة المرضية ، المعروف عندنا
بصلٰوة الاسرار ، المجربة مرارا لقضاء الاوطار ،
ودفع الاشرار ، تحسين ظن منه بهذا العبد

بَر لانے والے ، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین اور حق کو
ظاہر کرنے والے صحابہ اور اس کی پاک ازواج پر جو
مومنین کی مائیں ہیں اور اس کے کامل ، عارف اولیاء امت
ہدایت یافتہ ، رہنما ، اس کی اُمت کے امینوں پر خصوصًا
ایسی یکتا ، منفرد ، غوث بزرگی والے ، برکت دینے والی
بارش ، انعامات دینے والے ، محروموں کو بنانے والے
تسلط والے ، سخیوں کے سخی ، کریموں کے کریم ، عرب و
عجم کی جائے پناہ ، عطیات دینے اور مصیبتوں کو دفع کرنے
والے ، قطب ربانی ، خدائی مدد ، ہمارے آقا و مولیٰ
ابو محمد عبد القادر حسنی حسینی جیلانی پر رضی اللہ عنہم اور جس
کو وُہ راضی کرے اور اس کو دونوں جہانوں میں ہمارے
لئے محفوظ خزانہ بنائے آمین آمین یا ارحم الراحمین ،
اور میں گواہ ہُوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور
گواہ ہُوں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے
خاص بندے اور اس کے خاص رسول ہیں جن کو اس
نے رحمت بنا کر بھیجا ہے اس پر اللہ کی رحمتیں اور سلام
ہو اور ہر اس پر جو اس کا محبوب اور پسندیدہ ہو۔ اما بعد
کامل فاضل ، اچھے اخلاق والے ، فضائل کے جامع ، بڑے
فخر ، عظیم شرف والے ، مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری
مدراسی حیدرآبادی (اللہ تعالیٰ ان کو صاحب قوّت بنائے
اور ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ فرمائے) نے مجھ سے
" صلوٰۃ غوثیہ " مبارکہ پسندیدہ جو کہ ہمارے ہاں " صلوٰۃ
الاسرار " کے نام سے معروف ہے کی اجازت طلب کی ،
یہ صلوٰۃ الاسرار قضائے حاجت اور دفعِ شر کے لئے بارہا
مجرّب ہے ، انھوں نے مجھ فقیر ، حقیر ، اپنے نفس پر ظلم

marfat.com

الظلوم، الکثیر الآثام، الفقیر الاذل، الحقیر
الارذل، عبد المصطفیٰ احمد رضا، المحمدی السنی
الحنفی، القادری البرکاتی البریلوی، لطف اللہ بہ،
وعفا عن ذنبہ، واصلح عملہ، وحقق املہ،
مع انی لست ھنالک، ولا اھلا لذلک، لکنی
اجبتہ بالانقیاد، واجزتہ بالمراد، راجاء
البرکۃ لی ولہ فی الدنیا والاٰخرۃ، ان ربنا
تعالیٰ ھو اھل التقوی واھل المغفرۃ، کما
اجازنی بہا سیدی ومولای، وسندی
ومأوای، شیخی ومرشدی، وکنزی
وذخری لیومی وغدی، تاج الکاملین،
سراج الواصلین، حضرۃ السید الشاہ
آل الرسول الاحمدی، المارھری، رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی، بحق روایتہ
لہا واجازتہ بہا عن شیخہ الاجل، وعمہ
الابجل، الامام الاکمل، والکرم الاشمل،
والقمر الاجمل، فرد عصرہ، وقطب
دھرہ، ذی الفیض العظیم والفضل المبین.
حضرۃ ابی الفضل شمس الملۃ والدین، السید
الشاہ آل احمد اچھے میان المارھری، رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بالرضوان الابدی، عن ابیہ العریف،
النبیہ الغطریف، البحر الطمطام، والحبر الصمصام،
ذی الفناء والبقاء، والوصول واللقاء، حضرۃ السید
الشاہ حمزۃ العینی المارھری علیہ الرضوان
الدائم من العلی القوی، بسندہ المسلسل کابرا

کرنے والے، نہایت گنہگار، عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی
سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی کے بارے میں حسنِ ظن
رکھتے ہوئے یہ سوال کیا (اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی فرمائے
اور ان کو معاف فرمائے اور ان کے اعمال کو درست فرمائے)
حالانکہ میں اس قابل نہیں ہوں اور نہ ہی اس کا اہل ہوں
لیکن ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں ان کو اس کی
اجازت دیتا ہوں یہ امید کرتے ہوئے کہ دنیا و آخرت
میں ہم دونوں کے لئے باعثِ برکت ہو (تقویٰ اور مغفرت
کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے) (ان کو میری طرف سے
اجازت ہے جیسا کہ مجھے میرے آقا، مولیٰ، جائے اعتماد،
ماویٰ اور میرے شیخ، مرشد، سہارا، خزانہ اور میرے
آج اور کل کے ذخیرہ اور کاملین کے تاج، واصلین کے
چراغ، حضرت شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی رضی اللہ
عنہ نے مجھے اجازت دی جیسا کہ ان کو روایت اور اجازت
ملی، ان کے عظیم شیخ اور ان کے بزرگوار چچا، کامل امام،
وسیع کرم، خوبصورت چاند، اپنے زمانہ کے منفرد اور قطب،
عظیم فیض اور واضح فضیلت، حضرت ابوالفضل، ملت اور
دین کے سورج، سید شاہ آلِ احمد اچھے میاں مارہروی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور ان کو اپنے والدِ گرامی عارفِ
کامل، مضبوط فہم، بحرِ بیکراں، پختہ ماہر، صاحبِ بقا
وفنا، صاحبِ وصول وحضور، حضرت شاہ حمزہ
عینی مارہروی (ان پر اللہ تعالیٰ کی دائمی رضا) سے
اسلاف در اسلاف سے ان کی مسلسل، سند سے،
جوان کو بلند دربار، مضبوط چوکھٹ، مخلوق کے مرجع
دربار قادریہ (وہاں کے رہنے والوں اور وہاں کے

marfat.com

عن کابر، عن الحضرة الرفیعة، والسدة المنیعة، مرجع البریة، الحضرة القادریة، علی حضارها وخدامها رضوان القادر، فان اصلها ماثور بطرق عدیدة، عن الحضرة المجیدة، کما ذکرہ العلماء منهم الامام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر[ع] اللخمی الصوفی الشطنوفی فی بهجة الاسرار، والامام الاجل عبداللہ بن الاسعد الیافعی الشافعی، والفاضل علی بن سلطان محمد القاری الهروی المکی، والشیخ المحقق شیخ

خدام پر اللہ تعالیٰ کی رضا ہو) سے حاصل ہوئی کیونکہ "صلوٰۃ الاسرار" کا ثبوت متعدد طرق سے منقول ہے برگزیدہ دربار سے جیسا کہ اس کو بہت سے علماء نے ذکر فرمایا ہے جن میں امام ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی صوفی شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں، اور امام اجل عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی و فاضل علی بن سلطان محمد القاری الہروی المکی اور شیخ محقق علماء ہند کے شیوخ کے شیخ عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ

[ع] یجب ان یعلم انه لیس بابن جهضم الذی تکلم فیه الذهبی علی دابه مع الصوفیة الکرام فی "المیزان" فانه مقدم علی سیدنا الغوث رضی اللہ تعالیٰ عنه بزمان وهذا معاصر الذهبی وبینه و بین سیدنا واسطتان صحب المولی اباصالح قاضی القضاة نصرا صحب اباه سیدی عبد الرزاق صحب اباه سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنهم وقد وصفه الذهبی نفسه فی "طبقات القراء" بالامام الاوحد وکذلك الامام الجلال السیوطی فی "حسن المحاضرة" اما نسبة الذهبی کتاب بهجة الاسرار الی ذلك فان کان له ایضا کتاب اسمه هذا فذاك والا فاشتباه عظیم واجب التنبیه ١٢ (م)

یاد رہے کہ یہ ابن جہضم نہیں ہیں جن کے اولیاء کرام کے بارے میں خصوصی نظریات پر ذہبی نے اعتراض کیا ہے کیونکہ وہ غوثِ اعظم سے بہت پہلے کے ہیں اور یہ امام ذہبی کے معاصر ہیں جبکہ ان کے اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں، انھوں نے قاضی القضاۃ نصر کی انھوں نے اپنے والد اور انکے والد نے حضرت عبدالرزاق کی انھوں نے اپنے والد حضرت غوثِ اعظم کی صحبت پائی جن کو خود امام ذہبی نے "طبقات القراء" میں ذکر فرمایا اور امام سیوطی نے بھی "حسن المحاضرہ" میں ذکر کیا، امام ذہبی کا ابن جہضم کی طرف کتاب بہجۃ الاسرار کو منسوب کرنا جب درست ہوگا جب اس نام کی کوئی کتاب ان کی ہو ورنہ یہ نسبت درست نہیں ہے بلکہ ان کو اشتباہ ہوا ہے ١٢

(ت)

marfat.com

شیوخ علماء ھند عبد الحق بن سیف الدین المحدث الدھلوی وغیرھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین انہ قال سیدنا ومولٰنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ من توسل بی فی شدۃ فرجت عنہ ومن استغاث بی فی حاجۃ قضیت لہ ومن صلی بعد المغرب رکعتین ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم یخطوا الی جھۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ یذکر فیھا اسمی قضی اللہ تعالیٰ حاجتہ[1] **قلت** وفرجت وقضیت تحتملان صیغۃ المجھول لواحدۃ غائبۃ، وصیغۃ المعلوم للواحد المتکلم وعلی ھذہ ترجمۃ الشاہ ابی المعالی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التحفۃ القادریۃ، وایاما کان فالحاصل واحد، اولھما تحتمل الحقیقۃ الباطنۃ الذاتیۃ[ع] والظاھرۃ[ع] المستفادۃ۔

علیہم اجمعین سے منقول کہ غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے کسی مصیبت میں میرا وسیلہ دیا تو اس کی مصیبت ختم ہو گی، اور جس نے اپنی حاجت کے لئے مجھ سے مدد مانگی تو اس کی حاجت پوری ہو گی، اور جس نے نمازِ مغرب کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر صلوٰۃ و سلام پڑھا اور پھر عراق کی جانب گیارہ قدم میرا نام کہتے ہوئے چلا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا۔ **قلت** "فرجت" اور "قضیت" دونوں صیغے، واحد غیب مونث مجہول اور واحد متکلم معلوم بن سکتے ہیں، اور شاہ ابوالمعالی نے "تحفہ قادریہ" میں واحد متکلم معلوم کا ترجمہ فرمایا ہے (یعنی میں اس کی مشکل کشائی اور حاجت روائی کروں گا) بہرحال جو بھی صیغہ ہو ماحصل ایک ہے کیونکہ پہلا صیغہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذاتی باطنی حقیقت کا احتمال ہے جبکہ دوسرا

ع وھی التی تثبت بالذات من دون عطاء ولا الاستناد الی جعل وھذا مختص بصفات اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ فحسب ۱۲ (م)

یہ بالذات ثابت ہے عطاء اور جعل کی طرف منسوب نہیں، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات سے مختص ہے اور بس ۱۲۔ (ت)

ع وھی التی حصلت بالعطاء ولا ثبوت لھا الا بالجعل وھکذا جمیع صفات المخلوق کالعلم والقدرۃ والعطاء والعون حتی الوجود ۱۲ (م)

یہ صرف عطاء سے حاصل ہے اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے پر ہے جیسا کہ مخلوق کی تمام صفات ہیں مثلاً انسان کا علم، قدرت، عطا، امداد حتّٰی کہ مخلوق کا وجود بھی عطائی ہے ۱۲۔ (ت)

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ وبشراہم مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ص ۱۰۲

marfat.com

والاخری تتعین للاخیر والمرجع ما ذکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اٰخرا بقولہ قضی اللہ تعالٰی حاجتہ ان الٰی ربک المنتھٰی ، **ثم** ان لمشایخنا قدست اسرارھم ورحمنا اللہ تعالٰی بھم فی ھذا الصلٰوۃ طریقتین، صغرٰی، وکبرٰی، والمعمول عندنا الاسھل الاشمل من حیث السوغ لکل احد من دون الاختصاص بالقائمین فی مجالی الشھود الھائمین فی فیافی الوجود ھی الطریقۃ الانیقۃ الصغرٰی . **صفتھا** بحیث یکون کالشرح للفظ الکریم ویتضمن مختارات ھذا العبد الاثیم ، ان **من** عرضت لہ حاجۃ دینیۃ او دنیویۃ **صلی بعد** صلٰوۃ المغرب بسنتھا **رکعتین** من غیر فریضۃ ناویا صلٰوۃ الاسرار تقربا الی اللہ تعالٰی و ھدیۃ لروح سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ، وان جددلھما الوضوء فھو اضوء ، وقد عھدنا ذلک من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صلٰوۃ الحاجۃ ، والا فھو لسبیل من الرخصۃ فان توضأ فلیحسن وضوءہ ھکذا امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذلک المکفوف بصرہ واحب الی ان یقدم صدقۃ عہ فانھا اسرع فی

صیغہ، ظاہری حاصل کردہ حقیقت کا معین احتمال ہے لیکن بہتر وہ ہے جس کو خود حضور غوث اعظم نے بعد میں یُوں ذکر فرمایا ہے کہ "اللہ تعالٰی اس کی حاجت پُوری کرے گا کیونکہ تیرے رب کی طرف ہر چیز کی انتہی ہے"۔ پھر ہمارے مشائخ (رحمہم اللہ تعالٰی اور ان کے سبب ہم پر رحم فرمائے) نے اس نماز کے بارے میں دُو طریقے بتائے ہیں، ایک مختصر اور دوسرا طویل ہے، اور ہمارے ہاں جو مروّج ہے وہ آسان اور جامع اور ہر ایک کے مناسب ہے یہ مرتبۂ شہود پر فائز لوگوں یا مرتبہ وجود میں طالبین کے لئے مخصوص نہیں، یہ بہترین طریقہ اختصار والا ہے ۔ اس کا طریقہ ایسا ہے جو خود لفظ (صلٰوۃ الاسرار) کی شرح جیسا ہے اور اس عاجز بندے کا پسندیدہ ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو خواہ وُہ دینی ہو یا دنیوی، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنّتوں کے ساتھ دُو رکعت "صلٰوۃ الاسرار" کی نیت سے اللہ تعالےٰ کی قربت اور حضور غوثِ اعظم کی روح کو ہدیہ کے لئے پڑھے اور اگر اس کے لئے نیا وضو کرے تو یہ نور ہوگا کیونکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے ایک نابینا کو یہ فرمایا تھا' ورنہ نیا وضو ضروری نہیں، مجھے تو یہ پسند ہے کہ صلٰوۃ الاسرار پڑھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی جلدی لاتا ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے مناجات کیلئے

عہ الافضل الاسرار بنص القرآن وھی

صدقہ میں افضل یہ ہے کہ پوشیدہ دے کیونکہ قرآن کا
(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

الانجاح واسد لابواب البلاء وقد امر الله تعالیٰ من یناجی رسوله ان یقدموا بین یدی نجوٰىهم صدقة، فنجوى الله احق مع ان هٰذه الصلوٰة تشتمل على نجوى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ايضاً، وآلوجوب وان نسخ رحمة من الله تعالىٰ فلا مرية فی الاستحباب هٰذا ويقرأ فيها بعد الفاتحة ما تيسر من القرآن فان قرأ الاخلاص احدى عشرة مرة فهو احسن حتى اذا سلم حمد الله تعالىٰ واثنى عليه بما هو اهله، والافضل الصيغ عـــه الواردة عن النبي صلى الله

پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا، تو اللہ تعالیٰ سے مناجات میں اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی مناجات موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے جس میں اُمت کی آسانی ہے مگر استحباب کے طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس نماز میں فاتحہ کے بعد کوئی آسان سُورت پڑھے بہتر ہے کہ سُورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے تو بہت اچھا ہے، نماز سے سلام پھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اس کی شان کے مطابق بجا لائے اور اس میں بہتر وُہ الفاظ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تقی مصارع السوء کما فی الحدیث وفضائلها اکثر من ان تحصی والاحسن ان یتصدق بزوجین بفضل ذلك ورد حدیث وفلسان زوجان وخبزان زوجان ومن لم یجد فودعتان زوجان والودعة خرمهرة ١٢ (م)

عـــه كقوله اللهم لك الحمد حمدا يوافی نعمك ويكافئ مزيد كرمك وقوله اللهم لك الحمد انت قيم السمٰوٰت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت ملك السمٰوٰت والارض ومن فيهن ولك الحمد انت نور السمٰوٰت

یہ حکم ہے، اور یہی بُرے احتمال سے بچاؤ ہے، جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے، اور اس میں بہت زیادہ فضیلت ہے، اور بہتر یہ ہے کہ صدقہ میں جو دے، دو کی تعداد دے، دو پیسے، دو روٹیاں، اگر اور کچھ نہ پائے تو کم از کم دو خرمہرے دے ١٢ (ت)

اور جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اے اللہ! تیرے لئے ایسی حمد جو تیری نعمتوں کے برابر ہو اور مزید کرم کو کفایت کرے، اور حضور کا ارشاد کہ تیری حمد کہ تُو آسمانوں اور زمین کا نگران ہے، اور تیری حمد کہ تُو آسمانوں اور زمین اور ان میں ہر چیز کا مالک ہے، اور تیری حمد کہ تُو زمین اور آسمانوں اور ان میں

(باقی اگلے صفحہ پر)

marfat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ لایقدر احد ان یحمد الاحد کحمدہ احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن احسنہا اللھم ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبٰرکا فیہ کما تحب ربنا وترضی ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ما شئت من شئ بعد، ومنہا اللھم لک الحمد حمدا دائما مع دوامک ولک الحمد حمدا خالدا مع خلودک ولک الحمد حمدا لامنتھی لہ دون مشیتک ولک الحمد حمداً دائماً لا یرید قائلہ الا رضاک ولک الحمد حمداً عند کل طرفۃ عین وتنفس کل نفس،

بطور حمد وثنا پڑھے ہیں کیونکہ حضور علیہ السلام سے بڑھ کر بہتر حمد اور اچھی ثنا کوئی نہیں کرسکتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ بہترین محامد میں ایک یہ ہے: اے اللہ! ہمارے رب! تیرے لئے کثیر، طیب، مبارک حمد جیسے تجھے پسند ہے اور تُو راضی ہے، زمینیں اور آسمان اور ہر وہ چیز بھر کر جس کو تُو چاہے۔ اور ان میں سے ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے دائمی حمد جیسا کہ تیرا دوام ہے اور تیری حمد جو باقی رہنے والی ہو تیری بقاء کے ساتھ، تیری ایسی حمد جو تیری مشیّت کے بغیر ختم نہ ہو اور ایسی دائمی حمد جس کو بیان کرنے والا صرف رضا کا طالب ہو، اور تیرے لئے ایسی حمد جو آنکھ کی ہر پلک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والارض ومن فیہن وملک الحمد وقولہ اللھم لک الحمد فی بلائک وصنیعک الی خلقک ولک الحمد فی بلائک وصنیعک الی اھل بیوتنا ولک الحمد فی بلائک وصنیعک الی انفسنا خاصۃ ولک الحمد بما ھدیتنا ولک الحمد بما اکرمتنا ولک الحمد بما سترتنا ولک الحمد بالقراٰن ولک الحمد بالاھل والمال ولک الحمد بالمعافاۃ ولک الحمد حتی ترضی ولک الحمد اذا رضیت یا اھل التقوی واھل المغفرۃ الی غیر ذلک من صیغ کثیرۃ ۱۲ منہ (م)

ہر چیز کا نور ہے اور مالک حمد ہے۔ اور آپ کا یہ قول: اے اللہ! تیری مخلوق کے لئے تیرے امتحان اور تیرے حکمت والے عمل پر تیری حمد۔ ہمارے گھر والوں کے لئے امتحان اور تیری کارسازی پر حمد۔ اور خاص ہماری جانوں میں تیرے امتحان وکارسازی پر حمد۔ ہمیں ہدایت دینے پر تیری حمد، اور ہمیں عزت دینے اور ہمیں مستور کرنے پر تیری حمد، قرآن سے تیری حمد اہل ومال دینے پر، عافیت دینے پر تیری حمد، حتّٰی کہ تُو راضی ہوجائے، تیرے لئے حمد ہے جب تُو راضی ہو، اے تقویٰ اور مغفرت والو۔ اور ان جیسے دیگر الفاظ کثیرہ سے حمد پڑھے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

وَمنها اللهم لك الحمد كما ينبغی لجلال وجهك وعظيم سلطٰنك، وَمنها اللهم لك الحمد شكراً ولك المن فضلا، وَمنها اللهم لك الحمد كما تقول وخيرا مما نقول الی غير ذلك مما وردت به الاحاديث فليجمعها او ليكتف ببعضها، ويعجبنی ان يختمها بقوله اللهم لا احصی ثناء عليك انت كما اثنيت علی نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء عليه سبحنه وتعالٰی ومن لم يُحسن من ذلك شيأ فليقل الحمد لله ثلثا او ليقرء الفاتحة او اٰية الكرسی بنية الثناء فلا يجد ثناء افضل منها ثم ليصلی ويسلم علی النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم احدی عشرة مرة اذ لا يستجاب دعاء الا بالصلٰوة عليه صلی الله تعالٰی عليه وسلم وامر بالسلام احرازا للفضلين واحترازا عن الخلاف فان من العلماء من كره الافراد ثم العبد يختار ههنا الصلٰوة الغوثية المروية عن سيّدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه، وهی اللهم صل علی (سيّدنا ومولٰنا)ؑ محمد

اور ہر سانس کے وقت ہو، اور ایک اور یہ ہے: اے اللہ! تیرے لئے تیری ذات کے جلال اور تیری عظیم سلطنت کے شایانِ شایان حمد ہو، اور ایک یہ ہے: اے اللہ! شکر بجا لانے کے لئے تیری حمد اور تیرا احسان و فضل ہے۔ اور ایک یہ ہے: اے تیرے لئے وہ حمد جو تُو نے فرمائی اور وُہ بہتر جو ہم کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر جو احادیث میں مروی ہیں سب کو یا بعض کو پڑھے۔ اور مجھے تو پسند ہے کہ آخر میں یہ حمد پڑھے: اے اللہ! میں تیری ثناء کو بجا نہیں لاسکتا جس طرح تُو نے خود اپنی ثناء فرمائی ہے کیونکہ یہ حمد بہت جامع اور وسیع ہے۔ اور اگر کسی مذکورہ محامد میں سے کوئی حمد یاد نہ ہو تو تین بار الحمد للہ پڑھ لے یا سورہ فاتحہ یا آیۃ الکرسی حمد و ثنا کی نیت سے پڑھے، ان سے بہتر ثناء نہ پاؤ گے، اور پھر آخر میں نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام گیارہ مرتبہ پڑھے کیونکہ درود شریف کے بغیر کوئی دُعا قبول نہیں ہوتی اور سلام کا بھی حکم ہے تاکہ دونوں کی فضیلت ہو جائے۔ اور بعض علمائے دونوں میں سے ایک پر اکتفاء مکروہ قرار دیا ہے اس لئے دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس خلاف سے بچے گا۔ پھر مجھ بندہ کو یہاں درودِ غوثیہ جو آپ سے مروی ہے

ؑ اعلم ان لفظه سيدنا ومولانا من زيادات للفقير علی ما بلغنا عن مشايخنا وقد زاد امير المؤمنين عمر وابنه عبد الله

سیّدنا و مولانا کا لفظ اس فقیر نے بڑھایا ہے، یہ لفظ ہمارے مشائخ کا نہیں، یہ اضافہ جائز ہے جیساکہ امیر المومنین عمر فاروق اور ان کے صاحبزادے عبد اللہ

(باقی بر صفحہ آیندہ)

marfat.com

معدن الجود والكرم وآله وسلم والعبد يقولها هكذا اللهم صل على سيدنا ومولٰنا محمد معدن الجود والكرم وآله الكرام وابنه الكريم وامته الكريمة يا اكرم الاكرمين وبارك وسلم ثم ليتوجه بقلبه الى المدينة الطيبة و ليقل احدى عشرة مرة يا رسول الله يا نبی الله اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات **ثم يخطو الى جهت العراق** وهو من بلادنا بين الشمال والمغرب افاده سيدی حمزة رضی الله تعالٰی عنه وهی ایضا جهة المدينة المنورة وكربلاء و العبد الضعيف قد استخرج جهة حضرة بغداد من بلد تنا بريلی بالمؤامرة البرهانية على ان عرضها لج ك[عه١] وطولها مد[عه٢] لح وعرض بریلی

پسندیدہ ہے اور وہ یہ ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و مولٰی محمد جود و کرم کی کان پر رحمت نازل فرما اور آپ کی آل پر، اور سلامتی نازل فرما۔ جس کو یہ بندہ یوں پڑھتا ہے: اے اللہ! ہمارے آقا و مولٰی محمد جود و کرم کی کان پر اور آپ کی برگزیدہ آل اور کریم بیٹے اور برگزیدہ امت پر صلوٰۃ و سلام فرما اے برگزیدوں کے برگزیدہ، اس کے بعد مدینہ منورہ کی طرف دل توجہ کرکے گیارہ مرتبہ یوں پڑھے: یا رسول اللہ یا نبی اللہ! میری مدد کرو، اور اے حاجات پوری کرنے والے! میری حاجت کے پورا ہونے میں مدد فرماؤ۔ اور پھر عراق کی طرف قدم بڑھائے، اور ہمارے ہاں عراق شمال مغرب میں ہے یہ میرے آقا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے اور یہی مدینہ منورہ اور کربلا معلّٰی کی جہت ہے۔ اور اس عبد ضعیف نے اپنے علاقہ بریلی سے دربار بغداد کی جہت جیومیٹری کی بنیاد پر متعین کی ہے یوں کہ بغداد کا عرض لج ک اور اس کا طول مد لح اور بریلی کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

رضی الله تعالٰی عنهما على تلبية رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم واجاز العلماء زيادة السيادة فی الصلوة كما فی در المختار فكيف فی غيرها وقصة الترك فی قراءة دلائل الخيرات معلومة والولاية مثل السيادة ١٢ (م)

عه١ ثلاث وثلاثون درجة و ثلث ١٢ (م)

عه٢ اربع واربعون درجة وثمان وعشرون دقيقة ١٢ (م)

رضی اللہ تعالٰی عنہما نے تلبیہ کے الفاظ میں زائد الفاظ شامل کئے۔ اور ہمارے علماء نے بھی درود شریف میں "سیدنا" کا لفظ بڑھایا جیسا کہ درمختار میں ہے تو اس کے غیر میں بھی جائز ہوگا، نیز دلائل الخیرات میں ترک کا قصہ معلوم ہے جبکہ ولایت بھی سیادت کے معنی میں ہے۔ (ت)

تینتیس درجے اور ایک ثلث ١٢ (ت)

چوالیس درجے اور ٢٨ دقیقے ١٢ (ت)

marfat.com

لح کا وطولها عط (ع۱) الر فجاء الانحراف الشمالی
اعنی من نقطة المغرب الی نقطة الشمال
یح لح (ع۲) فیستخرج خط الزوال ویقیم علیه
عمودا الی المغرب ویدیر علیهما قوسا
بجعل راس القائمة مرکزا فیجزیها
اخماسا (ع۴) ویصل خطا بین الراس والخمس
الاول مما یلی المغرب فهذا
الخط هو سمت حضرة
بغداد اما المدینة
الکریمة فاربع درج اعنی
ح نر (ع۳) من نقطة المغرب الی الشمال علی
ما استخرجت بعدة طرق برهانیة احدی
عشرة خطوة معتدلة معتادة فانه
المتبادر من الکلام لا ما یفعله بعض العوام
من انهم لا یرفعون قدما ولا یخطون
خطوة وانما یتقدمون کل مرة نحو ثلاث
اصابع او اربع فلیس هذا من الخطوة فی شیء
وانما امرنا بالخطا فالعدول عنها بدون ضرورة

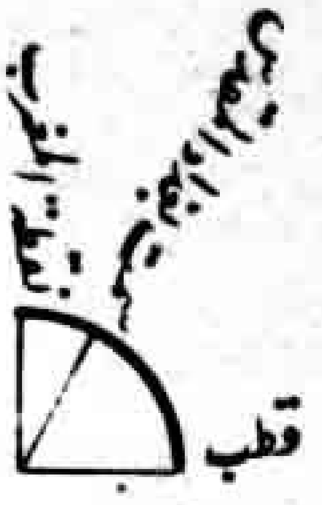

عرض لح اور اس کا طول عط الر ہے۔ اس سے شمالی
انحراف یعنی نقطۂ مغرب سے نقطۂ شمال کی طرف یح لح
حاصل ہوا، اب خطِ زوال نکال کر اس پر قائمہ کی صورت
میں عمود، مغرب کی طرف کھینچا جائے اور خطِ زوال اور عمود
پر قوس اس طرح بنایا جائے کہ رأس القائمہ کو مرکز قرار دیا جائے
اور قوس کے پانچ جز بنائے جائیں اور رأس القائمہ اور
مغرب کی طرف سے پہلے خمس کو خط
کے ذریعے ملایا جائے تو یہ خط دربارِ
بغداد کی جہت ہوگی۔ لیکن مدینہ منورہ
نقطۂ مغرب سے شمال کی جانب چار درجے
ہے جیسا کہ میں نے جیومیٹری کے متعدد طریقوں سے معلوم
کیا ہے بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم عادت کے مطابق
درمیانے قدم چلے کیونکہ کلام سے یہی سمجھا جا رہا ہے اور
بعض عوام کی طرح نہ کرے کہ وہ قدم چلنے کی بجائے
ہر مرتبہ صرف تین یا چار انگشت آگے بڑھتے ہیں حالانکہ
یہ قدم کا فاصلہ نہیں کہلاتا، جبکہ ہمیں گیارہ قدم کے بارے
میں حکم ہے اس لئے بغیر ضرورت اور بلا عذر اس حکم سے
عدول نہیں کرنا چاہئے، اور یہ عدول غلط ہے۔ ہاں اگر

ع۱ ثمان وعشرون درجة واحدی وعشرون دقیقة ۱۲ (م)
ع۲ تسع وسبعون درجة وسبع وعشرون دقیقة من قرنیص مرصد لندن ۱۲ (م)
ع۳ ثمانی عشرة درجة ومثلها الدقائق ۱۲ (م)
ع۴ اقتصر علی التخمیس لعدم الحاجة الی تدقیق الدقائق مع ما فیه من الدقة ۱۲ (م)

۲۸ درجے اور ۲۱ دقیقے ۱۲ (ت)
۷۹ درجے اور ۲۷ دقیقے، لندن کی قرنیص رصدگاہ سے ۱۲ (ت)
۱۸ درجے اور ۱۸ دقیقے ۱۲ (ت)
پانچ حصوں کو بیان کیا ہے کیونکہ دقیقے بنانے میں دقت ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

عین الخطا نعم ان کان فی مضیق لا یجد مساغا للخطوات المعهودة ولا الخروج الی مندوحة فلیأت بما استطاع وأشد شناعة من هذا ما رأیت بعضهم من انه یصلی رکعتین حتی اذا کان فی أخر قراءة الاخری انحرف الی العراق فتخطی، ثم عاد الی مکانه فتوجه نحو القبلة واتم الصلوٰة ولا یدری المسکین ان هذا امر مخالف للوارد[عہ۱] مفسد[عہ۲] لصلوٰته وابطال العمل حرام ثم النفل یجب بالشروع فیلزمه القضاء وهو لا یریده ولا یدری به فیأثم مرتین[عہ۳]. ولمثل هذا ورد[عہ۴] فی الحدیث " المتعبد بغیر فقه کالحمار

عہ۱ فی صفة هذه الصلوٰة عن سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالیٰ عنه کما سمعت ۱۲ (م)

عہ۲ لان المشی عمل کثیر ۱۲ (م)

عہ۳ اثم الابطال حاضر الوقت واثم ترک القضاء یظهر عند الموت، والعیاذ بالله تعالیٰ ۱۲ (م)

عہ۴ اخرجه ابونعیم فی الحلیة عن واثلة بن الاسقع رضی الله تعالیٰ عنه، ومثله قول علی کرم الله وجهه قصم ظهری اثنان جاهل متنسک وعالم متهتک نسأل الله العفو والعافیة ۱۲ (م)

عذر ہو مثلاً جگہ تنگ ہو اور پورا قدم چلنے کی گنجائش نہ ہو اور کھلی جگہ نہ ملے تو پھر حسبِ گنجائش قدم کا فاصلہ بنائے، اور اس سے بڑھ کر قابلِ اعتراض وہ صورت ہے جو میں نے بعض جہال کو کرتے دیکھا کہ وُہ دو رکعت پڑھتے ہوئے دوسری رکعت کی قراءت کے آخر میں نماز میں ہی عراق کی طرف مُنہ پھیر کر چلتے ہیں اور گیارہ قدموں کے بعد پھر واپس پہلی جگہ پر لوٹ کر قبلہ رُو ہو جاتے ہیں اور پھر نماز کو مکمل کرتے ہیں، ان غریبوں کو یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ مرویہ کے خلاف بھی ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے، حالانکہ عبادت کو شروع کرکے توڑنا حرام ہے۔ چونکہ نفل ہیں اور نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتے ہیں اس لئے ان پر دو رکعتوں کی قضا لازم ہے، جبکہ اسے مسئلہ معلوم ہی نہیں تو قضا کیا کرے گا لہٰذا اس کو دوہرا گناہ ہے۔ ایسے ہی شخص کے بارے میں حدیث شریف

اس نماز کو غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ طریقہ میں جیسا کہ میں نے سنا ۱۲ (ت)

کیونکہ چلنا، کثیر عمل ہے ۱۲ (ت)

ایک جاری عبادت کو توڑنا وقتی گناہ اور دوسرا گناہ قضا کا ترک جو موت کے وقت ظاہر ہوگا العیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ (ت)

اس کی تخریج امام ابونعیم نے واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی کتاب حلیہ میں کی ہے، اور ایسا ہی ایک قول حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ہے، کہ دو چیزوں نے میری کمر توڑ دی ہے ایک جاہل عامل نے اور دوسرے متشدد عالم نے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کے خواستگار ہیں ۱۲ (ت)

marfat.com

فی الطاحونة[1]" واکبر اثما منہ شیخہ الذی علمہ ھذا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ھذا ولیکن عند التخطی علی ھیأۃ الھیبۃ والخضوع والادب والخشوع، وانا احب ان یتخیل کانہ حاضر فی بغداد و مرقدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بین عینیہ وھو راقد فیہ مستقبل القبلۃ الکریمۃ والعبد یتعمد کرمہ فیرید ان یتقدم الیہ اذ یعتریہ الحیاء من قبل المعاصی فیقف حیران کانہ یستأذن ویستشفع الیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسعۃ جودہ و بشری مقالتہ "ان لم یکن مریدی جیدا فانا جید[2]"۔ فبینا ھو

میں آیا ہے کہ بغیر علم عبادت کرنے والا اس گدھے کی طرح ہے جو آٹے کی چکّی میں جُتا ہو۔ ایسا عمل کرنے والے سے بڑھ کر اس کا وہ شیخ مجرم ہے جس نے اسے یہ طریقہ بتایا ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور قدم چلتے وقت خشوع، خضوع اور ادب و ہیبت کی کیفیت ہونی چاہئے، اور مجھے یُوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ وہ بغداد شریف میں آپ کی مرقد شریف کے سامنے حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور غوثِ اعظم اپنی قبرِ انور میں قبلہ رُو سوئے ہوئے ہیں اور قدم چلنے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کئے ہُوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے پیش نظر آگے جانے میں حیا کرتے ہُوئے حیران کھڑا ہوجاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اجازت طلب کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ آپ کا جُود و سخا وسیع ہے اور آپ کی یہ بات بشارت ہے کہ "اگر میرا مرید خوب نہیں میں تو خوب تر ہوں۔" قدم

عہ اخرج الامام الشنطوفی رحمہ اللہ تعالٰی روحہ فی بھجۃ الاسرار عن الشیخ القدوۃ ابی الحسن علی القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اعطیت

امام شنطوفی نے بہجۃ الاسرار میں شیخ امام ابو الحسن علی قرشی سے تخریج فرمائی ہے کہ میرے آقا حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مدِّ بصر تک دراز ایک دفتر مجھے عطا کیا گیا جس میں میرے

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] حلیۃ الاولیاء عنوان ۳۱۸ خالد بن معدان عن واثلۃ بن الاسقع مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۵/ ۲۱۹

[2] بہجۃ الاسرار و معدن الانوار ذکر فضل اصحابہ و بشراھم ، مصطفٰی البابی مصر ص ۱۰۰

marfat.com

كذلك وهو رضی اللہ تعالیٰ عنه ينظر اليه و
يعلم فقره وحياءه اذ يجئ الكرم العميم
فيشفع للعبد الاثيم فكانه رضی اللہ تعالیٰ
عنه يقول" اذنت لهذا الفقير المضطر ان
يخطو الى تلك الخطوات، و **يذكر فيها**
اسمی ولا يخشى المعاصی عندی فانی
انا ضمينه وكفيل مهماته فی الدنيا
والاخرة" فينشط العبد، و يتقدم على
اقدام الوجد قائلا على كل خطوة
يا غوث الثقلين و يا كريم الطرفين
فانه رضی اللہ تعالیٰ عنه حسنی الاب
حسينی الام اغثنی و امددنی فی
قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات

بڑھانے والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں
اور اس کے فقر و حیا کو جان کر آپ وسیع کرم فرمائیں گے
اور اس بندے گنہ گار کی شفاعت فرمائیں گے ، اور
گویا یہ فرمائیں گے کہ میں اس فقیر تنگدست کو اپنی طرف
قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں ، یہ چلتے ہوئے میرا
نام ذکر کرے اور میرے پاس آ کر اپنے گناہوں کا فکر
نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس کی مشکلات کا
کفیل اور ضامن ہوں ، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی
کیفیت میں "یا غوث الثقلین" "یا کریم الطرفین" پکارتا
ہے (کریم الطرفین اس لئے کہ آپ والد کی طرف سے
حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں) اور کہتا ہے
میری حاجت براری میں میری مدد کرو اے حاجات کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سجلا مد البصر فيه اسماء اصحابی و مريدی الى
يوم القيمة وقيل لی قد وهبوا لك وسألت
مالكا خازن النار هل عندك من
اصحابی احد فقال لا وعزة ربی و
جلاله ان يدی على مريدی كالسماء على الارض
ان لم يكن مريدی جيدا فانا جيد وعزة ربی و
جلاله لا برحت قدمای من بين يدی ربی حتى
ينطلق بی وبكم الى الجنة اه[1] والحمد للہ رب العلمين
الكريم عميم والرجاء عظيم ۱۲ منه (م)

ساتھیوں اور مریدین کے نام ہیں جو قیامت تک میرے
سلسلے میں داخل ہوں گے مجھے کہا گیا یہ آپ کی ملکیت ہے ،
اور میں نے جہنم کے خازن فرشتے سے پوچھا کہ کیا تیرے
پاس میرے اصحاب میں سے کوئی ہے ؟ تو اس نے
نفی میں جواب دیا ۔ اس پر حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
نے فرمایا کہ مجھے ربِ ذو الجلال کی عزت کی قسم کہ تمام مریدین
پر میرا ہاتھ ایسے ہے جیسے زمین پر آسمان سایہ فگن ہے ۔
اور فرمایا : اگر میرا مرید خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں ، اور
رب ذو الجلال کی عزت کی قسم میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے
دربار سے حرکت نہ کروں گا جب تک مجھے اور تم سب کو جنت کا پیغام نہ مل جائے گا ، الحمد للہ رب العلمین الکریم ۱۲ منہ (ت)

[1] بہجۃ الاسرار ذکر فضل اصحابہ و بشراہم مصطفی البابی مصر ص ۱۰۰

marfat.com

ثم ليدع الله سبحنه وتعالى متوسلا اليه بجاه سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم ثم بجاه ابنه هذا السيد الكريم غوثنا الاعظم رضي الله تعالى عنه ، وليراع آداب الدعاء المذكورة في كلمات العلماء كالحصن الحصين وغيره ومن احسن من فضلها وجمع شتاتها مقدام المحققين امام المدققين العالم الرباني سيدي و والدي عه قدس سره الزكي في كتابه الشريف "احسن الوعاء لآداب الدعاء" وقد لخصها تلخيصا حسنا

پورا کرنے والے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے (غوث اعظم) کے وسیلے سے دُعا کرے ، مذکورہ دُعا میں ان آداب کا خیال رکھے جو علماءِ کرام نے ذکر فرمائے جیسا کہ "حصن حصین" وغیرہ کتب میں مذکور ہے ۔ مختلف دعاؤں کو جمع کرنے اور فضیلت بیان کرنے والوں میں میرے والد گرامی نے اپنی کتاب "احسن الوعاء لآداب الدعاء" میں بہترین دعاؤں کو ذکر فرمایا ہے اور پھر ان کا خلاصہ محققین کے امام ، مدققین کے پیشوا ، عالم ربانی ، میرے آقا والد گرامی قدر قدس سرہٗ نے اپنی بہترین کتاب

عه هو البحر الزاخر، البدر الباهر، النجم الزاهر، حامي السنن ، ماحي الفتن، العالم العامل، الفاضل الكامل ، الحاج الزائر، الجامع المفاخر مولانا المولوي محمد نقي علي خان المحمدي السني الحنفي القادري البركاتي البريلوي اجل خلفاء حضرة شيخنا و مرشدنا بحر الرحمة مولى النعمة حضرة السيد الشاه آل الرسول الاحمدي مارهري قدس الله تعالى سرهما وافاض علينا برهما، ولد رحمه الله تعالى مستهل رجب ۱۲۴۶ھ ونشأ في حجر العلم والعرفان تفقه على ابيه الفاضل الاجل العارف الاكمل مولانا المولوي محمد رضا علي خان قدس سره وصنف تصانيف

یہ گہرا سمندر ، روشن چاند ، چمکنے والا ستارہ ، سنت کی حمایت والا اور فتنوں کو مٹانے والا ، عالم باعمل ، کامل فاضل الحاج اور مدینہ منورہ کی زیارت والا ، فخر کا جامع ، مولانا مولوی محمد نقی علی خان محمدی سُنّی ، حنفی ، قادری ، برکاتی ، بریلوی ، خلیفۂ اجل حضرت ہمارے شیخ ، مرشد ، رحمت کے دریا ، نعمت کے مالک ، حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی (قدس اللہ سرہما) اللہ تعالیٰ ان کی بھلائی کا ہم پر فیضان فرمائے ، آپ کی پیدائش ابتدائے رجب ۱۲۴۶ھ میں ہوئی ، انھوں نے علمی اور عرفانی ماحول میں پرورش پائی اور اپنے والد فاضل اجل عارف اکمل ، مولانا مولوی محمد رضا علی خاں قدس سرہٗ سے علم حاصل کیا ، اور ۲۵ کے قریب تصنیفات جلیلہ تصنیف فرمائیں ، اور ان کتب میں سے یہ کتاب "جواہر البیان"

(باقی برصفحہ آئندہ)

marfat.com

في باب الحج من كتابه "المستطاب جواهر البيان في اسرار الاركان" وليبدأ بيا ارحم الراحمين ثلثا فان من قاله ناداه ملك موكل به ان ارحم الراحمين قد اقبل عليك وبيا بديع السموٰت والارض ياذا الجلال والاكرام فانه اسم الله الاعظم على قول وكذا تسبيح سيدنا ذي النون على نبينا الكريم وعليه الصلوٰة والتسليم وليختمه بآمين ثلثا فانه خاتم الدعاء ومما خص الله تعالىٰ به هذه الامة المرحومة وبالصلوٰة والسلام على خاتم النبيين والحمد لله رب العٰلمين ليكون البدء وختم كلامها بالصلوٰة على واهب الصلوٰة صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فان الدعاء طائر والصلوٰة جناحه فبذلك يتم الجناحان ولان الصلوٰة عليه عليه الصلوٰة و

"جواہر البیان فی اسرار الارکان" کے باب الحج میں بیان فرمایا اور دُعا کی ابتداء میں "یا ارحم الراحمین" تین مرتبہ کہے، کیونکہ جو شخص یہ کہتا ہے تو اس کو فرشتے جواب میں کہتے ہیں کہ بیشک ارحم الراحمین تیری طرف متوجہ ہے، اور "یا بدیع السمٰوٰت والارض یاذا الجلال والاکرام" بھی ابتداء میں پڑھے کیونکہ ایک قول کے مطابق یہ "اسمِ اعظم" ہے، ایسے ہی حضرت سیدنا ذی النون علیہ السلام کی تسبیحاتِ باری تعالیٰ کو ابتداء میں پڑھے اور دعا کے آخر میں تین مرتبہ آمین کہے کیونکہ یہ دُعا کی مُہر ہے اور یہ خاص اس اُمّتِ مرحومہ کو عطیہ ہے، اور دعا کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام، اور "الحمد للہ رب العٰلمین" پڑھے تاکہ دُعا کی ابتدا اور اس کا خاتمہ، نمازیں عطا کرنے والے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درود شریف پر ہو جائے یہ اس لئے کہ دُعا ایک پرندہ ہے اور درود شریف اس کے پر ہیں، اور اس لئے بھی کہ درود شریف مقبول ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جليلة تاقت خمسة وعشرين من اجلها هذا الكتاب "جواهر البيان" الذي لم يُر مثله في بابه والتفسير الكبيرة لسورة الانشراح وسرور القلوب في ذكر المحبوب واصول الرشاد لقمع مباني الفساد واذاقة الاثام لمانعي عمل المولد والقيام وغير ذلك توفي سلخ ذي القعدة سنة ١٢٩٧ھ رحمه الله تعالىٰ رحمة واسعة (م)

بے مثل ہے، اور ایک سورہ الم نشرح کی تفسیر فرمائی ہے، اور ایک سرور القلوب فی ذکر المحبوب، اور ایک اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد، اور اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیر ذلک ہیں۔ اور آپ کی وفات آخر ذیقعدہ ١٢٩٧ھ میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ (ت)

marfat.com

السلام مقبولة لا شك فاذا استجيب الطرفان فالله تعالیٰ اکرم من ان یدع ما بینهما ولیکن الدعاء وترا فان الله وتر یحب الوتر ولیصل بعد کل مرة علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فانه لم یر شئ اجلب للاستجابة من الصلوٰة والسلام علی هذا النبی الکریم علیه وعلیٰ اٰله افضل الصلوٰة والتسلیم ولیجتهد ان تخرج دمعة فانها علم الاجابة فان لم یبك فلیتباك فمن تشبه بقوم فهو منهم ثم المختار عندی ان یبقی حین الدعاء ایضا کما هو مستقبل الجهة العراقیة فانها کما اسمعناك جهة الشفعاء الکرام ولا علیه ان لا ینحرف الی القبلة وقد[ع] سأل ابو جعفر المنصور ثانی الخلفاء العباسیة

توجب دعاء کے ابتداء وانتہاء میں درود ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے کرم سے بعید ہے کہ وہ درمیان میں دعا کو قبول نہ فرمائے، اور دُعا میں وتر کا لحاظ ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وِتر کو پسند فرماتا ہے، اور ہر بار درود شریف پڑھے کیونکہ درود شریف سے بڑھ کر کوئی چیز مقبولیت کو حاصل کرنے والی نہیں ہے صلی اللہ تعالےٰ علی النبی الکریم وآلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیم، اور کوشش کرے کہ دُعا میں آنسو نکلیں کیونکہ یہ بھی قبولیت کی علامت ہے، اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنائے کیونکہ جو کسی کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی انہی میں شمار ہوتا ہے پھر مجھے یہ پسند ہے کہ دعا کے وقت بھی عراق کی طرف متوجہ رہے کیونکہ یہ جہت شفاعت والوں کی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، لہذا اس دعا میں قبلہ کی طرف متوجہ نہ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ابو جعفر منصور خلیفہ ثانی خاندانِ عباسیہ نے

ع قال الفقیر احمد رضا غفر الله تعالیٰ له ابنأنا سراج الحنفیة عبد الرحمٰن بن عبد الله السراج المکی عن مفتی الحنفیة جمال بن عمر المکی عن المولی عابد السندی المدنی عن الشیخ صالح الفلانی عن محمد بن سنة عن الشریف محمد بن عبد الله عن محمد بن ارکماش عن الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی اسحٰق القنوجی عن ابی المواهب ربیع

فقیر احمد رضا غفرلہ کہتا ہے کہ مجھے خبر دی حنفیوں کے چراغ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ سراج مکّی نے، انھوں نے حنفیوں کے مفتی جمال بن عمر مکّی سے روایت کی، انھوں نے آقا عابد سندی مدنی سے، انھوں نے شیخ صالح فلّانی سے، انھوں نے محمد بن سنۃ سے، انھوں نے شریف محمد بن عبد اللہ سے، انھوں نے محمد بن ارکماش سے، انھوں نے حافظ ابنِ حجر عسقلانی سے، انھوں نے ابو اسحٰق قنوجی سے، انھوں نے ابو مواہب ربیع بن ابی عامر

(بقیہ بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

عالم المدينة مالك بن انس رضی الله تعالیٰ عنه یا ابا عبد الله استقبل القبلة و ادعو ام استقبل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسیلتك و وسیلة ابیك اٰدم علیه السلام الی الله عز و جل یوم القیٰمة بل استقبله واستشفع به فیشفعك الله تعالیٰ اھ[1] فمن فعل ذلك موقنا بقلبه

ایک دفعہ حضرت امام مالک عالمِ مدینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ میں قبلہ رُو ہو کر دُعا کروں یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف متوجہ رہوں، تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اپنا چہرہ نہ پھیر کیونکہ وُہ تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے دربار میں وسیلہ ہیں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بن ابی عامر یحیی بن عبد الرحمن بن ربیع انا الحسن بن علی الغافقی اجازنا القاضی عیاض ثنا القاضی ابی عبد الله محمد بن عبد الرحمن الاشعری و ابو القاسم احمد بن بقی الحاکم و غیر واحد فیما اجازونیه قالوا انا ابو عباس احمد بن عمر بن دلهاث نا ابو الحسن علی بن فهر ابو بکر محمد بن احمد بن فرج نا ابو الحسن عبد الله بن منتاب نا یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نا ابن حمید قال ناظر ابو جعفر امیر المؤمنین مالکا فذکر الحدیث، وفیه و قال یا ابا عبد الله ما استقبل' الحدیث ۱۲ منه یحفظه الله تعالیٰ ابدا۔ (م)

یحیٰی بن عبد الرحمٰن بن ربیع سے، انھوں نے کہا کہ مجھے حسن بن علی غافقی نے خبر دی، انھوں نے کہا کہ مجھے قاضی عیاض نے اجازت دی، انھوں نے کہا کہ مجھے حدیث بیان کی قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن اشعری اور ابو القاسم احمد بن بقی حاکم وغیرہم نے مجھے اجازت دی اور انھوں نے فرمایا کہ ہمیں بیان کیا ابو عباس احمد بن عمر بن دلہاث نے، انھوں نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن علی بن فہر ابو بکر محمد بن احمد بن فرج نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا ابو الحسن عبد اللہ بن منتاب نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا یعقوب بن اسحٰق بن ابی اسرائیل نے، انھوں نے کہا مجھے بیان کیا ابن حمید نے اور کہا کہ ابو جعفر امیر المومنین نے امام مالک سے بحث کی اور پُوری حدیث بیان کی اور اس میں ہے کہ ابو جعفر نے کہا اے ابو عبد اللہ (مالک) ! میں کس طرف منہ کروں، الحدیث ۱۲ منہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائے۔ (ت)

[1] کتاب الشفاء فصل واعلم ان حرمۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ بلاد عثمانیہ ۲/ ۳۵
نسیم الریاض شرح شفاء " " " " " " دار الفکر بیروت ۳/ ۳۹۸

marfat.com

غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم يجب لى قضى الله تعالىٰ حاجته مالم يدع باثم اوقطيعة رحم فهذه صفتها و اللفظ الكريم مكتوب فيها بالحمرة ، و ما عليه خط احمر فهو الذى بلغنا عن مشايخنا قدست اسرارهم ، وما دون ذلك فهو من هذا العبد الاثيم غفر الله تعالىٰ له وليعلمن العارف ان ما ذكرته لا يركن الى خلاف لذرة من الكلمات العلية ، ولا فيه عليها زيادة اجنبية ، وانما هو تصريح مطوى ، او توضيح منوى ، اوتبيين مجمل ، او تعيين افضل ، معتمدا فى ذلك على احاديث كثيرة ، اشرت اليها فى جمل يسيرة ، يعرفها الماهر كالشمس فى فئ ، ويمر الغافل كأن لم يكن شئ ، فجاءت بحمد الله عروسا مليحة ، مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة ، بحليتها حليتها ، ثم اجتليتها ، فالحمد لله اولا و اخرا ، و باطنا وظاهرا ، والمامول من لطف مولٰنا الشاه محمد ابراهيم ، وغيره من اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم ،

طرف متوجہ ہو کر ان کو شفیع بنا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جو شخص دلی یقین سے یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت کو پورا فرمائے گا بشرطیکہ عجلت سے کام لیتے ہوئے مایوسی کا اظہار نہ کرے کہ میں نے دعا کی اور قبول نہ ہوئی ۔ یہ دعا قبول ہو گی جبکہ اس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کا سوال نہ ہو۔" صلوٰۃ الاسرار" کا یہ طریقہ ہے (آپ کی طرف لکھی گئی تحریر میں) اصل منقول الفاظ سرخ سیاہی سے لکھے گئے ہیں اور جن الفاظ پر سرخ خط ہے وہ الفاظ ہمیں اپنے مشائخ کرام سے پہنچے ہیں، ان کے علاوہ باقی الفاظ مجھ گنہگار بندے کے زائد کردہ ہیں، اور عارف شخص ضرور جانے کہ میرے ذکر کردہ الفاظ اصل کلمات کے ذرّہ بھر خلاف نہیں ہیں اور نہ ہی یہ کوئی اجنبی زیادتی ہے بلکہ یہ مخفی کی تصریح اور نیت میں مراد کی وضاحت ہے یا پھر مجمل کا بیان یا افضل کی تعیین ہے اور یہ سب کچھ کثیر احادیث سے اخذ کردہ ہے جن کی طرف میں نے مختصر جملوں میں اشارہ کیا ہے جن کو ماہر خوب جانتا ہے جس طرح دھوپ اور سایہ کی معرفت رکھتا ہے اور غافل شخص کوئی توجہ کئے بغیر گزر جائے گا، الحمدللہ، صلوٰۃ الاسرار کا طریقہ، دلکش دلہن جس کے خوبصورت رخسار سے نقاب اٹھایا گیا ہو، کی طرح واضح طور پر حاصل ہو گیا، میں نے اس دلہن کو زیورات سے آراستہ کر کے مزید جلا دی ہے ۔ الحمدللہ اولاً و آخراً، باطناً و ظاہراً ۔ مجھے مولانا شاہ محمد ابراہیم (سائل) کی مہربانی سے توقع اور امید ہے کہ وہ اور دوسرے ہمارے قادری بھائی (اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے) اس

marfat.com

ان لا ینسوا هذا الفقیر فی صالح دعائهم ،
غب هذه الصلوٰة و فی سائر اٰنائهم ، و
یسمحوا له بسؤال المغفرة ، و کمال
العافیة فی الدنیا و الاٰخرة ، و العبید
یدعو له ولهم، و الدعاء یغنی عن دروع
و اطم ،لاسیما دعوة المسلم لاخیه بظهر
الغیب ، طهرنا الله جمیعا من کل عیب ،
و وقانا شرور الجهل و الریب ، وحشرنا
طرا (ای جمیعا ۱۲) فی الامة المحمدیة ، و الجماعة
المبارکة السنیة السُنّیّة ، و الزمرة
الکریمة القادسة القادریة ،
انه علی ما یشاء قدیر ، فنعم المولیٰ
ونعم النصیر۔

لطیفة نظیفة : بامره رضی الله
تعالیٰ عنه ان یخطوا احدی عشرة خطوة،
علوا ان لهذا العدد مزیة اختصاص
بالحضرة القادریة من زمنه رضی الله
تعالیٰ عنه ولیس ان القادریین هم اختاروه لکون
العرس الشریف فی الحادی عشر ولکن لم اکن اعلم
سرا فی ذلک حتی صلیت فی شاهجهان عـه آباد

صلوٰۃ الاسرار کو پڑھنے کے بعد کسی مرحلہ پر بھی اس فقیر کو
اپنی دُعاؤں میں نہ بھُولیں گے، اور اس کے لئے مہربانی
فرماتے ہُوئے مغفرت اور دنیا و آخرت میں عافیت
کی دُعا کریں گے، اور یہ بندہ بھی ان کے لئے دعا گو
رہے گا، حقیقت یہ ہے کہ ہتھیاروں اور قلعوں سے
دعا مستغنی کر دیتی ہے خصوصاً وہ دُعا جو پسِ پشت
مسلمان بھائی کے لئے کی جائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ
تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کے عیب سے پاک فرمائے
اور جہالت کے شر و شک سے محفوظ فرمائے اور ہم سب
کو اُمتِ محمدیہ میں اٹھائے اور اہل سنت و جماعت
کی مبارک اور قیمتی جماعت اور سلسلہ کریمہ قادریہ میں شامل
رکھے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اس پر قادر ہے پس
وُہ اچھا مددگار اور اچھا آقا ہے۔

پاکیزہ لطیفہ: حضور غوثِ اعظم کے حکم کے
مطابق گیارہ قدم چلے اور یہ یقین کرے کہ اس عدد کو
خاص خصوصیت دربارِ قادریہ سے حضور غوث اعظم
رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے حاصل ہے، اور یہ خیال
نہ کرے بعد میں قادری سلسلہ والوں نے گیارھویں شریف
کی مناسبت سے ایسا کیا ہے، لیکن مجھے خود گیارہ
قدموں کا راز معلوم نہ تھا حتی کہ ایک روز میں نے شاہجہاں آباد

عـه هی قاعدة دیار الهند المعروفة بدهلی
وکان ذلک سنة اثنتین بعد الالف وثلثمائة
حین شددت الیها رحلی قاصدا زیارة سیدی
سلطان المشایخ نظام الحق والدین قدس الله
تعالیٰ سره المکین ۱۲ منه (م)

یہ ہندوستان کا مرکزی مقام (ضلع) ہے جو دہلی کے نام سے
معروف ہے اور یہ واقعہ ۱۳۰۲ھ کا ہے جب میں وہاں
سیّدی سلطان المشائخ نظام الدین قدس سرہٗ کی
حاضری کے ارادہ سے گیا ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

ذات ليلة صلوٰة الاسرار وانا مقبل عليها
بشراشر[1] قلبي ما كانت مني التفاتة الى ذلك
اذ لمعت بارقة سر جليل، في خاطر
كليل، والله اعلم مني جاءت وكيف
جاءت ما شعرت بها الا وهي حليلة ببالي
فتأملتها بعد الفراغ من الصلوٰة فاذا
هي كما اود واشتهي، وهي ان في احد
عشر عقدا ووحدة، وهما[2] بالحروف
ياء والف والمجموع "يا" ان

میں رات کے وقت صلوٰۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری
توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اس راز کی طرف ذرا
بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم راز دار
تجلی چمکی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح
یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں
نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تامل کیا تو وہ میری مراد اور
خواہش میری تمنا کے مطابق تھی وہ قلبی القا یہ تھا کہ
گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے،
اور (ابجد کے حساب سے) دس کا حرف "ی" اور

علہ ای بجميع اجزائه ١٢ (م)

ع۲ اعلم ان ما لا يوجد له حرف واحد فالمصير فيه الى التركيب ويجب القصر على اقل ما يمكن فلا يختار الثلاثي ما امكن الثنائي ولا الرباعي ما ساغ الثلاثي كما لا يختار الثنائي ما وجد حرف واحد ثم الحاجة الى التركيب انما تقع فيما بين عقد وعقد الى مائة وفي العقود غير المئات المحضة ايضاً من مائة الى الف ثم تدوم الى ما لا نهاية له وذلك لان العقود والمئات لكل منهما حروف معلومة فالتركيب الثنائي مثلا وان تصور بجمع آحاد الى آحاد كمثل طب وحج ونرد وهو في احد عشر وهو اول ما يحتاج الى ذلك لكن اختيار بعض منها دون بعض ترجيح بلا مرجح

یعنی مکمل طور پر ۱۲ منہ (ت)

جب کوئی عدد ایک حرف والا نہ ہو تو وہاں ترکیب ضروری ہے اور ترکیب حسب ضرورت ہوگی اگر ترکیب ثنائی کافی ہو ثلاثی کی ضرورت نہیں اور ثلاثی کافی ہو تو رباعی کی ضرورت نہیں جیسا کہ ایک حرف والے کے لئے ثنائی ترکیب کی ضرورت نہیں ہے، پھر اکائیوں اور دہائیوں میں ننّوے تک ہوگی، اور اسی طرح ننّوے سے اُوپر ہزار تک، لیکن خالص دہائیوں اور خالص سَو کے لئے ترکیب کی ضرورت نہیں (کیونکہ ان کے لئے ایک ایک حرف ہے مثلاً ترکیب ثنائی تمام اکائیوں کی آپس میں ہو سکتی ہے مثلاً طَبَ، حَجَ، نَرَدَ، گیارہ میں جو کہ پہلا عدد ہے جس میں ترکیب ثنائی کی ضرورت ہے اگرچہ کوئی دو حرف ملائے جا سکتے ہیں مگر ان حروف میں سے یہاں بعض کو لینا اور بعض کو نہ لینا بے مقصد ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

marfat.com

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترکیب الطبعی ان یلتمس العقد فیوضع حرفه ثم حرف ما زاد علیه من الآحاد و هکذا فیقدم الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الآحاد ویکفی هذا الی الف وتسعة وتسعین فلفظها 'غظصط' فاذا زاد فید وراالامر فالفان 'بغ' وثلثة آلاف 'جغ' ومائة الف 'قغ' والف الف 'غغ' وهکذا الی ما لا نهایة له یعرف ذلك من یعلم ارقام الهیأة والنجوم ومن منافع هذا الوضع الامن من الالتباس فی غالب الصور فان 'غظصط' المذکور مثلاً ان کتب من دون نقط لتعینت الحروف بالوضع الطبعی فالاول لا یمکن ان یکون ع مهملة لانه لا یتقدم ظ ولا الثانی ط مهملة لانها لا تتقدم ص ولا الثالث ض معجمة لانها لا تعقب ظ ولا الرابع ظ معجمة لانها لا تعقب ص و تمام الکلام فی رسالتنا اطیب الاکسیر ۱۲ منه (م)

اس لئے طبعی ترکیب کو ملحوظ رکھنا ہوگا وہ یہ کہ جو دہائی مقصد ہو پہلے اسے پھر اکائی جو مقصود ہو، اگر ہزار ہو تو پہلے ہزار پھر سو اور پھر دہائی اور پھر اکائی کو ترتیب وار ذکر کرکے ترتیب دی جائے گی یہ ترکیب ایک ہزار نو سو ننانوے تک کام دے گی، اس کے لئے حروف میں غظصط سے مرکب ہوگا، اور اس پر ایک زائد ہو تو دو ہزار ہوگا جس کے لئے حروف میں بغ، اور تین ہزار جغ ، لاکھ کے لئے قغ، اور دس لاکھ کے لئے غغ، اسی طرح جتنا چاہے آگے جائے، جس کو علم نجوم اور ہیأۃ کی رقموں کی معرفت ہے خوب جانتا ہے۔ اس ترکیب کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان ہندسوں میں غلطی سے بچ جاتا ہے کیونکہ مثلاً غظصط میں اگر نقطے نہ بھی لکھے جائیں تو مذکورہ حروف اپنی طبعی ترتیب کے لحاظ سے سمجھے جا سکتے ہیں کیونکہ غ کو ع اور ظ کو ط نہیں پڑھ سکتے کیونکہ اس ترکیب میں ظ سے غ مقدم ہوتا ہے اور ع مقدم نہیں ہو سکتا ہے، اسی طرح ص سے ظ مقدم ہے ط مقدم نہیں ہو سکتا، اور آخری دو حروف ص، ط کو ض، ظ نہیں پڑھا جا سکتا، کیونکہ ض ظ کے بعد نہیں ہو سکتا اور یونہی ظ بھی ص کے بعد نہیں ہو سکتا ہے یہ اس لئے کہ ایک ترکیب میں بڑے عدد والا حرف پہلے اور چھوٹے والا بعد ہوتا ہے یہی ترکیب طبعی ہے اور یہ پوری بحث ہمارے رسالہ "اطیب الاکسیر" میں ہے ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

عکست[ع۱]، و یا للنداء و ای[ع۲] للایجاب فکانت فی ذلك اشارة الی معاملته رضی الله تعالیٰ عنه مع السائلین والفقراء المستغیثین فانهم فی مقام الکثرة مع کثرتهم فی انفسهم، واذا اراد و سؤال حاجاتهم من الحضرة العلیة توجهوا الی الوحدة وکان علیهم افراغ القلوب من تشتت الخاطر مع کونهم ههنا علی منهج واحد، سواء منهم العاکف والباد وعظیم[ع۳] الملك و عدیم الزاد فقد انتقلوا بوجهین من الکثرة الی الوحدة و

حرفوں کا مجموعہ "یا" ہے اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ "اِی" ہے جبکہ "یا" ندا اور طلب کے لئے ہے اور "ای" قبول و منظوری کے لئے ہے، تو اس طرح گیارہ کے عدد میں حضور غوث اعظم کا سوال اور امداد طلب کرنے کا لوگوں سے معاملہ سمجھ آتا ہے (کہ جس طرح "یا" میں "ی" دہائی اور کثرت اور اس کے بعد "الف" وحدت ہے) یوں ہی سائلین کثیر تعداد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات کو دربارِ عالیہ میں پیش کرتے ہوئے کثرت سے وحدت کی طرف متوجہ ہوں گے (کیونکہ آپ واحد ہیں) نیز یوں بھی کہ سائلین اور حاجتمند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، تو قلبی حاجات مختلف وکثیر مگر ان کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہذا کثرت

ع۱ وقوعه ههنا علی قول انه کنعم مطلقا ظاهر والا فالتقدیر یا سیدی هل تقضی حاجتی الجواب ای والله ۱۲ منه (م)

ع۲ و ذلك طریق الارقام الجفریة یقدمون فیها الآحاد ثم عشرات الخ فالف ومائة واحد عشر بارقامهم "ایقع" وبالارقام النجومیة "غقیا" ۱۲ (م)

ع۳ الاضافة لفظیة ای عظیم ملکه او معنویة فالعظیم بمعنی السلطان کعظیم الروم ای سلطانه ۱۲ (م)

یہاں اس کا استعمال "نعم" کی طرح ہے جیسا کہ ایک قول ہے ورنہ اصل میں، اے میرے آقا! کیا آپ میری حاجت روائی فرمائیں گے، جواب میں اِی واللہ ہے ۱۲ منہ (ت)

یہ جفری علم کی رقم کا طریقہ ہے جس میں اکائی کو دہائی پر مقدم کرتے ہیں مثلاً ہزار، سو کے بعد گیارہ کا ذکر ان کی رقم میں "ایقع" ہے اور نجومی رقم میں "غقیا" ہے ۱۲ (ت)

یہ اضافت لفظی ہے یعنی اس کا ملک عظیم ہے اور اگر اضافت معنوی بنائی جائے تو عظیم بمعنی سلطان ہوگا جیسے عظیم الروم ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

هذا اشان[1] يا وحركة الياء
لاضطرابهم في الطلب و تخصيص
الفتح يدل ما لهم من فتح وفيض
ببركة هذا النداء، ثم هو رضي الله
تعالىٰ عنه مستغرق في بحار الوحدة
رفيع مقامه عن مجامع الكثرة
فاذا نودي لكشف بلاء اورشف عطاء دعاه
الكرم الى التنزل من غيب الوحدة
الى مشاهد الكثرة و ذلك شان[2]
اِي والكسر يحكي التنزل و
سكون الياء لتسكين قلقهم فكان
المعنى انهم تحركوا من
مقام الكثرة مضطربين وهم
يدعون متوجهين الى حضرة
الوحدة متحدين هنالك في
الرغبة والرهبة وكان
رضي الله تعالىٰ عنه ساكنا في
مقام الوحدة فتنزل منه الى
نادي الكثرة لتسكين قلوبهم و
اصلاح خطوبهم والحاصل انه اذا دعي
يجيب وسائله لايخيب ومن عجائب

کے بعد وحدت جیسے "ی" کے بعد "الف" ہے، دو طرح سے ثابت ہے۔ یہ "یا" کے لحاظ سے ہے پھر "ی" کی حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا اس ندا کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے، اور "اِی" کے اعتبار سے یہ کہ حضور غوثِ اعظم بحرِ وحدت میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات نچھاور کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا مجبور کرتا ہے کہ آپ وحدتِ غیب سے تنزل فرما کر کثرتِ مشاہد پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی طرف رجوع ہے جیسا کہ "اِی" میں "الف" اور پھر "ی" ہے) اور "اِی" کا کسرہ (زیر) تنزل کی حکایت ہے اور "ی" کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔ معنیٰ یہ ہوا کہ حاجتمند لوگ اضطراب کی حالت میں متفرق طور پر مقامِ کثرت سے مقامِ وحدت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں ہیں اور آپ یعنی غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقامِ وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ نداء کرنے والے کثیر لوگوں کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے ہیں اور ان کی پراگندہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں غرضیکہ جب آپ کو نداء دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور

عله[1] فانه ينتقل فيها من العقد الى الواحد ۱۲ (م)

عله[2] فان الواحد مقدم فيه على الكثير ۱۲ (م)

کیونکہ اس میں دہائی سے اکائی کا انتقال ہے ۱۲ (ت)

کیونکہ واحد، کثیر پر مقدم ہے ۱۲ (ت)

marfat.com

صنع اللہ سبحنہ وتعالیٰ ان ا اول الحروف فلا حرف فوقھا وی اٰخر الکل فلا حرف تحتھا فمن ترقی من ی فلا مظھر لہ وراء ا ومن تنزل من ا فلا منزل لہ تحت ی فدل ذلک ان سیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخذ فی الطرفین بغایۃ الغایات فتنقطع مطایا الکاملین دون سیرہ فی اللہ فلذا کانت قدمہ علی جمیع الرقاب ولذا قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ الانس لھم مشایخ، والجن لھم مشایخ، والملٰئکۃ لھم مشایخ، وانا شیخ الکل بینی وبین مشایخ الکل کما بین السماء والارض لاتقیسونی باحد ولا تقیسوا علی احدا وکذا اما استکمل المکملون[عہ] سیرہ من اللہ ولذا کانت

سائل کو محروم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے عجائبات میں سے ہے کہ "الف" پہلا حرف ہے اور "ی" آخری حرف ہے جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے، اگر کوئی "ی" سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا، اور اگر کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو "ی" سے آگے کوئی منزل نہ پائے گا تو گیارہ کے حرف یعنی "یا" سے پتا چلا کہ آپ دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام کاملین حضرات سیر فی اللہ میں غوث اعظم کی سیر فی اللہ سے بہت پیچھے ہیں، اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان اور جن اور ملائکہ کے اپنے اپنے مشائخ ہیں جبکہ میں ان سب کا شیخ ہوں اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اور ایسے ہی کوئی کامل شخص آپ کی سیر فی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کرسکا۔ یہی وجہ ہے کہ

عہ۱ ای یجمع اولھم واٰخرھم ۱۲ (م)

عہ۲ ولاحاجۃ الی ابداء استثناء الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوٰۃ والسلام فانہ مرکوز فی اذھان المسلمین وکذا الصحابۃ والتابعون لھم باحسان لما عرف فی محلہ وبالجملۃ فسیدنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل الاولیاء الامن قائم الدلیل علی استثنائہ ۱۲ (م)

یعنی ان کے اول اور آخر سب کو جمع کریں گے ۱۲ (ت)

یہاں انبیاء ومرسلین کے استثناء کا اظہار ضروری نہیں کیونکہ یہ بات تمام مسلمانوں کے ذہنوں میں مرکوز ہے یوں ہی صحابہ وتابعین کا استثناء بھی معلوم ہے حاصل یہ کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں مگر اس میں سے وہ لوگ مستثنٰی ہیں جن کے بارے میں دلیل موجود ہے ۱۲ (ت)

عہ۳ ھذا کذلک ۱۲ منہ (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

عہ۴ ھذا کذلک ۱۲ منہ (م) یہ بھی اسی طرح ۱۲ منہ (ت)

marfat.com

هدايته اتم واوفر، وطريقته انفع و ايسر، وكراماته اكثر واظهر، حتى لم ينقل عشرها ولا معشارها عن احد من الاولياء فيما نعلم ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم، وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العٰلمين، والصلوٰة والسلام على خاتم النبيين، محمد وآله وصحبه اجمعين، وابنه هذا الفرد المكين، والغوث المبين، وعلينا بهم يا ارحم الراحمين، واوفى ختامه ستّ بقين من صفر الخير يوم جمع المسلمين، سنة الف و ثلثمائة وخمس، من هجرة من اتى بالصلوات الخمس، ورُدّت لامره من المغرب الشمس، صلى الله عليه وعلى اله اجمعين، والحمد لله رب العٰلمين۔

آپ کی رہنمائی اتم اور اکمل ہے اور آپ کا طریقہ آسان و واضح ہے اور آپ کی کرامات کثیر اور غالب ہیں حتی کہ کسی ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشیر بھی منقول نہیں جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ ہمارا آخری اعلان ہے کہ سب تعریفیں اللہ رب العٰلمین کے لئے ہیں اور صلوٰۃ وسلام خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل وصحابہ پر اور آپ کے اس حاکم بیٹے اور واضح غوث پر اور ان کے ساتھ ہم پر یا ارحم الراحمین۔ اس رسالے کا اختتام ۲۴ صفر بروز جمعہ ۱۳۰۵ھ کو ہوا، سن ہجری اس ذات کی ہجرت جس کو پانچ نمازیں عطا کی گئیں اور جن کے حکم پر مغرب سے سورج واپس پلٹا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین، الحمد للہ رب العٰلمین۔ (ت)

marfat.com

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح[۱۲][۱۳]

(تراویح میں بسم اللہ سے متعلق راجح قول کو بیان)

(ختم تراویح میں ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنے کا بیان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۱۱۱۴ از اوجین، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب

۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلادِ ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالٰی حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سُنا کہ تمام حفاظِ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی نہ کسی سُورت پر بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اور بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوٰی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سُورہ براءت کے ازبس لازم ہے ورنہ ایک سوتیرہ[۱۱۳]، اور کبھی کہتا ہے ایک سو چودہ[۱۱۴] آیت کا نقصان لازم آئے گا، بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ، بلکہ اجماع امت متفق ہیں، عمرو نے اس جہر سے انکار کیا، اس پر زید نے اُسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیأت کے ہوا اور تخریب دینِ محمدی میں کمر باندھ کر اصول وقواعدِ دینیہ سے برطرف ہوا، اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولوین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۵ پر لکھا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمہ تحفہ نذریہ میں فرماتے ہیں جان لو کہ جب اہلِ قراءت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا نہیں، پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے

marfat.com

والے پڑھ جو اُن قاریوں کی قرا ءت پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں، واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اس کو ایک سو چودہ ۱۱۴ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے، اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے، پس معلوم نہیں اس ترک و غفلت کا کیا سبب ہے فقط صفحہ ۷ پر لکھا "استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی، بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی یہ بھی قراء کا مذہب ہے اگر حضرت حفص کی اقتداء کرو درست و مقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھے تاہم کوئی عیب نہیں سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح و درست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمان صاحب کے عند الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی"۔ صفحہ ۸ پر لکھا "استفتاء قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی، زمانہ قراء سبعہ کا زمانہ اجتہاد و عمل بالسنہ کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں، اور مدار قراء کا فقط روایت وصحت پر ہے اور قراء سب اپنی اپنی قراءت کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہٰذا قراءت میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے نہ ائمہ مذہب تا زمانہ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے ائمہ قراءت کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہُوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قراءت پڑھے گا اس کی قراءت میں جو ہو اس کی اتباع کرے، جو کہ امام عاصم کی قراءت میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً، اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قراءت عاصم و حفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا و الّا پُورا ختم روایت حفص میں نہ ہُوا فقط واللہ اعلم بالصواب، العبد عبدالرحمان عفی عنہ"۔ صفحہ ۱۲ پر لکھا "صلوٰۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لئے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہئے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے مسلمین بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تحریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمان صاحب کی زبانی بھی سنی ہے"۔ اب علماء سے عرض ہے کہ یہ بیانات وفتاوٰی صحیح ہیں یا غلط، اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ سرا و جھارا ولیلا و نھارا حمدا ۔ سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں آہستہ اور بلند، دن اور

marfat.com

كبار اد امة واكثارًا والصلوات السامية والتحيات النامية على من سن فى الصلوٰة اسرار التسمية وعلى اٰله وصحبه النفوس الحامية لبيضة السنة من الغوغاء العامية اٰمين اٰمين يا ارحم الراحمين ۔

رات کو، بڑی حدیں اور زیادہ، بلند درود اور اونچا سلام اس ذات پر جس نے نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنا سنّت فرمایا اور آپ کی آل و اصحاب پر جو کہ خالص سنّت کو عوام کے شورش سے محفوظ رکھنے والے ہیں آمین آمین یا ارحم الراحمین ۔ (ت)

بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم و واجب ہونا محض بے اصل و باطل صریح اور حنفیۂ کرام پر افتراءِ قبیح ہے تحصیل سنّت ختم فی التراویح کے لئے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر و غیر صحیح ہے، مسلم الثبوت میں ہے :

البسملة من القراٰن اٰية فتقرأ فى الختم مرة[1]۔

یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے۔

ملک العلما بحر العلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں :

على هذا ينبغى ان يقرأها فى التراويح بالجهر مرة ولا تتأدى سنة الختم دونها[2]۔

یعنی اس بنا پر چاہئے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی۔

شرح مولانا ولی اللہ میں ہے :

من قال بكون البسملة جزء من القراٰن من غير تعيين المحل او بجزئيتها له فى اول كل سورة قال بوجوب قراءتها فيما يختم فيه القراٰن من الصلوٰة كالتراويح الا ان الجماعة الاولى تقول بوجوب قراءتها جهرًا مرة والثانية

یعنی جو علماء بسم اللہ شریف کو جزءِ قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماءِ حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے علماءِ شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح، اس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ وجمہور علماء کے نزدیک

---

[1] مسلم الثبوت کامل، مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۱۵۱

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۲/۱۴

marfat.com

تقول بوجوب قرأتها جهرا فی اول کل سورة سواء البراءة۔[1]

صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔

قمر الاقمار مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے:

اعلم ان التسمیة اٰیة من القراٰن کله انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحة ولا من کل سورة فالقراٰن عبارة عن مائة واربعة عشر سورة و اٰیة وھی التسمیة فلا بد فی ختم القراٰن من قراءة التسمیة مرة علی صدر اٰیة سورة کانت وھذا کله عندنا علی المختار[2] اھ مختصرا

یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لئے اتاری گئی، نہ وہ فاتحہ کی جُز ہے نہ ہر سورت کی، تو قرآن عظیم نام ہے ایک سَو چودہ سُورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سُورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے اھ مختصراً

جوابِ مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی بعون رب قدیر جل جلالہ، تحقیق حق تنقیح و تلخیص قول رجیح کے لئے چند افاداتِ عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہ تعالٰی احکامِ مسئلہ کو نورِ انکشاف اور اوہامِ باطلہ کو ظہورِ انکساف ملے واللّٰه المعین وبه نستعین (اللہ تعالٰی مددگار ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔ ت)

افادۂ اُولٰی: بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ و تابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہبِ حق و محقق یہ ہے کہ وُہ کسی سورتِ قرآن کی جُز نہیں جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک و فصل بین السور کے لئے مکرر نازل ہُوئی۔ امام عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلۂ ائمۂ حنفیہ ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں:

الصحیح من المذهب انها من القراٰن لکنها لیست جزء من کل سورة عندنا بل ھی اٰیة منزلة للفصل بین السور کذا ذکر ابوبکر الرازی ومثله روی عن محمد رحمه اللّٰه تعالٰی۔[3]

صحیح مذہب ہمارا یہ ہے کہ وُہ قرآن کی جُز ہے مگر ہر سُورت کی جُز نہیں بلکہ یہ ایسی آیۃ ہے جو سُورتوں میں فاصلہ کے لئے نازل کی گئی ہے، یوں ابوبکر رازی نے ذکر کیا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے بھی ایسے ہی مروی ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت ولی اللہ

[2] قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار | مقدمۃ الکتاب | مطبوعہ مطبع علیمی دہلی | ص ۹

[3] کتاب التحقیق شرح حسامی | " | " منشی نولکشور لکھنؤ | ص ۶

marfat.com

امام محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

المشہور عن اصحابنا انہا لیست بآیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا بل ھی اٰیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور[1]۔

ہمارے اصحاب سے یہی مشہور ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سُورۃ کی جُز نہیں ہے بلکہ یہ قرآن کی مستقل آیۃ ہے جو سورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

ان مذھبنا ومذھب الجمھور لیست اٰیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[2]۔

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ یا کسی اور سورۃ کی جز نہیں ہے (ت)

امام ابو البرکات نسفی کنز الدقائق اور علامہ ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور علامہ محمد بن عبد اللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں :

ھی اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ[3]۔

یہ قرآن کی آیۃ ہے جو سُورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے فاتحہ یا کسی اور سُورۃ کی جُز نہیں ہے (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قال اصحابنا البسملۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ[4]۔

ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو سُورتوں میں فصل کے لئے نازل کی گئی ہے نہ تو یہ فاتحہ کی جُز ہے اور نہ ہی کسی سورۃ کا یہ اول ہے (ت)

اسی طرح بہت کُتب میں ہے۔

افادہ ثانیہ : مجرد تکرر نزول ہرگز موجبِ تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۂ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکہ معظمہ میں نازل ہو کر مدینہ طیبہ میں دوبارہ اُتری۔ علامہ حسن چلپی حاشیۂ تلویح

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۶

[3] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب صفۃ الصلوٰۃ " دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۹۵

درمختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ " مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۷۵

[4] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری خطبۃ الکتاب " ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۱/۱۲

marfat.com

میں فرماتے ہیں :

تعدد نزولها لا یقتضی تعدد قرأنیتها کیف و قد قیل بتکرار نزول الفاتحة ولم یقل احد بتعدد قرأنیتها[1]۔

بسم اللہ کے نزول کا تعدد اس بات کو لازم نہیں کہ وُہ متعدد بار قرآن کا جُز بنے ، یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ سورۂ فاتحہ کے نزول میں تعدد کا قول ہے لیکن فاتحہ کا قرآن کے متعدد جُز ہونے کا قول کسی نے نہیں کیا (ت)

علامہ خسرو کے حاشیۂ تلویح میں ہے :

القول بتکرره لا یقتضی القول بتعددها کیف وقد قیل الٰی اٰخر مامر[2]۔

بسم اللہ کے تکرار نزول کا قول اس کے متعدد ہونے کو لازم نہیں ، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ سُورۂ فاتحہ کے بارے ، الٰی آخرہ ۔ (ت)

ولہذا علامہ بحر نے بحرالرائق میں فرمایا :

انها فی القراٰن اٰیة واحدة یفتتح بها کل سورة وعند الشافعی اٰیات فی السور[3]۔

یہ بسم اللہ قرآن کی ایک آیت ہے اس سے ہر سُورۃ کا افتتاح کیا جاتا ہے ، اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورۃ کی علیحدہ آیت ہے ۔ (ت)

اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وُہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لئے آپ ہی کافی کما لا یخفی علی کل عاقل (یہ کسی عاقل سے مخفی نہیں چہ جائیکہ فاضل سے مخفی ہو ۔ ت) کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سَو بار نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو ۔

افادۂ ثالثہ بسم اللہ شریف کا جزءِ سورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافتراء بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ ،

کحدیث قسمة الصلٰوة و حدیث ثلثین اٰیة

جیسا کہ تقسیم نماز والی حدیث ، اور وُہ حدیث جس سورۃ

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح حاشیہ ۵ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵

[2] حاشیہ تلویح لمنلا خسرو " " " ص ۳۱

[3] بحرالرائق باب صفة الصلٰوة " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۳

marfat.com

للملك وغيرها كما فصله العلماء الكرام في تصانيفهم ولاحاجة الى ايرادها هنا فان شهرة الكلام فيه اغنتنا عن اعادته و اطالة المقال بتذكاره۔

مُلک کی تیس آیتوں کا ذکر اور ان جیسی اور احادیث جن کو علماء کرام نے مفصل طور پر اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے یہاں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس بات کی شہرت نے ہمیں یہاں ذکر کرنے سے مستغنی کر دیا ہے نیز ان کے ذکر سے بات لمبی ہوگی۔ (ت)

افادۂ رابعہ: یُونہی اُس پر اجماعِ اُمت کا بیان افترا و بہتان، بلکہ علماء فرماتے ہیں صحابہ کرام و تابعین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جُزءِ سور نہیں، قولِ جزئیت اُن کے بعد حادث و نو پیدا ہوا، سیّدی فقیہ مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

هذا ان قلنا ان البسملة ليست باٰية ولا بعض اٰية من اول الفاتحة ولا من غيرها وانما كتبت في المصاحف للتيمن والتبرك اوانها في اول الفاتحة لابتداء الكتاب على عادة الله جل وعز في ابتداء كتبه وفي غير الفاتحة للفصل بين السور قال ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يعرف فصل السورة حتى ينزل عليه بسم الله الرحمٰن الرحيم وهو مذهب مالك وابي حنيفة والثوري وحكي عن احمد وغيره وانتصر له مكي في كشفه وقال انه الذي اجمع عليه الصحابة والتابعون والقول بغيره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضي ابوبكر بن الطيب بن الباقلاني المالكي البصري نزيل بغداد على من خالفه

یہ تب ہے جب ہم یہ کہیں کہ بسم اللہ آیت نہیں اور فاتحہ اور کسی سُورۃ کی جُز نہیں اور یہ صرف قرآن میں برکت کے طور پر لکھی گئی ہے یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ اس نے اپنی تمام کتابوں میں بسم اللہ سے ابتداء فرمائی لہذا سورۂ فاتحہ کے ابتداء میں بھی ذکر فرمائی اور باقی سورتوں کے ابتداء میں صرف سورتوں کے درمیان فصل کے لئے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دو سورتوں کا فصل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نازل ہونے پر معلوم کرتے تھے، یہی امام مالک، ابوحنیفہ، ثوری کا مذہب ہے، اور امام احمد وغیرہ سے یہی بیان کیا گیا ہے، اور امام مکی نے اسی کو اپنی کتاب کشف میں اپنایا ہے اور فرمایا کہ یہی وہ ہے جس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے، بسم اللہ کے بارے میں کوئی اور بات اس اجماع کے بعد نئی چیز ہوگی، اور قاضی ابوبکر بن طیب بن باقلانی مالکی بصری نیز بغدادی نے اس کی مخالفت کرنے والوں کی مذمت فرمائی ہے اور یہ

marfat.com

وکان اعرف الناس بالمناظرۃ واد قهم فیھا نظرا[1]

قاضی ابوبکر خوو بحث کے ماہر اس میں دقتِ نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

امام زیلعی تبیین الحقائق پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

قال بعض اھل العلم و من جعلھا من کل سورۃ فی غیر الفاتحۃ فقد خرق الاجماع لانھم لم یختلفوا فی غیر الفاتحۃ۔[2]

بعض علماء نے فرمایا کہ جو شخص بسم اللہ کو فاتحہ کے علاوہ کسی سُورت کا جُز مانتا ہے وہ اجماع کا خلاف کرتا ہے کیونکہ فاتحہ کے بغیر کسی سورۃ کے بارے میں اختلاف نہیں ہے۔ (ت)

امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

فان قیل نحن نقول انھا اٰیۃ من غیر الفاتحۃ فکذلك انھا اٰیۃ من الفاتحۃ قلت ھذا قول لم یقل بہ احد ولھذا قالوا ان عم الشافعی انھا اٰیۃ من کل سورۃ وما سبقہ الی ھذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما ھو فی انھا من الفاتحۃ او لیست باٰیۃ منھا ولم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور۔[3]

اگر اعتراض کیا جائے کہ ہم بسم اللہ کو آیت مانتے ہیں تو اس کا معنٰی یہ ہُوا کہ فاتحہ کی آیت ہے اور کسی اور سورۃ کی بھی آیت ہے، میں کہتا ہُوں کہ یہ کسی کا قول نہیں ہے اسی لئے جمہور نے کہا کہ صرف امام شافعی کا خیال ہے کہ یہ ہر سورہ کی آیت ہے جبکہ امام شافعی سے پہلے کسی نے یہ بات نہیں کی، کیونکہ اس سے پہلے اسلاف میں صرف یہ تھا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی آیت ہے یا نہیں، اور اس کو کسی نے باقی سورتوں کا جُز نہیں مانا۔ (ت)

افادۂ خامسہ: تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشانِ آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے، اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سورتیں آیاتِ حنفیہ کی گنتی بتائیے، دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے، مثلاً سُورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں، سُورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جُدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی ھذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیھم پر آیت نہیں ولھذا ہمارے مصاحف

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع — باب البسملۃ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ص ۵۷

[2] فتح المعین علی شرح الکنز — فصل واذا اراد الدخول الخ — ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۸۷

[3] عمدۃ القاری شرح بخاری — باب مایقول بعد التکبیر — مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/۲۹۲

marfat.com

میں اُس پر نشانِ آیت، عند الغیر ۵ لکھتے ہیں نہ ○ یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قراء کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک، سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سُورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قولِ جزئیت حادث و خلاف اجماع ہے۔ امام زیلعی تبیین پھر علامہ ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں:

ان کتاب المصاحف کلھم عدوا اٰیات السور فاخرجوھا من کل سورۃ وقال بعض اھل العلم[1] الی اٰخر ما مر۔

قرآن پاک کے تمام کاتبوں نے سُورتوں کی آیات کو شمار کیا ہے اور انھوں نے بسم اللہ کو کسی سورت کی آیات میں شمار نہیں کیا اور بعض علماء نے گزشتہ قول کو انھوں نے آخر تک بیان کیا۔ (ت)

عمدہ میں امام عینی کا ارشاد گزرا: لم یعدھا احد اٰیۃ من سائر السور[2] (اس کو کسی نے باقی سورتوں کی آیۃ نہیں مانا۔ ت)

تنبیہ: شمار سے اخراج تو عدمِ جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہوسکے گا، امام زیلعی نصب الرایہ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

لعل ابا ھریرۃ سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرأھا فظنھا من الفاتحۃ، فقال انھا احدی اٰیاتھا ونحن لا ننکر انھا من القراٰن، ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدٰھما انھا اٰیۃ من الفاتحۃ، والثانیۃ ان لھا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جھرا وسرا، ونحن نقول، انھا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ، ولیست منھا جمعا بین الادلۃ، وابو ھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال، ھی احدی اٰیاتھا،

ابُوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پڑھتے ہوئے سنا تو خیال فرمایا کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جُز ہے تو انھوں نے کہہ دیا کہ یہ فاتحہ کی آیات میں شامل ہے، بسم اللہ کا قرآن کی آیت ہونے سے ہمارا انکار نہیں ہے صرف بحث دو مسئلوں میں ہے ایک یہ کہ کیا یہ سورہ فاتحہ کی آیت ہے اور دوسرا یہ کہ کیا بسم اللہ کا حکم فاتحہ کی دوسری آیات والا ہے کہ جہر و سر میں ان کی طرح پڑھی جائے گی یا نہیں، جبکہ ہم یہ کہتے ہیں یہ ایک مستقل آیت ہے یہ سورہ فاتحہ کی آیات میں شمار نہیں، یہ بات دلائل کو مطابق بنانے کے لئے ہے، حالانکہ

---

[1] فتح المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۷

[2] عمدۃ القاری شرح بخاری باب مایقول بعد التکبیر مطبوعۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/ ۲۹۲

marfat.com

وقراءتها قبل الفاتحة لایدل علی ذلك و اذا جاز ان یکون مستند ابی ھریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہا، وقد ظهر ان ذلك لیس بدلیل علی محل النزاع، فلا یعارض به ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ اھ[1]

ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ خبر نہیں دی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سورۃ فاتحہ ایک آیۃ ہے جبکہ محض سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھنے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی اور جب صرف حضور کا پڑھنا ہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دلیل ہو تو یہ محل نزاع یعنی فاتحہ کا جُز ہونے پر دلیل نہیں ہوسکتی، لہٰذا یہ روایت ہمارے صحیح ثابت شدہ دلائل کے مقابل نہیں ہوسکتی اھ (ت)

افادۂ سادسہ: جُزئیتِ بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحاتِ ائمہ کرام علمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیتِ سورت درکنار جزئیتِ قرآن بھی خبراً متواتر نہیں،

ولذا انکرها الامام الاوزاعی والامام مالك و بعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرهما انه المشهور من مذهب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ[2] قال القهستانی ان هذا لم یوجد[3] قال الشامی فی ردالمحتار ای بل هو قول ضعیف عندنا[4]۔

بسم اللہ کے قرآن کا جُز ہونے کا امام اوزاعی، امام مالک اور ہمارے بعض مشائخ نے انکار کیا ہے۔ متقدمین کی طرف منسوب بلکہ تلویح میں اور کشاف کے حواشی وغیرہ میں ہے کہ یہی امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب ہے۔ امام قہستانی نے فرمایا اس قول کا وجود نہیں ہے۔ علامہ شامی نے ردمحتار میں فرمایا ہے بلکہ یہ قول ضعیف ہے۔ (ت)

علامہ حسن چلپی حاشیۂ تلویح میں فرماتے ہیں:

قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحۃ قال ابوحنیفۃ و مالك رحمهما اللہ تعالٰی المعتبر التواتر فی قرآنیتها لا فی نقله فقط وهو الحق

بزرگ محقق نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں فرمایا کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک نے فرمایا ہے بسم اللہ کے قرآن ہونے کیلئے صرف نقل متواتر نہیں بلکہ اس کا قرآن ہونا متواتر چاہئے اور یہی معتبر اور حق ہے

---

[1] عمدۃ القاری شرح بخاری احادیث البسملۃ فی الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۵/۲۸۶
نصب الرایۃ لاحادیث الهدایۃ کتاب الصلوٰۃ ؍؍ المکتبۃ الاسلامیۃ ریاض الشیخ ۱/۳۴۳
[2] التوضیح والتلویح مع حاشیہ چلپی بیان ادلۂ اربعہ ؍؍ منشی نولکشور کانپور ص ۵۰
[3] جامع الرموز فصل صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۵۱
[4] ردالمحتار مطلب قرأۃ البسملۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹۱

marfat.com

اذ من الظاهر ان النقل اذا لم یکن علی انه قراٰن لا یفید القراٰنیة والتواتر فی نقل البسملۃ لیس علی انه قراٰن والا لم یخالف فیه بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بها[1] الخ

کیونکہ ظاہر بات ہے کہ اگر قرآن ہونا منقول نہ ہو تو پھر بسم اللہ کا قرآن ہونا ثابت نہیں ہوگا، اور بسم اللہ کے نقل میں جو تواتر ہے وہ اس کے قرآن ہونے کا تواتر نہیں ورنہ اس میں اختلاف نہ ہوتا بلکہ بسم اللہ کو قرآن میں سورتوں کے فصل اور تبرک کے لئے لکھا گیا ہے الخ (ت)

ہمارے ائمہ کہ اثبات فرماتے ہیں، بوجہ اثبات فی المصاحف و امر بالتجرید، دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی، بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جزءِ قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جزءِ سور ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل، اور بعض اخبار احاد کو، کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالف قاطع کے سبب نامقبول و مضمحل بتاتے ہیں، نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکرِ قطعیت ہیں، امام نووی شافعی فرماتے ہیں: یہی صحیح ہے۔ امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں:

النقل المتواتر لما لم یثبت انها من السورۃ لم یثبت ذٰلك[2]

جب نقل متواتر بسم اللہ کو سورت کا جُز ہونا ثابت نہیں کرتا تو اس کا جُز ہونا ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحر فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

(لم یتواتر انها جزء منها) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتها[3]

اس کا جز ہونا تواتر سے ثابت نہیں، لہذا جزئیت ثابت نہ ہوگی کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے جزئیت کے اثبات کے لئے جزئیت کا تواتر شرط ہے۔ (ت)

اُنھیں میں ہے:

(عارضہ القاطع) وهو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمها فی الواقع فیضمحل المظنون

بسم اللہ کے جُز ہونے کو ایک قطعی دلیل معارض ہے اور وُہ جزئیت کے تواتر کا نہ ہونا جو کہ فی الواقع جُز نہ ہونے

---

[1] تتمہ حاشیہ چلپی علی التوضیح والتلویح بیان ادلہ اربعہ حاشیہ ۲۶ متعلق ص ۵۰ مطبوعہ منشی نولکشور کانپور ص ۵۵
[2] کتاب التحقیق شرح الحسامی مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶
[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۲/۱۴

marfat.com

وهذا هو الجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیة بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والالتواترات[1] الخ

کی دلیل ہے پس ظنی امر کمزور قرار پائے گا، یہ جزئیت کا وہم پیدا کرنے والی اخبارِ احاد کا جواب ہے لہذا ان اخبار کا سہو قطعی ہے ورنہ اگر بسم اللہ سورۃ کا جز ہوتی تو تواتر سے ثابت ہوتی۔ (ت)

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

لایثبت کونھا اٰیة من کل سورة من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات واجماع الصحابة علی اثباتھا فی المصحف لایلزم منه انھا اٰیة من کل سورة بل اللازم منه مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انھا من القراٰن وبه نقول انھا اٰیة منه نزلت للفصل بین السور[2]۔

قطعی دلیل کے بغیر اس کا تمام سورتوں میں سے کسی کا جز ہونا اور آیت ہونا ثابت نہیں ہوسکتا، جس طرح باقی آیات کے بارے میں ہے، اور صحابہ کرام کا اس کو مصحف میں لکھنے پر اجماع ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ کسی سُورۃ کی آیت ہے بلکہ قرآن کو غیر سے مبرا رکھنے کے حکم سے اتنا لازم آتا ہے کہ یہ بسم اللہ قرآن کی آیت ہے جو کہ فصل کے لئے نازل کی گئی ہے۔ (ت)

علامہ بحرالفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیۂ بحرالرائق میں فرماتے ہیں:

ھی قراٰن لتواتر فی محلھا ولا کفر لعدم تواتر کونھا فی الاوائل قراٰنا[3]۔

بسم اللہ قرآن ہے کیونکہ تواتر سے قرآن میں شامل چلی آرہی ہے لیکن سُورتوں کی ابتدائی آیت ہونے کے انکار سے کفر لازم نہیں آئے گا کیونکہ یہ بات تواتر سے ثابت نہیں۔

علامہ سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں:

ثبوت قراٰنیتھا لاعلی سبیل التواتر ولھذا علل فی النھر عدم تکفیر جاحدھا بعدم

بسم اللہ کے قرآن ہونے پر تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اگر کوئی اس بات کا انکار کرے تو کفر

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ مطبعۃ امیریۃ بولاق مصر ۲/ ۱۵

[2] غنیۃ المستملی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۷

[3] منحۃ الخالق حاشیہ علی البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول فی الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۲

marfat.com

تواترکونها قرآنا۔[1] نہ ہوگا نہر میں عدمِ تکفیر کی یہی علت بیان کی گئی ہے (ت)

علامہ سیّدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں :

لانھا وان تواتر کتابتھا فی المصاحف لم یتواتر کونھا قرآنا۔[2] مصحف میں اس کو لکھنے کے تواتر سے اس کے قرآن ہونے کا تواتر ثابت نہیں ہوتا۔ (ت)

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں :

ولم یتواتر تسمیتھا قرآنا و اٰیۃ بالنقل عنہ علیہ الصّلٰوۃ والسلام اذ لو تواتر لکفر جاحدھا وھو لایکفر بالاتفاق۔[3] بسم اللہ کا نام قرآن یا سُورۃ کی آیۃ ، تواتر سے حضور علیہ الصّلٰوۃ والسلام سے منقول نہیں اور اگر یہ بات تواتر سے ثابت ہوتی تو اس کا انکار کفر ہوتا حالانکہ باتفاق یہ کفر نہیں ہے۔ (ت)

اُسی سے امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے :

المسألۃ اجتھادیۃ ظنیۃ لاقطعیۃ کماظنہ بعض الجھلۃ من المتفقھۃ۔[4] یہ مسئلہ ظنی اور اجتہادی ہے ، قطعی نہیں ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا خیال ہے۔ (ت)

اُسی میں تفسیر امام سمین مسمی بالوجیز سے ہے :

المطلوب ھنا الظن لا القطع۔[5] اس مسئلہ میں ظن مطلوب ہے یقین مطلوب نہیں (ت)

اُسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے :

انہ اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن۔[6] ہماری بحث میں جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :

---

[1] فتح اللہ المعین علی شرح الکنز فصل واذا اراد الدخول فی الصّلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۸۷
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلٰوۃ ” نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۴۱
[3] حاشیۃ الشہاب علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ ” دار صادر بیروت ۱/۳۰
[4] ” ” ” ” ” ” ” ” ۱/۳۰
[5] ” ” ” ” ” ” ” ” ۱/۳۰
[6] ” ” ” ” ” ” ” ” ۱/۳۰

marfat.com

البسملۃ اٰیۃ من الفاتحۃ عملا وظنا لاقطعا[1] الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقات۔

بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جُز ہونا ظنی ہے قطعی اور یقینی نہیں ہے الخ۔ اِس کو ملّا علی قاری نے مرقات میں ان سے نقل کیا ہے (ت)

علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں:

ان المحققین من الشافعیۃ وعزاہ الماوردی للجمھور علی انہ اٰیۃ حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انہا قراٰن علی سبیل الحکم ولو کانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفرنا فیھا وھو خلاف الاجماع[2]۔

محققین شافعیہ نے اور ماوردی کے بیان کے مطابق ان کے جمہور نے کہا ہے کہ بسم اللہ کا فاتحہ کی جز ہونا حکمی بات ہے قطعی نہیں ہے، اور امام نووی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ بسم اللہ کا قرآن ہونا حکمی ہے اور اگر قطعی ہوتا تو ہم مخالف کو کافر کہتے جبکہ یہ بات اجماع کے خلاف ہے۔ (ت)

اُسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے:

البسملۃ منہا ای من الفاتحۃ عملا لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عدھا اٰیۃ منھا صححہ ابن خزیمۃ والحاکم ویکفی فی ثبوتھا من حیث العمل الظن[3]۔

بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا حصّہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو فاتحہ کی آیت شمار کیا ہے جس کی ابن خزیمہ اور حاکم نے تصحیح کی ہے اور اس کے عملی ثبوت کے لئے ظن ہی کافی ہے۔ (ت)

افادۂ سابعہ

اقول وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لااقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[ع] سورت غیر براءت میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی و

ع شروع تلاوت اگر ابتدائے سُورت کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ بالاجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲ (م)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۹۶

[2] و [3] غیث النفع فی القراءات السبع علٰی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۵۹

marfat.com

وامام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابو عمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسۂ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم با بتدائے واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا۔ غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بينهم فى ان القارئ اذا افتتح قراءته باول سورة غير براءة انه يبسمل سواء كان ابتداء عن قطع او وقف (الى ان قال) واختلفوا فى اثباتها بين السورتين سواء كانتا مرتبتين اوغير مرتبتين فاثبتها قالون والمكى وعاصم وعلى وحذفها حمزة ووصل السورتين (الى قوله) وانما اختلفوا فى الوصل ولم يختلفوا فى الابتداء لانها مرسومة فى المصاحف فمن يتركها فى الوصل لو لم يأت بها فى الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع[1] الخ۔

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ قاری کسی سورۃ کو ابتداء سے شروع کرے تو بسم اللہ پڑھے ماسوا سورۃ براءت کے، خواہ قاری قطع کے بعد ابتداء کرے یا وقف کے بعد، ہر طرح بسم اللہ پڑھے (اس کے بعد یہاں تک فرمایا) اور تلاوت میں دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے میں انھوں نے اختلاف کیا ہے خواہ دونوں کو ترتیب سے پڑھے یا غیر ترتیب پر پڑھے، امام قالون، مکی، عاصم اور علی نے بسم اللہ کو ثابت مانا ہے اور امام حمزہ نے حذف کرنا قرار دیا ہے اور دونوں سورتوں میں وصل کا قول کیا ہے (اور پھر اس کو بیان کیا کہ) ان ائمہ نے دونوں سورتوں کے وصل کے بارے میں یہ اختلاف کیا ہے، اور ابتداء کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف نہیں کیا، کیونکہ بسم اللہ قرآن میں لکھی ہے لہذا اگر کوئی دونوں سورتوں میں وصل کرتے وقت بسم اللہ کو ترک کرے اور سورۃ سے ابتداء کرتے وقت بھی ترک کرے تو مصاحف اور اجماع کے خلاف ارتکاب کرے گا الخ (ت)

سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے:

اخبران رجالا بسملوا بين السورتين وهم قالون والكسائى وعاصم وابن كثير والباقين لايبسملون بين السورتين لان هذا من قبيل الاثبات والحذف[2] اھ ملخصا۔

معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگوں نے کوئی دو سورتوں میں بسم اللہ پڑھنے کا قول کیا ہے اور وہ قالون، کسائی، عاصم اور ابن کثیر ہیں اور باقی لوگوں نے ان دونوں سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنے کا قول کیا ہے کیونکہ یہ معاملہ اثبات وحذف والا ہے اھ ملخصاً (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی حاشیہ سراج القاری باب البسملۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

[2] سراج القاری شرح شاطبیہ لابن القاصح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۸

marfat.com

اب نظرِ غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی و منافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہوسکتی، اور اثبات اصلاً مفیدِ جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماعِ قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر، حالانکہ باجماعِ مسلمین قرآن نہیں، غیث النفع میں ہے:

لاخلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منہ فی اول قرأتہ ان یتعوذ[1] الخ

علماء میں یہ کوئی اختلاف نہیں کہ قاری قرآن کی تلاوت کے شروع میں اعوذ باللہ پڑھے الخ (ت)

شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے:

الاستعاذۃ قبل القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراءۃ وفی جمیع القرآن[2]

اعوذ باللہ قراءت شروع کرنے سے قبل بالاجماع پڑھی جائے، اس کے قول مسجلا کا معنی تمام قراء کے نزدیک تمام قرآن کے شروع میں۔ (ت)

تو مجرد اثبات و روایت متواترۂ قراء سے عند التحقیق جزئیتِ قرآن پر بھی جزم نہ ہوسکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر، ولہذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواترِ تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدمِ قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں یونہی اثبات و تواتر بسملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرماکر اس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثباتِ قراء و تواترِ روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے، ہاں قرآنیتِ بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا، جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہولئے اور جزئیتِ سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانبِ جزئیت نہ گئے، بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قراءت کا اثبات متواتر اصلاً مفیدِ جزئیت نہیں، اس بنا پر حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواترِ جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات و حذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت و عدم دونوں القطع مروی کہ اثبات و جزئیت میں شرق و غرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح و روشن یہ بھی ہے کہ قائلانِ جزئیت بعض احادیث احاد سے احتجاج و استناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کرگئے دفع اعتراض کے لئے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولئے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی و امام نووی و امام محلی و امام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قراء مثبت جزئیت ہوتا تو اسی پر تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اُترتے ھذا کلہ جلی واضح عند کل من لہ فھم وعقل فضلا

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع باب البسملۃ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ص ۴۸

[2] تذکار المقری شرح شاطبیہ لابن القاصح " " " " ص ۲۶

marfat.com

عن اھل العلم والفضل (یہ تمام اہلِ فہم اور اہلِ عقل کے ہاں واضح ہے چہ جائیکہ اہلِ علم وفضل پر واضح نہ ہو۔ت)
اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت وسخت سفاہت ہے بلکہ حقیقۃً روایت قراء نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے الٹا سمجھ لیا، آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ اجتہادیہ ہے۔ علامہ بہاری وعلامہ بحر فرماتے ہیں:

(ترکھا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابوعمرو وقال مطلع الاسرار الالٰھیۃ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السور لان قراءۃ القراء متواترۃ (ولامعنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترک اولھا) فیجب أن لا تکون جزأ ویشھد علیہ ما روی فی الخبر الصحیح عدم الجھر بھا فی الصلٰوۃ فان قلت قد قرأھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ الصلٰوۃ والسلام فیجب ان تکون جزأ قال (وتواتر قراءتھا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لایستلزم کونھا) جزء (منھا) لجواز انیکون للتبرک کالاستعاذۃ۔[1]

اس کو نصف اہلِ علم اور قراء حضرات نے ترک کیا ہے اور وہ ابن عامر، نافع اور ورش کی روایت کے مطابق ابوعامر اور حمزہ ہیں، اور مطلع الاسرار الالٰہیہ قدس سرہ نے غیر فاتحہ کے بارے میں فرمایا کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ سورتوں کو پڑھنے میں آپ نے بسم اللہ کو ترک فرمایا کیونکہ قراء حضرات کی قرأت متواترہ ہیں اور ممکن نہیں کہ سورۃ کو پڑھتے وقت اس کے اول (بسم اللہ) کو چھوڑ دیں لہٰذا ضروری ہے کہ بسم اللہ سورتوں کا جز نہیں، اور یہ بات اس کی شاہد ہے کہ صحیح طور پر مروی حدیث میں ہے کہ آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے نماز میں بسم اللہ کا جہر نہیں فرمایا، اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ باقی قراء حضرات نے بسم اللہ کو سورتوں کے ساتھ پڑھا ہے اور جب قراء حضرات کی قرأت متواتر ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ بسم اللہ کا سورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وعلٰی آلہ و صحبہ سے متواتر ہوگا، اس سے تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتوں کا جز ہے، تو جواب میں کہا کہ باقی قراء حضرات کی قرأت سے حضور علیہ السلام کی قرأت کے متواتر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سُورتوں کا جز ہوجائے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے تبرک کے طور پر پڑھا ہو جیسا کہ اعوذ باللہ کا حکم ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہالِ زمانہ کو خبر نہیں۔

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلۃ البسملۃ من القرآن مطبوعہ منشورات الرضی قم ایران ۲/ ۱۴

marfat.com

افادۂ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المبسملین سے بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہوچکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمارِ آیات وسور دلیل واضح ہے کہ قراء مبسملین بھی جزئیتِ سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جدا بات ہے اس میں ہمیں کلام نہیں، مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں، نہ اُن کی قراءت کا اختیار برخلاف مذہب اُن کے مذہب پر عمل لابد کر سکے، امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سُنئے، شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قراءت عاصم و روایت حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نمازِ جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفاء پر بالاتفاق سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ حفص و عاصم اگرچہ جزئیتِ فاتحہ کی طرح جزئیتِ ہر سُورت بھی مانتے ہوں مگر ان کی قراءت اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا، پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اتیان بسملہ میں عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ ونقایہ و اصلاح و غرر و ملتقی الابحر و تنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں اور اسی پر بدائع و شرح وقایہ و درر و جوہرہ نیرہ و مجمع الانہر وغیرہا شروح نے مشی فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی "العطایا النبویۃ فی فتاوی الرضویۃ" میں بیان کیا ہے۔ ت) تاہم اگر اختیارِ قراءت عاصم اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حنفیہ ناممکن تھا، ابھی مسلم و فواتح سے سُن چکے کہ سُورت پڑھتے وقت اس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

فیہ ھجر شیئ من القراٰن وذٰلک لیس من اعمال المسلمین[1] اھ نقلہ الشامی عن النہر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ۔

اس میں بعض قرآن کا ترک لازم آئے گا، حالانکہ یہ بات مسلمانوں کے عمل سے بعید ہے اھ اس کو علامہ شامی نے باب سجود التلاوۃ میں نہر کے حوالے سے امام صاحب سے نقل کیا ہے۔ (ت)

پس آفتاب کی طرح روشن ہُوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماعِ تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد وعدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت، اختیار قراءۃ عاصم موجب عمل بر جزئیت نہیں، تو ختم میں کیا نقصان، اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں، کیا فرائض میں ہم قرآن

---

[1] ردالمحتار باب سجود التلاوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۱۷

marfat.com

بقرأت عاصم نہیں پڑھتے بجلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنّت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے۔

افادہ تاسعہ **اقول** بطورِ مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجئے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدمِ جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں، تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی، کیا سنّت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو، اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افتراء کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اہتمام مسنون، اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہوگیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ، کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص، حاش للہ ہر طرح تام وکامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرض میں حضور پر نور سیّد العالمین وحضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دورہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات وحذف ہے، اپنے نزدیک تمامی عنداللہ تمامی کو مستلزم نہیں، اور جب عنداللہ تمامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ[1] (بیشک اللہ تعالٰی نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ ت) اگر کہئے گو یہ قرآن فی نفسہٖ تام وکامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا۔

اقول دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اعتبار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یونہی پڑھا اُن کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی یا تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پورا ختم ہوگیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی روایت پر، وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز وماہِ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں، غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور، کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعمِ باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدمِ اطلاع پر مبنی ہوا اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور۔

---

[1] القرآن ۹/۱۲۰

marfat.com

افادہ عاشرہ اگر بعد طلوع فجر ساطع وظہور حق لامع اپنی خطا پر مطلع ہوکر دعوی نقصان ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلئے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم، ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءت امام عاصم اختیار رکئے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں۔

اقول یہ بھی محض باطل اتباع قراءت واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ وتخلیط وتغلیط لازم آئے گا اس تقدیر پر اس کا مفاد یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اس کی روایت نہیں، تلاوت میں تعیین قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیص بعض وانکار بعض کے کیا معنی، اختلافِ قراءات مثل اختلافِ مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو، یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلال نظم یا فسادِ معنی نہ ہو، اور اگر ایک کلام ختم ہوکر دوسری بات شروع ہو جب تو احق واولی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو، امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابوالخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں:

الصواب ان یقال ان کانت احدی القراء تین مرتبۃ علی الاخری منع ذلك منع تحریم کمن یقرأ فتلقی اٰدم من ربه کلمٰت برفعهما او نصبهما اخذا رفع اٰدم من قراءۃ غیر ابن کثیر ورفع کلمات من قراءته ونحو ذلك مما لا یجوز فی العربیة واللغة ومالم یکن کذلك فرق فیه بین مقام الروایة وغیرها فان کان علی سبیل الروایة حرم ایضا لانه کذب فی الروایة وتخلیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز[1]

یہ کہنا درست ہوگا کہ دونوں قراءات میں ایک دوسری پر مرتب ہے تو یہ ممنوع بطور تحریم ہے جیسا کہ فتلقی اٰدم من ربه کلمٰت میں لفظ "اٰدمُ" اور "کلمٰتُ" دونوں پر پیش پڑھے یا دونوں پر زبر پڑھے، یوں کہ "اٰدم" پر پیش کو غیر ابن کثیر کی قراءت سے اور "کلمٰت" کی پیش ابن کثیر کی قراءت سے اخذ کرے، اس طرح یہ عربی میں اور لغت میں جائز نہیں، اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر روایت اور غیر روایت کے مقام میں فرق ہوگا، اور اگر روایت کے طور پر ہو تو بھی حرام ہے کیونکہ یہ روایت میں غلط اور کذب ہوگا، اور اگر بر سبیلِ تلاوت ہو تو یہ جائز ہے۔ (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۰

marfat.com

ہاں ائمہ کرام نے حفظِ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءتِ غریبہ و وجوہِ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزاء کی آفت میں نہ پڑیں، درمختار میں ہے :

یجوز بالروایات السبع لکن الاولٰی ان لایقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینہم[1]

قرأت سبعہ پڑھنا جائز ہے مگر عوام کے لئے اجنبی قراءت کو نہ پڑھے تاکہ عوام کے دین میں خلل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قولہ یجوز بالروایات السبع، بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول؛ قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ و الامالات، لان بعض السفہاء یقولون مالا یعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء، ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینہم، ولایقرؤ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینہم فلعلہم یستخفون اویضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ ومشائخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو وحفص عن عاصم اھ عن التتارخانیۃ عن فتاوی الحجۃ[2]

قولہ روایتِ سبعہ جائز ہے بلکہ عشرہ بھی جائز ہے جیسا کہ اہلِ اصول نے تصریح کی ہے، قولہ اجنبی یعنی روایات اور امالاتِ اجنبیہ کو نہ پڑھے کیونکہ بعض جاہل لوگ لاعلمی کی وجہ سے باتیں بنائیں گے اور گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں گے، امامت کرانے والے حضرات کو مناسب نہیں کہ لوگوں کو دینی نقصان میں ڈالیں، اور ان کے سامنے امام ابوجعفر، ابن عامر، علی اور کسائی جیسی قراءت نہ کریں، ہوسکتا ہے کہ عوام لاعلمی کی بنا پر ان کی قراءات کو حقیر جانتے ہوئے ان پرہنسنا شروع کردیں اور ان کا دین محفوظ رکھنا ضروری ہے اگرچہ یہ تمام قراءات قطعی طور پر صحیح ہیں، جبکہ ہمارے مشائخ نے ابوعمرو کی عاصم سے روایت کردہ قراءت کو اپنایا ہے اھ یہ فتاوی الحجہ سے تتارخانیہ کی روایت ہے۔ (ت)

اسی طرح علمگیریہ وغیرہا میں ہے۔

افادۂ حادیہ عشر اوّل جس مصلحت کے لئے یہاں علمانے پیشِ عوام روایت غریبہ کی

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/۸۰

[2] ردالمحتار " " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴۱

marfat.com

تلاوت سے منع کیا، مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین عامۂ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے آشنا نہیں وہ اسے سُن کر مخالفت کریں گے طعن و اعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر ہے، اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق و صحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجئے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجئے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار و اعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے، کیا اسی پر قاری یا مُلّا ہونا رہ گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی، بیگانہ، تازی، جدا، اکثر مسلمین کے گوش نا آشنا نہ ہو، شہرت نام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر بنا ہم بحمداللہ قاریانِ قرآن، قراءتِ قرآن سے شہرت نام کی نیت رکھیں، علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی، امام علامہ جلال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں:

یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب و اجتماع الکلمۃ خوفا من التنفیر، کما ترك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیۃ، وخشی تنفیرھم بذلك، ورای تقدیم مصلحۃ الاجتماع علی ذلك، ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلٰوۃ خلف عثمان، قال الخلاف شر، وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملۃ وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاۃ لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنۃ وامثال ذلك و ھذا اصل کبیر فی سد

لوگوں کی تالیف قلبی اور ان کو مجتمع رکھنے کے لئے افضل کو ترک کرنا انسان کے لئے جائز ہے تاکہ لوگوں کو نفرت نہ ہو جائے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف کی عمارت کو اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر قائم رکھا تاکہ قریشی نومسلم ہونے کی وجہ سے اس کی نئی بنیادوں پر تعمیر کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں تو آپ نے اجتماع کو قائم رکھنے کی مصلحت کو مقدم سمجھا، اور جیسا کہ حضرت ربیع نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز میں اختلاف کی بنا پر روکا تو انھوں نے فرمایا کہ خلاف کرنے میں شر ہے، اسی لئے امام احمد وغیرہ نے بسم اللہ اور وتر کے وصل وغیرہ کے بارے میں اس کی تصریح کی ہے، یہ وہ معاملات ہیں جن میں افضل سے عدول کرکے جائز مفضول کو

marfat.com

الذرائع[1] اختیار کیا گیا ہے تاکہ مقتدی حضرات کی تالیف قلبی اور ان کی سنت شناسی وغیرہ کا پاس کیا جا سکے، یہ بات فتنہ کے سدِّ باب کے لئے بڑا ضابطہ ہے۔ (ت)

یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق وتحقیق کا ایضاح پہلے ہو چکا اس تقدیر پر قاری وملا اپنی اس تنغیر واثارت فتنہ کی حدیں بتائیں یہاں تو بداہۃً عوام اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنغیر وایقاع اختلاف ویسے مستند معتمد سے نامحفوظ کما لا یخفی واللہ الہادی (جیسا کہ مخفی نہیں، اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

افادۂ ثانیہ عشر یہاں تک دعوی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کار دتھا کہ بحمداللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہٖ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلئے، تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار زنہار کسی حدیث احاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں، جہر فی التراویح تو جدا مطلقاً کسی نماز میں حضور والا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں، تواتر کیسا نفس ثبوت میں سخت کلام ونزاع ہے، امام حافظ عقیلی کتاب الضعفاء میں لکھتے ہیں:

لا یصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند[2]۔ ذکرہ فی عمدۃ القاری۔

بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں، اسے عمدۃ القاری میں ذکر کیا گیا۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

لم یصح فی الجھر حدیث[3]۔ ذکرہ فی عنایۃ القاضی۔

جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی۔ اسے عنایۃ القاضی میں ذکر کیا گیا۔

یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جزء تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ:

کل ما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/ ۳۲۸
[2] عمدۃ القاری باب مایقول بعد التکبیر ر ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/ ۲۸۸
[3] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی مبحث البسملۃ ر دار صادر بیروت ۱/ ۳۱

marfat.com

وسلم فی الجھر فلیس بصحیح[1]۔ ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح۔

روایت کیا گیا ہے اس میں کچھ صحیح نہیں۔ اس کو امام زیلعی نے اپنے مشائخ کی تنقیح قرار دے کر دارقطنی سے نقل کیا ہے اور محقق نے فتح القدیر میں ذکر کیا۔

امام ابن الجوزی نے کہا:

لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر شیئ[2]۔ ذکرہ القاری فی المرقاۃ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں۔ اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔

یہاں تک کہ تنقیح میں احادیثِ جہر لکھ کر فرماگئے:

ھذہ الاحادیث فی الجملۃ لاتحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بھا الاحادیث الصحیحۃ، ولولا ان یعرض للمتفقہ شبھۃ عند سماعھا فیظنھا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرھا اولی، ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمھورھا[3]۔

ان احادیث کو صحیح احادیث کے معارض قرار دینا نقل کے فن میں علم والے کو درست نہیں۔ اگر ان روایات کو فقیہ سُن کر غلط فہمی کی بنا پر صحیح گمان کرنے کا خدشہ نہ ہوتا تو ان کو ذکر نہ کرنا مناسب تھا، اور ان روایات کے ضعف پر دلیل تمام مسانید وسنن کے مصنفین کا ان کو ذکر نہ کرنا ہی کافی ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل، ولہذا مصنفانِ مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ (اس کو نصب الرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمی بالھدی میں لکھا:

فصحیح تلک الاحادیث غیر صریح وصریحھا غیر صحیح[4]۔ نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی

ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وُہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں۔ اس کو وہابیوں کے

---

[1] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۹
[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۸۶
[3] نصب الرایہ بحوالہ التنقیح کتاب الصلوٰۃ " مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸
[4] نیل الاوطار باب ما جاء فی بسم اللہ الخ " مصطفی البابی مصر ۲/۲۲۸

marfat.com

فی نیل الاوطار۔ | امام شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں:

الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت[1] اثرہ السید الازھری فی الفتح۔

خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں۔ سید ازہری نے اس کو فتح میں نقل کیا ہے۔

امام زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں:

فھذہ الاحادیث کلھا لیس فیھا صریح صحیح، ولیست مخرجۃ فی شیئ من الصحیح ولا المسانید ولا السنن المشھورۃ وفی رواتھا الکذابون والضعفاء والمجاھیل[2] الخ

ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح و صحیح نہیں، نہ یہ صحاح ومسانید وسُنن مشہورہ میں مروی ہوئیں ان کی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں الخ

امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں:

احادیث الجھر لیس فیھا صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ صحیح صریح ثابت مخرجہ فی الصحیح والمسانید المعروفۃ والسنن المشھورۃ[3]۔

جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیث اخفا کہ وُہ صحیح وصریح اور صحاح ومسانید وسُنن مشہورہ میں ثابت ہے۔

امام[1] اعظم ابوحنیفہ وامام[2] مالک وامام[3] شافعی وامام[4] احمد چاروں ائمہ مذہب اور بخاری[5] ومسلم[6] وابوداؤد[7] وترمذی[8] ونسائی[9] وابن ماجہ[10] چھوں ائمہ حدیث اور دارمی[11] وطحاوی[12] وابن[13] خزیمہ وابن حبان[14] ودارقطنی[15] وطبرانی[16] وابویعلٰی[17] وابن عدی[18] وبیہقی[19] وابونعیم[20] وابن عبدالبر[21] اکابر حفاظ واجلہ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں:

صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقرأ بسم اللہ الرحمٰن

میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سُنا

---

[1] تبیین الحقائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلٰوۃ مطبوعہ مکتبہ امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۱۲

[2] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ کتاب الصلٰوۃ ر مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۵

[3] عمدۃ القاری النوع الرابع اختلاف الفقہاء فی البسملۃ ر ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۵/۲۹۱

marfat.com

الرحیم[1] ھذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحه وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوا لا یجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[2] وفی لفظ لابن خزیمة والطبرانی[ف] وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم[3] ولابن ماجة فکلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[4]

وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے، یہ امام مسلم کے الفاظ تھے، امام احمد، نسائی اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور دوسروں نے اپنی صحیح سندوں کے ساتھ جیسا کہ فتح القدیر نے بیان کیا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ حضرات بسم اللہ کا جہر نہ فرماتے تھے، اور ابن خزیمہ، طبرانی، ابونعیم کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ بسم اللہ کو پوشیدہ پڑھتے تھے، اور ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ، کہ وہ سب بسم اللہ کا اخفاء فرماتے تھے۔ (ت)

یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمۂ مذہب اور چھیوں اصحابِ صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی[ف] نے انھیں سے روایت کی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابا بکر وعمر وعثمٰن وعلیا[5]۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے۔

امام الائمہ امام ابوحنیفہ و امام محمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

---

[1] صحیح مسلم باب حجة من قال لایجھر بالبسملة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۷۲

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از انس بن مالک رضی اللہ عنہ " دار الفکر بیروت ۳/ ۱۷۹، ۲۷۵

فتح القدیر باب صفة الصلوٰة " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۵۴

[3] صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انھم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۴۹

[4] سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

[5] المعجم الکبیر مروی از انس رضی اللہ عنہ حدیث ۷۳۹ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/ ۲۵۵

صحیح ابن خزیمہ معنی قول انس رضی اللہ عنہ انھم کانوا یسرون الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۰

ف: طبرانی کبیر اور صحیح ابن خزیمہ میں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں۔ نذیر احمد

marfat.com

سمعنی ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال ای بنی ایاك والحدث قال ولم ارا احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وصلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منہم یقولہا فلا تقلہا، انت اذا صلیت فقل الحمد للہ رب العٰلمین[1]

یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا، فرمایا اے میرے بیٹے! بدعت سے بچ۔ ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا، انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو۔

انہی عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سُنا، پکار کر فرمایا:

یا عبد اللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم فلم اسمع احدا منہم یجہر بہا[2]۔ رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح۔

اے خدا کے بندے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں ان میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا۔ اس کو امام اعظم رحمہ اللہ نے روایت کیا اسے فتح میں ذکر کیا گیا۔

امام اعظم و امام محمد و امام احمد و امام طحاوی و امام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قراءۃ الاعراب[3]

بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قراءت ہے۔

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک الجہر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۳
سنن ابن ماجہ باب افتتاح القراءۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۹

[2] مسند الامام الاعظم بیان عدم الجہر بالبسملۃ " نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸
فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[3] شرح معانی الآثار باب قراءت بسم اللہ الخ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۰
المصنف لابن ابی شیبۃ من کان لایجہر بسم اللہ الخ " ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/۴۱۱

marfat.com

نیز اسی جناب سے مروی ہوا :

لم یجھر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملۃ حتی مات۔[1] ذکرہ المحقق فی الفتح۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔ اسے محقق نے فتح میں ذکر کیا۔

اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی :

انا اعرابی ان جھرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔[2]

میں گنوار ہُوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی :

حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجھر بالبسملۃ فقال انما یفعل ذلک الاعراب۔[3]

حماد بن زید نے کثیر بن شنظیر سے بیان کیا کہ امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پُوچھا گیا، فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی : الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم بدعۃ۔[4] بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے۔ اثرم انھیں سے راوی :

ما ادرکت احدا یجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم والجھر بھا بدعۃ۔[5]

میں نے صحابہ و تابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے۔

سبحان اللہ! حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلّہ صحابہ و تابعین معاذ اللہ اسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کرسکتے تھے ولکن الجھلۃ یقولون مالایعلمون (لیکن جاہل لوگ غیر معلوم باتیں کرتے ہیں۔ ت) نہایت کہ امام الفقہا امام المحدثین اوحد الاولیا اوحد المجتہدین سیدنا امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور و مجور مانا اور اس کے اخفا کو افضل و اولٰی سمجھنا تتمہ عقائد اہل سنّت جانا محدث لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح راوی :

---

[1] فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۵۴

[2]

[3] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ سنن سعید بن منصور کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸

[4] مصنف ابن ابی شیبہ من کان لایجہر ببسم اللہ الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۴۱۱

[5] نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ بحوالہ الاثرم کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۱/۳۵۸

marfat.com

حدثنا المخلص نا ابو الفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفین الثوری حدث بحدیث السنة ینفعنی اللہ بہ فاذا وقفت بین یدیہ وسألنی عنہ قلت یا رب حدثنی بھذا سفین فانجوانا وتوخذ فقال اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق منہ (وجعل یسرد الی ان قال) یا شعیب لا ینفعك ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین وحتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم افضل من الجھر بہ وحتی تؤمن بالقدر (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسألك عن ھذا فقل یا رب حدثنی بھذا سفین الثوری ثم خل بینی و بین اللہ عزوجل[1]

یعنی شعیب بن جریر نے امام سفیان ثوری سے کہا مجھے عقائدِ اہلسنت بتا دیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اس کے حضور کھڑا ہوں اور مجھ سے ان کے متعلق سوال ہو تو عرض کردوں کہ الٰہی! یہ مجھے سفیان نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پُوچھ گچھ ہو آپ سے ہو تو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد و مسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب! یہ جو تم نے لکھا تمھیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جواز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا بآواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیرِ الٰہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد و مسائل مجھے سفیان ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالٰی کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا۔

امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں فرماتے ہیں: ھذا ثابت عن سفین وشیخ المخلص ثقۃ[2]۔ یہ روایت سفیان سے ثابت ہے اور راوی ثقہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

افادۂ ثالثہ عشر اقول ہم آفتابِ روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بفرض باطل مذہب ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم ان کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفاء اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمۂ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفاء کا حکم دیا، لاجرم ہمارے علماء نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امامِ قراءت کا اتباع بیرونِ نماز

---

[1] تذکرۃ الحفاظ للذہبی عنوان سفیان بن سعید ثوری ۲۰۳ بحوالہ اللالکائی مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/۱۹۳

[2] " " " " " " " " " " " " " " " "

ہے نماز میں اخفا ہی کرے اور بیرونِ نماز بھی اتباعِ قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب ولزوم و ضرورت۔

لما قدمنا ان القراءات کلھا حقۃ بالیقین لا احتمال فیھا للخطأ ولا ینافی بعضھا بعضا فلا حجر فی شیئ منھا لاجمعا ولا افرادا مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتھدات الخلافیۃ فان المجتھد یخطئ ویصیب فلا نعد وعما اعتقدنا انہ صواب یحتمل الخطأ الی ما ظننا انہ خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کردیا ہے کہ تمام قراءات برحق ہیں، ان میں خطاء کا احتمال نہیں ہے اور ایک دوسرے کے منافی بھی نہیں ہیں، لہذا ان کو ملا کر پڑھنا یا علیحدہ علیحدہ پڑھنا اس وقت تک جائز ہے جب تک ان کا مختلف انداز معنی کی تبدیلی پیدا نہ کرے۔ اس کے برخلاف اجتہادی اختلافی مسائل میں چونکہ مجتہد کے اجتہاد میں درستی اور خطا دونوں کا احتمال موجود ہے اس لئے وہاں ہم اپنے ظن میں درست کو اپنائیں گے اور جس کو ہم خطا سمجھیں گے اس کو نہیں اپنائیں گے کیونکہ ہم اعتقاد کے پابند ہیں اگرچہ فی الواقع اس کی خطاء کا احتمال ہے، اور یہاں اجتہادی مسائل میں مختلف مجتہدین کے اجتہاد کو اپنانا عمل میں فساد پیدا کردے گا۔ (ت)

مجتبیٰ شرح قدوری پھر کفایہ شرح ہدایہ پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

لا یجھر بھا فی الصلوۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلوۃ اختلاف الروایات والمشایخ فی التعوذ والتسمیۃ قیل یخفی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیھما ولکن یتبع امامہ من القراء وھم یجھرون بھما الا حمزۃ فانہ یخفیھما[1] اھ۔

ہمارے نزدیک نماز میں جہر نہیں ہے، امام شافعی اس کے خلاف ہیں، اور خارج از نماز بسم اللہ اور اعوذ باللہ میں مشائخ اور روایات کا اختلاف ہے ایک قول میں اعوذ باللہ کو مخفی اور بسم اللہ کو جہر کے ساتھ لیکن صحیح یہ ہے قاری کو اختیار ہے کہ دونوں کو آہستہ پڑھے یا بلند پڑھے، لیکن ائمہ قراء میں سے اپنے امام کی اتباع بہتر ہے امام حمزہ جہر کے قائل نہیں ہیں باقی ائمہ جہر کے قائل ہیں اھ (ت)

بحمد اللہ تعالیٰ یہ خیالات جدیدۂ وہابیہ کے رَد میں ہمارے علماء کا نص صریح ہے۔

افادۂ رابعہ عشر **اقول** وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایاتِ قراء

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الکفایۃ عن المجتبیٰ فصل واذا ارادالشروع فی الصلوۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۴۹۰

marfat.com

طبقۃً فطبقۃً قرناً فقرناً بذریعہ تدریس وتعلیم وتلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر واخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے، نہ یہ کہ نمازوں میں سُن سُن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب وتفہیم وتفہم کا کوئی موقع نہیں، بیرونِ نماز بھی قراءتِ شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاد اعادہ کردیتا۔ اتقان شریف میں ہے:

اوجه التحمل عند اهل الحديث السماع من لفظ الشيخ والقراءة عليه، والسماع عليه بقراءة غيره، والمناولة والاجازة والمكاتبة والعرضية والاعلام والوجادة، فاما غير الاوليين فلا ياتي هنا لما يعلم مما سنذكره، واما القراءة على الشيخ فهي المستعملة سلفا وخلفا، واما السماع من لفظ الشيخ فيحتمل ان يقال به هنا لان الصحابة رضي الله عنهم انما اخذوا القراٰن من في النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم لكن لم يأخذ به احد من القراء والمنع فيه ظاهر لان المقصود ههنا كيفية الاداء وليس كل من سمع من لفظ الشيخ يقدر على الاداء كهيأته، بخلاف الحديث فان المقصود فيه المعنى او اللفظ لا بالهيأت المعتبرة في اداء القراٰن، واما الصحابة فكانت فصاحتهم وطباعهم السليمة تقتضي قدرتهم على الاداء كما سمعوه من النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم لانه نزل بلغتهم، ومما يدل للقراءة على الشيخ

محدثین کے ہاں اپنے شیخ سے حدیث اخذ کرنے کے کئی طریقے ہیں، شیخ کے الفاظ کو سُننا، شیخ پر پڑھنا، دوسرے شاگرد کو پڑھتے ہُوئے سننا، لکھے ہوئے کو لینا، مرویات کی اجازت لینا، لکھنا، وصیت کے طور اپنانا، اطلاع حاصل کرنا، شیخ کے لکھے ہُوئے کو پہچان کر یاد کرنا، لیکن قرآن کی قراءت کے بارے میں پہلے دو طریقوں کے علاوہ دوسرے طریقے جائز نہیں جیسا کہ اس کی وجہ ہم بیان کریں گے، یہاں قراءت میں شیخ پر شاگرد کا پڑھنا ابتداء سے آج تک مروّج ہے اور شیخ سے سننا بھی یہاں جائز ہوسکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے قرآن کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سن کر اخذ کیا ہے، لیکن قراء حضرات نے اس طریقہ کو نہیں اپنایا اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءۃ میں ادائیگی کی کیفیت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ استاذ کی ادائیگی کی کیفیت کو محض سننے پر اخذ کرلے، لہٰذا قراءت میں یہ طریقہ منع ہے مگر حدیث میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ یہاں معنی یا لفظ مقصود ہوتے ہیں لیکن ادائیگی والی کیفیت قرآن کی طرح یہاں معتبر نہیں ہے، ہاں صحابہ کرام کا معاملہ

marfat.com

عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القرآن علٰی جبریل فی رمضان کل عام[1] اھ

الگ ہے کیونکہ وہ اپنی فصاحت اور سلامتی طبع کی بنا پر حضور علیہ السلام سے سن کر قراءت کو اسی کیفیت سے ادا کرنے پر قدرت رکھتے تھے اور اس لئے بھی کہ قرآن ان کی لغت میں نازل ہوا ہے، اور قرآن کو اخذ کرنے میں شیخ کو سنانے والا طریقہ اس لئے بھی جائز ہے کہ ہر سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان میں جبرائیل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے اھ (ت)

اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادہ حضور فاعل کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم و تلقین ظاہر و باطن و نظم و معنی و حکم و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلئے، صحابہ کرام دس دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہوجاتے دس اور تعلم فرماتے۔ اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقر حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا، عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد۔ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، قال:

کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم من العشر التی نزلت بعدھا حتی نعلم ما فیہ، فقیل لشریک من العمل قال نعم[2]۔

ہم جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو اس کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے جب تک پہلی آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کرلیتے۔ شریک سے پُوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے، تو انہوں نے کہا ہاں۔ (ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابوعبدالرحمان سلمی سے راوی، قال،

حدثنا من کان یقرئنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھم کان یقترؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عشر اٰیات ولایاٰخذون فی العشر الاخری

صحابہ کرام میں سے جو حضرات ہمیں قراءت پڑھاتے انہوں نے فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دس آیات پڑھتے اور ان کے بعد دس آیات کو اس وقت تک اخذ نہ کرتے جب تک پہلی دس آیات کے علم و عمل کو

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الرابع والثلاثون الخ مطبوعہ مصطفٰے البابی مصر ۱/ ۹۹

[2] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر عنوان عبداللہ بن مسعود بن غافل ۲۳ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱۴/ ۵۹

marfat.com

حتی یعلموا ما فی ھذہ من العلم والعمل فانا علمنا العلم والعمل[1] | نہ سیکھ لیتے، یُوں ہم علم اور عمل دونوں کو حاصل کرتے۔(ت)

ابن سعد طبقات میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغاً راوی :

ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین[2] | بیشک عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورہ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔(ت)

خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، قال :

تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزورا[3] | حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سورہ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انہوں نے اسے ختم کیا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔(ت)

تو ظاہر ہُوا کہ یہ روایات جہر واخفا قراءات خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمداللہ تعالٰی اُس ارشاد علماء کا راز واضح ہوا کہ بیرونِ نماز اتباع امام قرات مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامہ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے۔ امام اجل ابوعمرو دانی نے اس پر اجماعؑ اہل ادا نقل فرمایا، امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلافؑ تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفا نہیں مانتے۔ تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے :

لا اعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بھا عند افتتاح القرآن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ۔[4] | قرآنی نص اور سنّت کی اتباع میں قرآن کی ابتداء میں اور پاروں وغیرہ کی ابتداء میں تلاوت شروع کرتے وقت جیساکہ ایک جماعت کا مذہب ہے۔ اعوذ باللہ کو جہر سے پڑھنے میں اہل ادا یعنی قرا حضرات کا اختلاف نہیں ہے۔(ت)

عہ ای وان جاءت الروایۃ علی انحاء فصلھا ۱۲ منہ | اگرچہ تعوّذ کے بارے میں مختلف صورتیں مروی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل قرآن ۱۷۵۵ حدیث ۹۹۰۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۴۶۰

[2] موطا امام مالک باب ماجاء فی القرآن مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۰

[3] رواۃ مالک للخطیب بغدادی

[4] تیسیر باب ذکر الاستعاذہ

marfat.com

حرزالامانی ووجہ التہانی میں ارشاد فرمایا :

اذا ماأردت الدھر تقرء فاستعذ
جھارا من الشیطان باللہ مسجلا[1]

(تو زندگی بھر جب بھی قرآن کی قراءت کرے تو اعوذ باللہ کو بلند آواز سے پڑھ، مسجلاً۔ ت)

سراج القاری میں ہے :

" قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء و فی جمیع القرأن "[2]

اس کا قول مسجلاً یعنی تمام قراء حضرات کے نزدیک اور تمام قرآن میں۔ (ت)

پھر فرمایا :

واخفاؤہ فصل اباہ وعاتنا
وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا[3]

اس کی شرح میں ہے :

ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ و نافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھربہ الباقون وھم ابن کثیر و ابوعمرو و ابن عامر وعاصم و الکسائی ھذا ھو المقصود بھذا النظم بالباطن ونبہ بظاھرہ علی ان من ترجم قراءتہ الیھم من الائمۃ ابوا الاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع و لذلک امر بہ مطلقا فی اول الباب[4] ملخصا

یعنی امام حمزہ اور نافع سے اعوذ باللہ کا اخفاء مروی ہے " فصل " کی فاء سے حمزہ کی طرف " اباہ " کے الف سے نافع کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور باقی قراء حضرات نے اعوذ باللہ کو جہر مانا ہے اور باقی حضرات یہ ہیں : ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم اور امام کسائی۔ باطنی طور پر اس نظم کا یہ مقصد ہے، اور ظاہر میں انھوں نے یہ تنبیہ کی ہے کہ جن ائمہ کی طرف قرات منسوب ہے انھوں نے اخفاء کا انکار کیا ہے اور اس پر عمل نہیں کیا بلکہ انھوں نے اعوذ باللہ کا جہر کیا ہے اور یہاں اول میں مطلقاً کہہ کر تمام قرآن میں تعوذ کے جہر کی طرف اشارہ کیا ہے (ت)

---

[1] حرزالامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[2] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرزالامانی باب الاستعاذہ " " " " ص ۳۱
[3] حرزالامانی ووجہ التہانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰
[4] سراج القاری المبتدی شرح منظومہ حرزالامانی باب الاستعاذہ " " " " ص ۳۲

marfat.com

اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ و اتفاق جمیع اہلِ ادا، نماز و غیر نماز سب کو شامل، وہ سب تمام قراء کے طور پر نماز میں بھی اعوذ جہر پڑھتے تھے، حاشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرونِ نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا:

قوله فاستعذ جهارا هو المختار لسائر القراء وهذا في الاستعاذة القارئ على المقرئ اوبحضرة من يسمع قراءته اما من قرأ خاليا او في الصلوٰة فالاخفاء اولٰى[1]

اس کا قول "جهارا" یہ تمام قراء حضرات کا قول ہے، یہ اس صورت میں ہے جب قاری استاذ کے سامنے یا مجمع میں پڑھے۔ لیکن اگر کوئی شخص خلوت میں یا نماز میں قراءت کرے تو پھر اخفاء کرنا اولٰی ہے (ت)

امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد ابن الجزری سے ناقل:

المختار عند ائمة القراءة الجهر بها وقيل يسر مطلقا وقيل فيما عدا الفاتحة وقد اطلقوا اختيار الجهر وقيده ابوشامة بقيد لابد منه وهو ان يكون بحضرة من يسمعه لان الجهر بالتعوذ اظهار شعار القراءة كالجهر بالتلبية وتكبيرات العيد ومن فوائده ان السامع ينصت للقراءة من اولها لايفوته منها شئ واذا اخفى التعوذ لم يعلم السامع بها الابعد ان فاته من المقرؤ شئ وهذا المعنى هو الفارق بين القراءة في الصلوٰة وخارجها اھ[2]

قراءت کے ائمہ کے ہاں اعوذ باللہ کا جہر ہے اور ایک قول میں یہ ہے کہ اس کو مطلقاً آہستہ پڑھے، اور ایک قول میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ باقی قرآن میں آہستہ پڑھے جبکہ جہر کا عموم راجح ہے، اور ابوشامہ نے اس جہر کو ایک ضروری قید سے مقید کیا ہے کہ جب مجلس میں سننے والے ہوں تو جہر کرے کیونکہ اعوذ باللہ کا جہر قراءۃ کا شعار ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب قاری اعوذ باللہ کا جہر کرے گا تو سامع ابتداء سے ہی خاموشی سے سُننا شروع کرے گا اور اس کا سماع فوت نہ ہوگا، اور جب اعوذ باللہ کو آہستہ پڑھے گا تو سامع کو تلاوت کے شروع ہونے کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کچھ سماع ابتداءً فوت ہو جائے گا، نماز اور خارج نماز اعوذ باللہ کے بارے میں یہی وجہِ فرق ہے۔ (ت)

افادۂ خامسہ عشر قرآنیتِ بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت

---

[1] سراج القاری المبتدی شرح حرز الامانی باب الاستعاذہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۱

[2] الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۵

marfat.com

نہیں بلکہ کتابت مصاحف و اجماع علی التجرید سے، ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا:

وبسمل بين السورتين بسنة
رجال نموها دریة وتحملا

(دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ سنتِ صحابہ سے ثابت ہے جس کو انھوں نے جاری رکھا، عقل و نقل کے طور پر)

شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنۃ التی نموھا کتابۃ الصحابۃ لھا فی المصحف (سنۃ التی نموھا سے مراد صحابہ کرام کا بسم اللہ کو مصحف شریف میں لکھنا ہے۔ ت) پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلامِ الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جز ہے یا ختم میں ہر جگہ اُس کا جہر لازم کما مرفی الافادۃ السادسۃ (جیسا کہ چھٹے افادہ میں گزرا۔ ت) اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجئے اور صرف اس کی صحت کو مناط مان کر اثبات مدعا کا حوصلہ کیجئے تو یہ محض باطل و ہوس عاطل، فقط صحت روایت پر مدارِ قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے، آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود، افادۂ ششم میں اس کا بیان موجود۔

اقول ولا نسلم انه فی القرآن حتی عن السبعة مالم یتواتر وان اشتهر بل القرآن متواتر قطعا بجمیع اجزائه وان لم تقف انت علی تواتر بعضه فلیس من شرط المتواتر تواتره عندك۔

اقول (میں کہتا ہوں) قرآن ہونا محض شہرت سے اگرچہ قرّاء سبعہ سے منقول ہو ثابت نہیں ہوگا جب تک قطعی تواتر سے تمام اجزاء منقول نہ ہوں، اگر تجھے تواتر کا بعض اجزائے کے بارے میں علم نہیں تو متواتر ہونے کے لئے تیرے ہاں تواتر ضروری بھی نہیں ہے۔ (ت)

اتقان میں ہے:

لاخلاف ان کل ماهو من القرآن یجب ان یکون متواترا فی اصله واجزائه واما فی محله ووضعه وترتیبه فکذلك عند محققی اهل السنة للقطع بان العادة تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثله لان هذا

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جو کچھ قرآن کا حصہ ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اور اس کے تمام اجزاء متواتر ہوں، قرآنی حصہ کا محل، مقام اور ترتیب بھی اسی طرح متواتر ہونا اہلسنت کے محققین کے ہاں ضروری ہے کیونکہ اس معاملہ میں تفصیل عادتاً تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے کہ

marfat.com

المعجز العظیم الذی ھو اصل الدین القویم والصراط المستقیم مما تتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ فما نقل آحادا ولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القرآن قطعاً[۱] الخ۔

یہ عظیم معجزہ جو کہ دینِ قویم اور صراطِ مستقیم کی بنیاد ہے اس کے اجمال وتفصیل کے دواعی وافر طور پر پائے جاتے ہیں، جو اجزاء خبرِ واحد یا غیر متواتر طور پر ثابت ہوں ان کے قطعی طور پر قرآن ہونے کا یقین نہیں کیا جا سکتا الخ (ت)

اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو رد نہ کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو **اولاً** یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قراء ومحدثین وفقہاء واصولیین اس کے بطلان کے قائل،

اقول کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قرآنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قرآنیتہ الموقوف علی تواترھا والا فلا شك فی جواز قراءۃ الاحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبر الواحد او الاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قرآنیتھا ولم یوھمھا والاحرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمھید۔

اقول یہ کیسے نہ ہو جبکہ بحث قرآن ہونے کے لحاظ سے قراءت میں ہے، قراءت بطور قرآن کا ثبوت اس کے قرآن ہونے پر اور قرآن ہونا موقوف ہے اس کے تواتر پر، ورنہ محض قراءت کا جواز تو احاد بلکہ شاذ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس سے کسی حکم کا استدلال کرنا ہو جیسا کہ خبرِ واحد کا حکم ہے یا اس کو کسی ادب کے بارے مسئلہ پر شاہد بنانا مقصود ہو بشرطیکہ اسے قرآن نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس سے قرآن ہونے کا وہم پیدا ہو، ورنہ قرآن ہونے کا اعتقاد کرنا تمام مسلمانوں کے اجماع پر حرام ہے جیسا کہ اس کی تصریح غیث النفع میں ابو القاسم نویری کے حوالہ سے کی ہے کہ انھوں نے طیبۃ النشر کی شرح میں امام ابو عمر کے حوالہ سے کہ انھوں نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

غیث النفع میں ہے:

مذھب الاصولیین وفقھاء المذاھب الاربعۃ والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحۃ القراءۃ ولا تثبت

اہلِ اصول، چاروں فقہاء کرام، محدثین اور قراء حضرات کا مذہب یہ ہے کہ قرآن کی قراءت کے طور پر متواتر ہونا ضروری ہے، اور محض صحیح سند سے ثابت ہونا

---

[۱] الاتقان النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۷

marfat.com

بالسند الصحیح غیر المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیة والعربیة وقال الشیخ ابو محمد مکی القراءة الصحیحة ما صح سندها الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وساغ وجھہا فی العربیة ووافقت خط المصحف وتبعه علی ذلك بعض المتأخرین ومشی علیه ابن الجزری فی نشرہ وطیبته وھذا قول محدث لایعول علیه ویؤدی الی تسویة غیر القرآن بالقرآن ولا یقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءة عند قوم دون قوم[1] الخ

کافی نہیں ہے اگرچہ وُہ الفاظ مصاحفِ عثمانیہ کے رسم الخط اور عربی کلام کے معیار پر کیوں نہ ہو، شیخ ابو محمد مکی نے فرمایا کہ قراءۃ صحیحہ وُہ ہے کہ جس کی سند حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام تک صحیح ہو اور اس کا انداز عربی ہو اور قرآنی رسم الخط کے موافق ہو، اس کو بعض متاخرین نے معیار بنایا ہے اور ابن جزری نے بھی اپنی کتاب نشر اور طیبہ میں اس کی پیروی کی ہے حالانکہ یہ معیار نئی بات ہے اور اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس سے قرآن اور غیر قرآن مساوی ہوجائیں گے، تواتر کے ثبوت میں قرار حضرات کا آپس کا اختلاف مانع نہیں ہے کیونکہ ہر ایک تواتر سے قراءت کرتا ہے اگرچہ ہر ایک کا تواتر مختلف ہے الخ (ت)

اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وُہ بھی شہرت و استفاضہ و قبول قرار شرط کرتے ہیں، مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں، خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ:

کل قراءة وافقت العربیة ولو بوجه ووافقت احدی المصاحف العثمانیة ولو احتمالا و صح سندھا فھی القراءة الصحیحة[2]۔

ہر وہ قراءت جو کسی طرح عربی معیار، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی سے موافق ہونے کا احتمال، اور اس کی سند صحیح ہو تو یہ قراءۃ صحیحہ ہے۔ (ت)

انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا:

اذا کانت القراءة مما شاع وذاع وتلقاہ الائمة بالاسناد الصحیح اذ ھو الاصل الاعظم و الرکن الاقوم[3]۔

جب وُہ قراءۃ مشہور و معروف ہو اور امت نے صحیح سند سے اس کو قبول کرلیا ہو، یہ اس لئے ضروری ہے کہ تلقی اُمت، رکنِ اعظم اور مضبوط بنیاد ہے (ت)

---

[1] غیث النفع فی القراءات السبع علی ہامش سراج القاری، فوائد تشدید الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵، ۶
[2] الاتقان بحوالہ کتاب النشر لابن جزری النوع الثانی الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۷۵
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۱/ ۷۵

marfat.com

پھر فرمایا:

یعنی یہ ان یروی تلک القراءۃ العدل الضابط عن مثلہ وھکذا حتی تنتھی و تکون مع ذلک مشھورۃ عند ائمۃ ھذا الشان[1]

ہماری مرادیہ ہے کہ اس قراءت کو عادل کامل ضبط شخص نے اپنے ہی جیسے سے آخر تک سلسلہ وار روایت کیا ہو اور اس کے باوجود وہ ایسے ہی عظیم شخصیات کے ہاں مشہور بھی ہو۔ (ت)

امام جلیل جلال سیوطی جنھوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اُس کے مضمون کی تضعیف[عہ1] کی:

اعنی لاخلاف ان کل ماھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا[عہ2] الٰی اخرما مر۔

یعنی جو بھی قرآن ہے اس کا متواتر ہونا واجب ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں:

اتقن الامام ابن الجزری ھذا الفصل جدا وقد تحرر لی منہ ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشھور وھو ماصح سندہ ولم یبلغ درجۃ التواتر ووافق العربیۃ والرسم واشتھر عند القراء و یقرؤ بہ علی[عہ1] ماذکر ابن الجزری الثالث الاٰحاد وھو ماصح سندہ وخالف الرسم اوالعربیۃ اولم یشتھر الاشتھار المذکور ولایقرؤ بہ[2] اھ۔

امام ابن جزری نے اس بحث کو خوب مضبوط بنایا، مجھے ان کی بحث سے یہ واضح ہُوا کہ قراءتیں کئی قسم ہیں، ایک متواتر، دوسری مشہور، یہ وُہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو مگر درجۂ تواتر کو نہ پہنچی ہو اور عربی قواعد اور رسم الخط کے موافق ہو اور قراء حضرات کے ہاں مشہور ہو اور اس کی قراءت کی جاتی ہو، جیسا کہ ابن جزری نے ذکر کیا ہے، اور تیسری احاد ہے اور یہ وہ ہے کہ جس کی سند صحیح ہو لیکن عربی رسم الخط یا قواعد کے خلاف ہو اور مذکورہ شہرت کے معیار کو نہ پائے اور نہ ہی اس کی قراءت کی جاتی ہو اھ (ت)

عہ1: بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی براءت اس سے ظاہر فرمادی کما سیأتی ۱۲ منہ (م)

عہ2: ھذہ کلمۃ التبری ۱۲ منہ (م)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ کتاب النشر النوع الثانی والثالث مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۷۶

[2] " " " " " " " " " " " ۱/۷۷

marfat.com

ثانیاً اگر بالفرض یہ مسلّم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا، جوازِ قرائت نہ بروجہِ قرآنیت، یہ محض ایک امرِ زائد و خارج ہے جس سے نہ لزوم و ضرورت ثابت ہو سکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکمِ نقصان ختم کی راہ ملے،

اللھم الا عند مجنون نابذ العقول لایسمع مایقال ولایدری مایقول۔ اے اللہ! مگر جو مجنون بے عقل ہو جو بات کو نہ سُنے نہ سمجھے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ (ت)

بالجملہ یہاں تین چیزیں اثباتِ مبسملین کتابتِ مصاحف، روایتِ منصوصہ۔

اوّل تو اوّلاً بحث سے محض برکراں جس سے جزئیتِ سور درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان۔

ثانیاً روایاتِ جہر و اثبات سب بیرونِ نماز کی حکایات، اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابلِ التفات۔

ثالثاً بفرضِ باطل بطورِ مناظرہ ادعائے نقصان ختم میں، یُوں بھی کلام کہ خلاف و اثبات دونوں طور پر قرآن تمام۔

دوم ثبوتِ قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیتِ سور و جہر فی الصلوٰۃ سے علاقہ نہیں نہ تکررِ نزول تعددِ آیات پر دلیل معقول، تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخذول۔

سوم کی دو صورتیں ہیں: تواتر یا مجرد صحت، اور ہر ایک دربارۂ جہر فی التراویح یا دربابِ جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارۂ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہرِ مذکور و جزئیتِ سور میں نفسِ صحت معدوم تا بتواتر چہ کشد، خود قائلانِ جزئیت مصرحانِ ظنیت اور نافیانِ ظنیت اور عند التحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت ولہذا صحابہ و تابعین و جمہور ائمۂ دین کو اس سے انکار اور قولِ جزئیت کے محدث و نوپیدا ہونے کا صاف اظہار، ہاں صرف دربارۂ فاتحہ بعض اخبارِ آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفتِ قاطع کے سبب مہجور اور مجرد[ف۱۵] صحتِ روایت پر اقتصار و قناعت باطل و مقہور، پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امرِ جدید جو دعوے مخالف کے عموم و خصوص دونوں کا مخالف و ردِ شدید یعنی صرف جزئیتِ فاتحہ تو ہر سُورت پر جہر کے لئے یہ تعمیمِ سور کا رد ہُوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفا کس وجہ سے اس نے تخصیصِ تراویح کو باطل کیا، یہ تو امورِ ثابتہ تھے و لو بوجہ جن میں مخالف کے لئے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا محض جہلِ مسترد اب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعمِ زاعم کہ جزئیتِ سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور اُن کی قراءت کے آخذ پر جہر و اخفاء نماز میں اُن کا اتباع لازم، اوّل[ف۵] ائمۂ قراءت پر افترا و تہمت اور ثانی محض جہل و سفاہت، مخالفت[ف۱۳] تصریح ائمۂ حنفیت، غرض حفاظِ حنفیہ پر سر بسر سورت پر جبر جہر محض ظلم و قہر نہ شرع سے اس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ و فرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول کی ناصر و راعی مصالحِ شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنۃ والصلوٰۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ واٰلہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ اٰمین!

marfat.com

تذییل

الحمد للہ آفتاب عالم تاب، حق وصواب بے نقاب وحجاب، شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیا حاجت کہ حشویاتِ زائدہ ولغویاتِ بے فائدہ کے رد وابطال میں تضیعِ وقت کیجئے زید بے قید اپنی شدتِ جہالت و قوتِ سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اُس کی بات قابلِ التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض وشورِ تعارض نے جا بجا اپنا ہی لکھا خود رد کر دیا عناد و اجترا و مکابرہ و افترا سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اخذ کیں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رَد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوہی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین، دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کا مذہب جہر امام اعظم کا مذہب اخفاء ہے جس کی پیروی کیجئے درست و بجا ہے، قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے، عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بر وجہ صحت ہے، گنگوہی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے، ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق و رشاد ہے، قاری صاحب یہ اُن امور سے جن میں نزاع کی گنجائش ہی نہیں یہاں تک کہ بد مذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں، گنگوہی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے، خود ائمہ سنت نزاع کر رہے ہیں، خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے، قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحتِ روایت پہ مدارِ کار ہے، گنگوہی صاحب حضرت چاروں در کنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے، قاری صاحب جب مسئلہ بروایتِ صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہو چکا خلافِ ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا' اذا صح الحدیث فھو مذھبی (جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔ ت) قولِ احناف ہے تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوہی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعاً موجود، قاری صاحب بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابلِ سماعت، گنگوہی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتداء کرو اہتداء کی بشارت، غرض اولاً قاری صاحب کے خیالات کا رَدِ کلی فرما کر آخر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، مُلک خدائے غالب کا حکم جناب قاری صاحب کا، جو ہر سورت پر جہرِ بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا۔

marfat.com

اقول ان سب خرافاتوں کا رَدِّ بالغ وطرز بازغ، تو طرح طرح سے افادات میں گزرا، یہاں حضرت سے **اولاً** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت، سب کے اقتدا کی عام اجازت، تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا، حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اِس میں عیب، نہ اُس میں حرج۔ اب قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق، ایک ہدایت کو ضلالت، ایک جائز کو ناجائز کردیا۔

ثانیاً یہ آپ فتوی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت، قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت، کون سی شرعی حجت۔

ثالثاً ثبوت تو دیجئے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسملہ تھا۔

رابعاً پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا۔

خامساً مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے فتوی میں ذکر فرمان پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لیے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے، باتباع ہوا تقلیدِ امام کو آگ دکھانا، پانی پت کی خاک پر دھونی رمانا، کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار، مسلم حنفیہ کو اُن کے خلافِ امام فتوی بتانا کیسا ستم، افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا، آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک ومہجور، اور تقلید پانی پت کی پت رکھنی ضرور، اس شتر گربگی کی کیا سند، صُلت علی الاسد وبُلتُ عن النقد (شیر پر حملہ کیا اور بکری کے ڈر سے پیشاب آگیا۔ ت) خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی، قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی۔ قاری صاحب کی سُنئے تو اُن سے بہت کچھ کہنا ہے:

یکم وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے، ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے، اور عاقل جانتا ہے کہ محلِ فتوی میں ادعائے بے دلیل، ذلیل وعلیل۔

دوم سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ چلے خلافِ مذہب کہے، لہذا وہ راہ چلے کہ اتباعِ مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے، اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں، ترکِ تقلید پر معترض ہیں، انھیں گمراہ ومفسد بتایا کرتے ہیں، تحریراً وتقریراً جلی کٹی سنایا کرتے ہیں، اب کہ اپنا اجتہاد گرمایا، وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا، بعد صحتِ روایت کسی مذہب کی کیا حاجت، عمل بالحدیث ہی طریقِ انصاف ہے، جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فھو مذھبی (حدیث صحیح ہی میرا مذہب ہے۔ ت) خود قولِ احناف ہے، زمانۂ قراء زمانۂ اجتہاد وعمل بالسنہ گزرا، تخصیص دلیل ہے کہ جب دورِ تقلید آیا عمل بالسنہ نے منہ چھپایا، حالانکہ تقلیدِ ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے

marfat.com

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سوم اذا صح الحدیث تو سُن لیا مگر صحتِ فقہی و صحتِ حدیثی میں فرق نہ کیا، خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی مطالعہ کیجئے کہ مطلب کھلے، شک و ریب کی ظلمت دُھلے۔

چہارم اگر تلقی و القائے بیرونِ نماز میں صحت روایت جہر مراد، چشم ما روشن دلِ ما شاد، اس سے تراویح پر حکم خرط القتاد، اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود، افادہ ۱۲ و ۱۳ یاد کیجئے اور خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا مژدہ لیجئے کہ حدیثِ صحیح ہمارے ہی ساتھ، اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ۔

پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی، مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود، مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب معللہ خلافیہ دیکھئے ہزاروں مسائل اجتہادیہ میں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود، ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکئے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اُس کا جہر چاہیئے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائلِ اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رَد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے۔

ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرات آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت، افادہ ۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے، افادہ ۵ معلوم ہو کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک بسم اللہ باتفاقِ قرا سورت سے خارج امارت فصل ہے۔

ہفتم ایک سو۱۱۴ چودہ آیتوں کی کمی کس حساب سے جمی، قرآن عظیم میں کُل سُورتیں اسی قدر ہیں اور برارت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بساملِ اوائل ایک ۱۱۳ سو تیرہ ہی رہیں، حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل، تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک ۱۱۲ سو بارہ ہی کا نقصان حاصل، چودہ۱۴ کس گھر سے آئیں، کیا حفد و خلع بھی دو۲ سورتیں شمار فرمائیں، بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارکِ جہر ہی سہی تاہم کیا برارت مستثنیٰ ہو کر بھی گنتی چودہ ۱۴ کی چودہ۱۴ ہی رہی، اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ۱۳ کہا۔

ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان باطنوی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں، قرارت امر منقول ہے نہ اجتہادی لہذا اُس میں کسی بدمذہب کا خلاف نہیں، سبحان اللہ مگر گمراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیاء صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع ونصوص ویحک یا مقری کانک لا تدری ما علی لسانک یجری ۔ فانکنت لا تدری الخ (افسوس ہے اے استاذ! معلوم ہوتا ہے تجھے سمجھ نہیں جو تیری زبان پر جاری ہے، پس اگر تو سمجھ نہیں رکھتا الخ ت)

marfat.com

نہم قراءت میں اہلِ ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتہ نظری، خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قراءت پر طاعن و منکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گھڑت کے مظہر، اہلِ ہوا خذلہم اللہ تعالیٰ دونوں راہ چل چکے، سرِ دست تحفۂ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے، باب دوم مکائدِ روافض قبّحہم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں:

کید سیزدہم آنست کہ گویند عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر و عمر نیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن را تحریف کردند و آیات فضائل اہلبیت اسقاط نمودند از آں جملہ وجعلنا علیا صھرك کہ در الم نشرح بود[1]" ملخصاً

تیرھواں مکر یہ ہے کہ کہتے ہیں عثمان ابن عفان بلکہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قرآن میں تحریف کر دی ہے، اور انہوں نے فضائلِ اہلِ بیت کی آیات کو ساقط کر دیا ہے اور ان میں سے ایک "الم نشرح" میں یہ آیت تھی کہ علی کو ہم نے تیرا داماد بنایا ہے۔ (ت)

ایک سُنّی نے اس پر ظرافۃً کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور تھی وہ رافضیوں نے گھٹا دی یعنی وعلی الروافض قھرك (رافضیوں پر تیرا قہر ہے۔ ت) تتمۂ باب چہارم میں اُن اشقیا کا زعم نقل کیا:

"صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند و بجائے ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم، امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلی ہذا القیاس[2]"

صحابہ نے من المرافق کی بجائے الی المرافق کر دیا اور ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم کی بجائے امۃ ھی اربی من امۃ کر دیا (یعنی "تمہارے اماموں سے زیادہ پاکیزہ امام" کی جگہ "امت یہ دوسری امت سے بڑی" کر دیا) علیٰ ہذا القیاس۔ (ت)

شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قراءت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں[3]۔ اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یُوں پڑھی، وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث (نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدَّث جس سے فرشتے باتیں کریں) اور فرمایا مولیٰ علی محدّث تھے[4]۔ اسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا، امۃ ھی اربی من

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم از باب دوم کید سیزدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ باب چہارم ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۳۰

[3] و [4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱۳۰

marfat.com

امۃ (یہ اُمت دوسری اُمت سے بڑی۔ت) کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہُوئی اللہ تعالیٰ نے یوں اتارا تھا ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم[1] (یہ ائمہ تمہارے ائمہ سے زیادہ پاکیزہ ۔ت) یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ:

لفظ ویلک قبل از لا تحزن ان اللہ معنا نیز ساقط کردہ اند و لفظ عن ولایۃ علی بعد ازیں آیت وقفوھم انھم مسئولون ۰ و یملکہ بنوامیۃ بعد خیر من الف شھر و بعلی بن ابی طالب بعد وکفی اللہ المومنین القتال و آل محمد ازیں لفظ و سیعلم الذین ظلموا، آل محمد منقلب ینقلبون و لفظ علی بعد از ولکل قوم ھاد، و ذکر کل ذلک ابن شھر آشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ و علی ھذا القیاس کلمات بسیار و آیات بے شمار را کردہ اند[2] ملخصاً

"نہ ڈر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے" سے پہلے لفظ "ویلک" (تجھے ہلاکت ہو) ساقط کر دیا۔ "ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا" کے بعد "عن ولایۃ علی" (علی کی ولایت کے بارے میں) ساقط کر دیا۔ "اور بنوامیہ بادشاہ بنیں گے" کو "خیر من الف شھر" (ہزار مہینوں سے بہتر) کے بعد بڑھا دیا ہے' اور "کفی اللہ المؤمنین القتال" کے بعد "بعلی بن ابی طالب" بڑھایا، یعنی "اللہ تعالیٰ مومنوں کو جنگ میں کافی" کے بعد رافضیوں نے "علی کی وجہ سے" بڑھا دیا۔ اور "سیعلم الذین ظلموا" کے بعد "آل محمد" کا لفظ انھوں نے بڑھا دیا، یعنی "عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے علم کو ظالموں کے بارے میں ظاہر فرمائے گا" کے بعد "آل محمد پر ظلم کرنے والے" بڑھا دیا۔ اور "ہر قوم کے لئے ہادی" کے بعد لفظ "علی" بڑھا دیا۔ یہ سب کچھ ابن شہر آشوب المازندرانی نے اپنی کتاب "المثالب" میں ذکر کیا، اور اسی طرح انھوں نے بہت سے کلمات اور بہت سی آیات بڑھا دیں۔ (ت)

نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے امۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی ازکی پڑھا۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں، حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اربی کیا۔[3]

دہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہو چکا

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ تتمۃ الباب در دلائل شیعہ از باب چہارم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۳۰

[2] " " " " " " " " " " " ۱۳۱

[3] " " " " " " " " " " " ۱۳۲

marfat.com

اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحتِ روایت پر مدار ہے، ائمۂ حنفیہ کا حال توافادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دمار نکالا، مالکیہ سے پُوچھئے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سورا خفاہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں، نہ آواز سے نہ آہستہ، روایتِ اباحت ضعیف ہے، پڑھے گا تو نماز مکروہ ہوگی، ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا اُنھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امامِ قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں، علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں:

المشهور من مذهب مالك كراهتها فی الفرض[1]

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ فرضوں میں یہ مکروہ ہے (ت)

مقدمۂ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی رفاعی مالکی میں ہے:

المشهور فی البسملة والتعوذ الكراهة فی الفريضة دون النافلة وعن مالك القول بالاباحة[2]

بسم اللہ اور اعوذ باللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان کا پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے نفلوں میں مکروہ نہیں، اور امام مالک سے ایک قول میں مباح ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ہے:

قال ابو عمر قال مالك لا تقرؤ البسملة فی الفرض سرا ولا جهرا وفی النافلة ان شاء فعل وان شاء ترك[3]

ابو عمر نے کہا کہ امام مالک نے فرمایا بسم اللہ کو فرضوں میں نہ بلند آواز سے پڑھو نہ پست آواز سے، اور نفلوں میں پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار ہے۔ (ت)

ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدار سے تطبیق دیجئے۔

یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قرار[1] سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا زمانۂ تابعین تھا[2] ائمۂ مذہب[3] تا زمانۂ قرار محتاج الیہ ومحصور نہ تھے[4] بلکہ بعد قرار کے تھے[5] قرار کا مذہب پوچھنا عبث ہے[6]، ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلاً دخل ہی نہیں تو زمانۂ قرار زمانۂ اجتہاد ہو یا عصرِ تقلید، عہدِ تابعین ہو یا وقتِ جدید، ائمۂ مذہب اس وقت

---

[1] شرح الزرقانی علی المؤطا

[2] المقدمة فی الفروع المالكية للعشماوی

[3] عمدة القاری شرح بخاری باب ما یقول بعد التكبير حدیث ۷۴۳ مطبوعہ ادارة الطباعة المنیرية بیروت ۵/ ۲۸۴

marfat.com

محتاج الیہم ہوں یا بیکار، معدودے چند ہوں یا بے شمار، قراءِ سابق ہوں یا لاحق، قاری مجتہد ہوں یا مقلد، ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مانئے تو تفاوت کیا، فتوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین و محدثین تک چار میں حصر مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے، جب اور مذہب مندرس ہو گئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہو گیا، اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہی بیگانہ و اجنبی ہے۔

ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قراءِ سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا۔

ہیجدہم اُس زمانہ میں عدم حصر و کثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ و مجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل، یا انتساب گو عام نہ تھا اصلًا نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہو گا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہما حنفیہ اور امام اشہب و امام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقینًا قطعًا تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا۔

نوزدہم درفن تاریخ ہم کمالے دارند (فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ ت) ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے شہب جانے دیجئے بدوریہی میں کلام کیجئے ستات میں چار ہمارے امام سے وفاۃً متاخر ہیں، امام ابو عمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۱۵۵ھ، امام حمزہ زیارت نے ۱۵۴ یا ۱۵۶ یا ۱۵۸ھ، امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ، امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ، امام الائمہ ابو حنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں، امام کی ولادت ۸۰ یا ۷۰ھ میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں۔ یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں، دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ و ادب دونوں دفن کر دئے۔ اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں۔

بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ و محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق، اول تو بداہۃً عقل سے عاطل، چار کبھی بھی نا محصور نہیں ہو سکتے اور ثانی اس سے بڑھ کر شنیع و باطل، زمانہ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو، ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے

؎ بلکہ ایک قول میں ولادتِ امام ۶۱ھ ہے کما فی وفیات الاعیان (جیسا کہ وفیات الاعیان میں ہے۔ ت) یوں تقریبًا ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲ (م)

marfat.com

تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت تو جنّت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اھل الجنة یحتاجون الی العلماء فی الجنة وذلك انھم یزورون اللہ تعالیٰ فی کل جمعة فیقول لھم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیه کذا وکذا فھم یحتاجون الیھم فی الجنة کما یحتاجون الیھم فی الدنیا[۱]۔ رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک اہل جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے یُوں کہ ہر جمعہ کو اُنھیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہو گا، مولیٰ سبحانہ، تعالیٰ فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف منہ کرکے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں، وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہونگے۔ اس کو ابن عساکر نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ذکر کیا۔

اللھم انی اسألك بعلماء امة حبیبك محمد صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان ترحمنا بھم فی الدنیا والاٰخرة وترزقنا بجاھھم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیة والمغفرة وصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰله وصحبه اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علماء کے وسیلے سے دُعا کرتا ہُوں کہ تُو ہم پر ان کے وسیلے سے دنیا و آخرت میں رحم فرما اور ان کو جو عزت وکرامت تیرے ہاں حاصل ہے اس کی برکت سے ہمیں نافع علم، خشوع والا دل، معافی، عافیت اور مغفرت عنایت فرما اور درود وسلام اور برکت ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی آل اور صحابہ پر فرما، آمین والحمد للہ رب العالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

---

[۱] الجامع الصغیر بحوالہ ابن عساکر حدیث ۲۲۳۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۳۵ و ۱۳۶
[۲] تہذیب تاریخ ابن عساکر زیر عنوان صفوان ثقفی ” احیاء التراث العربی بیروت ۶ / ۴۳۷
مختصر تاریخ ابن عساکر ” ” ” ” ” دار الفکر بیروت ۱۱ / ۹۹

marfat.com

مآخذ و مراجع

نام کتاب	مصنف کتاب	سن وفات ہجری
ا		
۱- الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲- الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳- الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴- الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵- ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶- ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷- الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸- الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۹- اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰- اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱- الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲- آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳- النفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴- امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵- انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶- الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷- امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن بشران	۴۳۲
۱۸- الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف با بن السنی	۳۶۴
۱۹- القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

marfat.com

ب

۲۰ - بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ - البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ - البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۲۳ - البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴ - بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ - البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ - البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ - تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ - تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۲۹ - تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ - التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱ - تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ - تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ - تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ - الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلو بغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ - التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ - تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ - تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ - تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م	۸ـ۹۱۱
۳۹ - تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ - تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ - التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

marfat.com

۴۲ - التفسیر للنیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ - تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ - التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ - التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ - تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ - تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ - تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۴۹ - تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ - تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱ - تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲ - التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳ - جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۵۴ - جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵ - الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ - الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ - الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ - جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ - جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل با بن قاضی	۸۲۳
۶۰ - الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ - جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	
۶۲ - الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳ - جواہر الفتاوی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ - الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ - الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ - الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

marfat.com

ح

۶۷ - حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفیٰ ابو سعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸ - حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹ - حاشیۃ علی الدرر	عبد الحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰ - حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۷۱ - حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علامہ سفطی	
۷۲ - الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعد اللہ بن عیسیٰ الآفندی	۹۴۵
۷۳ - الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقۃ محمدیۃ	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴ - الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵ - حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶ - حلیۃ الاولیاء	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷ - حلیۃ المحلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸ - خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹ - خزانۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۰ - خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱ - خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲ - خلاصۃ الفتاویٰ	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲
۸۳ - خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴ - الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵ - الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۸۶ - الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷ - الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی	۹۱۱

marifat.com

ذ

٨٨ - ذخیرۃ العقبیٰ	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	٩٠٥
٨٩ - ذخیرۃ الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	٦١٦
٩٠ - ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	٢٨١

ر

٩١ - الرحمانیۃ		
٩٢ - ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	١٢٥٢
٩٣ - رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	٧٨١
٩٤ - رغائب القرآن	ابومروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	٢٣٩
٩٥ - رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	٩٧٠
٩٦ - رد علی الجہمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	٢٨٠

ز

٩٧ - زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی	المتوفی اواخر القرن السادس
٩٨ - زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	٨٦١
٩٩ - زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ١٠١٦
١٠٠ - زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	١٨٩

س

١٠١ - السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	٨٠٠
١٠٢ - السنن لابن ماجۃ	ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ	٢٧٣
١٠٣ - السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	٢٧٣
١٠٤ - السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	٢٧٥
١٠٥ - السنن للنسائی	ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	٣٠٣
١٠٦ - السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	٤٥٨

marfat.com

۱۰۷ - السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸ - السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

۱۰۹ - الشافی	شمس الائمۃ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰ - شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱ - شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیۃ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲ - شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳ - شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴ - شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵ - شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶ - شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷ - شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸ - شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹ - شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰ - شرح الغریبین		
۱۲۱ - شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲ - شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳ - شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴ - شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵ - شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶ - شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷ - شرح موطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸ - شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹ - شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰ - شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

marfat.com

۱۳۱ - شرح الهدایة	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	۸۹۰
۱۳۲ - شرعة الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳ - شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیهقی	۴۵۸
۱۳۴ - شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵ - شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶ - صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷ - صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸ - صحیح ابن خزیمة	محمد بن اسحاق ابن خزیمة	۳۱۱
۱۳۹ - الصراح	ابوالفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰ - الطحطاوی علی الدر	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱ - الطحطاوی علی المراقی	سید احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲ - الطریقة المحمدیة	محمد بن بیر علی المعروف ببرکلی	۹۸۱
۱۴۳ - طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴ - عمدة القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵ - العنایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶ - عنایة القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷ - عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸ - عقود الدریة	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۴۹ - عدة	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰

marfat.com

غ

۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد با بن الہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳ - فتاوی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیۃ	عبد الرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی الکبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

marfat.com

۱۷۳ - فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴ - الفتوحات المکیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵ - فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶ - الفوائد	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷ - فوائد المخصصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸ - فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹ - فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبد اللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰ - القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱ - قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲ - القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳ - القرآن		

ک

۱۸۴ - الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵ - الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶ - الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷ - کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸ - کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹ - کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰ - کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۱۹۱ - کتاب الهدیۃ لابن عماد	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲ - کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳ - کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴ - کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵ - کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

marfat.com

١٩٦ - كشف الاسرار	علاء الدين عبد العزيز بن احمد البخاری	٧٣٠
١٩٧ - كشف الرمز	علامة المقدسی -	
١٩٨ - كشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشق	٧٦٨
١٩٩ - كنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	٩٧٥
٢٠٠ - الكفاية	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	٨٠٠
٢٠١ - كف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	٩٧٣
٢٠٢ - كنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	٧١٠
٢٠٣ - الكنى للحاكم	ابو عبد اللہ الحاکم	٤٠٥
٢٠٤ - الكواكب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	٧٨٦
٢٠٥ - كتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التمیمی	٣٥٤
٢٠٦ - كتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	١٩٨
٢٠٧ - كتاب الصمت	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	٢٨١
٢٠٨ - كتاب الزہد	عبد اللہ بن مبارک	١٨٠
٢٠٩ - الكشاف عن حقائق التنزيل	جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری	٥٣٨

ل

٢١٠ - لمعات التنقيح	علامہ شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	١٠٥٢
٢١١ - لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن محمد السیوطی	٩١١

م

٢١٢ - مبارق الازہار	الشیخ عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک	٨٠١
٢١٣ - مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہرزادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	٤٨٣
٢١٤ - مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	٤٨٣
٢١٥ - مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی تقریباً	٩٩٥
٢١٦ - مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	٩٨١
٢١٧ - مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	٥٥٠
٢١٨ - مجمع الانہر	الشیخ عبد اللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	١٠٧٨

marfat.com

۲۱۹ -	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ -	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ -	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ -	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبد القادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ -	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبد الواحد	۶۴۳
۲۲۴ -	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ -	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبد اللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ -	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ -	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ -	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ -	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ -	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ -	المستصفی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ -	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ -	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ -	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ -	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶ -	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ -	مسند البزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ -	مسند عبد بن حمید	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ -	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ -	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ -	المصفّٰی	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ -	مصنف ابن ابی شیبۃ	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ -	مصنف عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ -	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

marfat.com

۲۴۵ - معرفة الصحابة	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶ - المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷ - المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸ - المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹ - معراج الدرایة	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰ - مشکوٰة المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱ - المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲ - المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳ - مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴ - مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۴۱
۲۵۵ - المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶ - المقدمة العشماویة	ابوالعباس عبد الباری العشماوی المالکی	
۲۵۷ - الملتقط (فی فتاوی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸ - مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹ - مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰ - المنتقیٰ (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱ - المنتقیٰ فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲ - منحة الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳ - منح الغفار	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴ - ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵ - منہاج	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۶۷۶
۲۶۶ - مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷ - المبتغیٰ	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸ - المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹ - مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

marfat.com

۲۷۰ - المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱ - منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲ - موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳ - موارد الظمآن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴ - مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵ - مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶ - میزان الشریعۃ الکبریٰ	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷ - میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸ - المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹ - مکارم الاخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰ - النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱ - نصب الرایۃ	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲ - نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳ - النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴ - النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵ - النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶ - نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷ - نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸ - النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹ - نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

marfat.com

و

۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	٦۷۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹٦ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷٦۹

marfat.com